

# قرآنی شعور انقلاب

ان:  
امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رَحِمَہُ اللہُ رَحِمَہُمَا

—: جمع و ترتیب :—  
شیخ بشیر احمد لدھیانوی و غازی خدابخش رَحِمَہُمَا

نظر ثانی و تحقیق سے مراجع  
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی مدظلہ

32- میلگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر  
مکی دارالکتاب چوک اے جی آفس۔ لاہور  
فونٹ : 7239138

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

قرآنی شعور انقلاب	:	نام کتاب
مولانا عبید اللہ سندھی	:	مصنف
شیخ بشیر احمد و غازی خدا بخش	:	جمع و ترتیب
مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب مدظلہ	:	تحقیق مراجع
مارچ 1999ء	:	اشاعت سوم
قدرت اللہ پرنٹنگ پریس، لاہور	:	مطبع
محمد عباس شاد	:	اہتمام
محبوب الرحمن النور	:	ناشر
Ph. 7241778 کی دارالکتب لاہور	:	برائے
250/=	:	قیمت

## اجمالی فہرست

51	قرآنی اساس انقلاب	○ سورة فاتحه
105	قرآنی اصول انقلاب	○ سورة عصر
133	تفسیر سورة جمعہ	○ سورة جمعہ
161	قرآنی جذب انقلاب	○ سورة مجادلہ
181	قرآنی اقدام انقلاب	○ سورة حشر
227	قرآنی قانون انقلاب	○ سورة ممتحنہ
249	تفسیر سورة منافقون	○ سورة منافقون
259	قرآنی فکر انقلاب	○ سورة اخلاص
"	" " "	○ سورة الفلق
"	" " "	○ سورة الناس
289	قرآنی دستور انقلاب	○ سورة ملثر
"	" " "	○ سورة مزمل
405	قرآنی جنگ انقلاب	○ سورة محمد
485	تفسیر سورة الصف	○ سورة صف
511	قرآنی عنوان انقلاب	○ سورة فتح





# فہرست مضامین قرآنی شعور انقلاب

## قرآنی اساس انقلاب

64	29	انجمن اور بری چیزیں	نقل اول
66	31	حمد الہی کے چار گوشے	کلمات طہیات
67	33	رب العالمین کے معانی	حرف خیال
68	39	رب الاقوام	مقدمہ
71	53	نظام ربوبیت	دیباچہ
73	54	کائناتوں کا خالق	تمہید
76	54	رحمان اور رحیم	زمانہ نزول
77	54	رحمت کی وسعت	مضمون
77	55	نظام عدل کی ضرورت	نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دو درجے
79		انسانیت ذمہ داری کا نام ہے	
80	55	عمل اور اس کا نتیجہ	قوی درجہ
81	56	یوم الدین کی ضرورت	بین الاقوامی درجہ
84	57	یوم الدین پر ایمان کا فائدہ	حقیقت عالمی تحریک ہے
86	58	عبادت کیا ہے؟	دینی اور سیاسی تحریک میں فرق
86	58	اخبار الی اللہ	دین کو سیاست کی ضرورت
88	61	غیر انقلابی کبھی مدد نہیں دیں گے	تفسیر سورہ فاتحہ
	61		تشریح الفاظ
88	62	توحید اور حریت	بہترین نظام

96	طلب ہدایت کی ضرورت	90	دعا کی حقیقت
	صراط مستقیم تاریخ کی روشنی	91	دعا کی پہلی اساس
97	میں	91	دعا کے لئے دو ضرورتیں
97	منعم الیہ سوسائٹی	92	اجتماع مبعوش الی اللہ ہوتا ہے
98	ترقی کن سوسائٹی کے چار	93	دینی اور لادینی جماعتیں
	اجزاء	93	دعا کی دوسری اساس
100	مغضوب علیہم کون ہیں	94	سورہ فاتحہ کی دعا کا مطلب
102	ضالین کون ہیں	94	دعا کا فائدہ
103	قرآن کا مقصد	94	صراط مستقیم
103	بین الاقوامی دعا	95	صراط مستقیم عقل کی روشنی
104	صلوٰۃ کیا ہے؟		میں
		96	اس دعا کا اجتماعی پہلو

## قرآنی اصول انقلاب

123	107	الحق کیا ہے	پیش لفظ
124	112	پارٹی کی ضرورت	تفسیر سورہ عصر
124	113	پروپیگنڈے کی ضرورت	تمہید
126	114	تاریخ کی شہادت	قسم کی حقیقت
126	117	مہر کیا ہے	انقلاب کے عملی اصول
126	118	کفر کیا ہے	نظریہ اور ایمان
128	119	مسادات	فلسفہ دلی الہی کی بنیاد
128	120	تاریخ کی شہادت	تاریخ کی شہادت
128	120	انقلابی جماعت اور منافقین	عمل صالح کیا ہے
129	120	سورہ کا خلاصہ	عمل کی صالحیت کا مدار
130	121	انقلاب	ایمان اور عمل صالح کا تعلق
	123		تاریخ کی شہادت

## فہرست مضامین سورہ الجمعہ

147	135	امیوں کا دوسرا طبقہ	تفسیر سورہ الجمعہ
148	135	غیر ممالک میں مراکز	سورہ الصف کے ساتھ ربط
148	136	بین الاقوامی مرکزیت	قومی انقلاب سے قرآنی تحریک
149		یہود کی گرا دہ	کوفائدہ
149	136	انقلاب کے لئے موت سے بے	مضبوط مرکز کا نقصان
	136	خوفی کی ضرورت	صحیح طریق عمل
150	137	ظلم اور تکذیب آیات اللہ	بین الاقوامی مرکز
152	137	یہود کو چیلنج	کیا خدا محتاج ہے؟
152	137	تمنائے موت کی تفسیر قرآن	اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ
	138	سے	ان صفات کے بیان کی غرض
153	139	موت سے بھاگنے کا سبب	حکمت کیا ہے؟
154	141	جو موت سے گھبراتے ہیں وہ	نبی امیوں میں سے کیوں لیا گیا؟
	142	پیچھے ہٹ نہیں سکتے	الملک کا اثر حیات انسانی پر
155	143	موت سے مفر نہیں	توحید اور عدل
156	144	مسلمانوں کے لئے درس عبرت	خدا کی قدوسیت کا اثر
156	144	ہنود اور یہود کی مماثلت	تزکیہ کیا ہے؟
157	144	یہودیت سے بچنے کا طریق	ذمہ داری کا مطلب
157	144	انقلاب میں کامیابی کی شرط	العزیز کا اثر
158	145	انقلاب اور جلب مال	تاسق سور اور ربط آیات کی
158		ایک محسوس مثال	ضرورت
	146		حکمت قانون کی روح کا نام ہے

## قرآنی حزب انقلاب

170	163	ایک غلط رسم کی اصلاح	حرف اول
171	164	منافقین کی شکست	عرض مرتب
172	165	مسلم خفیہ جماعت	مقدمہ
173	165	حزب الشیطان کے اصول	خلافت باطنیہ
174	165	حزب اللہ کے بنیادی اصول	حزب اللہ کی ضرورت
174	166	حزب اللہ کا فائدہ	ایک اسلوب نزول
175	166	خفیہ تنظیم	ترتیب نزول و کتابت
178	167	منافقین اور یہود سے سلوک	اسلوب قرآن
179	168	منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے	واقعہ ظہار اور قیام حزب اللہ
179	170	شکست کی مکرر پیش گوئی	تفسیر سورہ الجادلہ

## قرآنی اقدام انقلاب

194	183	حرف اول	فے کی اراضی کس کی ہیں
194	184	غزوہ بنی النضیر	انقلاب کی حقیقت
195	186	موضوع	مال فے کے پانچ حصے
196	186	حزب کا سیاسی ارتقاء	اللہ کا حصہ تھر کا ہے
196	186	حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظمہ	رسول اللہ ﷺ کا حصہ -
		میں	آپ ﷺ کے بعد کس کا
196	187	حزب اللہ مدینہ منورہ میں	ذوالقربی
197	187	منافقین سے مقابلہ	رسول اللہ ﷺ کی پارٹی کی
	188	کیا اسلامی جنگ مدافعت ہے؟	ضرورت
198	188	اسلام اور جنگ	رسول اللہ ﷺ کے ذوی
	189	تفسیر سورہ الحشر	القربی کون ہیں؟
199	189	سورہ مجادلہ کے ساتھ ربط	رسول اللہ ﷺ کے نبی
	190	یہود کی شکست اور اپنے	قربی
199		ہاتھوں تخریب	نبی قربی کسی ترجیحی حق کے
	190	مسلمانوں کے لئے عبرت	مستحق نہیں
200	191	یہود کی جلا وطنی	مودۃ القربی کا اصل مفہوم
201	192	دنیاوی عذاب	رسول اللہ ﷺ کے تین قسم
	192	جلا وطنی کیوں	کے ذوی القربی
201	192	میدان جنگ میں صحیح فیصلہ	رسول اللہ ﷺ کی صحیح
	193	الحشر کا اصل موضوع	پوزیشن
	194	فے کی تعریف	

- 210 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا 202 مجددین اور انقلاب  
 210 دانشندانہ فیصلہ مہاجرین کا حصہ نے میں  
 211 بتائی کے لئے روپے کی 202 فضل اور رضوان  
 211 ضرورت نصرت  
 212 مساکین کے لئے روپے کی 203 دارالاسلام مدینہ منورہ  
 212 ضرورت محبت مہاجرین کا نتیجہ  
 212 ابن السیل سے کیا مراد ہے؟ 203 سرمایہ پرستی سے نفرت  
 213 اسلام اور سرمایہ داری 204 انصار اور مہاجرین کا درجہ  
 213 عادلانہ تقسیم 204 انصار و مہاجرین کے لئے  
 اراضی نے اور حقوق 204 استغفار کا مطلب  
 214 کاشتکاری انقلاب کے اجزاء خلاصہ  
 215 زمین پر لکھنوں کا حق مسلم 205 انقلاب میں دھوکہ کیا ہے؟  
 215 خراج کا مصرف 206 مال نے کی تقسیم کا سبب  
 215 حضرت عمرؓ کا دانشندانہ 206 قرآن کے خلاف بین الاقوامی  
 فیصلہ مجاز  
 216 درس و اعتبار 207 منافق کون ہے؟  
 216 حضرت امام شافعی کی رائے 207 دہشت گردیاں  
 216 آئمہ احناف کی رائے اور شاہ 207 مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت  
 دلی اللہ ہے  
 217 کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟ 208 انقلاب اور جمود کا فرق  
 218 فلسفہ دلی اللہ اور انقلاب 208 یہود کا ایک عیب  
 218 ذودی القربی کی صحیح تفسیر 209 یہود کے متعلق ایک ہشتین گوئی  
 218 انقلاب اور اسلام کا لزوم 210 منافقین کی تشیل

- 223 حزب اللہ کی زندگی کی دوسری 219 کامیابی کا مالک صرف خدا ہے
- 223 منزل قرآنی انقلاب کا نکتہ کے لئے
- 219 بین الاقوامی سرداری رحمت ہے
- 224 اللہ کو بھولنے کا نتیجہ 220 حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے
- 224 اللہ کی یاد کا فائدہ 220 قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب
- 221 بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ 221 رہے گی
- 224 فاسق اور کافر میں فرق 221 قرآنی انقلاب کے نتائج
- 225 مسلسل کام کرنے والے 221 ان کا منفع صرف خدا ہے
- 226 اصحاب جنت ہیں کیا کوئی نیانہی آئے گا؟
- 226 قرآنی انقلاب کی راہ میں دو 222 نئے نظام کی خوبیاں
- پہاڑ



## قرآنی قانون انقلاب

238	229	دشمن کا آدمی مسلم کیپ میں	حرف اول
240	230	کافر خاندانوں کا مرد واپس	تفسیر سورہ الممتحنہ
	230	کردیں	موضوع سورت
240	230	اپنی بیویوں کا مرد واپس لے لو	سورہ الحشر کے ساتھ ربط
241	230	اگر کافر مردانہ کریں	فصل اول
242	230	استحسان کا طریق	ایک واقعہ
242	231	بیعت کا مطلب	دشمن طاقت
242	232	سیاست اور بیعت	دشمن کون ہے؟
243	233	حکومت کس طرح قائم ہو جاتی ہے؟	لڑائی قائم ہو جانے کے بعد
			حزب اللہ کا فرض
243	233	بیعت کی مدت	سبیل اللہ کیا ہے؟
243	233	(۱) انکار شرک	جہاد کیا ہے؟
244	233	(۲) مالی حقوق کی حفاظت	جہاد کی غرض و غایت
244	234	(۳) حفاظت عزت	قانون کی روح
244	234	(۴) اولاد کا قتل نہ کرنا	حزب اللہ کے قانون کی مخالفت
244		(۵) نیوگ کا انکار	کا مطلب
245	235	معروف کے معنی	مخالفین کا مقصد
246	236	زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے	حضرت ابراہیم کی مثال
	236	دو	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
246		آخرت اور زندگی کا تلازم	ایک دعا
247	237	مایوسین کی محبت کے نقصانات	کیا دوستی کا امکان ختم ہو گیا؟
247	238	والاخرہ خیر لک من الاولی کی	دوستی کیا جائز ہے؟
	238	تفسیر	دشمن کا دوست
	238		فصل دوم

## سورہ المنافقون۔

256	251	تفسیر سورہ منافقون
	251	منافق کون ہے
256	252	نفاق کا انجام کفر ہے
257	252	منافق کا اخراج مصلحت
257	253	منافق کی مزامت
	253	قتل کی شرط
257	253	دوسری سزا
	253	ڈپلن کمیٹی
258	254	اس سورہ کا موضوع
	255	جملہ معترضہ

## قرآنی فکر انقلاب

274	261 عمل افلاق اور اس کی ہمہ	اسلام
	262 گیری	دیباچہ
274	264 پہلا شعر	تمہید
274	266 دوسرا شعر	قرآن کا مرکزی فکر
275	266 تیسرا شعر	اعلان بنیاری
276	267 چوتھا شعر	جنگ
276	267 نتیجہ	(ا) مخالفین کی سیاسی شکست
277	267 سورہ الناس	(ب) مخالفین کی اقتصادی شکست
277	267 توحید کا پھیلاؤ نوع انسانی میں	(ج) مخالفین کی فکری شکست
278	267 (۱) دائرہ ربوبیت	(۱) سورہ اخلاص
278	267 (۲) دائرہ ملکیت	(۲) سورہ قلن
280	268 (۳) دائرہ الوہیت	(۳) سورہ الناس
282	269 دوسرے کی حقیقت	تفسیر سورۃ الاخلاص
282	269 انسانی جماعتیں	ثبوت کارد
283	270 انسان کے سوادد سری طاقتیں	شفاعت کے غلط پہلو کارد
283	270 دوسواں کیا ہے	انیت کارد
284	270 باطل افکار کا نتیجہ	بت پرستی کارد
285	272 انسانیت کی بربادی	سورہ الفلق
285	272 فکری غلبہ	توحید کا پھیلاؤ کائنات میں
286	272 سورہ فاتحہ کے ساتھ ربط	سورت کی تشبیلی شرح
	273	دفع مضرت کی ضرورت

## قرآنی دستور انقلاب

291	الا قوامی انقلاب میں مشابہت	مقدمہ
	آئمہ	جدوجہد عالمگیر حرکت ہے
	شان نزول کا بیان ضروری نہیں ہے	جدوجہد کی دو صورتیں
	شان نزول کے ساتھ آیات کی پابندی کا نقصان	ارتقاء
	تفسیر سورہ مزمل	انقلاب
305	انقلاب ۱۱ انقلاب ۱	انقلاب کے تین اجزاء
305	رفقاء انقلاب کی تیاری	جہاد کی بجائے انقلاب کا لفظ
305	پیرایہ آغاز	کیوں استعمال کیا گیا ہے؟
305	ایک غلط فہمی کا ازالہ	قرآن حکیم کی تعلیمات انقلابی
306	لفظ مزمل کے متعلق	ہیں
307	المزمل کی پہلی تشریح	قرآن کا انقلاب کسری و قیصر
307	الحامشہ کے معنی	کے خلاف تھا
308	نبی کریم ﷺ ذمیل رفقاء	موجودہ یورپ اور اس کے
	تیار کریں گے	معلوم ممالک کی حالت
309	جملہ معترضہ	قرآن کا انقلاب مساکین کی
309	انقلاب کے شروع میں رفقاء	تنظیم
	ہی تیار کئے جاتے ہیں	دنیاوی اور اخروی زندگی
310	رفاقت کی پہلی منزل	مسلسل ہیں
311	رفاقت کی دوسری منزل	قرآنی انقلاب کی حامل جماعت
		کیا چاہتی ہے؟
		مسئلہ قیامت اور قرآن کے بین

- 318 حضرت محمد ﷺ کا تعلق اپنے جملہ معترضہ 311  
 318 رفقاء کے ساتھ تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے
- (۱) آپ ﷺ نبی ہیں 311  
 319 (۲) آپ ﷺ معلم شفیق ہیں 311  
 319 الحاشیہ کی تشریح فلسفہ دلی الہی 312  
 319 کے مطابق بے سمجھے پڑھنے سے روح 321  
 312 حشر میں ہمارے اعمال ہی انقلاب فنا ہو جاتی ہے  
 321 متشکل ہو کر پیش ہوں گے انقلاب کے لئے رفقاء کو سمجھنا
- 313 ہمارے اعمال و اخلاق ہی جنت و ضروری ہے  
 322 دوزخ پیدا کریں گے قول ثقیل کے معنی  
 322 واقعات حشر کی مزید تشریح 313 انقلاب کسری و قیصر کے خلاف  
 314 میزان کیا ہے؟ کرنا مقصود ہے  
 322 حوض کوثر کیا ہے؟ عرب کی حالت  
 323 تسنیم کیا ہے؟ جماعت خاصہ کے لئے رات کا  
 314 حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے 314 وقت کیوں؟
- 324 حوض عوام سے ربط - دن میں  
 325 اب انقلاب عمومی حضرت محمد 316 انقلاب کے بنیادی اصول  
 325 ﷺ کے اتباع ہی سے آسکتا اسم سے مراد تجلی الہی ہے  
 325 ہے انسان کا تعلق تجلی الہی سے کیوں  
 317 الزل کے دوسرے معنی امام 317 ضروری ہے؟  
 325 ائمہ انقلاب قرآن کا نظام نو  
 326 قوی اور بین الاقوامی انقلاب 317 کام کرنے کے دد اصول  
 326 قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی کا بار

- 335 326 باز پرس کیوں ہوگی؟ خصوصیت
- 335 326 افراد انسانی اور انسان کبیر کا کائنات کا ترقی یافتہ مادی حصہ
- 327 تعلق عالم مثال
- 337 327 صالحیت کا معیار مساکین کی قرآنی اصول انقلاب کے عملی
- فائدے خدمت ہے
- 338 327 انقلاب اور قیامت کبریٰ قرآن کے انقلابی نظریے کی
- 338 کھانے پینے کے نظام کی اہمیت ضرورت
- 338 329 فارغ البال خالم لوگوں کی سزا انقلاب کی جولا نگاہ عرب کے
- 340 انقلاب کی منزل اول مشرق و مغرب میں
- 330 ---- قومی انقلاب قرآن کا منشاء مصنوعی خداؤں
- 340 قومی انقلاب کی دعوت کا خاتمہ
- 340 331 نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو
- 341 331 حضرت موسیٰ کی مثال تیاری سے پہلے اقدام مضر ہوتا
- 342 فرعون کی ملوکیت کا خاتمہ ہے
- 343 332 چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ سرمایہ پرستوں سے باز پرس
- 332 ---- کسری و قیصر مکذبین کسری و قیصر ہیں
- 344 332 انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے سرمایہ پرستوں سے باز پرس
- طریقے ہوگی
- 345 332 کسری و قیصر اور ان کے تبع حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد
- سرمایہ پرستوں کے بارے میں
- 345 333 اس پیشین گوئی کی تصدیق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا
- 346 333 اس پیشین گوئی کی تصدیق انقلاب کا مطالعہ کرنے کی
- فرمان سرمایہ پرستوں کے
- بارے میں ضرورت

- قرآن تنبیہ کرتا ہے 347 تفسیر سورہ مدثر 359
- اب کون بچے گا؟ 347 بین الاقوامی انقلاب کے 359
- نظریہ زمرہ 347 اصول
- انقلاب کی منزل دوم بین 349 سورہ منزل کے ساتھ ربط 359
- الاقوامی انقلاب 349 سورہ مدثر کا مضمون 359
- دوسرے رکوع کی تمہید 349 ”مدثر“ کے معنی 360
- قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا 349 نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ 360
- ترمیم حکم کے دوسرے اسباب 350 کا ایک نکتہ
- : (۱) امراض (۲) سفر (۳) اسلام کا جامع انقلاب 362
- قتال انقلاب میں اشاعت کی 362
- ایک اہم نکتہ : قرآن کی تعلیم 351 ضرورت
- کے انقلابی ہونے کا ثبوت انقلاب کا اصول اولین : انسانی 363
- عدم تشدد طبعی اصول نہیں 352 قانون سے بغاوت
- نبی کریم ﷺ کی مکی اور مدنی 352 قرآنی سیاست کی تشریح 364
- زندگی : ایک شیعہ کا ازالہ نبی اکرم ﷺ کے لئے مشورہ 364
- نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون 355 واجب تھا
- سرمایہ محدود کرنے کا قانون 356 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 364
- انفرادی اور اجتماعی مفادات کا 356 نظریہ
- ملازم حضرت عمرؓ کا نظریہ 365
- بین الاقوامی کام زیادہ شاندار 356 خضوع یا اخبات الی اللہ 365
- کام ہے اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ 366
- قیام ضبط کی ضرورت 357 لباس کی پاکیزگی 366
- خلاۃ الکلام 358 اس کا نتیجہ 366

375	366 خلاصہ	نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب
375	367 قرآن کے انداز کا نتیجہ	اس کا نتیجہ
376	367 قیامت اور انقلاب	انقلاب صالح کی دوسری م
378	367 بین الاقوامی پروگرام کے	باطنی پاکیزگی
	368 مخالفین	انقلاب صالح کی تیسری م
378	368 سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ	انتفاع کا امتناع
380	369 سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام	انقلاب کا بنیادی اصول
380	369 مخالفانہ جانچ پڑتال	سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی
381	مخالفانہ پروپیگنڈہ	کے اسباب
382	369 اجتماع کا انجام	امام ولی اللہ دہلوی کے نظریات
382	370 جنم کی حقیقت	(۱) تاق حق مال ہو رہا
383	370 ایک نفسیاتی نکتہ	(۲) گراں بار نیکیں
388	370 آگے بڑھنے کی دعوت	کسری و قیصر کی تباہی کی مثال
388	372 اجتماع غالب نہیں آسکتا	ایرانیوں اور رومیوں کی
388	انقلاب کی پہلی منزل -----	عیاشی
	373 عرب پر قبضہ	اٹھارویں صدی کی دلی کی
388	بین الاقوامی منزل	حالت
389	373 مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی	ٹیکسوں کی بھرمار
389	373 نبی اکرم ﷺ کا اعلان	عوام کی حالت
390	374 انقلاب میں آگے بڑھو	انسانی معاشرے پر خطرناک اثر
391	374 پیچھے رہنے والے برباد کر دیئے	بیکاری کی مصیبت
	375 جائیں گے	انقلاب کے لئے استقامت کی
	انسان کے اعمال کس طرح	ضرورت



395	دوبارہ انذار	391	محفوظ رہتے ہیں۔
396	انقلاب کی تمثیل	391	امام ولی اللہ کا نظریہ
396	نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا	392	انقلاب کے پیشرو
397	انقلاب سوسائٹی کے اندر سے	393	بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل
	پیدا ہوتا ہے	393	ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ
398	قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت	393	(۱) تعلق باللہ کی ضرورت
399	انقلاب عدل قائم کرے گا	394	(۲) مساکین کی تنظیم کی ضرورت
400	خلاۃ الکلام	395	بیکار مباحثے
	نظر بازگشت: منزل اور مدثر کا تقابل	395	(۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار
401			

## قرآنی جنگ انقلاب

426	407 منافقین کا اخراج	مقدمہ
427	418 مجازی انقلاب کی منزلیں	انقلاب انقلاب ۱۱ اے
429	کافروں کی ناکامی	انقلاب ۱
429	419 کافروں سے مصالحت کی ایک	سورہ قتال یا سورہ محمد ﷺ
	419 ہی صورت	قرآنی انقلاب اور جنگ
430	419 ایمان ڈار کون ہیں؟	نام
430	419 نبی کریم ﷺ کی دو حیثیتیں	پچھلی سورۃ سے ربط
431	419 لغزشوں کی معافی	اگلی سورۃ کے ساتھ ربط
432	420 کامیابی کی گارنٹی	اجتماعی تحریک کی دو قسمیں
434	420 رجعت پسندوں کا خاتمہ کرو	(الف) ارتقائی تحریکیں
434	420 رجعت پسندوں کی تنظیم توڑ دو	(ب) انقلابی تحریکیں
435	421 قیدیوں کے متعلق احکام	اشغالی جنگ
435	421 کیا اسلام میں غلامی نہیں ہے؟	قرآن کا فکر
436	422 قیدیوں کی رہائی کی شکلیں	کافر کون ہے؟
437	423 کن قیدیوں کو رہا کیا جائے؟	کافروں سے لڑنا کیوں ضروری
438	قید کے طریق	ہے؟
438	423 جداگانہ قید خانے	اسلام اور جنگ
439	424 خاندانوں کے اندر قید	یورپ کا فریب
440	424 کافروں کے لئے غلامی ایک	رجعت پسندوں کا ایک فریب
	425 رحمت ہے	دوسرا فریب
440	425 غلامی کے منکروں کی غلطی	نمولے کی جماعت

466	442	منافقین کو کوئی ذمہ دار پوزیشن نہیں دی جا سکتی	شہید کی محنت ضائع نہیں جا سکتی
467	444	منافقین کی غلط ذہنیت	جنت کا تصور مادی زندگی میں
468	444	انقلاب اور جہاد	کامیابی کی شرط
469	445	نماز، روزہ اور قتال	پائیداری کی شکل
472	445	منافقین اور کفار کا سمجھوتہ	منافقین کی ناکامی
473	447	صوفیاء کا فریضہ	ناکامی کی تاریخی شہادتیں
475	447	منافقوں کا اخراج	جنگ کا انجام
476	449	مومنوں سے خطاب	کافرو مومن کا تقابل
476	451	نبی اکرم ﷺ کی پیروی کے معنی	منافقین انقلاب کو تنبیہ
477	457	کفار کا انجام	بہشت کا تصور قوی نقطہ نگاہ سے
477	458	پائیداری کی ضرورت	منافقین انقلاب کی حالت
478	458	مال خرچ کرنے کی ضرورت	منافقین
480	460	نبی اکرم ﷺ کی جماعت اور اللہ کی راہ میں خرچ	مومنین کی حالت
480	461	موجودہ دور کی ضرورت اور	تقویٰ کیا ہے؟ شیخ عبدالقادر
481	463	امام ولی اللہ دہلوی	جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف
484	463	حواشی	الساعۃ سے کیا مراد ہے؟
	464		اس انقلاب کی غرض
	465		منافقوں کی حالت
			مومنین اور قتال
			منافقین اور جنگ
			قول معروف کیا ہے؟

## فہرست مضامین سورہ الصف

495	487	تفسیر سورہ الصف
495	487	سورہ ممتحنہ کے ساتھ ربط
495	487	وزارت حربیہ کا کام
496	487	سورہ الصف کا مضمون
496	488	قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم
497		کیوں دیا گیا ہے؟
497	488	جبری خدمت
497	489	ہمارے علماء کی غلطی
497	489	برطانیہ کی سب سے بڑی
499		قباحت
499	490	انقلاب اور حریت
499	490	بنیان مرصوص کا مطلب
500	491	بنیان مرصوص کی حقیقت
501	491	عورتیں اور فوجی خدمت
501	492	مخزلیں اور مرجئین کے
		استیصال کی ضرورت
502	492	مسلمان اور فوجی خدمت
	492	فوجی خدمت کی وسعت
502	493	انقلاب اور رڈ پولیسی
503	494	جہاد سے انکار کا انجام
503	494	مسلمانوں کے لئے درس عبرت

507	503	حضرت مسیح کا نمونہ	حر سے کیا مراد ہے
508	504	بین الاقوامی مرکز	ارتجاعی جماعتیں
508	505	ایک قوم میں مرکز ہدایت	بین الاقوامی غلبے کا پروگرام
508	506	مرکزی فوجی طاقت کا نقصان	عذاب الیم کیا ہے؟
509	506	دور جمہوریت میں نشر قرآن کا طریق	عذاب الیم سے بچنے کے لئے
			پہلا کام
510	506	اسوہ مسیحی کی کامیابی	دوسرا کام
510	507	اسوہ محمدی ﷺ کی کامیابی	کام کا نتیجہ
	507		تعلق باللہ کی اصلاح

## قرآنی عنوان انقلاب

531	513	مقدمہ
532	513	ضبط کی ضرورت
	513	اسلامی جماعت میں ضبط
532	513	اس ضبط کا مقصد
532	513	انقلاب کی طبعی رفتار
533	514	صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام
534		میں
534	516	امام ولی اللہ کا فکر
	518	سورہ فتح کا قیمتی سبق
535	519	موت قبول کرنے کی منزل
	519	قرآن اجماعی جنگ کا قائل ہے
536	521	قومی انقلاب
538	521	تہمید
539	521	سورہ فتح کا مرکزی واقعہ
540	525	صلح کا نتیجہ اور اثر
540	526	انقلاب کیا ہے؟
541	526	مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن
542	527	جنگوں کا نقصان
543	527	صلح کا فائدہ
545	527	نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں
	530	معلم منتظم نہیں ہو سکتا
		اصول

562	انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ	545	اجماعی جنگ
562	نبی اکرم ﷺ بطور معلم و نذیر	546	ابوبکر حصاص کا قول
565	خدا کی محبت کے معنی	546	دنیا اور آخرت کی زندگی کا
	خدا کی طرف سے الحرام	547	تسلل
566	معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی	547	غلامی کا عذاب
567	اللہ کے نزدیک		صلح حدیبیہ میں ایک بعید
567	معاشی مسئلے کے بعد	547	موت سے مصافحہ
568	مجازی انقلابوں کی انفعلیت	548	قومی حکومت
568	بیعت رضوان کی حقیقت	550	اللہ کا اظہار خوشنودی
569	عہد شکنی کی سزا	551	محض جوش کافی نہیں
569	ارتجاعی ذہنیت	552	خیبر کی فتح کا وعدہ
570	منافقین	552	ردم اور ایران کی فتوحات کا
	توفیق باندازہ ہمت	553	دعدہ
571	منافقین کی نفسی تحلیل	553	اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی
	مجاز کو پاک کیا جائے	555	وجہ
572	زمین پر اللہ کی بادشاہی	555	جنگ مقصود اصلی نہیں
572	اخلاقی فتح کے نتیجے	556	حکمت قرآنی کا ایک نکتہ
574	خیبر کا مال غنیمت	557	اللہ کی رحمت میں داخل ہونے
	خیبر کی فتح کا بعید	557	والی جماعتیں
575	کل قومی انقلاب کی تیاری	558	لڑائی کیوں رکی؟
577	آنے والا امتحان	558	قرآنی انقلاب کا نصب العین
577	قیصر و کسری سے مقابلہ ہو گا	558	نبی اکرم ﷺ کا خواب
577	امام دلی اللہ کے خیالات	559	مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں

593	578	قرآن کا مقصد	مناقضین کی ذہنی حالت
593	578	امام دلی اللہ کے خیالات	مناقضین کی حقیقت
594	580	نبی اکرم ﷺ کی اجتماعی	مناقضین کو قتل نہ کیا جائے
595		حیثیت	مناقضت روکنے کی انسانی تدبیر
595	581	مشورہ کرنا آنحضرت ﷺ	مناقضین کا طریقہ کار
596		کے لئے ضروری تھا	انقلاب کی ملی امداد سے دست کشی
	583	مشاورت کی اہمیت	
596	584	”صحابی“ سے کون مراد ہیں؟	انقلابیوں کے اخراج کی سازش
597	585	نبی کریم ﷺ کے ساتھی	ایک پیشین گوئی
597		اشداء علی الکفار ہیں	نفق کا انسداد
598	585	وہ رجماء نینم بھی ہیں	قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو
598	586	قائدہ	مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو
599	586	رکوع کیا ہے؟	ایک استثناء
	586	سجدہ کیا ہے؟	
	587	فضل کیا ہے؟	
	588	رضوان سے کیا مراد ہے؟	
	588	نبی اکرم ﷺ کی جماعت کی	
		خوبی	
	589	تورات اور انجیل میں اس	
		جماعت کا ذکر	
	591	یہ نمونے کی جماعت	
	591	سورہ فتح کا خلاصہ	
	591	سورہ حجرات کے ساتھ ربط	



## نقش اول

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے تفسیری افادات ”انقلاب سیریز“ کا مجموعہ ”قرآنی شعور انقلاب“ جس میں ① دستور انقلاب ② فکر انقلاب ③ اصول انقلاب ④ عنوان انقلاب ⑤ حزب انقلاب ⑥ اقدام انقلاب ⑦ اساس انقلاب ⑧ جنگ انقلاب ⑨ قانون انقلاب کے علاوہ سورۃ جمعہ، سورۃ منافقون، اور سورۃ الصف کی تفاسیر بھی شامل ہیں جو اس سے قبل ہفت روزہ ”خدام الدین“ میں بھی قسط وار چھپ چکی ہیں۔

”قرآنی شعور انقلاب“ کے پہلے ایڈیشن میں سورہ منافقون کی تفسیر نامکمل تھی اس ایڈیشن میں سورۃ منافقون کی تفسیر مکمل ہے اسی طرح شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن سے چھپنے والا رسالہ ”اقدام انقلاب“ تفسیر سورۃ حشر کی چند آخری سطور بھی پہلے ایڈیشن میں نہیں چھپیں تھیں اس بار وہ بھی ہمیں دستیاب ہو گئیں اور اس ایڈیشن میں اس کی کو پورا کر دیا گیا ہے۔

آخری تین سورتوں اور اقدام انقلاب کی آخری چند سطور کی دستیابی پر ادارہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب مدظلہ کا مشکور ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی مدظلہ بھی ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی اور تحقیق مراجع فرما کر اس کی افادیت کو دو چند کیا۔ آخر میں ڈاکٹر سعید الرحمن اعوان صاحب مدظلہ چیئرمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کے بھی ہم تہ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے فاؤنڈیشن سے چھپنے والے تفسیری کتابچے اس مجموعہ میں شامل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے شروع میں حرف خیال لکھا اور اس مجموعہ کا نام ”قرآنی شعور انقلاب“ تجویز فرمایا۔

محمد عباس شاد

نومبر ۱۹۹۷ء

## نقش ثانی

گزشتہ کئی برسوں سے سامراج نے ولی الہی فکر اور اس کے مفکرین و کارلز کو مسلمانوں کے ذہنوں سے محو کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا خصوصاً پاکستان میں تو نام نہاد اسلام پسندوں نے نوجوان نسل کو اس فکر سے بے بہرہ رکھنے میں اپنی آخری کوشش کو بھی صرف کر ڈالا۔ مگر الحمد للہ اب پاکستان کا نوجوان گزشتہ پچاس سالہ فکری غفلت سے بیدار ہو رہا ہے اس کا واضح ثبوت ولی الہی فکر کے مسئلہ شارح امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی تصنیفات کی مقبولیت ہے مولانا سندھی نے فرمایا تھا۔

جب نوجوان میرے افکار کو سمجھے گا تو وہ نظریات کی ایک ہسٹریکل عمارت کھڑی کرے گا۔

اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ نوجوان ولی الہی لٹریچر میں غیر معمولی دلچسپی لینے لگا ہے یہی وجہ ہے کہ زیر نظر تصنیف کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے سابقہ ایڈیشن میں قدرے کتابت کی غلطیاں رہ گئی تھیں اس ایڈیشن میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے اس سلسلے میں ہم اپنے دوست ”وسیم اعجاز“ اعجاز منزل ” چوڑہ“ کے انتہائی ممنون ہیں کہ انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے سابقہ ایڈیشن میں غلطیوں کی نشاندہی کی اور ہمیں مطلع کیا ہم اپنے تمام قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنے زیر مطالعہ کتب میں اگر کوئی پروف کی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ انشاء اللہ یہ ادارہ آپ کی آراء اور تجاویز سے ”ولی الہی فکر“ کو کامیابی سے اگلے مرحلے میں لے جانے کا سبب بنے گا۔

محمد عباس شاد

## کلمات طیبات:-

”ہم ۱۹۳۹ء میں واپس وطن پہنچے اس کے بعد جب کبھی لاہور آئے اور اپنے عزیزوں کی خاطر وہاں رہے، مولوی بشیر احمد صاحب بی۔ اے لہہیانوی ہم سے قرآن شریف سمجھنے کے لئے مسلسل ملتے رہے، وہ ہمارے افکار لکھتے بھی رہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے کئی سو صفحات تیار کر لئے۔ انہوں نے قرآن عظیم کا مطالعہ بہت عرصے پہلے سے مختلف اساتذہ کی صحبت میں جاری رکھا تھا اس لئے وہ ہمارے طرزِ فکر کا انقلابی نقطہ نظر بجا سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ اب ان کی خواہش ہے کہ ہمارا فکر لوگوں کو پڑھائیں یا پریس کے ذریعے سے پھیلائیں۔“

ہمیں سندھ ساگر انسٹی ٹیوٹ کے متعلق علی مرکز میں جس کا نام ”محمد قاسم ولی اللہ کالج آف تھیالوجی“ تجویز کیا ہے۔ ایسے ہی استاد کی ضرورت تھی ہم نے انہیں اپنے ابتدائی تجارب میں شریک بنالیا ہے۔ انہوں نے اپنے افکار کا نمونہ سورہ مزمل اور سورہ مدثر کی تفسیر میں پیش کرنا پسند کیا ہے۔

ہماری تقریریں بہت سے دوستوں نے ضبط کر لی ہیں۔ مگر آج تک ہم نے کسی کی تصحیح اپنے ذمہ نہیں لی۔ مولوی بشیر احمد اور مولوی خدابخش کی محنتوں کا ہم پر خاص اثر ہے۔ اس لئے ہم نے اس رسالہ پر نظر ثانی منظور کی ہے ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان افکار کی ذمہ داری میں ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم اپنے دوستوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی یادداشتیں اس طرزِ فکر کے مطابق بنا لیں۔

واللہ المستعان۔

عبید اللہ سندھی

---

## حرف خیال

قرآن حکیم 'انسانی' سماج کو صحت مند خطوط پر استوار کرنے کا نقیب بڑاں ہے۔ اس نے انسانی نفسیات کے خبیث و فراز لمحوں کو دیکھتے ہوئے سماجیات کے ارتقاء کے لیے صراطِ مستقیم کا تعین کیا جس کی بنا پر وہ صدیوں سے اپنی اصل حالت میں موجود ہے اور اس کی یہ موجودگی انسانیت کو درپیش نگہبرامہر پیچیدہ مسائل کے حل کیلئے ایک موثر اور قابل عمل دعوت دے رہی ہے۔

اسی بنا پر قرآن حکیم کی حکمت کی تعبیر و ترجمانی ہر دور میں فاضل مفسرین کرام اپنے شعور و بصیرت اور معروضی حالات کے تقاضے میں اپنی بساط کے مطابق کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی قابل قدر کاوشوں کے نتیجے میں ایک شاندار ذخیرہ اسلامی ورثہ کا ایک اہم حصہ ہے۔ لیکن دنیا جب صنعتی و سماجی انقلابات سے دوچار ہونے کے باعث ایک نئے دور میں داخل ہوئی تو اس کے تقاضے یکسر متنوع اور مختلف ہو گئے، پھر اس عرصہ میں سوء اتفاق سے مسلم معاشرے بھی سماجی و علمی طور پر پسماندگی سے دوچار ہو گئے یوں زوال کی ہمہ گیر صورت حال نے مجموعی طور پر دماغوں کو ماؤف اور اعضاء و جوارح کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ ان حالات میں بر عظیم کی خوش قسمتی تھی۔ کہ دہلی میں امام شاہ ولی اللہ کی صورت میں وہ نبض شناس عصر ماہر حکمت پیدا ہوتا ہے جس نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام و تصوف جیسے بنیادی اسلامی علوم کا نہ صرف احاطہ کیا بلکہ مسلم معاشروں کے مد و جزر کا بھی وہ دور رس نگاہوں سے جائزہ لیا کر دو پیش کے حالات کا مشاہدہ کیا اور پھر نئے دور کے تقاضوں کی نشاندہی کر کے انتہائی وارفتگی مراحل کی نشاندہی کی۔ بعد ازیں ان ولی اللہی علوم و معارف کی ترجمانی کی سعادت موجودہ صدی کی نابزہ روزگار شخصیت مولانا عبید اللہ سندھی کو حاصل ہوئی۔

مولانا سندھی کو اپنے دور کے مستند علماء ربانی اور صاحب دل مشائخ کی صحبت میں اپنی زندگی کے وہ قیمتی ایام گزارنے کا شعوری موقع ملا جن میں انسان کی سوچ کے زاویے متعین ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے محبوب استاد شیخ المند مولانا محمود حسن سے ولی الہی حکمت سے ایسی گہری وابستگی کا سبق حاصل کیا کہ دنیا کے بڑے بڑے انقلابات تک اس کو متزلزل نہ کر سکے۔ انہوں نے قرآنی حکمت کے حوالہ سے صنعتی دور کے پرچہ مسائل کے حل کی ایسے انقلابی راہ کی نشاندہی کی کہ عصری تقاضوں سے عمدہ برآہونے میں کسی احساس شکست و مرعوبیت کی بجائے دین اسلام کی حیات آفرینی کا خوشگوار احساس ہوتا ہے۔

مولانا سندھی کی جانب سے قرآنی حکمت کی ترجمانی کا انداز یقیناً دیگر مفسرین کے انداز بیان سے مختلف ہے لیکن یہ اختلاف مسائل کے ادراک اور ان کے حل کے لئے روح عصر تک رسائی کا اختلاف ہے۔ یہ کسی بنیادی اسلامی عقیدہ یا اجتماعی موقف سے اتفاق یا انحراف پر مبنی حقیقی اختلاف نہیں بالفاظ دیگر یہ دلیل و برہان کا اختلاف نہیں بلکہ عصر و زمان کا اختلاف ہے۔ جس کی بناء پر اسلام و کفر کے پیمانوں میں تول کر جنگ و جدل یا طعن و تفتیح کا ماحول گرم کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے لیکن نگ نظر عناصر اس حوالہ سے گنجائش نکال ہی لیتے ہیں۔

مولانا سندھی کی زبان سے بے پناہ علمی وسعت، شعوری عمق، وسیع مشاہدہ، متنوع تجربات اور اعلیٰ دماغ کے حامل ہونے کے سبب ”انا ولا غیر“ کا نعرہ بلند ہونا کسی انجیسے کی بات نہ ہوتی لیکن مشائخ ربانی اور علماء حقانی کی صحبت و رفاقت میں زانوائے تلمذ و ارادت طے کرنے کی وجہ سے ان میں ایسا ٹھہراؤ اور جامعیت آگئی کہ وہ ایک طرف قرآنی حکمت کے بحر بے کراں میں غوطہ زن ہیں تو دوسری طرف وہ سنت کو اس کا حقیقی مقام دینے پر کسی معذرت خواہانہ رویہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ وہ انکار حدیث کو قرآنی حکمت کے معاشرے میں ظہور کے بنیادی تقاضے کے

مٹانی سمجھتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ فقہاء کرام کی کاوشوں کو سماج کے ارتقاء کا ایک ناگزیر تقاضہ گردانتے ہیں اور پھر وہ مسلم دنیا پر چھائی ہوئی مرعوبیت کے بوجھل ماحول میں تصوف کی اہمیت پر گفتگو اس انداز سے کرتے ہیں کہ تصوف ایک ترقی پذیر اور ترقی یافتہ معاشرے کی ناگزیر ضرورت قرار پاتا ہے۔ اور یوں وہ تمام اعتراضات از خود اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں جو ان پر اجنبی اور غیر مسلم ماحول سے متاثر ہونے کے حوالہ سے عائد کئے جاتے ہیں اور جن کی تان ان کے ایمان تک کو مشکوک بنانے کے حد درجہ افسوسناک مرحلہ پر ٹوٹتی ہے۔

مولانا سندھی نے عصر حاضر میں تجدیدی کام کے لئے جس طریقے کی نشاندہی کی ہے وہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سرور مرحوم کے الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن و سنت کو سمجھنے اور سمجھانے ان کے مقاصد اور مطالب کو ملت اسلامیہ کے ذہن نشین کرانے اور ان کو ملی فکر و عمل میں رچانے کے سلسلہ میں ہماری تاریخ میں اب تک جو علمی کوششیں ہو چکی ہیں آج ان کا پورا احاطہ کیا جائے، ان کے کمرے کھولنے کو پرکھا جائے، فقہ اسلامی اب تک جن ادوار سے گزر چکی ہے اور خاص حالات اور مخصوص اسباب نے اس فقہ کو جیسے جیسے قالبوں میں ڈھالا تھا اور مسلمان قانون سازوں نے شرعی احکام کی تکمیل میں جن مصالح کو پیش نظر رکھا تھا ان کا جائزہ لیا جائے۔ نیز احادیث کی جمع و تدوین میں مختلف محدثین کا کیا مسلک تھا؟۔ احادیث کے مجموعوں میں کون سی کتاب اقرب الی الصواب ہے اور ہم کس نظر سے احادیث کو جانچ پرکھ کر آج اس زمانے میں ملت کے لئے ان کو اسوہ عمل بنا سکتے ہیں۔ اس کا تعین کیا جائے۔ پھر قرآن کے حقائق و مطالب کی کنہ تک پہنچنے کے لئے ہمارے مفسرین اب تک کیا کیا کوششیں کر چکے ہیں۔ ان کا پورا احصاء کر کے قرآنی تعلیمات کو سمجھا جائے۔ اس کے بعد تصوف اور علم کلام آتے ہیں۔ علم کی ان دو شقوں میں مسلمان صوفیاء اور متکلمین نے حکمت و معرفت کا ایک لازوال ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے انسانی ذہن بڑا فیضان حاصل کر سکتا ہے۔ تصوف و کلام کے اس اثاثے کو

بھی تحقیق و تنقید کی نظر سے دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۲۱، ۲۲)

مولانا سندھی نے قرآنی حکمت کو معروضی حقائق کے حوالہ سے آشکارا کیا ہے۔ یوں انہوں نے آج کے سوچنے والے دماغوں کو دین کی طرف لانے کی سعی منکھور انجام دی ہے۔ انہوں نے قرآنی حکمت کو آج کی زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ پڑھا لکھا نوجوان اس کا شعور اور ادراک حاصل کر کے دین بزار سامراجی حلقوں کی حکمت عملی کے سحر سے باآسانی نکل سکتا ہے۔ مولانا سندھی کا روئے سخن مغرب کے سماجی و عملی چنگل میں گرفتار نوجوان کی طرف ہے۔ وہ اس میں ملی خودی اور قومی حیثیت بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد کسی طور پر اپنے سے پہلے مفسرین کی کاوشوں کی نفی کرنا نہیں بلکہ وہ تو اکثر و بیشتر اپنی اجتہادی رائے تک کو ماضی کے معتبر و مستند مفسرین کی تائید کے بغیر پیش کرنے سے احتیاط برتتے ہیں وہ خود کہتے ہیں۔

”قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں جہاں کہیں میں نے عام مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ وہاں میں نے شاہ ولی اللہ صاحب کے اصول کو اپنے لئے سند مانا ہے۔ بعض ایسے مواقع بھی ہیں کہ میں نے شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، مولانا اسماعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کے اقوال کو حجت بنایا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ میں نے محض اپنے فکر و رائے کی بناء پر دوسرے مفسرین سے اختلاف کیا ہو۔ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہے میں ایسے مواقع پر صراحتاً بتا دیا کرتا ہوں کہ یہ میری سوچی ہوئی بات ہے۔ سننے والوں کو اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کریں یا رد کر دیں مگر جن چیزوں میں آئمہ اذرا سائنہ کی سند موجود ہو اور ان کی تشریح اور تفسیر کے مطابق آیات میں تناسب اور ربط پیدا ہو سکے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اہل علم اس کے قبول کرنے میں اہام نہ کریں“ (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۸۶)۔

زیر نظر تفسیری مجموعہ میں مولانا سندھی کے حوالہ سے قرآن حکیم کی حکمت کو



مصری انداز فکر کے حوالہ سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے گہرے مطالعہ سے قاری بالخصوص باشعور نوجوان اپنے فکری اضطراب، علمی عقلی اور روحانی قلق کی جگہ شعور و بصیرت پر مبنی اطمینان قلب اور فکری بالیدگی محسوس کرے گا۔ اس تفسیری مجموعہ کے فاضل مرتبین مرحوم شیخ بشیر احمد لدھیانوی وغیرہ نے ان تفسیری ارشادات کو جس جانفشانی اور ذمہ داری سے علمی حلقوں تک پہنچایا ہے اس پر وہ بے پناہ دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہاں اس وضاحت کی ضرورت نہیں کہ فاضل مرتبین نے اس مجموعہ میں چند ایک مقامات پر اپنے ذاتی خیالات کا بھی اظہار کیا ہے کہ ان کو ولی اللہ انداز فکر اور تاریخ واقعات کے حوالہ سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

قبل ازیں اس مجموعہ میں شامل قرآنی سورتوں کی تفاسیر علیحدہ علیحدہ کتابچوں اور پمفلٹوں کی صورت میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اب پہلی بار کی دارالکتب لاہور نے حسن اہتمام کے ساتھ ان کو یکجا شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جس سے قرآنی معارف کے شائقین کو مطالعہ کے حوالہ سے کافی سہولت ہوگی۔

مزید برآں اس مجموعہ میں شامل مختلف کتب کے حوالہ جات کی بھی از سر نو تحقیق و تمییز کی گئی ہے جس سے اس مجموعہ کی افادیت مزید مستحکم اور تحقیقی نوعیت مستند ہو گئی ہے۔ تحقیق مراجع کی یہ سعادت معروف ولی اللہ عالم دین مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ العالی نے حاصل کی۔ یوں یہ تفسیری مجموعہ ظاہر و معنوی خصوصیات و امتیازات کے ساتھ قارئین کرام کے پیش نظر ہے۔

اس تفسیری مجموعہ کو اس انداز میں منظر عام لانے پر کی دارالکتب لاہور ہدیہ تفکر کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے اور اس کے مطالعہ کو انفرادی و اجتماعی

زندگیوں میں منعکس فرمائے۔ آمین۔

(ڈاکٹر مفتی) سعید الرحمن

استاد جامعہ بہاؤ الدین زکریا ملتان۔

یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

## مقدمہ:

دنیا میں جب مادہ ترقی کرتے کرتے شعور کا تھوڑا سا اظہار کرتے لگتا ہے تو اس میں زندگی کی کھینچا تانی یا کشش (Struggle for Existance) شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جانداروں کی سب سے پہلے درجے کی شکل امیبا (Amoeba) ہے۔ جو ایک خلیے کا جاندار (Monocellular Organism) ہے۔ اسے بھی اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ حرکت اور کوشش کرنی ہی پڑتی ہے۔ جانداروں میں جوں جوں جسمانی بناوٹ کی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے خوراک کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی کی کشش شدید ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شیر بڑے بڑے جانوروں کو پھاڑ کھانے اور وہیل چھلی بڑی بڑی مچھلیوں کو نگل جانے کو لگتی ہے۔

ان حیوانوں میں جہاں تک اپنی حیوانی ضرورتیں حاصل کرنے کے لئے لڑنے اور مارنے کا تعلق ہے۔ رحم یا انصاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ فطرت نے انہیں ان باتوں کے سوچنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن جو نئی حیات (زندگی) حیوانیت سے ذرا اوپر اٹھتی ہے اور اس میں تعقل کا نور روشن ہوتا ہے۔ زندگی کی کھینچا تانی صرف حیوانی اصول پر کام کرنے کی جگہ عقل کے نیچے آ جاتی ہے۔ اور اب انصاف اور رحم کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بے عقل حیوانی طبقے میں بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاری تھا تو حیوانوں کے عقلمند طبقے یعنی انسانوں میں بقاء اتمی یا النفع (Survival of the best) کا

قانون اس کی جگہ لے لیتا ہے۔

اسی بات کو ذرا کھول کر بیان کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیوانوں میں زندگی کی جو کشش جاری ہے۔ اس میں نقطہ ہی حیوان زندہ سمجھتے ہیں جو اپنے ارد گرد کے حالات سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ جسمانی طاقت اور دشمن سے بچنے کے ذریعوں کے مالک ہوں۔ روزمرہ کی زندگی میں چالاکی، پھرتی اور ہوشیاری سے رہنے کے لائق ہوں اور بھوک سنے کے لحاظ سے دوسرے جانوروں سے بہتر ہوں لیکن انسانی سوسائٹی میں زندگی کی کھینچا تانی صرف اوپر بتائی ہوئی چیزوں میں گہری ہوئی نہ رہی بلکہ عام لوگوں کی بھلائی کی خاطر کام کرنے، انصاف قائم کرنے، خوبصورتی سے محبت اور اپنے آپ کو بری عادتوں سے پاک کرنے کے خیال کو بھی اس کھینچا تانی میں دخل ہو گیا اس لئے اب یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ حیوانی زندگی کی کھینچا تانی انسانی اصول کے نیچے آگئی۔ اس لئے انسانی جماعتوں میں سے وہ جماعت انسانی حیثیت سے۔۔۔۔۔ حیوانی حیثیت سے نہیں بلکہ انسانی حیثیت سے۔۔۔۔۔ زیادہ دیر تک زندہ رہے گی۔ جس میں عام انسانوں کی بھلائی اور خدا کے سامنے جو ابدی کے ڈر سے انصاف کرنے کا جذبہ خوبصورتی سے محبت اور اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنے کا خیال زیادہ ہو گا اور جس میں ان باتوں پر زیادہ زور سے اور زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ کام ہوتا ہو گا۔ ایسی قوم زیادہ متقی۔۔۔ اتنی۔۔۔ کھلائے گی۔

قرآن حکیم کی اس آیت ان اجرکم عند اللہ اتقکم (۱۳.۲۹) (خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈر کر عدل کے قانون کی زیادہ پیروی کرتا ہے) میں اسی اصول کی طرف اشارہ ہے سیدنا عبدالقادر جیلانی تقویٰ کے معنی میں یہ آیت پیش فرماتے ہیں۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایحای ذی القربی الا یہ (۹-۱۶) پس عدل قائم کرنا تقویٰ کا سب سے ضروری نتیجہ ہے۔ (مرتب)

جب کوئی انسانی سوسائٹی کش کش کے فطری حیوانی اصول پر اتر آتی ہے وہ انسانیت کے اونچے درجے سے گر جاتی ہے اور بہتر انسانی اصول پر کام کرنے والی جماعت (جماعت اعلیٰ) یا تو اسے بالکل فنا کر دیتی ہے یا اسے اپنے اندر ہضم کر لیتی ہے۔ چنانچہ جب کسی انسانی سوسائٹی میں زندگی کی ضرورتیں تمام افراد کو انصاف سے ساتھ بہم پہنچائی جانے کی جگہ سٹ کر ایک چھوٹے طبقے کے قبضے میں چلی جاتی ہیں اور وہ طبقہ بڑے طبقے کو ان سے محروم کر دیتا ہے۔ اس سوسائٹی میں انقلاب (Revolution) آ جاتا ہے پھر یہ نہیں ہوتا کہ وہ جماعت جس کے پاس زندگی کے

سامانوں کی کثرت ہے باقی رہے بلکہ یہ جماعت انقلابی قوتوں

(Revolutionary forces) کے مقابلے میں آ کر فنا ہو جاتی ہے اور وہ بے بس اور بے کس لوگ (Havenots) غالب آ جاتے ہیں جن کے پاس زندگی گزارنے کے اسباب گھٹ گھٹا ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں آپس میں انصاف کے ساتھ بانٹ کر کھاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں وہ اچھی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں قیصر روم اور کسری ایران کے ساتھ عربوں کی جو جنگیں ہوئیں وہ اس نکتے کی بہت اچھی مثال ہیں۔

ان جنگوں میں ایک طرف قیصر روم اور کسری ایران تھے۔ یہ ہر قسم کے دنیاوی سامان کے مالک تھے۔ لیکن عدل اور انصاف نہیں کرتے تھے بلکہ غریبوں کا خون چوس کر عیش کرتے تھے دوسری طرف عرب تھے۔ ان کے پاس جنگی سامان تو ایک طرف کھانے پینے کی عام چیزوں کی بھی کمی تھی لیکن یہ لوگ قرآن حکیم کی وہ تعلیم لے کر اٹھے تھے جس میں عوام کی بھلائی 'خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین' انصاف 'حب جمال اور تہذیب نفس کے بہت اچھے قاعدے تھے۔ عرب کے لوگ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ نتیجے کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کشمکش میں اونچے درجے

کے اصول محض مادی سامان کی زیادتی پر غالب آئے کہ یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اجتماعی انقلابی تعلیم ہے۔ اس کا فائدہ انسانیت کے کسی خاص طبقے کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کا فائدہ ساری انسانیت کو ایک جیسا پہنچتا ہے اس لئے اس کے اصول پر ہر ایک قوم میں انقلاب کا آنا ضروری ہے وہ خدا پرستی کو انسانیت کا ایک لازم جز ٹھہراتی ہے لیکن اس کے لئے کسی پروتہ طبقے (Priest hood) کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وہ معاشیات کی عادلانہ تقسیم کی مدعی ہے جس کا عام لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ انسان کی طبعی ضرورتیں۔ کھانا پینا۔ کپڑا لہ۔ مکان۔ تعلیم اور صحت کے انتظامات تمام انسانوں کے لئے ایک جیسے ہوں۔ جس سوسائٹی پر قرآن حکیم حکمران ہو گا اس میں کوئی محض بھوکا نہیں سوئے گا کوئی محض بنگا اور بے گھر بے در نہ ہو گا۔ اور نہ جاہل اور بے عمل رہے گا ایسے ہی کوئی محض دوانہ ملنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرے گا۔ غرض جہاں وہ خدا کو پہچانے اور اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے مواقع ہر ایک انسان کو بہم پہنچاتی ہے وہاں وہ ایک انسان کی طبعی حیوانی ضرورتیں فراہم کرنا سب انسانوں کا فرض قرار دیتی ہے اور اسے خدا کی محبت کا ایک جز بناتی ہے جو محض خدا کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی محبت کا دم بھرنے کے بعد اس کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے اور کمزور انسانوں کی مدد کرنے میں سستی، کابلی، غفلت یا بے رخی دکھاتا ہے وہ قرآن حکیم کی نگاہ میں مجرم اور خدا کے سامنے گنہگار ہے۔ اس سے دنیا میں قرآنی حکومت جو اب طلبی کرے گی اور مرنے کے بعد کی زندگی میں خدا تعالیٰ خود ایک دن مقرر کر کے جواب طلبی کرے گا۔ یہ ہیں وہ باتیں جنہیں دنیا میں چلانے کے لئے قرآن حکیم اپنی جماعت کا سیاسی غلبہ چاہتا ہے۔

انسانی تاریخ کا یہ سب سے المناک حادثہ (Tragedy) ہے کہ یہ اونچے درجے کے اصول، جنہیں قائم کرنے کے لئے مجاز کا پہلا بڑا انقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی میں ہوا۔ ہوتے ہوتے بادشاہوں کا کھلونا بن کر رہ گئے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دین کو سیاست سے الگ کر دیا۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ اھرایت من اتخذ اللہ ہوہ (سورہ جاثیہ ۴۵: ۲۳) (کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنالیا)؟ میں ذہیت کی اسی خرابی کی طرف اشارہ ہے۔ ان بادشاہوں اور امیروں کے نزدیک دین کیا تھا؟۔ یہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسئلے باقی رہی حکومت اور اس کے متعلق چیزیں۔ جیسے ٹیکس وصول کرنا۔ جزیہ جمع کرنا۔ فوجداری اور دیوانی انتظام کرنا۔ مخالفوں کے ساتھ جنگ یا صلح کرنا اور معاہدے کرنا۔ یہ سب سیاست کی باتیں ہیں ان میں بادشاہ اور امراء اپنی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور صرف اسی مصلحت کا خیال رکھتے تھے جس کا تعلق ان کی ذات یا خاندان کی حکومت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس لئے یہی لوگ جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ ”انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنالیا“۔

حضرت نبی کریم ﷺ ساری عمر جہاد اور عدل قائم کرنے میں لگے رہے۔ نماز، روزہ، وغیرہ فرض ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ کی زندگی کا زیادہ تر وقت انہی ”دنیاوی“ باتوں میں گزرتا تھا۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ: چونکہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں انسانی سوسائٹی خدا تعالیٰ کی توحید کو بھول چکی تھی اس لیے حضرت ابراہیم کی توحید کی اشاعت ہی کے لیے آئے۔ چنانچہ انہوں نے طہارت نماز، حج، زکوٰۃ روزہ اور ذکر کی عبادتیں جاری کیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ملتوں..... میں گڑبڑ چلی تھی۔ اور ان کے ارتقاات (معاشری زندگی) خراب ہو چکے تھے اور یہ خرابی اس خرابی سے کہیں زیادہ تھی۔ جو حضرت ابراہیم کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے آپ کو جہاد قائم کرنے، عبادتوں کی اشاعت کرنے، اور ان کے اوقات معین کرنے کے لیے بھیجا اور حکمت الہی نے فیصلہ کیا کہ رومی اور ایرانی امپریلیزموں کو برباد کر کے نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں ایک بین الاقوامی حکومت پیدا کی جائے (تفہیمات الیہ جلد اول صفحہ ۶۰)

قرآن کی اشاعت ہے، باہر سے آئے والے وفدوں سے ملاقاتیں ہیں۔ بادشاہوں کو قرآن کی طرف دعوت ہے۔ مقدموں کے فیصلے ہیں۔ لشکروں کی تیاری ہے۔ جو حکمران آپ کی دعوت نہیں مانتے اور اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں ان پر لشکر کشی ہے۔ مالیائے کی جمع ہے، تعلیم کا انتظام ہے۔ غریبوں اور بے کسوں کی خبر گیری ہے۔ ان کے قرضوں کو ادا کرنے کا انتظام ہے۔ قیصوں کی جائیدادوں کا اہتمام ہے بیواؤں کی نگرانی ہے۔ غرض ہر وہ کام ہے جسے بعد میں ”سیاسی“ قرار دے کر اور دین سے الگ کر کے بادشاہوں کے لئے خاص کر دیا گیا اور جس سے علماء نے ہاتھ اٹھالیا۔ پس اگر سیاست ”مذہب“ یا ”دین“ سے الگ کوئی چیز ہے اور سیاست کا تعلق ”دنیا داری“ کے ساتھ ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پاک اور برکت والی زندگی ”مذہب“ کی بہ نسبت ”دنیاوی“ زیادہ تھی۔

اس مجازی انقلاب کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ تعمیرِ زمانے میں انقلاب کی روح کو بہت مغبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ تعمیرِ ادھوری رہ جاتی ہے۔

حکمت ولی اللہی کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اجتماعی (Social) ہوگی اور مشورے سے کام کرے گی اور غیر راستی (capitalistic) - (Anti) ہوگی اور لوگوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ دوبارہ راستیت یا سرمایہ داری (Capitalism) پیدا کر لیں۔

دوسرے درجے کا قانون (Laws) مکمل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ جب حکومت دیکھے کہ لوگوں نے قانون کی صورت قائم رکھتے ہوئے راستیت (Capitalism) یا سرمایہ داری پیدا کرنی شروع کر دی ہے تو وہ نیا سرمایہ شکن (Anti-capitalist) قانون بنادے۔ اس کے لئے ضروری ہے



کہ قانون دان مجتہدین<sup>۱</sup> کی ایک جماعت مرکز میں جمع رکھی جائے۔ یہ مسلمانوں پر فرض کفایہ<sup>۲</sup> ہے۔

جس زمانے سے مسلم علماء نے دین اور سیاست کی علیحدگی کو برداشت کیا اسی زمانے سے بادشاہوں نے مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے ماں باپ کی میراث (ترکہ) سمجھ کر عیاشیوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور عام لوگوں کا دخل حکومت اور بیت المال<sup>۳</sup> کے انتظام میں ختم ہو گیا۔ اب سب مالی معاملات بادشاہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت میں عالموں کی ایک جماعت بھی موجود ہے۔ شیخ الاسلام<sup>۴</sup> کا حمدہ بھی قائم ہے جو گویا ”دینی“ باتوں میں بادشاہ کو ”مشورہ“ دیتا ہے لیکن کوئی عالم اجتہادی قوت کا مالک نہیں اٹھتا جو زمانے کی ضرورت کے مطابق قانون بنا سکے۔ بادشاہ اقتصادیات اور سیاسیات کے مالک بن بیٹھے اور انہوں نے عالموں کو ان دونوں میں دخل دینے سے روک دیا۔ (الاماشاء اللہ) اور عالم لوگ صرف نکاح اور میراث کے مسئلے بیان کرنے کو رہ گئے۔ چونکہ انہوں نے سوسائٹی کی عملی زندگی کی باتوں یعنی روزمرہ کے اقتصادی اور سیاسی مسئلوں سے بحث کرنی بند کر دی اور دین اور اس کے مسئلے حکومت کے حمدوں، روزمرہ کے انتظام اور عملی فرائض سے علیحدہ کر کے سکھانے لگے۔ اس لئے ان کی علمی قوت کمزور ہو گئی۔

- 
- (۱) مجتہد وہ عالم ہے جو اپنی تعلیم و تربیت اور تحقیق اور ایمانداری کی وجہ سے اس قابل سمجھا جائے کہ وہ اصول سے طبعی قاعدے نکال سکے + (مرتب)
- (۲) فرض کفایہ یہ ہے کہ چند ایک آدمیوں کے ادا کرنے سے سب جماعت کی طرف سے ادا ہو جائے اگر کوئی شخص بھی اسے ادا نہ کرے تو سب مجرم قرار پاتے ہیں اس کے مقابلہ میں فرض عین وہ ہے جو ہر ایک شخص کو ادا کرنا ہوتا ہے۔
- (۳) حکومت کا ٹیکس وغیرہ سے جمع کیا ہوا خزانہ
- (۴) مسلمان بادشاہوں کے حمد میں یہ عالم جو سرکاری طور پر بادشاہ کو مذہبی معاملات میں مشورہ دینے کے لیے مقرر ہوتا تھا۔

اب انہیں بین الاقوامی سیاسیات کی خبر ہی نہ ملے گی اقتصادیات کی اگر عالم لوگ روزمرہ کی عملی سیاسیات اور پیداواری اور تقسیمی اقتصادیات میں دخل دیتے رہتے تو آزادی خواہ لوگ حکومت کے معاملوں میں دخل دینے لگتے اور عوام کے حقوق کا مطالبہ کرتے اور شاہی خاندان کے لوگوں کو بیت المال سے کوئی خاص حقوق حاصل نہ کرنے دیتے۔ یہ ان بادشاہوں اور امیروں پر بہت بھاری گزرتا جو اپنی ”خواہشوں کو اپنا معبود“ بنائے بیٹھے تھے۔ اس لئے انہوں نے علماء سے وہ طاقت ہی چھین لی۔ جو ان میں بلند فکر اور گہری تدبیر کرنے کی طاقت پیدا کر سکتی تھی۔ بلکہ عالموں کے اثر کو ختم کرنے کے لئے یہ پراپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ اب دین میں جہت پیدا ہی نہیں ہو سکتا جن عالموں نے اس پراپیگنڈے میں بادشاہوں کی طرفداری کی وہ بادشاہوں پر اعتراض کرنے میں سب سے زیادہ چپ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہوتے ہوئے مسلمانوں سے انقلابی فکری نکل گیا۔

یہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے یہ ظاہر کے لحاظ سے ہے۔ باطن کے لحاظ سے یہ صورت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کے اندرونی حصے کا کائنات کے اس مثالی حصے کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جو عالم مثال کے اس حصے میں اپنا اثر دکھاتا ہے اسلام میں جو لفظ احسان استعمال ہوتا ہے ’وہ عالم مثال کے ساتھ دلوں کے اسی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ہم نے مرکز کے لئے ایسی جماعت کی ضرورت بتائی ہے جو قانون بنا سکتی ہو۔ ویسے ہی اہل احسان کی ایک جماعت کی بھی ضرورت ہے جس کا کائنات کے روحانی مرکز کے ساتھ تعلق ہو۔

(1) خطیب بغداد جو حضرت امام ابو حنیفہ کا بہت سخت مخالف ہے تاریخ بغداد میں کئی موقعوں پر لکھتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی مجلس مشاورت کے چالیس ممبر تھے جب کوئی اہم مسئلہ سامنے آتا آپ امام قاسم بن معن لغوی، امام عبد اللہ بن مبارک محدث، امام ابو یوسف، قسیدہ، امام زفر جیسے ذکی اور حضرت امام داؤد ابن نصیر طائی جیسے سر تاج صوفیاء کی موجودگی کو لازم سمجھتے تھے۔ (مرتب)

تغیر کے دور میں انقلاب کی روح کے ساتھ ربط قائم رکھنے سے یہی دو باتیں مراد ہیں:-

اوپر جو بات ہم نے تھوڑے سے لفظوں میں بتائی ہے اسے کھول کر بیان کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کے اس حصے میں جو فضائی کرنوں (Rays Cosmic) کے پیدا کرنے والے خط سے بھی زیادہ لطیف ہے اور جو عالم مثال کے سب سے اونچے حصے میں ہے، وہ عقلی قوانین جمع ہوتی ہیں جو اس مادی کائنات کو کنٹرول کرتی ہیں۔ حضرت امام ولی اللہ دہلوی کی اصطلاح میں اس جگہ کو حظیرہ القدس (Sanctus Permagnum) کہتے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ایک عکس (پرتو) آتا ہے جسے حضرت امام تجلی اعظم فرماتے ہیں۔ یہ تجلی ساری کائنات پر اثر ڈالتی ہے۔ مادی کائنات کے تمام بڑے بڑے حادثے (Events) پہلے حظیرہ القدس ہی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہیں اللہ تعالیٰ کی ہر ایک نئی شان (Phase) ظاہر ہوتی ہے۔ وہ احسانی جماعت جس کا تعلق حظیرہ القدس کے ساتھ ہوتا ہے شان الہی کے ہر نئے ظہور کو محسوس کر لیتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ واقعات کا آئندہ رخ کیا ہو گا۔ ان اہل احسان کے انکشافات کی مدد سے علمی اجتہاد کے مالک عالم اللہ تعالیٰ کی ہر نئی شان کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون میں تبدیلی کرتے رہیں گے۔ اس طرح انقلابی تغیر رجعت پسندی (Reasion) سے محفوظ رہ کر ترقی کرتی رہے گی حقیقت یہ ہے کہ رجعت پسندی یا ارتجاع پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے۔ جب لوگ مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ایک عرصے تک غافل رہیں۔

اسلامی زمانے میں یہ کام اہل اصلاح و احسان سے متعلق تھا۔ اب ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان قرآن حکیم سے منہ موڑ کر اپنے مرکز کو مجتہدین اور اہل احسان سے خالی رکھ کر اور خدا کی طرف توجہ کیے بغیر کس طرح نجات پاسکتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں مغربی ملکوں میں یہ فرض اجتماعی سائنس دانوں کے سپرد ہے۔ وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے عام رجحانات کے متعلق اعداد و شمار جمع کرتے ہیں پھر ان کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کا مقابلہ کر کے نتیجے نکالتے ہیں جو بہت حد تک صحیح ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق حظیرۃ القدس کے ساتھ نہیں ہے اس لئے ان کے نتیجے کمزور ناقص اور ناکمل رہتے ہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کافی مضبوط اجتماعیت پیدا کر لی ہے۔

حق یہ ہے کہ جو قوم کل کی فکر نہیں کرتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:-

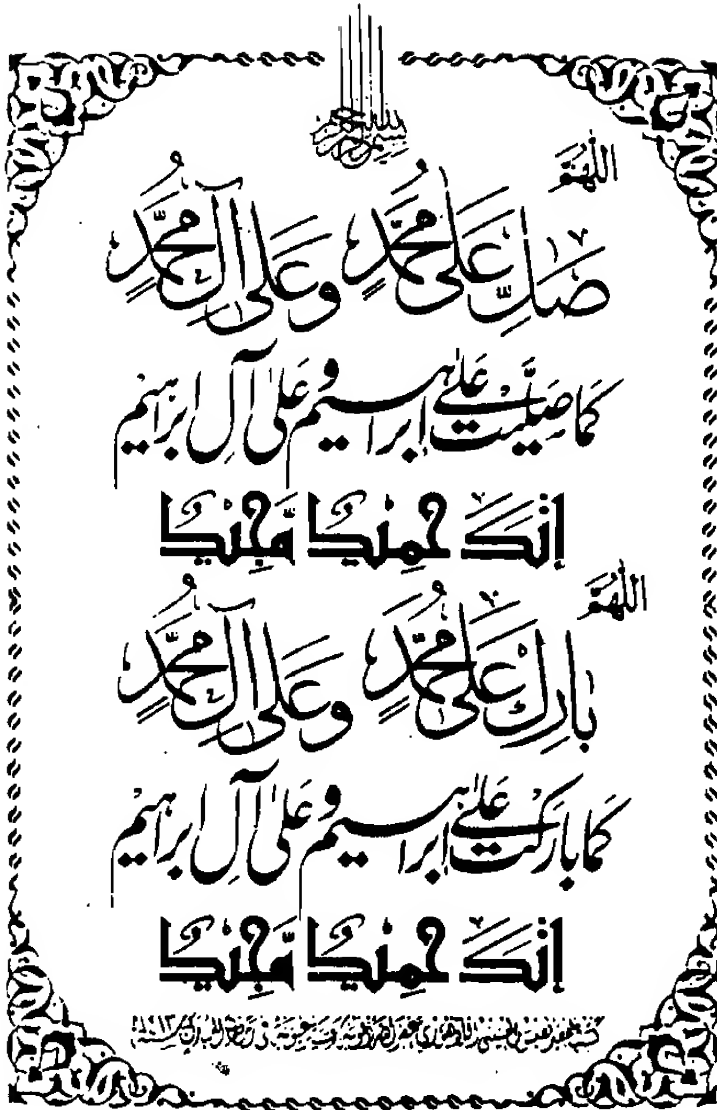
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالتَّحْظَرُوا نَفْسَ مَا قَدَّمْتُمْ لِفُتْنٍ

(سورہ حشر۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک نفس دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا فراہم کیا ہے)۔

پس جو شخص اللہ کی نشانیوں کا آنکھیں کھول کر مطالعہ کرے اس کے سامنے اسلام کا مستقبل بالکل روشن ہے۔ ہر ایک قوم قرآنی انقلاب کو اپنے اندر کامیاب بنا سکتی ہے کیونکہ اس انقلاب کا سرچشمہ یعنی قرآن حکیم موجود ہے حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں نے جس طرح اسے پہلی مرتبہ حجاز میں کامیاب بنا کر دکھا دیا۔ وہ نمونہ قیامت تک کے لئے کافی ہے برصغیر پاک و ہند میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی شخص پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کے نشانیوں کو سمجھنے والا اور حجازی انقلاب کے سب واقعات کا عالم ہے اس کا نام ہے امام ولی اللہ دہلوی (اللہ کی رحمتیں ہوں اس پر) حضرت امامؒ نے قرآن حکیم کی انقلابیت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک منحصر کر دیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کے متعلق امید ظاہر کی ہے کہ یہی انقلاب یہاں دہرایا جائے گا۔ اب مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس امام کی کتابیں پڑھیں اور قرآن کے انقلاب کو سمجھیں۔

(1) کیا عجب کہ تاریخ نے زمانہ حال میں جو پلٹا کھایا ہے، وہ اس کا پیش خیمہ ہو، اور پاکستان آنے والے انقلاب کا پیشرو ثابت ہو۔ (مرتب)





# قرآنی اساس انقلاب

سورہ فاتحہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ المدینہ

32- میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138





## وہابچہ

سورہ فاتحہ کا ایک نام ”الاساس“ بھی ہے۔ گویا اس سورہ کریمہ میں جو نازل ہونے کے لحاظ سے بالکل ابتدائی زمانے کی وحی ہے، قرآنی انقلاب کی زیریں بنیاد (Bottom Bas Rock =) معین کر کے انقلاب لانے والی جماعت کو اس بنیاد پر کامیابی کا قعر تعمیر کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس لئے سورہ فاتحہ کی اس تفسیر کا نام ”قرآنی اساس انقلاب“ رکھا گیا ہے۔ اس سورت میں قرآنی انقلاب کی بنیاد صراطِ مستقیم بتائی گئی ہے۔ استلزامی الحکرم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اس سورہ عظیم کی تفسیر نہایت اہتمام سے دو دفعہ الما کراچی اور بہت سے دیگر مقلات پر اس کی طرف اشارے فرمائے۔ عاجز مرتب نے اس سلسلے میں حضرت مولانا سندھیؒ کے تمام افکار و صفات بعد میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی ہے جتنے الاسلام، حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ کے افکار و حواشی میں دے دیئے ہیں تاکہ متن کی توفیق و توثیق ہو جائے امید ہے کہ یہ حواشی بھی مفید پائے جائیں گے۔

سورہ فاتحہ قرآن حکیم کا وہابچہ ہے۔ اس میں قرآنی انقلاب کی جو بنیاد بتائی گئی ہے سارے قرآن حکیم میں وہی ملحوظ رہے گی۔ اس لئے اس سورت کا مطالعہ قرآن حکیم کے انقلاب کا مقصد معین کرنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس سورت کے مضامین کی توفیق میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے قرآنی سیاست اور قرآنی حکمت کا نہایت دلنشین استعمال کیا ہے اور ان دونوں کی بنیاد امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے پر رکھی ہے جو بجائے خود قرن اول پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان (أَصْلَانَهَا اللّٰهُ عَنْ كُلِّ نَفْسَانٍ) کو قرآنی عالمگیر انقلاب کا مرکز بنائے آمین واللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

بشیر احمد دہلی۔ اے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

### تمہید

نام : یوں تو اس سورت کے بہت سے نام حدیثوں میں آئے ہیں لیکن چند ایک بہت مشہور ہیں مثلاً ”الفتح“ و ”باج قرآن“ ”اُمُّ الْکِتَاب“ (بنیادی تعلیم) ”الاساس“ (تعلیمات قرآنیہ کی بنیاد) ”سُورَةُ الدَّعَاءِ“ قرآن حکیم میں اسے ”سَبْعًا مِّنَ الْمُتَشَانِي“ (سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہیں) کا نام دیا گیا ہے (87:15)

زمانہ نزول : حضرت نبی اکرم ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔  
 اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝  
 اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (96:1-2-3)

اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھرے سے پیدا کیا پڑھے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے چند روز بعد ہی پوری سورہ فاتحہ مع بسم اللہ نازل ہوئی اور یہ نماز کا ایسا لازم جزو قرار دی گئی کہ بلا واسطہ یا بالواسطہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔  
 مضمون : یہ سورت قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

بات یہ ہے کہ انسان اجتماع (Society) میں رہ کر ہی ترقی کر سکتا ہے خود اس کی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے اجتماع مل کر ایک انسانی برادری بن جائے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ترقی کن برادری ایک ہی فکر رکھنے والے لوگوں کی ہو سکتی ہے جو لوگ اس فطری اصول کے خلاف چلیں وہ نہ صرف اس دنیا میں ناکام رہتے ہیں بلکہ اس ناکامی کی وجہ سے مرے کے بعد کی زندگی۔ آخرت۔ میں بھی نامراد رہیں گے۔  
 قرآن حکیم انسان کی بلند ترین اجتماعی زندگی (Societal Life) کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے سورہ فاتحہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسانی فطرت کو سمجھنے والے اور اس کے مطابق کام کرنے والے لوگوں کو جمع کیا جائے ایسی جماعت انسانی اجتماع

کے مرکز میں رہے گی اور اس اجتماع کی رہنمائی کرے گی۔  
انسانی فطرت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس فطرت کے سمجھنے کے لئے علم اور اس کے مطابق کام کرنے کی توفیق اسی سے حاصل ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سورت کو دعوہ کی شکل دی گئی ہے جس میں انسانی ارادے اور ہمت کو بھی کچھ دخل حاصل ہے۔ یہ دعا بھی اجتماعی رنگ میں ہے۔

## ربط

### نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دو درجے

1- قومی درجہ : جیسے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، سب سے پہلے ”سورة العلق“ یا اقرا نازل ہوئی۔ (مکتوبی شکل میں یہ سورۃ نمبر 96 پر تیسویں پارے میں ہے) اس میں نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے پہلے درجے کا ذکر ہے۔ اس درجے میں آپ کا مقصد قریش اور ان کے ارد گرد رہنے والے عرب قبیلوں کی اصلاح تھا۔ یہ گویا آپ کی نبوت کا قومی درجہ تھا۔  
انسان اپنی قوم کو اپنے طبعی رشتوں یعنی ماں باپ کے ذریعے سے پہیلنے والے سلسلوں سے پہچانتا ہے اگر وہ اپنے حسب و نسب کی کڑیوں کا دور تک متبہج کرے تو وہ دیکھے گا کہ اس کے خاندان کے افراد ہی کے پہیلنے سے اس کی قوم کا اکثر حصہ بنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی سورت۔ العلق کا آغاز (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ) سے کیا ہے جس میں اس نے اپنے آپ کو انسان کے خالق اور پروردگار کی حیثیت سے پہنچایا ہے۔

1۔ اہم ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ:  
(1) اس اہم کے لئے جو مختلف قوموں کو ایک فکر پر جمع کرے چند اصول کار ضروری ہوں گے ان اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پہلے ایک قوم کو راہ راست کی طرف بلائے گا اور اسی کے اخلاق کو ٹھیک کر کے ان کی حالت کی اصلاح کرے گا پھر اسے اپنی تحریک کی اشاعت کے لئے آلہ کار بنائے گا اور اس کی مدد سے دنیا کی دوسری قوموں سے جہلو کرے گا وہ اپنے (قومی) ساتھیوں کو دنیا کی مختلف قوموں میں بکھیر دے گا چنانچہ (سورۃ آل عمران کی اس آیت کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَمِمْتُ كَامِلًا) میں تم امت کا بہترین حصہ ہو جو تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہو) کے یہی معنی ہیں۔ (مجتہ اللہ البانہ ج 1 ص 118)  
مجاہدین اور انصار کی ابتدائی جماعت قریش اور ان کے ارد گرد کے قبیلوں کی اسلام لانے کا باعث بنی۔ پھر قریش اور یہ لوگ عراق اور شام کی فتح کا ذریعہ بنے اور قریش اور عراق و شام کے لوگ فارس اور روم کی فتح کا وسیلہ بنے اور ان کے ذریعے سے ہند، ترکستان اور سوڈان کے علاقے فتح ہوئے۔ (مجتہ اللہ البانہ ج 2 ص 172) (مرتب)

2۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (مرتب)

(2) بین الاقوامی درجہ : آپ کی نبوت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ حَنِيفِيَّةَ اِبْرَاهِيْمَ پر تمام اقوام عالم کو جمع کریں گے کیونکہ انسان کی قومی ترقی کا یہی راستہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا ”الفاتحة“ میں اپنے آپ کو رَبُّ الْعَالَمِينَ کی حیثیت سے شہادت کر دیا ہے اس تمہیدی دعا کے بعد سورہ بقرہ وغیرہ باقی قرآن حکیم میں تمام اقوام عالم کے لئے بنیادی دستور حیات دیا گیا ہے جس پر انہیں جمع کیا جائے گا۔

یہ سورت قرآن حکیم کا مقدمہ ہے اس میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی عالمی حیثیت کی طرف اشارہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی نبوت کا یہ درجہ ہی آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہے اور سورہ العلق کو قرآن حکیم کے آخر میں لے جانا ظاہر کرتا ہے کہ قومی درجہ جس کی طرف سورہ العلق میں اشارہ ہے بین الاقوامی عالمی درجے کے لئے بطور تمہید اور وسیلے کے تھا اس لئے انسانیت کے اندر عالمی تحریک ہی قرآن حکیم کی دعوت کا عنوان بن سکتی ہے۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ  
 اَلَا نَبِيًّا قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُنْعَتُونَ اِلَى اَقْوَامِهِمْ  
 خَاصَّةً.... وَبُعِثَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى كَافَّةِ النَّاسِ (مجموعہ  
 اللہ البالغہ ج 1 ص 124)

یعنی نبی اکرم ﷺ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں وہ سب کے سب اپنی اپنی  
 خاص قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی تمام  
 اقوام کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

”وَلَمَّا كَانَ الشَّرُّ السَّارِي فِي زَمَنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ  
 نَسِيَانُ التَّوْحِيدِ نَزَلَ الْحَقُّ بِاَزَائِمِ بِاشَاعَةِ التَّوْحِيدِ وَتَوَلَّى  
 الْعِبَادَاتِ مِنْ طَهَارَةٍ وَصَلَاةٍ وَزَكَاةٍ وَحَجٍّ وَصَوْمٍ وَذِكْرِ وَلَمَّا كَانَ  
 الشَّرُّ السَّارِي فِي زَمَنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتِلَالَ

الْمَسَلِّ وَانْقِلَابِ الْإِرْتِفَاقَاتِ خَاصَّةً عَلَى أَصْحَابِهَا وَكَانَ  
الْأَمْرُ أَشَدُّ وَأَقْسَى نَزَلَ الْحَقُّ بِأَزَائِمِهِ بِالْجِهَادِ وَإِشَاعَةِ الْعِبَادَاتِ  
وَتَوْقِيفِهَا وَالْقَضَاءِ بِزَوَالِ ذَوَلَةِ الرُّومِ وَالْعَجَمِ وَانْتِظَامِ أَمْرِ  
النَّبُوَّةِ كَهَيْئَةِ الْإِرْتِفَاقِ الرَّابِعِ - (تفہیمات الایات جلد اول ص 82-83)

چونکہ سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے میں لیان توحید کا شر معاشرہ انسانی میں پھیل چکا  
تھا اس لئے حق ان کے ہلچل نازل ہوا یعنی اشاعت توحید اور طہارت صلوة  
ذکوۃ حج دونوں اور ذکر الہی کی عبادت جاری کرنے کی شکل میں لیکن چونکہ  
ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے اقوام عالم کی شکستوں میں خلل  
پڑ چکا تھا اور انکی ارتقائی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اور یہ حالت نہایت شدید  
صورت اختیار کر گئی تھی اور یہ خرابیاں اقوام دنیا کے بدن میں دور تک سرایت  
کر گئی تھیں اس لئے اب حق ان ضرورتوں کے لئے نازل ہوا اور قرار پلا کہ  
ان خرابیوں کے خلاف جلو کیا جائے اور عبادت کی اشاعت کی جائے ان کے  
ادا کرنے کے اوقات معین کروئے جائیں اور قضا و قدر نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے  
کہ رومی اور ایرانی سلاطین برہلو کر کے ان کہ جگہ نبوی نظام بین الاقوامی بنانے  
پر قائم کیا جائے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تشریف لا کر انسانی للہ و خیر کا دروازہ  
کھولا جو آج تک نہ کھلا تھا اور اس خیر و للہ انسانی کی تعلیم کے ذریعے سے  
انسانوں میں سے ایک ایسی امت (جماعت) منظم کی جو نوع انسانی کے لئے  
مہربان (مومنہ کی) جماعت بن گئی (مرتب)

حقیقت عالمی تحریک ہے : اس سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی  
تحریک عالمی تحریک (World Movement) ہے صرف عربی تحریک نہیں ہے عربی تحریک  
اس عالمی تحریک کی ترقی کا ایک ذینہ تھی اور اس کے ارتقاء کی ایک منزل۔ یہ عالمی تحریک  
اصل میں حقیقی تحریک ہی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی کو اس کی فطرت

لَمْ يَفْتَحِ مِلِّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابًا مِنَ الْخَيْرِ لَمْ يَفْتَحْ قَبْلَهُ وَانْتَضَمَتْ بِهِ أُمَّةٌ مِنَ النَّاسِ  
هِيَ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تفہیمات 82-83)

کے مطابق مکمل تک پہنچائے۔

دینی اور سیاسی تحریک میں فرق : حینی تحریک میں ذہنی، عقلی، معاشی اور معاشرتی سب پہلو موجود ہیں اور ان سب پہلوؤں میں ترقی ہی اسے تکمیل تک پہنچا سکتی ہے ان پہلوؤں کے لحاظ سے یہ تحریک دینی بھی ہے اور سیاسی بھی، لیکن آج کل بعض لوگ دینی تحریک اور سیاسی تحریک میں فرق کرتے ہیں۔ یہ لوگ دینی تحریک کو خیالی (Ideational) تحریک کہتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ صرف رہبانیت کی تحریک بن کر رہ جاتی ہے۔ سیاسی تحریک کو حقیقت پسندانہ (Realistic) تحریک قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حنیفہ تحریک کے بارے میں ”دینی“ اور ”سیاسی“ کی یہ تقسیم صحیح نہیں ہے اور نہ یہ تقسیم کسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔

اصل میں انسانیت شروع سے آخر تک ایک وحدانی (Unitary) چیز ہے اسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اجتماعیت انسانی کسی تحریک کو عمل کی سہولت کی غرض سے دینی اور سیاسی اجزاء میں تقسیم بھی کر لیا جائے تو اس سے دو تحریکیں نہیں بن جاتیں کیونکہ ان دونوں کا مقصد ہر کیف انسانیت علمہ کی ترقی ہی رہتا ہے جب اہل دین ایسے خیالات اور اعمال کی طرف رجعت اختیار کر لیں جو غیر معقولہ (Unscientific) ہوں یا اہل سیاست انسانیت کے صرف معاشی پہلو کو لیکر بیٹھ جائیں اور انسان کی مکمل انسانیت کی ترقی کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں تو یہ اختلاف صرف اصطلاحی (Anical) اختلاف رہ جاتا ہے ہم ان دونوں کی طرف التفات نہیں کرتے اس کی مثال یوں سمجھیں چاہئے کہ ایک پوشلہ ممالک فتح کرنے کے درپے ہو جاتا ہے تاکہ ان میں ظلم دور کر کے انصاف و عدل قائم کرے ایک اور محض سوسائٹی میں صحیح علم پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں انسانیت کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے اصل میں صحیح دین وہ ہے جس کے امام سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وہی کامل اور مکمل انسانیت سے بحث کرتا ہے اور ان کی تحریک عالمی تحریک ہے جو ایک ہی وقت میں دینی بھی ہے اور سیاسی اور معاشی بھی اس تحریک کو بین الاقوامی بنانے پر ترقی دینے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔

دین کو سیاست کی ضرورت : ایک علمی محض اپنے علم کو انسانیت علمہ کے لئے مفید

دیکھتا ہے۔ وہ یہ علم ان لوگوں کو سکھاتا ہے جو اسے سکھ سکتے ہیں اس فکر پر ان کے جمع ہو جانے سے طبعی طور پر جماعت (Party) بن جاتی ہے جو اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتی ہے اگر وہ محض چاہے کہ اس کے عمل کو کوئی اور لوگ جو اس کے طریقے سے واقف نہیں ہیں یا جو اس فکر کی ترقی میں اپنے ذاتی مفادات (Vested Interests) کا نقصان تصور کرتے ہیں قوت کے ذریعے سے خراب کر دیں تو کیا صحیح علم کے مالک کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ اپنے فکر کی حفاظت کے لئے قوت و دفاع (Defence Power) میا کرے؟ اور کیا اس طرح اسے سیاست کے میدان میں آنا نہیں پڑے گا؟ اس سے ظاہر ہے کہ صحیح علم کے لئے سیاست (Politics) اور حکومت (State) ضروری اور ناگزیر ہیں۔ اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ انسانیت ناقابل تقسیم وحدت ہے تو اس سے ہماری یہی مراد ہوتی ہے۔

امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ:

وَيَجِبُ بِنَاءُ الْجُهْدِ عَلَى أَهْلِ الْأَرْوَاحِ الْكَلْبِيَّةِ فِي إِشَاعَةِ الْحَقِّ وَتَنْشِيطِهِ  
وَإِخْطَالِ الْبَاطِلِ وَصَلَاةُ فَرَسٍ لَمْ يُمَكِّنْ ذَلِكَ إِلَّا بِمُخَاَصَمَاتٍ  
أَوْ مُقَاتَلَاتٍ فَيُعَدُّ كُلُّ ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْبَرِّ

(حجۃ اللہ البالغہ ج 1 ص 50 طبع منیریہ مصر)

جو لوگ انسانی معاشرے کی کلی اصلاح حل کے رنگ میں سوچتے ہیں ان پر واجب ہوتا ہے کہ اشاعت حق کرنے اور اسے معاشرے میں چلانے کے لئے اور باطل کا زور توڑنے اور اس کا غلبہ روکنے کے لئے پوری پوری (جہلی ملی) کوشش کریں لیکن اکثر یہ کوشش صرف ان شکلوں ہی میں ممکن ہو پاتی ہیں کہ مخالفین حق کے خلاف نشر و اشاعت کی جائے اور قتل کیا جائے اس صورت میں یہ دونوں اعمال بہترین نیکی کے اعمال شمار ہوتے ہیں۔

ایسے ہی یہ بھی صحیح ہے کہ جب کوئی جماعت انسانی منافع میں سے کسی ایک حصے کی خدمت کے لئے اٹھے لیکن وہ اپنے آپ کو جامعہ انسانیہ (Human Society) کا ایک جزو تصور کرے تو اس کے پروگرام کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ غلط ہوگا کہ وہ جماعت اپنی جزوی خدمت کو کلی قرار دے کر دوسری جماعت کے خلاف صف آرا ہو جائے اور یہ تو اور بھی بڑی حماقت ہوگی کہ وہ کلی تحریک کا انکار کر دے یا اس کی طرف التفات نہ کرے۔

الغرض آئمہ اولیٰان ہی اصل میں جامعہ انسانیہ (Human Society) کے حقیقی امام ہوتے ہیں جو لوگ انسانی سوسائٹی کے منافع میں سے چند ایک کو لے کر کام کرتے ہیں وہ انبیاء سے کم درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اہل سیاست اور اہل فلسفہ و حکمت اور جو سائنسدان اپنے آپ کو ان آئمہ دین کے تحت بطور جزوی کارکن لے آئیں وہ طبعی طور پر ان آئمہ سے دوسرے درجے پر شمار ہوں گے جو قصص دین کے معنی سمجھتا ہے ا۔ اور اجتماعیت کا مفہوم بھی جانتا ہے اور اہل سیاست و فلسفہ میں سے خدام انسانیت کی بھی پہچان رکھتا ہے وہ آئمہ دین کے سوا کسی کو اجتماعیت انسانیہ کے امام تسلیم نہیں کر سکتا۔

عالم مورخین بین الاقوامی تحریک کی ابتداء سکندر مقدونی (of Macedonia Alexander) سے کرتے ہیں لیکن ہماری تحقیق یہ ہے کہ عالمی انسانی تاریخ کا آغاز سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نسبت قرآن حکیم میں آیا ہے کہ رَاتِيْ جَا عَلٰكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (2: 124) ”میں تجھے نوع انسانی کا امام بنائوں گا“۔ اور ان کی اولاد اس عالمی پیشوائی کے لئے کام کرتی رہی۔ سیدنا ابراہیمؑ ایسے ہی امام ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی تحریک کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

چونکہ قرآن حکیم بین الاقوامی تحریک پیدا کرتا ہے جس کی ابتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی اس لئے اس کی پہلی سورت میں ”رَبُّ الْعَالَمِيْنَ“ کا تصور دیا گیا ہے۔

---

ا۔ دین کی حقیقت سمجھنے کے لئے ”جنت البعد“ معنفہ امام ولی اللہ دہلویؒ باب بیان اصل الدین واحد والناج مختلف (ج ۱) اور ابواب ما بعد پڑھنے چاہئیں۔ اور اجتماعیت کے سمجھنے کے لئے اس کتاب کے ابواب ارفاقات کا کمرہ مطالعہ کرنا چاہئے اور اس مطالعے کو ”بدورہازمہ“ معنفہ امام صاحب کے مطالعے سے تقویت دینی چاہئے۔ (مرتب)



61  
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تفسیر سورہ فاتحہ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مُلِكِ  
يَوْمِ الدِّينِ

### تشریح الفاظ

حمد : جو فعل کسی کے اپنے علم و اختیار اور ارادے سے صادر ہوا ہو اس کی حقیقی تعریف کرنا (مدح کسی ایسی چیز یا فعل کی تعریف جو اختیاری نہ ہو جیسے حسن کی تعریف، ثناء بار بار خوبیاں بیان کرنا)

ال : یا تو جس کے لئے ہے اس صورت میں اس سے مراد ہوگی حقیقی اور اصلی تعریف یا استغراق کے لئے اس حالت میں اس سے مراد ہوگی ہر قسم کی تعریف اور تمام تعریفیں۔

ل: تخصیص کے لئے یعنی حقیقی حمد و تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

اللہ : اسم ذات ہے یعنی وہ پاک ذات حَقِيقَةُ الْحَقَائِقِ وَوَجُودُ أَقْصٰی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی وہی وجود کا منبع اور مصدر ہے اور ہر ایک شے اسی سے اور اسی کے ارادے سے وجود پاتی ہے وہی تمام مخلوقات کو قائم رکھتا ہے اور ارتقاء (Evolution) کی منزلیں طے کراتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا صفاتی نام نہیں بلکہ اسم علم ہے۔ اگرچہ یہ غیر مشتق ہے لیکن عربی زبان کی عام خوبی کے مطابق اس میں بھی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی اس لفظ میں جذب اور کشش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔۔۔۔

چنانچہ عربی میں کہتے ہیں (۱) وَلَهُ الصَّبِيُّ إِلَى أُمِّهِ (بچہ گھبرا کر اپنی ماں کی طرف پکا) وَلِهَتْ الْأُمُّ إِلَى وَلَدِهَا (ماں کا دل اپنے بچے کی طرف کھینچ گیا) گویا اللہ وہ ذات ہے جس کی طرف ہر شے بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ کھینچتا ہے۔ وہی سب کا محبوب اور

سب کی محبت کا مستحق ہے کیونکہ وہی حسن اور احسان کا مرکز ہے۔

”الْاَرْحَمٰنُ“ : (ملوہ رحم، دل پھلنا، شفقت) اللہ تعالیٰ کی ایک جلی جس کا تعلق عالم (Cosmic Universe) کی تخلیق کے ساتھ ہے۔ بقول امام ولی اللہ دہلوی کائنات کا ملوہ اسی جلی سے وجود میں آیا۔ ا۔

”الْاَرْحَمِیْمُ“ : (ملوہ رحم) اللہ تعالیٰ کی وہ جلی یا صفت جس کا تعلق بندوں کے عملوں کی دنیا اور آخرت میں جزا و سزا دینے سے ہے۔

رَبُّ : پرورش کرنے والا اور تربیت کر کے تکمیل تک پہنچانے والا۔

الْعٰلَمِیْنِ : واحد العالم (1) جہن، ساری دنیا (2) مخلوقات کی تمام انواع (3) اقوام

(1) الْحَمْدُ لِلّٰہ : (سب تعریف کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم کے ذریعے سے جو بین الاقوامی نظام قائم کیا ہے وہ ہر لحاظ سے کمال تعریف ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔  
بہترین نظام : یہ نظام جو اللہ تعالیٰ نے انسانی قوموں میں پیدا کیا ہے اور جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے بہترین نظام ہے اس سے بہتر نظام ذہن میں آنا ممکن نہیں۔ اس لئے انسان کو یہ نظام بین الاقوامی بنانے پر چلانے میں اپنی ساری ہمت اور کوشش صرف کر دینی چاہئے۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ جو کچھ پیدا ہو چکا ہے اس سے بہتر پیدا ہونا ناممکن ہے۔ یہ قول حکمت انسانی کے کمال کا اظہار کرتا ہے لیکن بعض دوسرے حکماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس سے بہتر بنا سکتا ہے اگر وہ نہ بنا سکے تو یہ اس کا نقص سمجھا جائے گا۔  
حقیقت یہ ہے کہ بلند درجے کے حکماء کا قول ہے کہ اس کائنات کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ موجودہ کائنات ہی انہی وابدی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات مختلف ادوار میں منقسم ہے اور ایک دور اپنے پہلے دورے کا نتیجہ

ہوتا ہے اس طرح اقتضائے حکمت کے مطابق ادوار کا سلسلہ جاری ہے یہ کہیں ختم ہونے میں نہیں آتا لیکن ایک انسان کو تفصیل علم صرف ایک دورے ہی کا ہو سکتا ہے پچھلے اور آنے والے دوروں کا اسے علم نہیں ہو سکتا البتہ عقل سلیم اسے لازماً تسلیم کرتی ہے کہ چونکہ عقل صفت الہی ناممکن ہے اس لئے یہ سلسلہ ضرور قائم و دائم رہنا چاہئے ہمیں ادوار کا علم ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

اب اصل سوال لیجئے کہ کیا جو کچھ ہے اس سے بہتر ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ”ہاں“ اور ”نہیں“۔

تفصیل اس اجمل کی یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن ہے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک دورے سے دوسرا دورہ بہتر ہونا ممکن ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا وہ اصل میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موجودہ دورے میں جو چیز پیدا ہوئی ہے وہ اس دورے کی فطرت کے عین مطابق ہے کہ اس لئے اس دورے میں اس سے بہتر ممکن نہیں۔

ہماری غرض اس سارے بیان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو ایک خاص فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سارے نظام میں مولوں ہونے کے لئے اس سے بہتر چیز وجود میں آسکے۔ جو بہترین چیز اس نظام عالم میں وجود میں آئی ممکن تھی وہ وجود میں آچکی۔ اس لئے فطرت انسانی میں جو تمام اقوام اور افراد میں مشترک ہے اور انسانی اجتماعیت کی بنیاد ہے کوئی نقص نہیں پایا جاتا اس لئے یہ تعلیم جس پر انسانیت کو معتمد کیا جا رہا ہے بہترین تعلیم ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے لائق حمد و ستائش ہے۔

جب یہ معرفت اچھی طرح سے صاف ہو کر انسان کے دل میں جم جاتی ہے وہ

---

۱۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک کاریگر گھڑی بناتا ہے اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس کے پرزے اس میں اس طرح وابستہ ہیں کہ اس کی تخلیق کے مقصد کو بہترین انداز پر پورا کرتے ہیں۔ اس سے بہتر و اچھی ممکن نہیں اس کے یہ معنی تھوڑے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور گھڑی بنانا ممکن نہیں ہے جو گھڑی اس سے بہتر بنے گی اس کے اپنے پرزوں میں سے ہر ایک پرزہ اس کے لئے بہترین ہو گا کیونکہ وہ اس گھڑی کے مقصد تخلیق کو بہترین طور پر پورا کرے گا۔ (مرتب)

دین اسلام کو دل سے قبول کر لیتا ہے اور اسے اچھی طرح سے سمجھ جاتا ہے اگر یہ معرفت اس کے دل میں راسخ نہ ہو وہ لادینی بن جاتا ہے اور وہ راہ راست سے ہٹک کر اوہراوہرا مارا مارا پھرتا ہے۔

آئیے اب اس آیت پر ایک اور پہلو سے نظر ڈالیں۔

اچھی اور بری چیزیں : دنیا میں دو قسم کی فکر رائج ہے۔

ایک فکر کے مطابق کوئی چیز اچھی ہے یا بری ہے، جو چیز اچھی ہے وہ نیک ہی اچھی ہے وہ ہر ماحول میں اچھی ہی رہتی ہے جو بری ہے وہ نیک ہی بری ہے وہ اچھے ماحول میں بھی بری ہی رہتی ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ اصل میں کوئی چیز بری نہیں ہے وہ کسی ماحول میں بُری بن گئی ہے اگر اس کا ماحول بدل دیا جائے تو وہ بُری نہیں رہے گی۔

صحیح اصول یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی فطرت میں بُری نہیں ایک چیز خاص حالات میں ایک خاص ضرورت پوری نہیں کرتی اسے بُری کہہ دیا جاتا ہے۔ اشیاء کو انسان کے نوعی تقاضوں کے مطابق دیکھا جائے تو کسی چیز کی اچھی یا بُری ہونے کا معیار یہ ہوگا کہ وہ چیز انسان کے ان تقاضوں کے ساتھ موافقت رکھتی ہے یا مخالفت اچھی چیز وہ ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کے موافق ہے اور بُری چیز وہ ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کی مخالفت ہے یہ ہے وہ اصول جو امام ولی اللہ دہلویؒ پیش کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ جب کوئی قوم اپنے بلند درجے سے گر جاتی ہے اور اشیاء کی حقیقت پر غور کرتا اور اپنا حساب لینا چھوڑ کر بے فکری اختیار کر لیتی ہے تو یہ نظریہ اختیار کر لیتی ہے کہ ہر شے اپنی فطرت میں اچھی یا بری ہے ماحول کے بدل جانے سے اس کی اچھائی برائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ یہ خیال اس لئے بنا لیتی ہے کہ وہ اپنے بدلے ہوئے (برے ماحول کی وجہ سے اپنے میں کسی برائی کی قائل نہیں ہونا چاہتی۔ وہ اپنی گراوٹ پر قناعت کر لیتی ہے اور یہ سوچ کر اطمینان کر لیتی ہے کہ بلا سے ماحول بگڑ گیا تو کیا ہوا ہم تو اچھے ہی ہیں وہ ان غیبیوں کی جو وہ اپنے ماحولوں میں پائی ہے قائل نہیں ہونا چاہتی، کیونکہ اگر وہ اپنے ماحولوں میں خیریاں تسلیم کر لے تو اسے اپنے برے ماحول کو بدل کر وہی خیریاں اپنے اندر پیدا کرنی پڑتی ہیں یہ ایک انقلاب ہے جس سے وہ علوی ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ جب تک یہ نظریہ انقلاب اس کے اندر نہ آئے اس کی حالت کا تغیر ناممکن ہوتا ہے۔ (مولانا عبد اللہ سندھی)

فَكَذَّبَكَ لِلْبُيُوتِ سُنَنُ اللَّهِ تَعَالَى فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ  
بِالنُّورِ الْمَلَكِيِّ الْغَالِبِ عَلَيْهِمْ خُلُقِ الْفِطْرَةِ بِمَنْزِلَةِ مَا  
أَلْهَمَ فِي قُلُوبِ النَّحْلِ مَا يُصْلِحُ بِهِ مَعَاشَهَا فَجَرَوْا عَلَيْهَا  
وَأَخْلَوْا بِهَا وَأُرْشِدُوا إِلَيْهَا وَحُتُّوا عَلَيْهَا فَأَقْتُلِي بِهِمُ  
النَّاسَ وَاتَّفَقْ عَلَيْهَا أَهْلُ الْمَلِكِ جَمِيعُهَا فِي أَقْطَارِ  
الْأَرْضِ عَلَى تَبَاعُدِ بُلْدٍ (نَهْمُ) وَاجْتِلَافٍ أَدْبَارِهِمْ بِحُكْمِ  
مُنَاسَبَةِ فِطْرَتِهِ وَاقْتِصَاءِ نَوْعِيٍّ (بِحَمْدِ اللَّهِ الْبَلَدُ ص 58)

(ایسے ہی اچھائی کی شکلیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان اشخاص کے دلوں میں بذریعہ  
الہام ڈالی ہیں جن کی کل نور مدد کرتا ہے ان پر فطرتی خلق غالب ہوتا ہے اس  
کی مثل دیکھی ہی ہے جیسے شد کی کمی کے دل میں وہ طریقے ڈالے گئے جن  
کے مطابق وہ معاشی زندگی بسر کرتی ہے چنانچہ ان لوگوں نے وہ طریقے اختیار کر  
لئے اور ان پر کام کرتے رہے اور دوسرے لوگوں کی بھی رہنمائی کرتے رہے  
اور انہیں ان کے احتیاط کرنے کی تاکید کرتے رہے پھر لوگوں نے ان کی پیروی  
شروع کر دی اور اس طرح سب ملتوں کے لوگ کرۂ زمین کے مختلف خطوں  
میں بستیوں کے دور دور ہوئے اور مذہبوں کے اختلاف کے پلوجو زندگی بسر  
کرنے کے لئے ان طریقوں پر متفق ہو گئے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان  
سب گروہوں کے افراد میں ایک فطری مناسبت موجود ہے اور وہ سب ایک  
نوعی تقاضے سے متاثر ہوتے ہیں۔

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو چیز انسان کے لئے بُری ہے ہو سکتا ہے کہ کسی اور  
خلق کے لئے اچھی ہو۔

1۔ اس موضوع کے مزید مطالعے کی لئے ملاحظہ ہو حجتہ اللہ البالغہ (1) باب اشتقاق التكليف من التقدير  
(ص 20) (2) باب كيفية استنباط الارشادات (ص 38) (3) باب حقيقة السعادة وغيره (مرتب)  
2۔ جیسے کاربن ڈائی آکسائیڈ (Carbon Dioxide) جو حیوانات کے تنفس کے لئے مفید ہے لیکن نباتات  
کے لئے مایۂ حیات ہے۔ (مرتب)

ان دونوں اصولوں کے جمع کر لینے سے معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی شے موری اور غیر مفید ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک شے کسی نہ کسی لحاظ سے کسی نہ کسی حالت میں کسی نہ کسی مخلوق کے لئے مفید ہی ہے کوئی چیز بیکار اور فالتو نہیں جو چیز وجود میں آئی ہے اس کا وجود میں آنا ضروری تھا کائنات کو جو قائمہ اس شے سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور شے سے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے ہر حال ہر شے کو وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا پڑتی ہے جس نے کائنات کے ذرے ذرے کو مفید بنایا اور کسی نہ کسی حکمت کے تحت پیدا کیا ہے۔

حمد الہی کے چار گوشے : انسان اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حدود و ستائش کا مستحق ہے، چار پہلوؤں میں سمجھ سکتا ہے۔

- (1) وہ رب العالمین ہے
- (2) وہ الرحمن ہے
- (3) وہ الرحیم ہے اور
- (4) وہ مالک یوم الدین ہے۔

”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ :

رَبُّ : اس کے معنی ہیں کسی شے کو تدریجاً ”نشو و نما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا (راغب) انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ انسان وہ مقصد سمجھ لے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس میں فنا ہو جائے یعنی اس مقصد کی تکمیل کے سوا اور کسی کام کا خیال اس کے ذہن میں نہ آئے یہ انفرادی درجہ تکمیل ہے۔

العالمین : یہ جمع ہے عالم کی۔ اس کے تین معنی ہیں۔

۱۔ اہم ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ ”وَنَحْنُ نَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهُ لَا يُوجَدُ شَيْءٌ إِلَّا وَهُوَ أَحَقُّ أَنْ يُوجَدَ“ (مجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۷ ص ۲۳) یعنی ہم پورے یقین کے ساتھ جانتے ہیں جو شے وجود میں لائی جاتی ہے اس کا وجود میں لایا جانا ہی سب سے زیادہ ضروری ہوتا ہے (ورنہ وہ وجود میں لائی نہ جاتی)۔

(مرتب)

(1) اللہ تعالیٰ کے سوا بقی تمام چیزیں۔

(2) مخلوقات کی مختلف قسمیں مثلاً "عالم الموالید (Organic World) عالم جمولات (Inorganic World)"

(3) مختلف انسانی اقوام (Groups)

”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ کے معنی : اس میں شک نہیں کہ تمام کلمات الہی مخلوقات کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں اور ذات الہی ان کلمات کی وجہ سے لائق حمد ستائش ہے لیکن ذرا غور کیا جائے تو اس سورت میں تیسرے معنی زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا موضوع ہمیشہ اجتماعیت انسانی (Human Social Order) ہی رہا ہے اور وہ انسانی سوسائٹی (مجتمع) کی ہر قسم کی اصلاح کے لئے آئے ہیں۔ خصوصاً خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا خصوصی مقصد ہی یہ ہے کہ انسانیت کی فطرت کے تحت تمام اقوام کے لئے عمومی اجتماعی تحریک کی تکمیل کریں۔ جب قرآن کریم کا یہ مقصد ہے اور سورۃ فاتحہ اس کا خلاصہ ہے تو اس سورت میں رب العالمین کے یہ معنی ہی زیادہ موزوں ہیں کہ وہ اقوام کا پروردگار ہے۔

1۔ انبیاء کی بعثت کی فرض الہام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں  
”اس میں شک نہیں کہ انبیاء کی آمد کی اصل فرض و غایت تو یہ ہوتی ہے کہ عہدات کی ضروری شکلوں کی تعلیم دیں لیکن وہ اس کے ساتھ ہی رسوم قلمدہ کی بندش اور بہترین ارتباطات کے اختیار کرنے کی ترغیب کو بھی اپنے اصل مشن کا جز بنا لیتے ہیں۔... ہمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ انسان اجتماعیت کے ارتفاق دوم اور ارتفاق سوم مہمل چھوڑ دے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے بھی ان ارتباطات کے ترک کر دینے کا بھی حکم نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ ارتباطات میں راہ لونسہ اختیار کرنے کا حکم دیتے رہے ہیں۔“ (جنت اللہ البیان ج 1 ص 104) (مرتب)

2۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی فرض : الہام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ:  
چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تمام ملتوں میں ظلم پڑ چکا تھا اور ارتباطات خراب ہو چکے تھے اور یہ حالت نہایت بری حد تک پہنچ چکی تھی اس لئے اب حق اس فرض سے نازل ہوا کہ جملہ (انتخاب) جاری کیا جائے عہدات کی اشاعت کی جائے اور انہیں اوقات معینہ پر ادا کرنے کی تاکید کی جائے اور ایرانی اور رومی سلطنتوں کو ختم کر کے ان کی جگہ نبوی نظام حکومت بین الاقوامی بنانے پر قائم کیا جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر و برکت کا وہ دروازہ کھولا جو پہلے نہیں کھلا تھا اور اس ذریعے سے ایسی جماعت (امہ) مظہر کی جو تمام انسانوں کے لئے بہترین جماعت تھی (تخصیصات البیان ج 1 ص 82-83) (مرتب)

”رَبُّ الْأَقْوَامِ“: بیشک انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے الہ (معبود محبوب) کی حیثیت سے جانتا ہے اور اپنے رب کی حیثیت سے پہچانتا ہے لیکن جب وہ عالمی تحریک شروع کرے تو اسے طبعی طور پر اپنے رب کو رب العالمین (رب الاقوام) کی حیثیت سے جانتا اور پہچانتا ہو گا یعنی اسے یہ اچھی طرح سمجھ لینا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اپنا رب یا اس کے خاندان یا قبیلے ہی کا رب نہیں ہے بلکہ تمام اقوام عالم کا رب ہے۔ ا۔ اور تمام اقوام کو ارتقاء کے اس درجے تک پہنچائے گا جس کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے۔ اس آگے پیچھے کرنے میں بھی حکمت ہے۔

ا۔ ہر ایک قوم کی ہدایت کے لئے مختلف درجوں کے رہنمائی انسانیت پیدا ہوتے رہے۔ اور انسانیت آگے بڑھی۔ اب تمام اقوام مل کر رفتہ رفتہ ایک بننا چاہتی ہیں۔ لیکن وہ اس وقت دو بڑے حصوں میں بٹی ہوئی ہیں (۱) مشرقی بلاک (Eastern Block) مغربی بلاک (Western Block) قرآن حکیم کے نزول کے وقت بھی کم و بیش یہی حالت تھی وہ ان دونوں گروہوں کو ملانا چاہتا ہے۔ مشرق و مغرب کے اس اجتماع کے لئے کتاب عظیم کلام دے گی اس لئے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا تعارف رب العالمین کی حیثیت سے کراتی ہے یعنی سب قوموں کو ملا کر انسانیت کو ترقی دینے والا۔ اس اجتماع انسانیت کی تکمیل کے بعد ہی یہ سمجھ میں آئے گا کہ اجتماع کامل کے درجے 'قابلیت' 'شعوبیت' 'قومیت' ملے کرنے پڑتے ہیں وہ سب ضروری اور لا بد تھے اور انسانیت سے یہ سب نہایت قلیل تعریف طریقے سے ملے کرائے گئے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم)

(حاشیہ مولانا سندھی پرنسپل حاشیہ:

ا۔ پروفیسر P.A. Sorokin اساتذہ اعلیٰ اجتماعیات 'ہارورڈ یونیورسٹی' (امریکہ) لکھتے ہیں کہ:

The classification of human population, system of culture, nations and peoples as Eastern and Western is largely artificial and fiction. At almost no time after 1492 have the peoples and cultures of Asia and Africa been absolutely isolated from those of Europe and the Americas, and their historical lines have hardly proceeded independently from each other ... Even this relative separation from one another of the peoples and cultures of 'East and West' has been steadily decreasing during the last five centuries. Modern means of communication and transportation are daily bring the West and the East closer and will continue to do so until these segments of mankind become as interdependent



حقیقت میں ہر ایک قوم انسانیت عامہ کا ایک حصہ ہے لیکن اب ہر ایک نے اپنی زمین (Territory) اور اپنا آسمان (Air-Space) الگ کر لیا ہے کسی قوم کو دوسری قوم کے زمین و آسمان سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے بلوجود ان سب حصوں، قوموں میں بنیادی انسانیت موجود ہے جس حصے میں انسانیت اچھی طرح سے ظاہر ہوتی ہے وہ حصہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس کے نیچے دوسری اصناف بہ تدریج پیدا ہونے لگتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے وہ انسان کے دل و دماغ کو پالتا ہے تاکہ وہ اپنا مقصد حیات حاصل کرنا سکھے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کیا جائے انسان وہ اپنی مرضی سے کرنا سکھے۔

انسان اپنی نوعی ترقی کے دوران میں مختلف علاقوں میں پھیلتا رہا۔ آب و ہوا اور دیگر جغرافیائی حالات کے اختلاف سے انسانی نوع کا ایک حصہ دوسرے حصوں سے الگ تھلک ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ہر ایک حصے کی بولی بھی الگ الگ ہو گئی اور اس طرح مختلف علاقوں میں رہنے والے انسان جغرافیائی اور لسانی اختلافات کی وجہ سے مختلف قومیں بن گئے۔

جب قرآن حکیم آیا، یہ تقسیم امتہ کو پہنچ چکی تھی اور انسانیت کی تکمیل کا دوسرا دور شروع ہونے والا تھا جس میں مختلف قوموں کے درمیان میل جول بڑھے گا اور

بقیہ ماشہ

upon each other as are most of the peoples and ways of life of either East or West. (Sorokin P.A. The Basic trends of our Times college and University Press New Haven Conn. (U.S.A.) P.61).

(انسانی آبادی، نظام ہائے ثقافت، اقوام اور عوام کی "مشرقی" اور "مغربی" میں تقسیم زیادہ تر مصنوعی اور غیر حتمی ہے 1492ء کے بعد ایشیا اور افریقہ کے عوام اور ثقافتیں تقریباً کبھی بھی یورپ اور امریکا The Americas کے لوگوں اور ثقافتوں سے حتمی طور پر منقطع نہیں رہے ہیں اور ان کی تاریخی زندگیوں مشکل ہی سے ایک دوسرے سے الگ تھلک رہ کر چلی ہیں۔ مشرق اور مغرب کے لوگوں اور ثقافتوں کی یہ نسبتی علیحدگی بھی گزشتہ پانچ صدیوں سے حتمی چلی آ رہی ہے دو پر جدید کے ذرائع رسل و رسائیں مغرب اور مشرق کو دو ذہنوں ایک دوسرے کے قریب تر لا رہے ہیں اور لاتے رہیں گے یہاں تک کہ نوع انسان کے یہ دونوں ٹکڑے اسی طرح ایک دوسرے پر انحصار رکھنے لگیں جیسے خود مشرق اور مغرب کے اکثر لوگوں اور ان کے طریقہ ہائے زندگی کا ایک دوسرے پر انحصار موجود ہے۔

ایک دوسرے کے قریب آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی انسانیت میں تین بنیادی چیزیں ودیعت فرمائی ہیں۔

(1) رائے کلی یعنی انسانی اجتماع کی خدمت کا جذبہ، جس کی وجہ سے وہ اپنے اجتماع میں نظام صلح پیدا کرنے، انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی اصلاح کرنے اور حیات باعہد اہمیت (مرنے کے بعد کی زندگی) کی تیاری کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے اجتماع میں اپنی وجاہت قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(2) حُب، محل جس کی وجہ سے وہ اپنی تخلیقات میں افلاک کے علاوہ حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(3) عقل و درایت :- عقل انسان کو کسی چیز کی اشد ضرورت کا احساس دلاتی ہے اور درایت اس مشکل کے حل کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

انسانیت کے یہ تین خاصے اس کے بنیادی خاصے ہیں۔ یہ تینوں ہر ایک انسانی اجتماع میں پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر ایک اجتماع انسانی میں ارتباطات معاشی اور ارتباطات عقلی پیدا ہو گئے۔ ارتباطات معاشیہ سے مراوان آلات وغیرہ کی ایجاد ہے جن سے انسان کی بلوی زندگی کی مشکلات کم ہو جاتی ہیں مثلاً ”گھریلو اشیاء اور ارتباطات عقلی سے مراد ان فکری مسائل کا حل ہے جو انسان کو اپنی زندگی کے دوران میں پیش آتے ہیں۔ مثلاً“ بلوے کی حقیقت کائنات کی سائنس، ریاضی کے مسائل، تاریخ کے مسائل وغیرہ۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے قول کے مطابق انسان کی شہری زندگی، قوی زندگی اور بین الاقوامی زندگی انسان کی اس ارتقائی ترقی کا نتیجہ ہیں۔

”وَرَبُّ الْعَالَمِينَ“ نہ صرف افراد کی تربیت کرتا ہے بلکہ انسانی اجتماعات (Life Group) خاندان، قبائل، شعوب، اقوام، بین الاقوامی اجتماعات، کی بھی تربیت کرتا ہے اس تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو ترقی دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہر ایک انسانی اجتماع میں ایسے اہل عقل و درایت پیدا ہوتے رہے جو انسانیت کے بنیادی تقاضوں کی تسکین کے لئے علم و حکمت معاشرے میں پھیلاتے رہے۔ یہ انبیاء کرام اور حکماء الہی تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے

انسانی ترقی کی نئی راہ کھولی یعنی انسانی داخلی نفسی کیفیات پر زیادہ اور مستقل توجہ کرنا۔ اب دنیا کی قومیں اس راہ پر تیزی سے چلیں گی۔ اور ان میں یہ ہمت پیدا ہوتی جائے گی کہ مختلف اجتماعات ایک مرکزی نقطے پر جمع ہو سکیں۔ یہ بین الاقوامیت کا نیا دور ہوگا جو سابق کے سیاسی بین الاقوامی اجتماعات سے زیادہ پائیدار ثابت ہوگا۔ اس اختراع فائقہ کی تکمیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی تعلیم کے ذریعے سے کر دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رب العالمین کا بلند ترین نقطہ ہے جس پر وہ انسانیت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ قرآن ایک حکیم کو اس درجے تک پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ تمام انسانی کائنات کی حکمت سمجھ کر رب العالمین کو ہر لحاظ سے کمال تعریف سمجھے اور کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی حیثیت سے اس لئے بھی پیش کرتا ہے کہ وہ نوع انسان کو ایک بین الاقوامی آئین دینا چاہتا ہے، ایسا قانون کوئی ایک شخص یا قبیلہ یا قوم نہیں بنا سکتی۔ ایسا قانون رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہی بنا سکتا ہے جو فطرت انسانی کا خالق ہے۔ اب اس بین الاقوامی قانون میں قومی قانون بھی آجائے گا لیکن اسی قدر جس قدر وہ بین الاقوامی کے ساتھ مناسبت رکھتا ہوگا۔

نظام ربوبیت : اللہ تعالیٰ نوع انسانی کا رب ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تربیت کا سامان پیدا کر رکھا ہے۔ جس طرح کائنات میں اس کی ربوبیت کا نظام ہر عیب سے پاک اور ہر لحاظ سے کمال تعریف ہے اسی طرح انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے اس نے جو دستور قرآن حکیم کی شکل میں دیا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے کمال تعریف ہے۔

اَبْ فَطَرْتُ اللّٰہُ الْاِنْسَانَ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا (30:30) (مرتب)

میں نے نوع انسان کی ربوبیت کے دو شعبے اہم دیے اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نوع انسان کا رب ہے اس کی ربوبیت کے دو شعبے ہیں۔

(1) کھوپن نوع انسان (2) تشریح برائے نوع انسان (یعنی انسان کو پیدا کرنا اور اس کی رہنمائی اور زندگی کی تعلیم کے لئے اسے قوانین دینا) اہم صاحب ان دونوں باتوں کو درست کی مثال سے واضح فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں ایک درخت کا بیج بونے ہیں وہ بیج زمین میں سے پانی میں حل شدہ خوراک لیتا ہے اور کچھ غذا ہوا میں سے لیتا ہے اسی میں درخت کے نومی قاضے درجہ بدرجہ تعریف کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ درخت کے نومی قاضے خود اس بیج میں پوشیدہ تھے وہی درخت کی صورت میں ظاہر ہو گئے اس کے بچے، پھول پھل، ذائقہ اور نکڑی کی خاصیتیں وغیرہ جن کے سبب سے ایک نوع کا

غرض اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانیت کو نہایت اعلیٰ بنانے پر پیدا کیا ہے اسی طرح سے فرد انسانی کو بھی بہت بلند معیار پر تخلیق کیا ہے۔ اگر انسانیت کی تقسیم اقوام میں ہو اور ہر ایک قوم اپنے اندر ایسا نظام پیدا کر لے جس میں افراد کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جائے اور وہ پوری طرح سے لوا بھی ہوتے رہیں اور افراد اپنے فرائض اس زندہ احساس کے ساتھ ادا کرتے رہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہیں تو کسی کو انسانیت میں کوئی قتل اعتراض بہت نظر نہ آئے گی اور اس پروردگار کی تعریف کرنی پڑے گی جس نے انسانیت اقوام اور

(تبیہ حاشیہ) کا درست دوسری نوع کے درست سے مختلف ہونا ہے وہ سب اس جج میں پوشیدہ طور پر پہلے سے موجود تھے۔

ایسے ہی بلوہ حیوان کے پیٹ میں جنہیں اس حیوان کے نوعی تقاضوں کے مطابق پرورش پاتا ہے اور نوع کے قوی اور اکیہ اور قوی عملیہ ظاہر ہوتے ہیں اور حیوان کی حرکات نفس سمیت بہ سمیت قوت سے فعل میں آتی رہتی ہیں۔ انسان کی بالکل یہی کیفیت ہے بلکہ اس کے جنہیں میں نوع انسانی کے خاص ارتقاات اور نفسی مجازات، سعادت و شہوات نوعیہ وغیرہ سب ظاہر ہوتی ہیں گویا نوع کے احکام ہی افراد میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ”نوع“ ایک قالب ہے وہ موثر بلذات نہیں یعنی افراد پر اپنے ارادے سے اثر نہیں کرتا اور نہ وہ کسی تاثیر کا موجد حقیقی ہے بلکہ جو حقیقی موجد تاثیر ہے یعنی خداوند تعالیٰ وہ قالب اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے جس طرح ایک ماہر سنگ تراش ایک خوبصورت مجسمہ گزرتا ہے تو وہ مجسمہ اصل میں سنگ تراش کی ذہنی تصویر کی شکل پر ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک نوع کے احکام اور تقاضے حضرت واجب جل جہدہ کی ذات کے اقتضاء سے اس کے علم میں پوشیدہ تھے ذات واجب میں یہ احکام تاثیر کی حیثیت میں تھے اور مخلوق میں یہی احکام تاثر کے رنگ میں ظاہر ہوئے۔

اس کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ انواع اور نوعی تقاضے پہلے واجب جل جہدہ کے علم میں آئے اس منزل کو لوح محفوظ کہتے ہیں اس کے بعد وہیں سے ایک جلی کے ذریعے سے ملاء اعلیٰ کے انہوں میں آئے جو حامل عرش نکوین ہیں۔ اس کے بعد جب حالات سازگار پیدا ہو گئے تو انسان مقدر انسان خارجی کی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ اس مرتبے میں ربوبیت کے دو شعبے ہو گئے پہلا شعبہ ان احکام کا ہے جو زمانے کی قیود سے ہلاز ہے۔ ان احکام پر زمانے کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑتا مثلاً انسان میں حکم (نفسی) نطق، ارتقاات ضروریہ اور نیکی اور بدی کے اصول جو نوعی تقاضے انسانی افراد کو اسی طرح بذریعہ الہام پہنچاتے ہیں جیسے شد کی کمی یا چڑا کو طبعی الہام ان کی صورت نوعیہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ دوسری ربوبیت ان احکام کے ذریعے سے ہوتی ہے جو زمانے کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں ان تبدیلی ہونے والے احکام کی فرض یہ ہوتی ہے کہ انسان ہر زمانے میں اپنی نوعی صورت سے مطابقت پیدا کرتا رہے اور نیکی اور بدی کے اصولوں کو ہر زمانے کے مناسب شکلوں میں اختیار کئے رکھے۔ (مرتب)

اَلَمْ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے انسان کو بہترین بنانے پر پیدا کیا ہے) سورہ القین 4:95 (مرتب)

افراد کو ایک نظام کے اندر پیدا کیا اور سب کی رہنمائی کے لئے قرآن حکیم جیسا دستور حیات عطا فرمایا۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانی معاشرہ ایسی طرز پر پیدا کر دیتا کہ اس میں کوئی ٹکراؤ نہ ہوتا جیسے ہائی ساری کائنات ہے لیکن اس کی حکمت نے چاہا کہ انسان اپنی سمجھ اور ہمت سے اچھا نظام قائم کرے اس کے لئے اسے عقل دی اور عقل کی مزید رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام بھیج کر انسانی جماعتوں کو تعلیم دیتا رہا اب اس نے قرآن حکیم کی شکل میں بین الاقوامی دستور حیات بھیج دیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہے جو انسانی معاشرے میں قرآن حکیم کے مطابق نظام پیدا کرنے اور چلانے میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے۔

کائناتوں کا خالق : اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے بھی رب العالمین ہے کہ وہ تمام دنیاؤں کا خالق ہے۔

۱۔ یہاں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ رب العالمین صرف اقوام و افراد کی تربیت نہیں کرتا بلکہ وہ انسانی معاشرے میں پیدا ہونے والی تحریکات اور نظام ہائے ثقافت کی بھی تربیت کرتا ہے۔ چنانچہ ہر اذان کے بعد ہمیں جو دعا پڑھنی سکھائی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔  
اَللّٰهُمَّ زَيِّنْ لٰہِذَا الدَّعْوَةَ التَّائِمَةَ وَالصَّلٰوةَ الْقَائِمَةَ اِنْ رِغ  
اس میں دعوۃ (نماز کے لئے نثار) کی رویت اور الصلوۃ التائمتہ کی رویت کی دعا مانگی گئی ہے یہ دعا اس لئے سکھائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو ایک عظیم الشان تحریک کے بانی اور ایک نظام کے قائم کرنے والے ہیں وہ مقام محمود حاصل کریں اس مقام محمود کا وعدہ آپ سے اس آیت میں کیا گیا ہے۔ عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (79:17)

تیسرا (رب عظیم تجھے مقام محمود پر فائز فرمائے گا) مقام محمود قرآن حکیم کا بین الاقوامی طلبہ عظیم ہی ہے جو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو حاصل ہو چکا ہے جب بنی عباس نے بغداد میں بین الاقوامی مرکز قائم کیا اور پھر ہند میں مسلمانوں نے اسی قسم کا مرکز قائم کیا۔ لیکن اس کا عبور کامل اس وقت ہوگا جب تمام انبیاء کی قومیں لوائے محمدی کے نیچے آجائیں گی اور قرآن حکیم کے قانون کی فرماجواری کرنے لگیں گی۔ (مرتب)

۲۔ کائنات کی وسعت : کائنات عظمیٰ (سب سے بڑی کائنات جو تمام کائناتوں پر مشتمل ہے) اس میں ہمیں اپنی دوربینوں Telescopes کی مدد سے بیس لاکھ جزیرائی کائناتیں (Island Universes) دکھائی دیتی ہیں۔ ایسی کائناتیں جو ہماری ناقص دوربینوں کی کینچ سے باہر ہیں ان کی تعداد کوڑوں ہوگی ہم خود ایک جزیرائی کائنات میں رہتے ہیں جسے کھکھائی کائنات (Galactic Universes) کہتے ہیں کیونکہ یہ اس کھکھائی (Galaxy) میں واقع ہے جو رات کو ہمیں آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔

یہ جزیرائی کائناتیں سماں (Nebulac) کی شکل میں نظر آتی ہیں اور ہماری کھکھائی کائنات سے لاکھوں نوری سال ۲۰ کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ہمارا نظام شمسی (Solar System) اس لیے کھکھائی کے اندر ستاروں کے ایک جھرمٹ Star Cruster میں واقع ہے جس میں ایک اندازے کے مطابق 47 ہزار ملین (ملین = دس لاکھ) اور دوسرے اندازے کے مطابق ایک لاکھ ملین ستارے (سورج) ہیں۔ chapter I & II

(مرتب) Clowther, J.G. An outline of Univers

نے کروڑوں کائناتیں پیدا کر رکھی ہیں ہر ایک کائنات پورے نظام کے ساتھ ایک جامع قانون کے تحت ترقی و ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ کائنات عقلی کی ایک اہم مخلوق، انسان — کو بغیر کسی رہنمائی اور دستور حیات کے چھوڑ دیتا؟ بڑی کائنات میں ایک ایک ذرہ قانون کے تحت کام کر رہا ہے۔ ساری کائنات میں کمال آہنگی اور باقاعدگی پائی جاتی ہے۔ اگر زمین پر ہر ایک نوع کی زندگی کے خاص قصے ہیں وہی ان کی ”شریعت“ ہیں اور وہ اس شریعت کے تحت چل رہی ہے۔ یہ شریعت اس نوع حیوان کی فطرت کے تقاضے پوری کرتی ہے۔ انسان کی بھی ایک فطرت ہے اس کی رہنمائی کے لئے بھی ایک دستور حیات ہونا چاہئے۔ وہ قرآن حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ضابطے اور دستور کے ذریعے سے تمام اقوام کو اپنی انسانی فطرت کی تکمیل تک پہنچاتا چاہتا ہے۔

(پہلی حاشیہ) ۱۔ لمبے کے روشن بدل (Light year) سے وہ فاصلہ مراد ہے جو روشنی کی کرن ایک لاکھ 86 ہزار میل فی ماہ (یکینڈ) کی رفتار سے چلتی ہوئی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ یہ پانچ کربھ اٹھاسی ارب میل سے زیادہ ہے۔ علم ہیئت میں ستاروں وغیرہ کے فاصلے اتنے لمبے شمار میں آتے ہیں کہ جلد ہی ہمارے ہندسے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان فاصلوں کو مہلوں میں ظاہر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان بے حد طویل فاصلوں کے ظاہر کرنے کے لئے نوری سال کو اکائی مان کر کما جاتا ہے کہ فلاں ستارہ دس نوری سال یا دس ہزار نوری یا دس لاکھ نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ (مرتب)

۲۔ کائنات میں ہم آہنگی: قرآن حکیم کی سورت الملک میں آتا ہے کہ مَا تَرَىٰ رَفَعِيَ خَلْقِ الْمَخْضِينَ مِنْ نُّفُوتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَكُونِ الَّذِينَ يُنْفَلِبُونَ (الملك: 3-4) یعنی کیا تجھے خدا نے رخصت کی تخلیق میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں تجھے فور و کمال دیتا ہے پھر لوٹا لوٹا کر وہ نگاہ دوڑا تیری نگاہ دراندہ ہو کر اور تھک ہار کر واپس آجائے گی اور کائنات میں کہیں کوئی فرق و فوار نہ پائے گی ان آیات کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر صاحب (شیر سائنس برائے صدر پاکستان) نے کراچی یونیورسٹی میں 12 فروری 1965ء کو ایک لیچر دیا جس کا عنوان لمبے کے بنیادی ذرات (Fundamental Particles of Matter) تھا اس لیچر میں ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا کہ ساری کائنات میں اتنا درجے کی یکسانیت اور سوزنیت پائی جاتی ہے اور کہیں کوئی فرق یا بے قاعدگی دکھائی نہیں دیتی۔ (مرتب)

## ”الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“:

ان دونوں لفظوں کا مادہ رحم ہے جسے سب جانتے ہیں یہ اس سلوک سے معلوم ہو سکتا ہے جو ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔

”آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک عورت کسی غزوے میں گرفتار ہو کر آئی اس کا بچہ گم ہو گیا تھا اس کے دل میں محبت کا جو جوش تھا کہ جو بچہ مل جاتا اسے سینے سے لگا لیتی اور دودھ پلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو حاضرین سے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کیا ہرگز نہیں فرمایا: خدا کو اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔“

”ایک دفعہ ایک صحابی آنحضرت ﷺ کے حضور میں ایک پرندہ مع اس کے بچوں کے چادر میں لپٹا ہوا لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ایک جھاڑی میں سے یہ بچے اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لایا۔ اس کی ماں یہ دیکھ کر میرے سر پر منڈلائے گئی۔ میں نے ذرا کپڑا کھول دیا تو یہ فوراً ”بچوں پر گر پڑی۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کے ساتھ وہیں کی محبت پر تمہیں تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے، خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدرجہا زیادہ رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ایک سو حصوں میں سے ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہے انسان کو انسان سے محبت ہے حیوان کو حیوان سے محبت ہے۔

دنیا میں انسان کی تربیت ماں باپ کے ذریعے سے ہوتی ہے (دوسرے حیوانوں کی زندگی کا بھی ”ماں“ کی قہقہہ ہے) پھر ایک وقت آتا ہے کہ ماں باپ کی ضرورت نہیں رہتی اور خود کسی انسانی فرد کا ماں یا باپ بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی اولاد کے لئے دیکھی رحمت اور محبت اپنے اندر پاتا ہے جیسی اس کے ماں باپ خود اس کے لئے ظاہر کرتے تھے۔

دنیا میں جتنے ”ماں باپ“ آج تک ہو چکے ہوں یا قیامت تک ہوں گے (انسانوں کے ہوں یا حیوانوں کے) ان سب کی مرہم دہری اور محبت ملواری کو جمع کر کے اسے سو گنا کر لیا

جائے تو اللہ تعالیٰ کے رحم کا کچھ اندازہ لگ سکتا ہے۔ (او کمال)

رحمن اور رحیم : ذرا غور کیا جائے تو ہپ اور مل کی محبت میں ایک طبعی فرق نظر آتا ہے۔ ہپ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد مکمل حاصل کر لے خواہ اولاد کو کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

مل کی ماستا چاہتی ہے کہ اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جو پہلو ہپ کی محبت سے مشابہ ہے وہ رحمانیہ ہے اور جو مل کی محبت کی مانند ہے وہ رحمیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت چاہتی ہے کہ انسان مشقتیں اٹھا کر بھی مکمل کے درجے طے کرتا رہے چنانچہ سورۃ الرحمن میں آتا ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (رحمن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا) (1-55)

اب قرآن حکیم پڑھنا، پڑھانا اس کے اصول کی اشاعت کرنا ان پر جماعت تیار کرنا اس کے دستور کو دوسرے دستوروں پر غالب کرنا اور اس کی حفاظت کے لئے لڑنا مرنا یہ سب رحمانیت کا تقاضا ہے۔

اس کی رحیمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے محبوب بندے اپنے اعمال کے نتائج سے بہتر نفاذ حاصل کریں اور ہر قسم کی تکلیف، غم اور خوف سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ سورۃ الشعراء میں مومنوں اور کافروں کا قتل کیا گیا ہے۔ کافروں کی نسبت بتایا گیا ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا اور وہ مظلوم ہوں گے اور مومن پر رحم کیا جائے گا وہاں اللہ تعالیٰ اپنی صفت کا ذکر فرماتا ہے یعنی وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (26: 9) (تیرا رب ہی عزیز اور رحیم ہے) گویا العزیز ہے بمقابلہ کفار جنہوں نے خدائے عزیز کی عزت کے خلاف کام کیا۔ یہ لوگ ضرور عذاب میں مبتلا ہونے چاہئیں اور الرحیم ہے مومنوں کے ساتھ اس لئے وہ انہیں جنت میں جگہ دے گا جہاں انہیں کوئی تکلیف اور زحمت نہ ہوگی۔ پس قرآن حکیم میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر آئے گا وہ ان دو معنوں میں سے کسی معنی میں آئے گا اور اس کا مرجع یہ بنیادی آیت کریمہ ہوگی۔

بچہ مل ہپ کے بھروسے ہی پر ترقی کر سکتا ہے جہاں مل ہپ کی قوتیں جواب دیتی



جائیں اور ”الرَّحْمَنُ“ اور ”الرَّحِيمُ“ پر انسان کا بھروسہ بڑھتا جائے وہ اپنی فطرت کے مطابق ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی انسانیت تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور اس طرح انسانی فطرت کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔

رحمت کی وسعت: ”الرَّحْمَنُ“ اور ”الرَّحِيمُ“ کی رحمت کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے رُبُّ الْعَالَمِينَ کی طاعت کا اندازہ لگادو وہ تمام کائناتوں کو ارتقاء کی منزلوں سے گزار رہا ہے۔ وہ انسانی جماعتوں کے لئے ترقی کی راہیں کھولتا ہے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کا سامان کرتا ہے اگر انسان اتنی وسیع طاعت کے مالک رب العالمین پر بھروسہ کرنا سکھ لے جس کی محبت اور رحمت تمام نیکیوں کی محبت سے سینکڑوں گنا وسیع ہے اور جس کی طاعت (تجلی) تمام کائناتوں کے گوشے گوشے تک پہنچتی ہے تو انسان کی ترقی کی راہ میں کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟

تمام کائناتوں کا ظہور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہوا ہے ان کائناتوں کے اندر ارتقاء کے جو قوانین جاری ہیں اور اس کی رحمت نے انسان کی راحت کے لئے جو سامان اس زندگی کے لئے اور مرنے کے بعد کے لئے زندگی کے لئے پیدا کر رکھے ہیں ان کا جتنا علم انسان کو ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ اس بات کا قائل ہوتا جاتا ہے کہ خدائے رحمن و رحیم کے تمام کام ہر لحاظ سے کمال تعریف اور لائق ستائش ہیں۔

نوٹ: اس سورت کا رب العالمین سورۃ الناس کے رب الناس ہی کا قائم مقام ہے۔

### (3) ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“:

نظام عدل کی ضرورت: جنگل کے درختوں اور پودوں کو ربوبیت الہی غذا بہم پہنچاتی ہے تو وہ نشوونما پاتے ہیں اور بڑھتے بڑھتے ان کی شاخیں آپس میں پھنس جاتی ہیں اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی مای ہو جو انہیں الگ الگ کر دے اور ضرورت ہو تو چھات ڈالے تاکہ وہ اپنے حلقے میں بڑھتے رہیں۔ یہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مختلف استعداد کے انسانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی انفرادی فطرت کی تکمیل کرتی ہے تو طبعی طور پر ان میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں جب یہ اختلافات بڑھتے ہیں تو معاشرے (Society) میں ایک فرد دوسرے فرد

پر ظلم کرنے لگتا ہے اب جو شخص اس معاشرے کو باہر سے دیکھے گا وہ فرشتوں کی طرح یہی کہے گا اَنْجَعَلَ فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَتُسْفِكُ الْيَمَاءُ (بقراءہ: 30) (کیا تو کہہ زمین پر ایسی مخلوق پیدا کرنی چاہتا ہے جو اسے خراب کرے اور خون ریزی کرے) لیکن جو شخص اسے اندر سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے ہر فعل کا کوئی سبب ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اسباب مسلسل چلا جاتا ہے انسانی معاشرے کے اندر سلسلہ ظلم و طغیان بھی سلسلہ اسباب سے خارج نہیں ہے یہ انارکزم (Anarchism) نہیں ہے۔

انسانی معاشرے میں بعض اسباب کے زیر اثر ظلم و طغیان کا ظہور ہوا تو حکمت الہی نے اسے یونہی نہیں چھوڑ دیا کہ انسان کٹ کٹ کر رہا ہو جائیں بلکہ اس نے نظام عدل پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا۔ انسان اپنی ترقی کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتج ہے جو اس کی ربوبیت کی تفسیر ہے۔ اسی طرح عدل حق کا بھی محتج ہے جو اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور مملوکی کا ترجمان ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ مالکیت اور ملکیت سب سے زیادہ واضح شکل میں انسانی نظام ہی میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کی قدرت اور قبولی باقی تمام غیر ذی ارادہ اشیاء پر ان کے ارادے کے بغیر ہی قائم ہے لیکن انسان خود اپنے ارادے اور فیصلے سے اللہ تعالیٰ کی حکومت اپنے اوپر تسلیم کرتا ہے۔ دونوں میں کتنا فرق ہے پس اس سورت کا مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ سورة الناس کا مَلِكِ النَّاسِ ہی ہے اسی سے ظاہر ہے کہ معاشرہ انسانی کے قیام و قوام اور ترقی کے لئے ایک نظام عدل کی ضرورت ہے وہ بلوشاہت کے ذریعے سے قائم ہو یا عوامیت اور جمہوریت کے ذریعے سے قائم ہو۔ کسی طرح سے بھی ہو۔ ا۔

ا۔ امام دہلی اللہ اور نظام عدل : امام دہلی اللہ دہلوی نظام عدل کے حلقہ فرماتے ہیں کہ:

(1) ارشادِ ثالث اس کی حقیقت یہ ہے کہ اصول مذکورہ کے مطابق انسان کے لئے عمری زندگی لازم ہے کیونکہ حقیقت میں شر سے مراد فساد، منہی اور بلند عمارت نہیں ہیں بلکہ اس سے مختلف انسانی جماعتوں کے مابین ارتباط مراد ہے اور اصول مذکورہ کی رو سے مختلف جماعتوں میں ارتباط پیدا ہو جانا طبعی طور پر لازم ہے۔ یہ تمام انسانی جماعتیں آپس کے معلومات اور معلومات کی وجہ سے ایک شخصیت پیدا کر لیتی ہیں لیکن یہ شخصیت مفوض ہوتی ہے اور خارجی یا داخلی اسباب اس کی شخصیت میں صحت اور مرض کی حالت پیدا کرتے رہتے ہیں لہذا شر کے لئے ایسے طبع کی ضرورت ہے جو حتی الامکان اس کی صحت قائم رکھے اور اگر مرض کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کا معالجہ بھی کر سکے۔ امام مع اپنے کارندوں کے تہن کا طبع ہوتا ہے۔ (الہدور البازغہ ص 5 ص 18 تا ص 51 ص 4)

(2) ایک اور جگہ مدینہ (شر) کی تعریف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: اس میں (یعنی شر میں) البتہ ایک وحدت

”انسانیت“ ذمہ داری کا نام ہے : انسان کی انسانیت میں اعلیٰ جوہر یہ ہے کہ وہ ایک ہمت سمجھ لے اور پھر اسے عمل میں لائے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ذمہ اٹھائے۔ وہ امنٹ پتھر نہیں ہے کہ ہلایا تو ہل گیا ورنہ ساکن پڑا ہے۔

ہم اپنی روزانہ زندگی میں ”نوکر“ اور ”غلام“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں نوکر اور غلام خود سوچ کر اپنی ذمہ داری پر کوئی کام نہیں کر سکتے، اس لئے ان پر ”انسان“ کا لفظ پوری طرح صلیق نہیں آتا۔ اصل میں انسان کا ترجمہ حر (آزاد) ہے یعنی وہ خود سوچ کر اپنی ذمہ داری سے کام کرتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ہوئی ہے تو اس وحدت کاسمت کے ساتھ قائم رکھنا لازم ہے تاکہ تمدنی زندگی کے منافع کی تکمیل ہو سکے تو وہ تہم (غلام) جس سے صحت قائم رہتی ہے اور تکمیل منافع ہوئی رہتی ہے وہی حقیقت میں اہم ہے کو کیسے الا تمام عنکنا هو شخص الشخص الواحد الا نسارہ (ہمارے نزدیک اہم کوئی انسانی فرد نہیں ہوتا) البتہ اگر کوئی انسانی فرد شر کا حاکم بن جائے اور وہ یہ نظام قائم کرنے کی استعداد بھی رکھتا ہو گو وہ اپنی ذات سے آمر مطلق ہی کیوں نہ ہو اور شرعی زندگی (اس کے عمل سے) پوری صلاحیت سے چلے تو اس لفظ کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے وہ بھی اہم کہلا سکے گا (ایضاً ص 71-72)

(3) شرعی زندگی کی تعمیلی ضروریات پر بحث کرنے کے بعد اہم صاحب فرماتے ہیں : چونکہ مدینہ تمدن لوگوں کی کثیر تعداد جمع ہو جانے اور ان کی طبیعتوں اور غرضوں کے اختلافات کی وجہ سے آراء کے اختلاف کے باعث کسی نظام کا قیام مشکل ہو جاتا ہے اس لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو نظام قائم کر سکے ایسا شخص جو مذکورہ بالا (پانچوں صفات) کا حامل ہو اہم برحق ہوتا ہے لیکن ایسا شلوا طور ہی ہوتا ہے اگر اوقات جو امر واقع ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ ایک صفت ایک شخص میں پائی گئی اور دوسری کسی میں اور تیسری کسی اور میں یہ مدینہ جنم میں ہر ایک ضرورت کے لئے ایک رسم موجود ہوتی ہے جس پر سب کا اتفاق ہوتا ہے یا ایک ایک پہلے کے لوگوں کا پیروی ہوتا ہے جس کی رائے مانی جاتی ہے یا اجنبی سے عین عقلاً بہ القوم و مبرہنہم (قوم کے مصلحتوں اور سرمد آوردہ لوگوں کا اجتماع) ہوتا ہے جو نظام قائم رکھتا ہے۔ (ایضاً ص 72-73 ایک اور جگہ (ایضاً ص 181) عقلاً کی جگہ ”سکلاً“ بھی فرماتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب دنیا کا رجحان اس طرح ہے چنانچہ پل۔ اے سازدکن ہمدردی بخود نشی لکھتے ہیں کہ

Three significant trends in the qualifications of the new governments are already observable.

The first of these trends manifests itself in the rapidly increasing role of scientists and expert in the planning, developing, controlling and executing of an ever-increasing part of the important governing activities and policies.” (Sorokin P.A. The Basic Trends of our Times. College and University Press. New Haven. Coun U.S.S P. 55.

نئی حکومتوں کے اوصاف میں تین معنی خیز رجحانات نمودار ہوتے صاف دکھائی دیتے گئے ہیں پہلا رجحان حکومتوں کی انتظامی سرگرمیوں اور پالیسیوں کی منصوبہ بندی، تکمیل، نظم و نسق اور تعمیل و نفاذ میں حکماء (مستندانوں) اور (ہر شعبہ حیات کے) خصوصی ماہرین کی سرعت سے بڑھتی ہوئی اور زیادہ سے زیادہ حصہ داری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس جو ہر حس کو ترقی دینے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ انسان کو یقین دلایا جائے کہ خدائے رحمن و رحیم نے اس کی ترقی کے تمام سلسلہ پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر وہ ان اسباب سے کام لے اور اپنے فرائض ادا کرے تو اس کی ترقی کے لئے وسیع میدان موجود ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کر لے تو اسے سزا پہنچتی ہوگی، کیونکہ اس کے اعمال کے نتیجے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے ہر ایک انسان اپنے اعمال کے نتیجے میں گرو ہے۔ اور وہ اس نتیجے سے کسی صورت میں بھی بچ نہیں سکتا دنیا کی کوئی طاقت اسے اس نتیجے سے آزاد نہیں کر سکتی۔

انسان میں یہ یقین جتنا زیادہ قوی ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ درجے کا نظام پیدا کر لے گا اور اسے چلائے گا اور جتنے زیادہ انسانوں کو یہ یقین حاصل ہوگا اتنی ہی انسانیت ترقی کرے گی۔ جتنا یقین کمزور ہوگا اتنی ہی انسان کی انسانیت کمزور ہوگی۔ وہ کام کرے گا لیکن اپنے آپ کو اپنے کاموں کے نتیجوں کا ذمہ دار نہیں سمجھے گا ایسا شخص انسان نہیں زرا حیوان ہے وہ جتنا ظلم کرے کر سکتا ہے۔

عمل اور اس کا نتیجہ : اللہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے فعل کی تکمیل سے پہلے اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جو نہی اس کا فعل پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اس کا نتیجہ جزا یا سزا مرتب ہو جاتا ہے گو کبھی کبھی وہ نتیجہ فی الفور ظاہر نہیں ہوتا۔ پس انسان اپنے تمام اعمال میں مَلِکِ یَوْمِ الدِّینِ کا محتاج ہے جو اس کے اعمال کے نتائج مرتب کرے۔

دین کے معنی ہیں جزاء۔ ہر ایک حرکت کا نتیجہ لگتا ایک کائنات گیر قانون ہے اس کے عمل کو نظام کلی (Universal) کہتے ہیں۔ اس نظام کلی کے تحت انسان کے عملوں کی جزاء (یا سزا) مرتب ہوتی ہے اسے قانون مجازات کہتے ہیں۔

لہام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک انسان کو اس دنیا میں بھی جزاء اعمال ملتی ہے اور مرنے کے بعد بھی چنانچہ انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ (ج 1) میں بحث کیفیتہ المجازات فی الحیۃ وبعد الممات کے عنوان سے ایک مستقل بحث لکھی ہے۔

بقول امام صاحب قانون مجازات کی اصل (Basic Application) حیوانات بلکہ نباتات میں بھی ہے چنانچہ اگر حیوان ضرورت سے زیادہ چارہ کھالے تو اسے ختمہ اچھارہ ہو

جاتا ہے یا اگر زہریلی بوٹی کھا جائے تو سخت درد شکم میں جلا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر درخت اپنی طبی ضرورت سے زیادہ پانی جذب کر لے تو اس کا پھل خراب ہو جاتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ چونکہ انسان کو نہایت ذکی اور لطیف نفس دیا گیا ہے اس لئے اس کے حق میں مجازات دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے، یعنی:

قسم اول ان افعال کے بارے میں جن کا تعلق بدن انسانی کے ساتھ ہے جیسے زیادہ کھا جانے سے تنخمہ (اچھارے) میں جلا ہو جانا یا زہر کھا کر مر جانا یہ افعال جان بوجھ کر کئے جائیں یا غلطی سے سرزد ہوں یا کسی کے جبر و اکراہ سے کرنے پڑیں۔ ان افعال کا اثر ضرور لگتا ہے۔ ان افعال میں یہ شرط نہیں ہے کہ کرنے والے نے اپنے ارادے سے جان بوجھ کر کئے ہوں۔

قسم دوم ان افعال کے بارے میں جو انسان کا نفس اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور اس کا نفس مطلقہ ان کا رنگ اپنے اندر لیتا ہے۔ امام صاحب جزاء کے چار موطن (Levels) قرار دیتے ہیں۔

(1) اس دنیا میں

(2) عالم برزخ میں

(3) عالم حشر میں اور

(4) مجازات اجتماعی یعنی نوع انسان کی کلی جزاء۔

اس موضوع پر امام صاحب نے منہیات الیہ میں تفصیل سے لکھا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے (دیکھئے منہیات الیہ شائع کردہ المجلس العلمی، ڈابھیل (سورت بھارت) صفحات 246 تا 256)

یوم الدین کی ضرورت : (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کے عملوں کے نتائج مرتب کرنے اور اس کے کاموں کا بدلہ دینے کے مختلف قاعدے مقرر کر رکھے ہیں۔ اسے کسی نہ کسی قاعدے کے مطابق دنیا یا آخرت میں اس کے عمل کا اچھا یا برا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ فرض کرو کہ بعض خاص حالات میں کسی شخص کو اپنے عمل یا عملوں کا بدلہ نہیں ملا (مثلاً سزا سے بچ گیا یا جزا پانے سے محروم رہ گیا) تو ضرورت ہے کہ ایک دن ایسا ہو جب اسے اس کے عملوں کی پوری پوری جزا یا سزا ملے اسے یوم الدین کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس وسیع اور غیر محدود طاقت کے ساتھ تمام کائناتوں کا انتظام کرتا ہے اور تمام دنیا کی قوموں کی ترقی کے سلسلہ میں پہنچاتا ہے اسی وسیع اور محدود طاقت کے ساتھ ہر ایک انسان سے اس کے اعمال کی بازپرس بھی کرے گا اس سے وہ مالک یوم الدین کہلاتا ہے۔<sup>۱</sup>

(2) کسی انسان کا ایک فعل لمحوں اور ثانیوں میں تکمیل نہیں پاتا۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس کے عمل کا نتیجہ دنوں، ہفتوں، یا برسوں میں نکلے لیکن اگر کوئی بہت بڑا اجتماع کوئی عمل کر رہا ہو تو وہ صدیوں سے پہلے تکمیل نہیں پاسکتا۔ اس کا نتیجہ بھی صدیوں ہی میں مرتب ہو سکتا ہے۔ اجتماعیت علمہ میں جس میں تمام اقوام اور ساری کی ساری انسانیت شریک ہو جو عمل ہو رہا ہے وہ انسانیت کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائے اور کرۂ زمین سے انسانیت ختم ہو جائے کیا انسانیت علمہ کے نوعی اجتماعی کلام کی جانچ (Assessment) کے لئے کوئی وقت نہیں ہونا چاہئے؟ جس طرح افراد انسانی اور چھوٹے انسانی اجتماعات کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوتی ہے اسی طرح نوع انسانی کی اجتماعی اور اجتماعی جانچ پڑتال بھی ہوگی یہ کلام اللہ تعالیٰ نے یوم الدین پر اخبار کیا ہے۔<sup>۲</sup>

(3) معاشرے میں بعض لوگ اس کلام پر مقرر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دیں لیکن یہ جزا دینے والے بھول چوک سے یا جان بوجھ کر غلطی کر جاتے ہیں اس غلطی کا تدارک بعض اوقات اس دنیا میں ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک یوم الدین ہو جس میں حاکموں اور فیصلہ کرنے والوں کے غلط فیصلوں پر نظر ثانی کی جائے اور لوگوں پر جو ظلم ہوا ہو اس کا تدارک کیا جائے۔ یہ بھی یوم الدین پر موقوف ہے۔

(4) خدائے رحمن و رحیم انسانوں کو جتنی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اگر انسان ان کے متعلق یہ سمجھ لے کہ اسے ان سب نعمتوں کا سلب دینا ہو گا تو وہ ہر موقع پر سوچ سمجھ کر کلام کرے گا۔ اور کسی نعمت کو ضائع نہیں کرے گا قرآن حکیم فرماتا ہے کہ

۱۔ تمام انبیاء اور آسمانی کتابیں یہی بات انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہیں ہر چیز کبھی کسی نبی کے ذریعے سمجھائی گئی ہے کبھی اس کے قائم مقام کے ذریعے سے جسے حکیم کہتے ہیں۔ (عید اللہ سندھی) ۲۔ سُنْعَرُوعُ لَكُمْ اٰيَةُ التَّقْلِيْنِ (ہم تم کو دوں گروہوں کے لئے قارغ ہو جائیں گے) الرضیٰ 31: 55 (مرتب)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَإِنْ تُبْشِرُوا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ  
تُخْفُوْهُ يُخٰسِبْكُمْ بِهٖ اللّٰهُ (2: 284) یعنی آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے  
وہ سب اللہ کی ملکیت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ ظاہر کر دیا چھپائے رکھو ہر  
حالت میں اللہ تعالیٰ اس کا حاسب لے گا۔

جملہ معترضہ : بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہے اور پھر آگے اس آیت  
کی تشریح میں تقریریں ملتے ہیں کیا انہوں نے انسانیت اور اس کی ذمہ داری کو اتنا ہی  
آسان سمجھ لیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے اتنی مخلوق پیدا کر کے انسان کو اپنا خلیفہ (نائب) کے طور  
پر ان سب پر حاکم بنایا ہے۔ کیا وہ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ "اپنے نائب سے حاسب نہ لے  
گا؟ اگر انسان حاسب نہ لے گا اگر انہیں حاسب دینے سے انکار کرتے ہیں تو گویا وہ انسان  
نہیں بننا چاہتے یہ لوگ کہتے ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا  
(2: 286) اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو اس پر گرفت نہ  
فرمائیے) آیت محاسبہ کی تلخ ہے حالانکہ وہ اس کی تکمیل کرتی ہے اصل میں ان لوگوں کا  
کلام ہی یہی ہے کہ تمام کلام کی آیتوں کو بیکار بنا کر رکھ دیں ہمارا فکر یہ ہے کہ ان لوگوں نے  
بچوں کو سکھانے کے لئے تفسیریں لکھیں تھیں (بڑی عمر کے لوگ تو زندگی کے تجربوں سے  
قرآن آسانی سے سیکھ لیتے ہیں) ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پر عمل کر کے  
دکھا دیا ہے اب تلخ و منسوخ کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ سارا قرآن اصل اور قلیل عمل  
ہے۔ (جملہ معترضہ ختم ہوا)

حدیث شریف (مسلم) میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ ہر ایک انسان سے  
الگ الگ سوال جواب کرے گا اس میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ میں نے تجھے رزق دیا تو نے  
مجھے روٹی نہ دی۔ بندہ کہے گا یا اللہ! تو تو بھوک پیاس سے پاک ہے، تجھے روٹی کیا دیتا؟ اللہ  
تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ عاجز بھوکا انسان تیرے پاس آیا۔ تو نے اسے روٹی نہ دی اگر اسے روٹی  
دے دیتا تو وہ مجھے پہنچ جاتی۔ پھر جماعت سے سوال ہو گا کہ تم نے اس نبی کی بات کیوں نہ  
مائی؟ الغرض زندگی کی تمام نعمتوں کا حاسب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔

(الف) ایک نعمت ایک انسانی فرد کو دی گئی ہے اس کا حاسب اسے دینا ہو گا۔

(ب) ایک نعمت ایک جماعت (قوم) کو دی گئی ہے اس کا حاسب اسے دینا ہو گا۔

(ج) جو نعمتیں انسانیت علمہ کو دی گئی ہیں ان کا حسب ساری انسانیت کو دینا ہوگا۔  
اس غرض کے لئے ساری انسانیت کا میدان حشر میں جمع کیا جانا ضروری ہے تاکہ سب  
کا انفرادی اور اجتماعی حسب لیا جائے ”یَوْمَ الدِّینِ“ ہی کو ممکن ہے۔  
انسان کو یہ بات کہ اسے خدا تعالیٰ کے ربوبہ جواب دینا ہوگا اپنی زندگی کے تمام  
درجوں میں یاد رکھنی چاہئے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوق پیدا کر کے انسان کو اس کا حاکم بنا دیا ہے وہ ان سے  
کلام لیتا ہے اور فائدے اٹھاتا ہے ”کَلِمًا لِّیَ تَعْلَمُ اَلْحَاکِمِیْنَ“ اپنے نائب سے اس کی ذمہ  
داریوں کا حسب نہ لے گا؟ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ گویا انسان نہیں بننا چاہتے۔  
مختصر یہ کہ انسانیت کی ترقی کے لئے ایک نظام عدل کی ضرورت ہے جس کے تحت  
قانون مکلفات پوری طرح سے عمل کرے؟ لیکن اسے انسان کی موجودہ زندگی میں ایسے  
حالات اور قوانین کے تحت کلام کرنا پڑتا ہے کہ ان قوانین کے طبعی تقاضوں کی وجہ سے  
قانون مکلفات اپنا پورا عمل نہیں کر سکتا۔

اس لئے نہ افراد اور اقوام کے ظلموں کی پوری سزا مل سکتی ہے نہ حاکموں کے ارادی اور  
غیر ارادی غلط فیصلوں کی اصلاح ہو سکتی ہے، نیز افراد، اقوام اور انسانیت علمہ کے کلام جاری  
رہتے ہیں جن کا انجام اس وقت ہوگا جب نوع انسان کا خاتمہ ہوگا۔ ایسے ہی افراد، اقوام اور  
انسانیت علمہ کو جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کے استعمال کا حسب نوع انسان کے خاتمے ہی پر  
لیا جاسکتا ہے۔ یہ سب امور نوع انسانی کے اس دور کے خاتمے پر ایک یوم الدین کا  
تقاضا کرتے ہیں جب پورا پورا حسب لیا جائے اور کھل عدل کیا جائے یہ دن ضرور آئے گا  
اور اس وقت اللہ تعالیٰ حسب لینے اور انصاف کرنے کے سوا اور کوئی کام نہ کرے گا۔

یوم الدین پر ایمان کا فائدہ : جب انسان یوم جزا کی معرفت پر پورا یقین کر لیتا ہے تو  
وہ اس بات سے بے فکر ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی حق مارا جائے گا یا وہ معاشرے

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ جب ان اسباب میں جن پر فیصلے کا اجراء موقوف ہے طبعی طور پر تضاد پیدا ہو  
جائے اور اس فیصلے کے مطابق جو حالات پیدا ہونے چاہئیں ان کا کلی طور پر وجود میں لانا ممکن نہ ہو تو اس وقت حکمت  
الہی ان اشیاء کی رعایت کرتی ہے (یعنی ان اسباب کو کام کرنے دیتی ہے) جو خیر مطلق کے زیادہ قریب ہوں۔“  
(بحمد اللہ الباقی ج ۱ ص ۱۷ ص ۱۸) (مرتب)



کی خدمت کے لئے جو کام کرے گا جزا سے محروم رہ جائے گا۔ وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اگر اس حکمت الہی کے قضاے کے مطابق اس کے کسی عمل کی جزاء اسے دنیا میں نہیں مل سکی یا جو ظلم اس پر ہوا اس کی اصلاح نہیں ہو سکی تو یَوْمَ الدِّینِ پر اسے وہ جزا مل جائے گی اور اس روز اس کی پوری داورسی کی جائے گی۔ اس امر کے کمال یقین ہی سے انسانیت کی عظیم کی قوت قاہرہ پیدا ہوتی ہے لیکن اگر انسان کو آخری یوم جزا کا یقین نہ ہو یا وہ اسے تسلیم نہ کرتا ہو تو وہ اپنے دل کی گمراہیوں میں اپنے آپ کو اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں سمجھتا اور ظلم کرنے سے نہیں جھجکتا۔ اس ذہنیت کے انسان کسی معاشرے میں اوپر آجائیں تو وہ بے انتہا ظلم کر سکتے ہیں۔

غرض دنیا اور آخرت میں مُجَازَاۃ (اعمال کی جزا) کا جو سلسلہ کام کر رہا ہے وہ ہر لحاظ سے کمال تعریف ہے اور اس تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اسے اپنی حکمت اور قدرت کے ساتھ چلا رہا ہے۔

رَبُّ الْعَالَمِیْنَ، الرَّحْمٰنُ، الرَّحِیْمُ اور مَا لَیْکَ یَوْمَ الدِّینِ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف بخوبی کرا دیا۔ ان تمام صفوں کا مرجع ذات واحد ہے جسے اللہ کہا گیا ہے۔ ساری کائنات پر اس کی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کے نقطہ نگاہ سے نظر ڈالو اور فرد، خاندان، قوم بین الاقوامی اجتماع اور انسانیت علمہ میں ان صفات کے ظہور و عمل پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل و عمل میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور ان ذات والا صفات کی ہر لحاظ سے تعریف کتنی بڑی ہے۔

ان صفات کا تصور انسان میں اذیت کا گہرا جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے اَیُّاکَ نَعْبُدُ وَاَیُّاکَ نَسْتَعِیْنُ!

جب انسانیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ معین ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام اقوام کا رب (پروردگار) ہے اور اس کی ربوبیت انسانی معاشرے میں مل باپ کی ربوبیت جیسی لیکن اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور تمام جھگڑوں کو چکالنے والا (مَا لَیْکَ یَوْمَ الدِّینِ) وہی ہے اور وہی مظلوموں کے حقوق ظالموں سے لے کر دے سکتا ہے۔ تو انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس کی حکومت درکار ہے؟ اس حالت میں انسانیت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت، مالکیت، ملکیت اور مالکیت کو قبول کر کے ترقی کر سکتی ہے۔

جب انسانیت اپنے آپ کو اللہ ”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ اور ”رَبُّ النَّاسِ“ کے ساتھ ہاندھ لے تو وہ بھی حسرت میں جلا نہیں ہو سکتی۔ یہ معنی ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے گویا ہم اعلان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے سوا ہم کسی کے غلام نہیں ہیں۔ ہم اسی کی غلام کرتے ہیں اپنے سارے دل کے ساتھ، اپنی ساری عقل کی معرفت کے ساتھ اور اپنے اعضاء و جوارح کی پوری تبحہ و اداری کے ساتھ۔ اب کوئی غیر اللہ ہم سے اس قسم کی پیروی اطاعت اور فرمانبرداری کی امید نہ رکھے۔

(4) (1) اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں

ہم تیری ہی حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ تیری کتب و ستور۔ قرآن حکیم کے کسی حکم سے سرکشی نہیں کریں گے!

عبودۃ کیا ہے : جب کوئی شخص قرآن حکیم کو بطور کتب الہی تسلیم کر لے تو اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسے پڑھنے میں اتنی محنت کرے کہ اس کا اطمینان ہو جائے کہ میں نے اس کا مطلب ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا ہے اب وہ اس کتب عظیم کے کسی حکم کی تکوید کر کے اسے منسوخ نہ کر بل نہیں سکتا وہ اس کے ہر ایک حکم کی خوشدلانہ تعمیل کرے گا یہی عبودۃ ہے۔

قرآن حکیم میں ایک جگہ آیا ہے اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ (17:75) امام دہلی اللہ دہلوی کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ صحابہ کرام نے جس طرح قرآن حکیم جمع کیا وہ گویا خداوند تعالیٰ نے جمع فرمایا ہے آگے آتا ہے وَقُرْآنُهُ (یعنی ہم پر اس کا پڑھنا بھی واجب ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرماتا رہے گا جو قرآن کو سمجھ کر آگے لوگوں کو سمجھاتے رہیں گے اگر الفاظ قرآن حکیم کے پڑھے جائیں اور مطلب اپنا لیا جائے تو یہ قرآن پڑھنا نہیں ہو گا۔ جب ہم قرآن حکیم کے کسی لفظ، کسی حرف یا کسی شوشے کو نہیں بدلتے تو اس کے معنی کو کیوں بدلیں۔

”اِخْبَتْ اِلَى اللّٰهِ“ : جب ساری کائنات میں ایک ہی اللہ کا قانون جاری ہے اور ہر ایک انسان اور ساری نوع انسانی اس کے آگے جوابدہ ہے تو کامیاب سوسائٹی وہی ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا جائے اسی سے محبت کی جائے اسی کے قانون کو تسلیم کیا جائے اور اس کی پابندی کی جائے اسے اخبت کہتے ہیں۔

ہم اپنے دل ہپ، اپنے اساتذہ، روحانی مشائخ اور علول حکام کی عزت کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے دلوں میں عزت، محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو **رَبُّ رَحْمٰنٍ رَحِيْمٍ** اور **مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** تسلیم کر لینے کے بعد اخلاص کے وہ تمام جذبات جو ہم دل ہپ، اساتذہ مشائخ اور حکام کے لئے اپنے دل میں پاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اب ہم ان سے جو محبت کرتے ہیں اور ان کی جو اطاعت کرتے ہیں وہ خدا کی محبت اس کی اطاعت کے نیچے آ جاتی ہے ہم ان سے محبت کریں گے۔ اور ان کی اطاعت کریں گے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور کراتے ہیں۔ اب ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف اس لئے ہو گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون کو عمل میں لائیں اور اس کے مقابلے میں اپنے نفس کی ہر ایک خواہش، دل ہپ، عزیزو اقارب، دوست احباب کی ہر ایک خواہش استلوا اور مرشد اور حاکم کے ہر ایک حکم کو ٹھکرا دیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے ٹکرائے کیونکہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ظلام اس کے بندے اور اس کے عہدین بچے ہیں۔

یہ وعدہ کہ میں ”تیری ہی بندگی کروں گا“ بڑا ذمہ داری کا وعدہ ہے اس کا اقرار و اعلان کر دینے کے بعد انسان اپنا آپ اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیتا ہے اور اس کا بن چکنے کے بعد وہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔

ہم خالص محبت کے ساتھ، دل کھول کر اور عقل کے ذریعے پوری معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں پوری خوشی و خیر کے ساتھ اپنے اعضاء و جوارح کو اس کے حکموں کی پیروی میں لگا دیتے ہیں اور غیر اللہ کو کسی معبودت کا حقدار نہیں سمجھتے۔ گو معبودت کے معنی واضح ہیں لیکن بعض اوقات اس لفظ کے مجازی استعمال سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے معنی معین کر دیئے جائیں چنانچہ ان معنوں کی تعین اس آیت کے اگلے حصے میں کر دی گئی ہے۔

(ب) **وَإِلَٰهَآكَ نَسْتَعِيْنُ** ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہم نے جو ذمہ داری قبول کی ہے اسے پورا کرنے کے لئے بہت سے سلان کی ضرورت ہوگی وہ ہم تجھ ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے تجھ ہی سے مانگیں گے۔ ہمارے پاس کام کرنے والی سوسائٹیوں کی تاریخ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا سے

مالکا اور خدا نے انہیں دیا ہے

غیر انقلابی کبھی مدد نہیں دیں گے : جب کوئی جماعت قرآن حکیم کے اصول پر معاشرہ (سوسائٹی) تعمیر کرنے کے لئے اٹھے گی تو جو شخص یا جماعت اس انقلاب کو پسند نہیں کرتی وہ کبھی اس انقلابی جماعت کو آگے بڑھنے نہیں دے گی مدد دینے کا تو کیا ذکر۔ اس لئے قرآنی انقلابی جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

بر عظیم پاکستان و ہند میں قرآنی اصول پر انقلاب لانے والی جماعت دو باتیں ہرگز قبول نہیں کرے گی۔

(1) علمی سرمایہ داری (Brahmansim) اور

(2) معاشی سرمایہ داری (Capitalism)

جو لوگ قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرنے کے لئے اٹھیں انہیں صرف خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کام کرنا ہو گا یہ بھروسہ جتنا مضبوط ہو گا اتنی ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے جلد اور زیادہ مدد حاصل ہوگی۔

توحید اور حریت : اگر کوئی شخص ہمیں اس انقلاب میں کچھ مدد دے گا تو اس کی مدد سے وہ اس بات کا حقدار نہیں بن جاتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس شخص کے حکم کی اطاعت کریں۔ ہم اس کی مدد کے لئے اس کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور اس کی فیاضی کی تعریف بھی کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس کا کوئی حکم نہیں مان سکتے اس لئے کہ اصل میں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

۱۔ چنانچہ امیر المومنین سید احمد (شہید) ۱۸۲۱ء میں حج کو جانے لگے تو آپ کے پاس صرف سو روپے کے قریب رقم تھی روانگی کے وقت آپ نے وہ روپیہ بھی غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیا اور خالی ہاتھ گھر سے نکلے مگر آپ کے ساتھ چار سو سے اوپر لوگ تھے خدا کے بھروسے پر گھر سے نکلے ایسے ہی نکلنے سے روانگی کے وقت آپ سارے بیڑے میں سے کمزور ترین جہاز میں سوار ہوئے اور فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے سنے اور پرانے سب یکساں ہیں اگر وہ چاہے گا تو اس کو تیز کر دے گا“ اللہ کے فضل سے سارے بیڑے کے ساتھ آپ کا جہاز بھی وقت پر جہہ پہنچا۔ (سیرۃ سید احمد شہید از سید ابوالحسن علی ندوی جلد اول ص ۲۷۷ اور ص ۳۲۰)

انہیں کسی ذریعے یا واسطے سے کسی دوسرے کو پہنچانا یہ حق پیدا نہیں کر دیتا کہ پہنچانے والے کی عبودیت کی جائے۔ اگر واسطہ کو ہماری بندگی کا حق حاصل ہو جائے تو انسانی معاشرے میں انارکی (زناج) پیدا ہو جائے کیونکہ ہر ایک ”واسطہ“ ہماری اطاعت کا طلبگار بن جائے گا اور ہم کسی کو بھی مطمئن نہیں کر سکیں گے جب انسان یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے اور وہی اس کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے تو وہ حاجت روائی کے لئے غیروں کے دروازوں پر سر نہیں جھکا کہ توحید کا یہی مطلب ہے اور انسانی حریت قائم رکھنے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے اگر ہم یوں سوچنے لگیں کہ ہماری کوئی حاجت غیر اللہ بھی پوری کر سکتا ہے تو ہمیں ہر ایک معنی کا بندہ بن کر رہنا ہو گا اور ہماری فکر و عمل کی آزادی چھین جائے گی۔ گویا اِتَّيَاكَ نَسْتَعِيزُ (ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اصل میں اِتَّيَاكَ نَعْبُدُ (ہم تجھ ہی کی بندگی کرتے ہیں) کا طبعی نتیجہ اور اس کی تشریح ہے پس کسی ترقی کن معاشرے کی بنیاد صرف اس اصول پر ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی حاجتیں پوری کرنے میں اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں۔

جب انسان اپنی ذمہ داری پر اپنی سوسائٹی پیدا کرنے کا ارادہ کر لے گا ایسی سوسائٹی جس میں صرف انسانیت کے طبعی تقاضوں کے مطابق ضابطہ اور دستور جاری کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں مل سکے گی اور نہ اسے کسی اور سے مدد ملتی ہی چاہئے اس لئے کہ ایسی سوسائٹی چلانے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی مدد قبول کی جائے گی تو لامحالہ وہ اس کی قیمت وصول کر لے گا اور اپنی غلامی کرائے گا جس سے انقلاب ختم ہو جائے اور رجعت پسندی پیدا ہو جائے گی۔

آیات نمبر 1 تا نمبر 4 میں انسان اور اس کے خالق کی نسبت معین ہو گئی یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام اقوام کا رب ہے (رَبُّ الْعَالَمِينَ) اس کی ربوبیت ان میں اسی طرح سے عمل کرتی ہے جس طرح سے باپ اور ماں کی محبت اور شفقت اولاد پر عمل کرتی ہے (الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) وہی رب ان کے تمام جھگڑوں کا آخری فیصلہ کرنے والا اور ان کے حقوق دلانے والا ہے ((مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ)) اب انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس حاکم یا مالک کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

یہاں سورہ فاتحہ کا نصف حصہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کی آیات میں جامع و عام سہلی جاتی ہے جو انسانیت علمہ کی سب سے بڑی اور جامع ضرورت پوری کرنے کے لئے ہے۔

(۵) رَاهِدْنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ • ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ یہ دعا ہے۔ اہد : یہ ہدایہ سے ہے جس کے معنی ہیں رہنمائی کرنا یعنی جملہ پہنچانا ہے اس منزل کی راہ بتانا۔

دعائے کی حقیقت : انسان کے ظاہری اعضاء میں علیحدہ علیحدہ قوتیں پوشیدہ ہیں۔ ان قوتوں کو استعمال کرنا انسان کے لئے طبعی بات ہے۔ ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے وہ اس کے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں ہے مثلاً جس شخص کی آنکھیں صحیح سالم موجود ہیں اس کے لئے روشنی سے بھی فائدہ اٹھانا کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے یہ اس کی شخصیت کا جز ہے۔ اسی طرح انسان اپنے ہر ایک عضو کی خاص قوت کو سوچ کر اپنے انا کا تصور بناتا ہے 'چنانچہ جب انسان میں (انا) کتا ہے تو اس میں چلنے، پھرنے، سننے، دیکھنے وغیرہ کی سب طاقتیں آجاتی ہیں۔ اسے کوئی تردد نہیں ہوتا کہ انسان سن نہیں سکتا یا پکڑ نہیں سکتا، کیونکہ وہ سب کیفیات اپنے اندر ہر وقت موجود پاتا ہے جس شخص میں کوئی طاقت نہیں ہے وہ اپنی شخصیت کو اس طاقت کے فوائد سے وابستہ نہیں کر سکتا اس لئے اوروں میں اس طاقت کا تصور و عمل اس کیلئے موجب حیرت ہوتا ہے۔ دماغی طور پر ترقی یافتہ انسان اپنے دماغی عمل سے ایسے نتائج نکالتے ہیں کہ دنیا انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ لیکن ان کے لئے وہ اعمال فطرت انسانی سے باہر کی چیز نہیں ہوتے وہ انہیں اپنے انا میں مستور پاتے ہیں۔

انسان میں ایک قوت ہے جسے ارادہ کہتے ہیں اس کے استعمال سے خاص نتائج پیدا ہوتے ہیں جو آگہ یا کلن کی قوت سے نہیں ہو سکتے جب بدن کی طاقتیں ارادے سے متاثر ہو کر کلام پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو اسے ہمت کہتے ہیں یہ ارادہ اور ہمت ۲۔ جس آدمی

۱۔ مثلاً مارکونی اعلوی نے بغیر تار کے پینٹات پیچے کا سلسلہ اکھلوا کیا اور آئن سٹائن نے نظریہ اضافت پیش کیا جسے ابھی تک بہت کم علماء ہر ہی طرح سمجھ سکے ہیں۔ اس کے وجود نظریہ اضافت سے بلوے کے خواص کے متعلق جو نتائج نکلتے ہیں وہ تجربات سے صحیح نکلتے ہیں جیسے سورج گرہن کے وقت دور سے آنے والی روشنی کی کرنوں کا سورج کے اثر سے انحراف وغیرہ (مرتب) ۲۔ اہم دلی اللہ دہلوی فرماتے ہیں : وَأَعْلَمُ أَنَّ هَذِهِ الْأَعْمَالُ كُلُّهَا أَشْبَاهٌ وَأَرْوَاحُهَا وَهِيَ النَّاعِي وَالصِّفَةُ وَالْجَنَابَةُ لِلْمَلَكِيَّةِ یعنی دعا مانگنے کے جتنے بھی اعمال ہیں وہ صرف صورتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی روح دعا مانگنے والے کی ہمت ہے اور یہ ہمت کہ وہ حلاوت کے توجہ اپنا طرف کھینچ لیتا ہے۔ (تفہیمات البیان ج ۱ ص ۱۰۰ ص ۴) (مرتب)

میں زیادہ ہوتے ہیں وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہے اور جس میں نہیں ہوتے وہ ان کاموں کو انسانیت سے اجنبی چیز سمجھے تو تعجب نہیں۔

دعا کی پہلی اساس : دعا سے مراد اس ارادے کا اظہار ہے جو ہم اپنے دل میں بناتے ہیں یعنی یہ کہ ہم عمل کریں گے ہم اس راہ میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں گے لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ اس وقت ہم اپنے اللہ سے جو رب رحمن رحیم اور مالک و قادر ہے درخواست کریں گے کہ وہ ان رکاوٹوں کو ہمارے راستے سے دور فرمائے میں ہماری مدد کرے یہاں تک کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

انسانی ارادہ کیسے کام کرتا ہے؟ اس کے عمل کا اصل منبع اور خزانہ حظیرۃ القدس ہے اس سے ہر ایک انسان کا براہ راست تعلق ہے جب انسانی ہمت حظیرۃ القدس تک پہنچ جاتی ہے تو وہ جو خیال بناتا ہے وہ خارج میں ظہور میں آجاتا ہے۔ انسانی ہمت کے حظیرۃ القدس تک پہنچ جانے کو شرعی اصطلاح میں دعا کہتے ہیں اور اس کے نتیجے کے نکلنے کا نام استجابت ہے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ تعلق کو تعلق باللہ کہتے ہیں۔

دعا کے لئے دو ضرورتیں : حظیرۃ القدس سے تعلق رکھنے اور اپنا راستہ زیادہ صاف کرنے کے لئے دو چیزیں کام دیتی ہیں۔

(1) دماغ میں اس منظر کا ہر وقت اپنے سامنے رکھنا یعنی دماغ کا ہر وقت حظیرۃ القدس کی طرف متوجہ رہنا اس توجہ سے ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جیسے آسمان کی طرف دیکھنے سے سورج نظر آتا ہے کسی انسان کی جس قدر توجہ زیادہ ہوتی ہے جو دماغ کی محنت کا نتیجہ ہوتی ہے اسی قدر اس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے یعنی اس کی توجہ کا نتیجہ جلد نکلتا ہے۔

(2) انسان کے بدن کا حیوانی نجاستوں سے صاف ہونا اور لباس اور جگہ کا پاک ہونا اور فکر اور ارادے میں کسی پھوٹی چیز کا دیر تک نہ ٹھہرنا، مثلاً بھوک لگی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی جو میسر آیا کھالیا۔ اس کے بعد اپنی بھوک کا تصور بھی نہ رہا یہ ایک پھوٹی سی بات تھی لیکن بہت ضروری تھی پوری ہوگئی اور اس کا تصور اور خیال جاتا رہا۔ لیکن چند بھوکے انسان ہیں ان کے لئے روٹی کا انتظام نہیں ہے ان کے لئے ایک دن کا انتظام کر دینے سے ان کی بھوک کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اس کا انتظام سوچنے کے لئے کافی وقت اور توجہ کی ضرورت رہے گی۔ یہ ہے بڑا فکر جو جب تک پورا نہ ہو جائے سامنے رہنا چاہیئے۔

جس شخص کا تعلق حظیرۃ القدس کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اپنے ساتھ پاتا ہے۔ شرعی زبان میں اسے کہتے ہیں کہ اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ حظیرۃ القدس کا سمجھنا تو اہل علم کا کام ہے عام زبان میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اَلْمَنْ بِاللّٰهِ (وہ اللہ پر ایمان لے آیا) جن لوگوں میں یہ طاقت نہیں ہے وہ اس طاقت کے نتیجے کو انسانی فطرت سے اجنبی چیز سمجھتے ہیں کبھی اسے کرامت کہہ دیتے ہیں کبھی معجزہ قرار دیتے ہیں۔ یہ فائدہ البصیرۃ لوگوں کی اصطلاحیں ہیں۔ ورنہ تمام نتیجے جو انسان کی ہمت سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب انسان کی فطرت کا جز ہیں۔ اس سے باہر کی چیز نہیں ہیں۔

اجتماع مبعوث من اللہ ہوتا ہے : اگر ایک آدمی قوت قلب کے ساتھ دعا مانگے تو اس کی کچھ قیمت (تأثیر کی مقدار) مقرر کر لی جائے اگر دوسرا شخص اسی ہمت کا شریک دعا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی تاثیر یا قیمت بڑھتی جائے گی اس طرح بڑھتے بڑھتے جب ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے تو حظیرۃ القدس اسے اپنا نمائندہ بنا لیتا ہے اب یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کے دل میں کوئی فکر آیا اور وہ کلام ہوا ان کی زبان سے دعا نکلی اور وہ

اب اہم دلی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ معلوم رہے کہ اس فقیر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ خوارق عادت اپنی ذات کی حد کے اندر امور علویہ ہی ہیں ہیں معنی کہ سنت اللہ یوں جاری ہے کہ جب شخص غلط کسب یا بدلت سے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ غیب کی باتیں اس پر مکمل جاتی ہیں اور اس کی دعا قبول ہونے لگتی ہے وغیرہ وغیرہ ایسے ہی سنت اللہ بھی جاری ہے کہ کوئی شخص جب تریاق کھالے اس پر سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے یا گوشت اور چربی خوب کھالے تو وہ سوتا ہو جاتا ہے لیکن جو چیز جس طرح ہوتی نظر آتی ہے اس کے خلاف واقع ہو جاتا خارق عادت کہلاتا ہے۔

نیز یہ بھی اس فقیر کو اطلاع دی گئی ہے کہ خوارق کی ہر ایک نوع ایک کسب ہے جب کوئی شخص اس کسب سے تمسک کرتا ہے تو وہ خارق اس سے ملور ہونے لگتا ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اہل غرض... جب کسی وجہ سے اپنی ہمتوں کو حظیرۃ القدس تک پہنچا دیتے ہیں چپے نماز استقامت کے لئے لوگوں کے اجتماع عظیم سے یا عرفات کے میدان میں رحمت کے نزول کی طلب کے لئے دعا تو یہ نظام عالم میں اثر انداز ہوتا ہے۔

پس جب قوی عزم والا شخص جو بدلت یا کسب کے ذریعے سے (حظیرۃ القدس کی) قوت متفرقہ کے ساتھ منابہت رکھتا ہو کسی کام کی طرف توجہ کرنا ہے تو یہ عزیمت حظیرۃ القدس تک پہنچتی ہے اور وہاں کسی نہ کسی شکل میں تاثیر کرتی ہے جو اس ہمت اور اسباب موجودہ کے بقدر عالم علوی میں اثر کرتی ہے۔ (محطات ہمد)



قول ہوئی۔

دینی اور لادینی جماعتیں : دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں۔ وہ انسانوں کی جماعت کے مل کر کرنے ہی سے ہوئے ہیں ان جماعتوں کی پہلی تقسیم یہ ہوئی۔

(1) حظیرۃ القدس کو ماننے والے اور

(2) حظیرۃ القدس سے غافل

ان میں سے پہلی جماعت کی دعوت کتب الہیہ دیتی ہیں اور دوسری جماعت میں وہ لوگ ہیں جنہیں ہم لادینی کہتے ہیں۔ اس آخر الذکر جماعت کے کام بھی ہوتے تو حظیرۃ القدس ہی کی طاقت سے ہیں لیکن دماغی کمزوری کے باعث وہ اس مسئلے کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکے۔ اس لئے انہیں غافلین قرار دیا جاتا ہے۔ ہم نے لادینی لوگوں کی ہمت جماعتوں کو بڑے بڑے کاموں میں کامیاب ہوتے دیکھا ہے ان کے عمل کا تجربہ کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ لوگ کچھ غفلت برتتے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو خدا پرست مذہبوں کے پابند، حظیرۃ القدس میں فائدہ حاصل کرنے کے مدعی ظاہر کرتے ہیں ان کی ہمت ان لادینی لوگوں کے مقابلے میں کمزور ہے۔ اس لئے خدا پرست لوگ ناکام ہو رہے ہیں اور ان کے مقابلے میں لادینی لوگوں کی ہمت چونکہ ایک صحیح کام پر متوجہ ہو گئی ہے اس لئے وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمت کی تاثیر کے لئے جو شرطیں ہیں وہ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب تک ایک انسان اپنے مقصد پر اپنی جان و مال دینا منظور نہ کرے ہمت کا وہ نصاب پورا نہیں ہوتا جو حظیرۃ القدس تک پہنچ کر وہاں کی قوتوں کو حرکت میں لاسکتا ہے۔

دعا کی دوسری اساس : دعا کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جائے وہ ضرور ملتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ حکمت الہی کے مطابق جس چیز کی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ ضرور پیدا کر دی جاتی ہے لیکن اس امر کا اظہار کہ کس چیز کی ضرورت ہے ہم اپنے فیصلے (دعا) سے خود کرتے ہیں۔

کبھی کبھی ہمارے فیصلے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری طلب کردہ چیز پیدا نہیں کی جاتی۔ لیکن ہماری ذمہ شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے فیصلے سے وہ چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ چیز پیدا کرنا مناسب نہیں ہوتا تو آگے چل کر ہمیں بتا

دیا جاتا ہے کہ اس چیز کا پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن یہ اصول بہر کیف اپنی جگہ قائم رہے گا کہ ہم کوئی چیز اپنے ارادے اور فیصلے کے اعتبار (دعا) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو وہ ہماری طلب اور ضرورت کے مطابق عطا فرمادیتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی دعا کا مطلب : اس آیت اِٰهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے سلسلے میں دعا کی ان دونوں بنیادوں کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر چلیں گے۔ ٹیڑھے اور غلط راستے پر نہیں چلیں گے۔ یہ فیصلہ کر لینا انسان کا بہت بڑا شرف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں غلطی ہوگی ہم اسے چھوڑتے جائیں گے۔ انسانیت کی ترقی کا یہی راستہ ہے اس کے ساتھ ہی اس فیصلے کا اثر یہ بھی ہوتا چاہئے کہ اپنی فطرت کو اپنے اوپر حاکم بنائیں۔ جو چیز اس کے خلاف ہمیں سکھائی جائے اس کا انکار کر دیں۔

فائدہ : جب ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ رب العلیین ہماری تائید میں ہے جو چیز ہم مانگتے ہیں وہ ضرور عطا فرمادیتا ہے تو ہم کسی مخالف طاقت سے نہیں ڈرتے مخالف طاقت کا ڈر دماغ سے نکل دیتا ہی کالیجی کا گڑ ہے۔ جب ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر لی تو ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ہمارا مخالف کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اس سے ہماری طبیعت میں اول درجہ کی ہمت اور شجاعت پیدا ہوتی رہے گی اور جو چیز مانگتے ہیں اس کا عطا کرنا بھی مناسب ہے تو وہ چیز پیدا بھی کر دی جائے گی۔

دعا کا فائدہ : جب انسان کے دل میں یہ خطرہ موجود ہو کہ مطلوب حاصل کرنے میں موانع ہیں۔ قوت عمل نشلا کھو بیٹھتی ہے اور قوت ارادی پورے زور کے ساتھ عمل نہیں کرتی اور نتیجہ پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر اطمینان حاصل کر لیتے ہیں تو ان کی قوت ارادی تمام مظاہر عمل میں ابھر لیتی ہے۔

انبیاء کرام کی تعلیمات میں تحریف کرنے والوں اور فطرت انسانی کو مسخ کرنے والوں نے دعا کے اس مفہوم کو بدل ڈالا ہے۔ فطرت سلیبہ ان کا انکار کرتی ہے ہم اپنی حکمت عملی میں دعا کو علت تہ کا ایک جزو مانتے ہیں ہمارے خیال میں کسی عمل کے برعکس کار آنے میں انسانی ارادے کو بھی دخل ہے۔

صراط مستقیم : یہ دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے:

(1) عقل و فکر کی روشنی میں اور

(2) تاریخ و تجربے کی روشنی میں۔

(1) صراطِ مستقیم عقل کی روشنی میں : عقل و فکر کی روشنی میں صراطِ مستقیم

سے مراد ہے فطرت انسانی پر چلنا اور اس کے طبعی تقاضے پورے کرنا۔

جب انسان کو ایسی تعلیم دی جاتی ہے جو اس کے طبعی تقاضوں کے مطابق ہے تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے گویا اسے ایک بھولی بری چیز یا دلالی مٹی ہے اس لئے جو علم انسان کو دیا جائے جو اخلاق انسان کو سکھائے جائیں۔ اور سوسائٹی کا جو نظام اسے بتایا جائے وہ ایسا ہونا چاہئے کہ فطرت انسانی پکار اٹھے کہ یہ میری ہی چیز ہے جو مجھے بھولی ہوئی تھی۔

جب انسان کی فطرت سلیم ہو (یعنی بیمار نہ ہو) تو وہ اس تعلیم کی غیباں آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس کی صحت اور بیماری کا اندازہ عام لوگوں کی حالت سے مقابلہ کر کے لگایا جا سکتا ہے مثلاً ایک انسان ایک چیز سے نفرت کرتا ہے لیکن عام لوگوں کو دیکھیں تو وہ اس سے نفرت نہیں کرتے تو یقیناً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شخص بیمار ہے اس لئے قرآن حکیم کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم کی ہر چیز کو معروف کیا گیا ہے یعنی سب کی جانی پہچانی ہوئی چیز اس کے برخلاف جس چیز کو انسان کی فطرت سلیمہ قبول کرنے سے انکار کر دے قرآن حکیم اسے منکر کہتا ہے یعنی وہ چیز جسے انسانی فطرت نہیں پہچانتی کہ یہ اس کی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی فطرت سلیمہ پر قائم کی جائے گی وہ لاعلمہ معروف کا حکم دے گی اور منکر سے روکے گی۔ اس تعلیم کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔

جب ہماری طبیعت مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی پابند نہ رہے اور ہم اپنی پوری ہمت کے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے لگیں اور یہ بھروسہ اس بھروسے سے زیادہ ہو جو آغاز طفولیت میں اولاد کو اپنے ماں باپ پر ہوتا ہے تو ہم اپنی فطرت کی تکمیل کے سوا کوئی بات نہیں سوچتے۔ اس وقت ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور دعا بھی فقط یہ کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (ہمیں سیدھی راہ، فطرت انسانی پر قائم رکھا۔)

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی انسان کی فطری ترقی کو چار منازل میں تقسیم کرتے ہیں

(1) ارتقاء اول یعنی انسان کی زندگی جب وہ چھوٹے چھوٹے دیہات بنا کر رہتا تھا۔

اس دعا کا اجتماعی پہلو : سیدھے راستے پر چلنا انسانیت کا تقاضا ہے لیکن احدی (مجھے چلا) کی جگہ احدنا (ہمیں چلا) کہنا ظاہر کرتا ہے کہ ایک فرد انسانی اپنے طبعی تقاضے پورے نہیں کر سکتا یہ تقاضے اعلیٰ درجے کے انسانوں کی سوسائٹی ہی میں پورے ہو سکتے ہیں۔

طلب ہدایت کی ضرورت : ایک بچہ مدرسے میں داخل ہوتا ہے اس کا طبی معائنہ ہوتا ہے اور سندرست پایا جاتا ہے اب یہ کہا جائے گا کہ یہ بچہ مدرسے کی تحصیل کرنے کے قتل ہے یہ حالت انسان کے طبعی تقاضوں کی سلامتی کی مانند ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک سولڑکوں میں سے جو سندرستی کی حالت میں پہلی جماعت میں داخل ہوتے ہیں کتنے ہوتے ہیں جو کلچ کی ابتدائی جماعت تک پہنچ جاتے ہیں؟ جو وہاں تک نہیں پہنچ پاتے وہ کیوں پیچھے رہ جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بچوں کے ارد گرد جو قوتیں ان کے طبعی تقاضوں کے خلاف کام کر رہی ہیں ان سے دب کر وہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور تحصیل کی انتہا کو نہیں پہنچ پاتے۔

کائنات میں انسان تما میں ہے بلکہ اس کے گرد بہت سی چیزیں اور قوتیں ہیں مثلاً "جملوات، نباتات، حیوانات، جن فرشتے وغیرہ انسان کو ان کے درمیان رہنا پڑتا ہے۔ اس کی طبیعت اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے عقلی تقاضوں ہی سے اثر نہیں لیتا رہتا کبھی اس پر اس کے حیوانی جذبات بھی غالب آجاتے ہیں۔ جو غذا وہ کھاتا ہے اور جس

(بقیہ حاشیہ) (2) ارفیق دوم جب اس نے قہجے باکر رہنا شروع کیا۔

(3) ارفیق سوم جب اس نے حکومت کا نظام قائم کر لیا۔

(4) ارفیق چہارم جب مختلف قومیں مل کر ایک بین الاقوامی نظام قائم کر لیں۔

یہ اتفاقات تمدن، نفس، تدبیر، منزل، سیاست، مذہب اور خلافت کبریٰ (انٹرنیشنل نیٹ) پر مشتمل ہیں۔ یہ انسان کی فطرت کے تقاضے ہیں اور ان کی صحیح شکل مراحل مستقیم ہے (مرتب)

اب اہم ولی اللہ ولویٰ جنت اللہ الباقی جلد اول باب فی آداب الخواطر الباعث علی  
الاعمال میں ان اسباب کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کے اعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں طبعی ماحول،  
ملا اعلیٰ اور شیطانی کے اثرات وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں طبعی ماحول سے مراد معاشی و معاشرتی ماحول ہے۔

(مرتب)

سوسائٹی میں وہ رہتا اور کام کرتا ہے اس سے بھی اس کی طبیعت اثر لیتی ہے اس لئے اسے تعلیم کی ضرورت ہے لیکن تعلیم میں جبر کا دخل نہیں ہوتا وہ صرف یہ بتا سکتی ہے کہ انسانی فطرت کا تقاضا کیا ہے جس کے مطابق اسے کام کرنا چاہئے دعا کے نتیجے کے طور پر یہ رہنمائی انسان کو ملتی رہتی ہے قرآن حکیم پر عمل کرنے والوں کو یہ رہنمائی کسی نہ کسی شکل میں ملتی رہے گی اور جو لوگ قرآنی انقلاب کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے ان کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔

## (6) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) ہم نے جو سیدھا راستہ مانگا ہے یہ اس کی مزید تشریح ہے۔

صراط مستقیم تاریخ کی روشنی میں : بھٹی آیت میں صراط مستقیم کی جو طلب نظریے کی شکل میں تھی وہ اس آیت میں تاریخ اور تجربے کی روشنی میں معین کر دی گئی ہے۔

مُنْعَمٌ عَلَيْهِ سوسائٹی : انسان معنی الطبع ہے وہ تمام زندگی بسر نہیں کر سکتا اس کے فطری قوت کی تکمیل سوسائٹی کے اندر رہ کر ہو سکتی ہے کیونکہ ہر شخص کے قوت کی تکمیل کے لئے نمونہ سوسائٹی ہی میں مل سکتا ہے اور اس کا نظام نظریات (Ideology) اجتماع میں شامل ہوئے بغیر جائز نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کی ارتقائی زندگی اجتماع کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی چنانچہ اس آیت میں ایک سوسائٹی کی درخواست کی گئی ہے۔ جو اُنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ انعام یافتہ لوگوں کی ہے۔ جس اجتماع کے افراد کے فطری قوت کی ترقی کا سامان اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دے وہ انعام یافتہ معاشرہ ہوتا ہے اس کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے جو شخص اس جماعت میں منسلک ہو جائے وہی صراط مستقیم پر ہے اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم کی تعین اور سوسائٹی کی طلب انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو وہ خود لائق ملامت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں چاہئے کہ ایک آدمی کو بھوک یا پیاس لگتی ہے وہ خوراک یا پانی تلاش نہیں کرتا اور مر جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر آتی ہے اور وہ خود ہی لائق ملامت ہے۔

خدا تعالیٰ کا بہترین انعام یہ ہے کہ کسی سوسائٹی میں اپنا علم ہو اور وہی اس سوسائٹی پر حکومت کرتا ہو انسانی حریت انہی حالات میں قائم رہ سکتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ایسی سوسائٹی دی جائے جو اعلیٰ درجے کے انعام یافتہ لوگوں پر مشتمل ہو۔

ترقی کن سوسائٹی کے چار اجزاء : قرآن حکیم نے انعام یافتہ سوسائٹی کی تشریح اس آیت میں کی ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰلِحِيْنَ وَالشّٰهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (4: 69) یعنی منعم علیہ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہوتے ہیں) اس آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں دو قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں

### ① علمی اور ② عملی

اگر انسان کی فطرت سلیم ہو تو علم اور عمل میں تفریق نہیں ہو سکتی ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی انسان میں ایک قوت زیادہ ہو کسی میں دوسری اسی وجہ سے انسان ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بیشی کے لحاظ سے انسان کی علمی اور عملی قوتوں کے دو درجے ہو سکتے ہیں۔

### ① فاعلی اور ② انفعالی

(الف) انبیاء : جس انسان میں علمی اور عملی قوتیں فعالیت کے بہت بلند درجے پر ہوں وہ منبع علم ہے۔ براہ راست علم حاصل کر سکتا ہے اسے نبی کہتے ہیں یہ صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کرنے والے اساتذہ ہیں۔

۱۔ امام دل اللہ دہلوی "انسانی معاشرے کی ترقی کی مختلف منزلوں کا ذکر کرتے ہوئے ارتقاء رابع (چین الاقوامی نظام یا خلافت کبریٰ) کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ وجود میں آجاتا ہے اور ملک کا نظام نہایت اعلیٰ بنانے پر درست کر لیتا ہے جاہل سے جاہل حاکم اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور پادشاہ اس کے مطیع ہو جاتے ہیں تو تحت النعت نعت الہی کامل ہو جاتی ہے، گویا امام صاحب کے نزدیک بین الاقوامی حکومت بلند ترین نعت ہے جو کسی انسانی معاشرے کو مل سکتی ہے۔ (مجتہ اللہ الہادی طبع منیر مصر ج 1 ص 47)

۲۔ امام دل اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض فرشتے مقرب ہیں وہ خدا اور انسان کے درمیان پیام رسانی کا واسطہ (Medium) ہیں ان کے اجتماعات بھی ہوتے ہیں جنہیں علماء اعلیٰ کہتے ہیں۔ انسانی اجتماع کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات پہلے اس علماء اعلیٰ میں نازل ہوتی ہیں۔ ان کا اجتماع روح اعظم کے پاس ہوتا ہے تو ان کے انوار آپس میں مل جاتے ہیں اسے حلیمۃ القدس کہتے ہیں۔ اس اجتماع میں نبی آدم کے لئے پروگرام طے ہوتے ہیں جن کا علم اس سارے زمانے کے سب سے پاک دل انسان کو بذریعہ الہام دیا جاتا ہے۔ (مجتہ اللہ الہادی ج 1 ص 1615 ملاحظہ) (مرتب)

(ب) صدیقین : جس شخص میں علمی قوت انضالی لحاظ سے بلند درجے کی ہو وہ منبع علم سے براہ راست تو علم حاصل نہیں کر سکتا لیکن اگر اس میں عملی قوت بہت بلند درجے کی ہو تو اسے صدیق کہتے ہیں۔

(ج) شہداء : جو لوگ قوت عملی میں بلند درجہ کے مالک ہوتے ہیں لیکن صدیق سے کم درجے کے ہوتے ہیں اور علم میں بھی اس سے کم درجے کے ہوتے ہیں لیکن وہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اسے کامیابی سے چلانہ سکیں تو اس کوشش میں جان تک لڑا دیتے ہیں۔ وہ شہید کہلاتے ہیں۔

(د) صالحین : جو لوگ علم و عمل میں نچلے درجے کے ہوتے ہیں لیکن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں اور عمر بھر امر حق میں کوشش کرتے رہتے ہیں وہ صالح کہلاتے ہیں۔

ایک ترقی کن سوسائٹی میں ان چار طاقتوں کے علاوہ اور کیا چاہئے؟ ایسی سوسائٹی میں نبی بطور معلم کام کرتا ہے وہ صدیق اور شہید پیدا کرتا ہے اور صالحین کو جمع کرتا ہے۔ یہ فیصلہ کر لینے کے بعد کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی سوسائٹی دے جس میں مذکورہ بالا چاروں قسم کے انعام یافتہ لوگ ہوں اس سے ہماری یہی مراد ہے کہ ہم خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدا کردہ سوسائٹی کے نمونے پر ایسی سوسائٹی پیدا کرنی چاہتے ہیں جس میں نبی اپنی زندہ تعلیم کے ساتھ تو موجود ہی ہے اس میں صدیق ہوں جن کی فطرت کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم ہے وہ اس تعلیم کو پوری طرح سے سمجھتے ہیں اور اس پر اپنا جان و مال قربان کر سکتے ہیں جس میں شہید ہوں جو قرآن حکیم کے پروگرام کو چھوڑنا برداشت نہ کریں خواہ انہیں جان دینی پڑے جس میں صالحین ہوں جن کی ہر ایک کام کرنے والے کو ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ خیر القرون کی تشریح بقول امام ولی اللہ "تاریخی طور پر اس قسم کی مکمل سوسائٹی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے پیدا کی اس سوسائٹی کی نسبت خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلوونہم ثم الذین یلوونہم (بہترین دور میرا دور ہے اس کے بعد ان لوگوں کا دور جو اس دور کے بعد آئیں گے پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے)۔

## (7) غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔

(الف) الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

”مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ“ کون ہیں؟ : انسانی زندگی تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص میں صرف علم ہی علم ہو اور دوسرے میں فقط عمل ہی عمل۔ عام طور پر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ علم اور عمل ایک نہ ایک حد تک ہر ایک انسان میں پائے جاتے ہیں جس شخص نے اپنا علم تو بڑھا لیا اور عملی قوتوں کو ترقی نہ دی وہ مغضوبِ عظیم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں اور یہ بھی انہیں معلوم ہے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں اس کے باوجود وہ عمل کے لئے نہیں اٹھتے۔ انعام یافتہ لوگ ایسے نہیں ہو سکتے ہم ان سے ہٹا دیتے ہیں۔ وہ لفاظی کے ذریعے سے لمبے لمبے خواب سنائیں گے اور طرح طرح کے سسرے بلوغ دکھائیں گے۔ سدا مزلج انسان ان کی صحت اور فطرت کا فیصلہ نہیں کر سکیں گے ہم ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتے۔

(بقیہ حاشیہ) اہم دلی اللہ جلوتی اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قرن اول زمان آنحضرت ﷺ از ہجرت تا وفات و قرن ثانی زمان سکین و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد از ان اختلافاً پدید آمد و قسماً ظاہر گردید (از آئند الخافین خلافت الخلفاء مقصد اول ص 121)

یعنی خیر القرون کا پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے جو ہجرت سے وقت تک کا ہے۔ اس کا دوسرا درجہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم کا دور ہے اور تیسرا درجہ سیدنا عثمان غنی کی شہادت تک کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اختلافات پیدا ہو گئے اور قوتوں نے سر اٹھایا۔

یہ خیر القرون (اپنے تینوں درجوں میں) رہتی دنیا تک ہر ایک ترقی کن معاشرے کے لئے نمونہ رہے گا۔ اس عمل سوسائٹی کو قرآن حکیم وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (9: 100) (سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار میں سے ہیں) کی اصطلاح سے ظاہر کرتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (29: 48) (محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھی) میں معہ (اس کے ساتھ والے) میں اس جماعت مہاجرین و انصار کی طرف اشارہ ہے مہاجرین اور انصار کے دور کے بعد جو لوگ ان کی پیروی کر کے ہر زمانے میں ایسے ہی معاشرے پیدا کرتے رہیں گے۔ وہ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ (9: 100) میں داخل ہوں گے اور وہ بھی مد میں شامل ہوں گے ان کے لئے خیر القرون نمونہ ہو گا اور وہ خود اپنے زمانے کے لئے نمونہ ہوں گے اور أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا مصداق قرار پائیں گے۔

(دلی حاشیہ)

اب مولانا عبد اللہ سندھی کا کہنا ہے کہ پہلا درجہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر کا زمانہ ہے اور دوسرا درجہ سیدنا فاروق اعظم کا دور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر نے کوئی نیا کام نہیں کیا چنانچہ:

(1) خلافت کے علم و نسب میں ظل آیا یعنی زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ مرکزی حکومت کو لوہا کرنے سے انکار کر دیا تو



رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں مغضوب علیہم کی مثال یہودیوں سے دی جاتی تھی۔ جب اسلامی نظام موجود ہو تو جو شخص جملہ سے گھبرائیں وہ اس حد میں آتے ہیں اور جب اسلامی نظام ٹوٹ گیا ہو اور جملہ کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے وہ نہ رہے تو جو لوگ انقلاب کے ذریعے اس نظام کو دوبارہ پیدا کرنے کی ہمت نہ بنائیں وہ بھی اسی حد میں داخل ہیں جو علماء کمالہ اور انقلاب سے بچنے کی کوشش کریں۔ وہ سب سے زیادہ اس شق میں شامل ہیں ایسے ہم نملو علماء کو ختم کر دینا چاہئے جب تک کسی انقلابی جماعت میں یہ ہمت نہیں آتی وہ قرآن کی حکومت پیدا نہیں کر سکتی۔

- (بقیہ ذیلی حاشیہ) جبراً انہیں مرکزی حکومت کے تحت لے آئے۔
- (2) جو ہم حضرت نبی اکرم ﷺ حضرت اسلمہ بن زید کی قیادت میں پیچھے کا اہتمام فرما رہے تھے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کی وجہ سے رک گئی تھی وہ روانہ کر دی۔
- (3) نبوت کے مدعیوں کا قلع قمع کیا۔
- (4) تقسیم معاش کا وہی اصول رکھا جو نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا تھا یعنی ہر ایک غائدان کو بقدر ضرورت دینا اور صاحب اور اسلامی خدمت کی وجہ سے کسی بیشی نہ کرنی۔
- (5) جو وکیلہ اپنی ضروریات کے لئے بیت المال سے لیا تھا وہ وقت کے وقت واپس کر دیا یہ اول دور ہے۔

سیدنا فاروق اعظم نے آگے چل کر اسلامی خدمت اور قربانیت نبی اکرم ﷺ کی بنا پر وظائف میں کمی بیشی کر دی۔ لیکن اول تو انہوں نے اس تقسیم میں بھی عدل سے کام لیا اور جسے حسب کی رو سے محتاج پہنچا تھا ادا دے دیا۔ اس میں کسی وجہ سے رو رعایت نہیں کی دوسرے بعد میں اس کی بیشی کے اصول کو جاری کرنے پر الوسوس کیا اور فرمایا کہ اگر میں اگلے سال انہی امام میں زندہ رہ گیا تو یہ نیا قصہ بدل کر سیدنا ابو بکر کا اصول عمل میں لاؤں گا لیکن وہ اپنی شہادت کی وجہ سے یہ اصول نہ بدل سکے۔

یہ دوسرے دور ہے کا محزون دور ہے۔ سیدنا عثمان غنی کا دور تیسرے دور ہے کا محزون دور ہے۔ کیونکہ انہوں نے بیت المال سے اپنا حق پورا لینا شروع کر دیا تھا اگرچہ وہ اسے بھی اپنے حاجت مند عزیز و اقارب میں تقسیم کر دیتے تھے۔

اول دور ہے کے لوگ اسلامی حکومت پیدا کریں گے تو ان کے لئے نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابو بکر کا دور نمونہ ہوگا لیکن عام لوگ کثرت سے شامل ہوں گے تو سیدنا فاروق اعظم کا دور نمونہ ہوگا یا سیدنا عثمان غنی کا دور کھل قبول ہوگا اس سے کم درجے کی کوئی حکومت نبوی طریق کی اسلامی حکومت نہیں کھلا سکتی۔ (مرتب)

اب امام دلی اللہ دہلوی فرماتے ہیں دہلی کے اکثر علماء اس کی مثال تھے۔ مولانا شیخ الہند محمود حسن کے زمانے میں جو لوگ جملہ کے نام سے گھبراتے تھے وہ اسی ذیل میں آتے ہیں آج جو لوگ انقلاب کے نام سے گھبراتے ہیں وہ بھی اس مد میں داخل سمجھے جائیں۔ یہ لوگ نہ مسلمانوں کی سوسائٹی کے معزز ممبر ہیں نہ امام ولی اللہ کی سوسائٹی کے آدمی ہیں۔ نہ مولانا شیخ الہند کے آدمی ہیں اور نہ ہم انہیں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتے ہیں۔

(عبداللہ مندھی)

## (ب) الضَّالِّينَ

ضالین کون ہیں : یہ وہ لوگ ہیں جن میں صحیح علم نہیں ہے یا بہت ہی کم ہے لیکن عملی قوت بہت زیادہ ہے۔

ان کی مثال رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں نصاریٰ ا۔ تھے وہ مسیح کو ابن اللہ ماننے لگے۔ لیکن رومی سلطنت جیسی وسیع سلطنت بھی چلاتے ہیں۔ انہیں مسیح کو ابن اللہ ماننے کا نقصان یہ پہنچا کہ مسیح کے درجے کے جو خدام انسانیت پیدا ہوئے ان کا انکار کر بیٹھے ہیں اس طرح وہ انسانیت میں گمراہی پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح اس سے زیادہ کیا تھے کہ اللہ تعالیٰ کے منعم علیہ بندے تھے۔ اور اس لئے اہمت عظیم سے باہر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوا اور لوگوں پر بھی انعام کئے ہیں ان کا انکار کیوں؟ یہ ان لوگوں کی گمراہی ہے۔

ہمارے زمانے میں جو علماء قرآنی سیاست کو چھوڑ کر سیاست میں کسی قوم کی تقلید کرتے ہیں وہ "مغضوب علیہم" کی زد میں آتے ہیں اور جو انگریزی دان دوسری قوم کی سیاست کی تقلید کرتے ہیں وہ "الضَّالِّینَ" کی شق میں شامل ہیں۔ جو بہت کم خود نہیں سمجھتے اور اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتے اس کی ذمہ داری مت لو سمجھو جو کہ جو سیاسی کام کر سکتے ہو وہ کرو ورنہ خاموش بیٹھو۔

ایسے ہی جہلوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی شخص قرآن حکیم کو نہیں سمجھ سکتا وہ بھی ضالین میں سے ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ہمارے زمانے کے لوگوں کے لئے قرآن سمجھنے کی تمام لفظی و معنوی دقیقہ دور کر دی ہیں اب اس کتب عظیم کا سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔ اب بھی یہ کہنا کہ قرآن حکیم سمجھ میں نہیں آسکتا پرلے درجے کی گمراہی (ضلالت) ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

اُمہین : اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ خدایا! کرۂ زمین پر صلح و سوائی موجود ہے

ا۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے کے بعض مشائخ طریقت اور مولانا شیخ الحد کے زمانے میں جہلو کے خلاف یا اس کی اہمیت نہ سمجھنے والے ضالین میں داخل ہیں۔ ہمارے جو ساتھی انقلاب کو نہیں جانتے یا اسے جاننے کی کوشش نہیں کرتے وہ ہمارے ساتھی نہیں ہیں ہم جس انقلاب کے داعی ہیں اس کے اصول وہی ہیں جو امام ولی اللہ دہلویؒ نے خیر القرون سے لے کر مدون کئے ہیں۔ (عبید اللہ سندھی)

تو ہمیں اس کے ساتھ ملنے کی تلقین فرما اگر نہیں ہے تو یہ تلقین عطا فرما کہ ہم ایسی سوسائٹی خود پیدا کریں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت مشکل ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ارادے کے بغیر صراطِ مستقیم کی تعلیم ہو بھی نہیں سکتی۔

قرآن کا مقصد : قرآن حکیم کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایسی سوسائٹی پیدا کی جائے جو صراطِ مستقیم پر چلتی ہو۔ اس لئے وہ ہر شخص سے سورۃ فاتحہ کا اقرار کراتا چاہتا ہے۔ تاکہ یہ ہر وقت اس کے ذہن میں رہے اور وہ اس امر کو ہر دم ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کی زندگی کا مقصد اس قسم کی سوسائٹی پیدا کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

بین الاقوامی دعا : قرآن حکیم عالمگیر اجتماعی تحریک کی طرف دعوت دیتا ہے اس دعا میں جو عالمگیر اجتماعی تحریک کا عنوان ہے قوی مقصدیات کا تعین نہیں کیا گیا۔

عقلی نظریات کے اعتبار سے لوگ مختلف طبقات کے ہوتے ہیں گو سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لئے صراطِ مستقیم ایک قوم کے ذہن میں کسی شکل میں آتی ہے اور دوسری قوم کے ذہن میں کسی اور صورت میں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو دعا الہام فرمائی ہے وہ ان تمام تشخصات سے پاک ہے جو قومی اثرات سے پیدا ہوتے ہیں جو شخص اپنی انسانی فطرت کے مطابق خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے اس کے لئے صراطِ مستقیم کی دعا کیا مشکل ہے؟ کیا کوئی سلیم الفطرت انسان صراطِ مستقیم پر پیدا ہونے والے اجتماعِ مشکل میں ہے۔

ایسے ہی صراطِ مستقیم کے عملی پہلو کی تعین اور صراطِ اللہین انعمت علیہم کے ذریعے سے اس کی تفصیل میں کسی قوم کے بڑے آدمی کا نام نہیں لیا گیا جو شخص سلامتی فطرت کے ساتھ اپنے رب پر اکتوا کر لیتا ہے وہ ان لوگوں کے اجتماع سے الگ رہ سکتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا؟

ہم نے انبیاء کرام کی کتابوں میں سے کسی نبی کی کتاب میں ایسی دعا نہیں دیکھی جو محض 'قومی' جغرافیائی اور نسلی اثرات سے پاک ہو، صرف سورۃ فاتحہ کی اجتماعی انقلابی دعا ہی ایسی دعا ہے جو ان تمام اثرات سے پاک ہے اس پر تمام اقوام جمع ہو کر آمین! کہہ سکتی ہیں۔

صلوٰۃ کیا ہے؟ : صلوٰۃ (نماز) اصل میں اس بات کا نام ہے کہ انسان اپنے پورے ارادے اور اپنی ہمت کے ساتھ طہاء اعلیٰ کے ساتھ اتصال پیدا کرے اور وہاں سے آنے والی تجلی الہی سے قلبی رابطہ قائم کرے۔ اس اتصال اور رابطے کا قاعدہ یہ ہوگا کہ وہ جو چیز طلب کرے گا حسب حالات اسے دی جائے گی اور سب سے بڑی اور سب سے اہم چیز جو انسان اللہ تعالیٰ سے طلب کر سکتا ہے وہ اپنی فطرت سلیمہ کے تقاضے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق ہے۔ انسان کی فطرت سلیمہ کے تقاضے ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس لئے طہاء اعلیٰ میں تجلی الہی کے ساتھ رابطہ قائم کر کے وہ دعا کرتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یہ اصل چیز ہے جو انسان کو ترقی کی راہ پر لگاتی ہے۔ اس لئے نماز گویا یہ دعا مانگنے یا سورہ فاتحہ پڑھنے کا نام ہے طہارت اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اس صلوٰۃ کے مہلوی ہیں اور رکوع و سجود اس کے محکمات ہیں۔ اس کی روح یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ وہ اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہے اور اپنی احتیاج پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے اس کے ساتھ جو آیات یا سورت پڑھی جاتی ہے وہ گویا اس دعا کا جواب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہدایت یہی قرآن ہے تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو تو ہدایت یاب رہو گے اس کے بعد رکوع و سجود اس دعا کے قبول ہونے کے لئے شکر ہے کے ساتھ اظہار کے طور پر ہیں اب جو مسلمان صلوٰۃ ادا کرے وہ جماعت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ احداث کا یہی تقاضا ہے۔

اب نماز کا یہ معلوم مولانا محمد قاسم خان قادیانی نے صحت فرمایا ہے۔ (عبد اللہ سندھی) 2۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بِبَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نَضَعِيْن (یہ نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان آدمی آدمی تقسیم ہو گئی ہے) جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : حَسْبُ دُرِّيْ عَبْدِيْ (میرے بندے نے میری ستائش و تعریف کی) پھر جب بندہ کہتا ہے : الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : مَسْجِدُنِيْ عَبْدِيْ (میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی) اور جب بندہ عرض کرتا ہے : اِنِّیْ اَسْأَلُكَ تَعَبُدًا وَرِیَاسًا کَنْتَ تَشْتَعُوْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : لَهْنَا بَیْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے) اور جب بندہ کہتا ہے : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ (یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا ہے) (مترجم)

# قرآنی اصول انقلاب

سورہ العصر کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مروم)

محکم دلائل و براہین سے مزین

32۔ میکٹین روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پہلی لفظ

انسانی اجتماع (Society) کو ترقی دینے میں جن بلند فکر اور علی مدغ لوگوں نے حصہ لیا۔ ان میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص بلند مقام ہے آپ اب سے کوئی چار ہزار سال پہلے ”اُر“ (عراق) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ سے پہلے جن لوگوں نے انسانی اجتماعات کی رہنمائی کی ان کا فکر اپنے مخصوص اجتماع کی ترقی کو مرکز بنا کر کام کرتا رہا لیکن آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے انسانیت عامہ کو اپنے فکر کا محور بنایا۔ اس حیثیت سے آپ بے شک امام الناس۔ (نوع انسانی کے لیڈر) کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔

نیز سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہر معاشرے کا ہلوی اپنے معاشرے والوں کو ذات الٰہی کا تصور دلانے کے لئے ارد گرد کے ماحول کو استعمال کرتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ ہلوی کے گزر جانے کے بعد لوگ ان مظاہر قدرت الٰہی ہی کو ”خدا“ مان کر پوجنے لگتے اور شرک میں جلا ہو جاتے۔ سیدنا ابراہیمؑ پہلے ہلوی ہیں جنہوں نے مظاہر طبعی کی بجائے انسانی روح کو خدا شناسی کا ذریعہ بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا شناسی آسمن ہو گئی۔ اور نیچر پر قبضہ کر کے اسے انسانی ترقی کے لئے استعمال کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو حقیقت کہتے ہیں۔ یہ دعوت کیا تھی؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ آپ انسانیت کو دو لعنتوں سے جو آپ کے زمانے تک پیدا ہو چکی تھیں، پھانا چاہتے تھے یعنی:

1- شمشائیت انسانی (IMPERIALISAM)

2- الوہیت انسانی (BRAHMANISM)

اس اجمل کی تفصیل یہ ہے کہ انسانی اجتماع میں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ملکی سیاست پر قبضہ کر کے اپنے خاندان یا اپنی جماعت کے مفادات (Interests) کو ترقی دینے والے قوانین بناد کرتے ہیں اور اس طاقت کے بل بوتے پر اپنی رعایا سے ناجائز

۱۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ لِّلنَّاسِ اِمَامًا۔ (سورہ بقرہ 2: 124)

فائدے اٹھاتے ہیں اور انہیں۔ تجارتز ٹیکسوں کے بوجھ تلے اتکا دہاتے ہیں کہ انہیں ان ٹیکسوں کے ادا کرنے کے لئے محنت و مشقت کرتے رہنے کے سوا کوئی وقت ہی نہیں ملتا کہ انسانیت کو ترقی دینے کی طرف دھیان دیں۔ یہ حالت انسانیت کے لئے بہت بڑی لعنت ہے۔ سیدنا ابراہیم اس کے خلاف بہت بلند درجے کے باغی تھے۔

ایسے ہی بعض اوقات علمی طبقہ عوام کو علم عامہ سے محروم کر دیتا ہے۔ اور خود علم کا اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتا ہے اور اس علمی اجارہ داری کے فکیل عوام پر ”خدا کی“ کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام ان سرلیہ داران علم کے حلق بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح علمی طبقہ عوام کو طرح طرح سے لوٹتا ہے۔ وہ جمالت میں جھلا ہو کر سعلوت اخروی پر غور کرنے کی استعداد بھی کھو بیٹھتے ہیں اور رفتہ رفتہ انسانیت ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔  
یہ برہمنیت بھی انسانیت کے لئے بہت بڑی لعنت ہے اور سیدنا ابراہیم چاہتے تھے کہ انسانیت کو اس ”انسانی الوہیت“ سے نجات دلائیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انسانی روح کو خدا شناسی کا ذریعہ بنا کر بتا دیا کہ:  
[1] تمام انسان اپنے اندر خدا شناسی کا جوہر رکھتے ہیں۔ انبیاء اور ان کے شاگرد اسی کی بیداری کی کوشش کرتے رہے۔

[2] چونکہ سب انسانیت کے لحاظ سے برابر ہیں اس لئے کوئی انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کا خدا نہیں بن سکتا چاہیکہ ”شہنشاہ“ بن کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو غلام بنائے رکھے۔

[3] خدا شناسی ہر ایک انسان کی انسانیت کا فطری تقاضا ہے اس لئے معرفت الہی کا علم اسے مفت ملنا چاہئے جیسے ہوا اور پانی سب انسانوں کے لئے ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو جنت اللہ الباقی الامم ولی اللہ دہلوی طبع مصر جلد اول ص 105۔

۲۔ قرآن حکیم سیدنا ابراہیم کا قول نقل کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے ایک موقع پر فرمایا: انا براء آؤا منکم ویمتا تعبدون من دؤن اللہ کفرنا بکم وبنانا بیننا وبینکم والعناؤة والبعضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحده ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے کلم ہم تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو اپنی بیداری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تمہارے پروگرام کے منکر ہیں اور تمہارے اور تمہارے درمیان دائمی عداوت اور بھرتا ہو گیا ہے۔ جو اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم خدا کے واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔ (مستند 4:60)

۳۔ ملاحظہ ہو جنت اللہ الباقی الامم ولی اللہ دہلوی طبع مصر جلد اول ص 106۔



4] اجتماع انسانی میں صرف خدا کا قانون<sup>5</sup> چل سکتا ہے کسی حاکم کا (خواہ وہ پویشلہ ہو یا شہنشاہ) قانون نہیں چل سکتا۔ انسانیت کا شرف اس میں ہے کہ انسان صرف خدا کے قانون کے آگے جھکے۔ یہ انسانیت کی آزادی کا اعلان تھا۔ یہ وہ توحید ہے جس کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام داعی تھے اور توحید کا یہی عقیدہ ان کی تحریک حقیقت کا (اور بعد میں اسلام کا جو دعوت حقیقت ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے) سنگ بنیاد ہے۔

5] انسانیت میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا ہر ایک انسان کا حق ہے کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی چلائی اور ہوشیاری سے یا اپنے جیسے خود غرض لوگوں کا اجتماع پیدا کر کے ان کی طاقت کے بل بوتے پر خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنے اور اپنے چند ساتھیوں کے لئے مخصوص کر کے کمزور انسانوں کو ان سے محروم کر دے۔

غرض اس عظیم فکر کے ذریعے سے سیدنا ابراہیمؑ نے ایک طرف تو انسانی ربوبیت (شہنشاہیت اور مطلق العنان پادشاہی) کا خاتمہ کر دیا اور دوسری طرف خدا شناسی کے علم کو عام کر کے برہنیت کا خاتمہ کر دیا اور تمام انسانوں کو خدا کی بندگی میں لا کر مساوات کی سچی پر لا کھڑا کیا اس طرح انسان اور انسانیت کا پایہ بہت بلند کر دیا۔

تحریک حقیقت کا یہ پہلو بھی قتل غور ہے کہ جو لوگ اس تحریک کو قبول کریں گے وہ کفر، ظلم، شرک، فحاشی اور فکری فحاشی کے خلاف ایک طاقت ور پادشاہ بن جائیں گے اور معاشرے میں سے ظلم کی تمام شکلیں مٹانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ اس عظیم الشان انسانیت گیر تحریک کا انقلابی پہلو ہے جسے سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سرکردگی میں کام کرنے والی جماعت مجاہدین و انصار نے عمل میں لا کر دکھایا اور اب یہ اصول ہر ایک قوم اور ہر زمانے کے لئے بنیادی اصول بن گیا کہ جب معاشرے میں ظلم بڑھ جائے تو ایک حقیقی جماعت اسے انقلاب کے ذریعے دور کرے گی۔

تحریک حقیقی ابراہیمی کا یہ وہ اصول ہے جس کی مکمل تشریح اس سورۃ العصر میں کی گئی ہے۔

آپ نے اس فکر کی اشاعت کے لئے ایک طرف عرب کی داوئی فیر ذی زورع (بے آب و گیلا) میں ”بیت اللہ الحرام“ کا مرکز قائم کیا۔ جہاں اپنے بڑے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بسایا اور دوسری طرف ”مکہ“ میں مرکز قائم کیا۔ جہاں اپنے دوسرے فرزند جلیل سیدنا اسحاق علیہ السلام کو بسایا۔

حکمت الہی کے تقاضے کے مطابق پہلے ”مکملان“ کی سرزمین سے اس فکر کی اشاعت شروع ہوئی چنانچہ بنی اسرائیل نے اس علم کو بلند کیا جن میں سیدنا یوسف، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام جیسے اولوالعزم دامی پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کو تورات جیسا بین الاقوامی قانون عطا ہوا لیکن بد قسمتی سے وہ قبائلیت سے اوپر نہ اٹھ سکے اور اس انسانیت گیر تحریک کی جتنی اشاعت ہوئی چاہئے تھی نہ ہو سکی۔

اسرائیلی شلخ نے حنیفی (ابراہیمی) فکر کی جس قدر خدمت ہو سکتی تھی وہ ہو چکی اور ان میں اس فکر کو آگے بڑھانے کی مزید صلاحیت ظاہر نہ ہوئی تو حکمت الہی نے ابراہیمی نسل کی دوسری شلخ بنی اسماعیل سے جو عرب میں بین الاقوامی پوزیشن حاصل کر رہے تھے، یہ خدمت یعنی چاہی اور ان کی رہنمائی کی خاطر انہی میں سے بہترین انسان کو منتخب کر کے ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اس نبی معظم کا نام محمد (ﷺ) ہے اور اسے اس پروگرام کی تکمیل کے لئے جو انقلابی لائحہ عمل دیا گیا وہ قرآن حکیم ہے۔

قرآن حکیم وہ کتب عظیم ہے جس میں انسانی انقلاب کا مکمل پروگرام دیا گیا ہے۔ اس میں انسانیت کے خواص بتائے گئے ہیں اور وہ اقدار معین کی گئی ہیں جنہیں قائم کرنے ہی سے معاشرہ انسانی اصولوں پر ترقی کر سکتا ہے چونکہ یہ اصول انسانی فطرت کی ترجمانی کرتے ہیں اس لئے غیر متبدل ہیں یعنی جب تک انسان بحیثیت انسان زندہ ہے، قرآنی اصول حیات اس کے معاشرے کی سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کی ترقی و تربیت کا مکمل کورس ثابت ہوتے رہیں گے یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی تشریف آوری کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی اور یہی سبب ہے کہ قرآنی اقدار کو رجعت پسند افراد و اجتماعات کے چنگل سے بچانے کے لئے انقلاب کا نسخہ تجویز کیا گیا۔ یہ وہ نسخہ ہے جسے ہر زمانے میں ہر ایک جماعت جو ان اقدار کو معاشرے میں قائم کرنا چاہے استعمال میں لا سکتی ہے۔ اب جب کبھی بعض معاشروں میں ارتجاع (Reaction) پیدا ہوگا انقلابی قوتیں ابھرتی رہیں گی اور ارتجاع کا خاتمہ کرتی رہیں گی۔ اس لئے بھی اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

اس انقلابی پروگرام کو چلانے کے لئے محمد رسول اللہ (ﷺ) نے ایک نہایت مضبوط، جاں سپار جماعت (پارٹی) پیدا کی جس کی نظریں الاقوامی (Internationalis) بلکہ انسانیت گیر تھی۔ اس بین الاقوامی پارٹی یا حزب اللہ کی عظیم نہایت مستحکم طبعی اصولوں پر کی گئی جو رہتی دنیا تک انقلاب کی تکمیل میں مدد دیتے رہیں گے۔ اس طرح پارٹی بنا کر کام کرنے

کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پروگرام کو چلانے والی حکومت پیدا ہو گئی جس نے انسانیت علم کی ترقی میں اقصویٰ اور روحانی پہلوؤں کو برابر اپنے سامنے رکھا۔  
یہ پارٹی کس طرح بنائی گئی؟ اس کے اساسی قواعد قرآن حکیم کی اس مختصر سورۃ العصر میں منقبط کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی (1872-1944ء) نے اس سورت کی تفسیر میں یہی اصول واضح کئے ہیں امید ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ انہیں نہایت غور سے مطالعہ کر کے قرآنی انقلاب کی تکنیک کو سمجھنے میں ان سے فائدہ اٹھائے گا۔ واللہ المستعان۔

بشیر احمد بی۔ اے

جنرل مینجر لوادر حکمت اسلامیہ  
223-این۔ سمن آپلاہور

قرآنی  
اصول انقلاب  
یعنی  
تفسیر سورۃ عصر

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَنَوَّصُوْا بِالْحَقِّ وَنَوَّصُوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ : نیکہ کی قسم! یقیناً انسان گھٹنے میں ہے، سوائے ان کے جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے کام کئے اور آپس میں حق کی تلقین کرتے رہے اور صبر و استقامت کی تلقین کرتے رہے۔

## تمہید

مختلف قوموں میں نبیوں کے ذریعے سے جو شریعتیں آئیں، ان میں بعض اصول ایسے ہیں جو سب الہامی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ گویا علوم متعارفہ (Postulates) ہیں۔ ان کے مجموعے کو دین کہتے ہیں۔

مثلاً یہ عقیدے کہ خدا ایک ہے، موت کے بعد بھی زندگی ہے۔ انسانوں کو ان عملوں کی جزا (سزا) ملتی ہے، مختلف قسم کی محض نیکیاں (اصول اقترابت)۔ مثلاً طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نفلی عبادات وغیرہ اور مختلف معاشرتی اصول و معاشرتی ارتقاقت۔ مثلاً نکاح، اجتماعی عدل قائم کرنے اور ظلم کو مٹانے کی کوشش کرنا، غلط کاروں کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑنا، یہ سب دین کے اصول کہلاتے ہیں۔

ان عقیدوں، محض نیکیوں، معاشرتی اور ثقافتی اصولوں نے ہر زمانے میں قوموں کے مزاج اور جغرافیائی اور تاریخی حالات کے مطابق مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کی ہیں۔ ان خاص شکلوں کا مجموعہ جو دین کے اصول ہر زمانے میں اختیار کرتے رہے ہیں اس زمانے کی شریعت کہلاتا ہے۔ (خص از جہ اللہ

الباقہ جلد اول ص 86-87)

قرآن حکیم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ دین کے بنیادی اصولوں کی تشریح بعض چھوٹی سورتوں میں کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ لمبی سورتوں میں، جہاں ان اصولوں کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان پر تفصیلی بحث نہیں کرتا بلکہ صرف اشارہ کر دیتا یا ان کے لئے اصطلاحی الفاظ استعمال کرتا ہی کافی سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لمبی سورتوں میں ان اصولوں کو انہی معنوں میں لیا جائے گا۔ جو چھوٹی سورتوں میں معین کئے جا چکے ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں بار بار آتا ہے: **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے عمل کئے) اس مختصر فقرے میں دو اصطلاحیں آئی ہیں۔ **الَّذِينَ آمَنُوا** اور **عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ**

۱۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے طریقے ۲۔ زندگی کی مشکلوں کو آسان کرنے کے طریقے

ان دونوں اصطلاحوں کی تشریح سورہ عصر میں کر دی گئی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کے باقی مقلات میں ان اصطلاحوں سے وہی معنی مراد ہوں گے جو اس سورت میں معین کئے گئے ہیں۔

جو لوگ قرآن حکیم کے اس اسلوب بیان اور اس قسم کی اصولی آیتوں کی مراد اچھی طرح سے نہیں سمجھتے وہ اس کتب عظیم کا مقصد معین کرنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور وہ ہر ایک سورت میں اصولی کلمات کے الگ الگ معنی کرتے ہیں جو ان کے خیال میں اس جگہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔ یہ انکی بڑی بھول ہے۔

اب ہم اس سورت پر نظر ڈالتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ :- قسم ہے نملے کی۔

اس میں دو قسمیہ ہے۔

## قسم کی حقیقت

شریعت اسلامیہ کا یہ قطعی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا یا حلف اٹھانا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے صف لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ أَحْلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (جن نے اللہ کے سوا کسی اور کا حلف اٹھایا اس نے شرک کا ارتکاب کیا) اس حدیث میں شرک سے مراد خواہ اس کا کوئی درجہ ہی لیا جائے، بہر کیف وہ شرک ہی کی مد میں آتا ہے لیکن تعجب ہے کہ خود قرآن حکیم میں بت جگہ غیر اللہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان مقلات میں سے ایک یہ مقام والعصر بھی ہے۔

ہاں یہ ہے کہ جب کسی امر کے متعلق دو فریقوں میں جھگڑا ہو جائے تو ہر ایک فریق سے دلیل یا شہادت طلب کی جاتی ہے۔ دلیل سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلے کے تمام پہلوؤں کو اس طرح سے کھول کر بیان کر دینا کہ سننے والا اسے اچھی طرح سے سمجھ جائے جو شخص اس طرح سمجھنے کا علوی ہو، اسے دلیل ہی دی جانی چاہئے اور اس کے سامنے مفصل طور پر بیان کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ شہادۃ بھی دلیل ہی کی ذیل میں آتی ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب کے سامنے کوئی بات کھول کر بیان کی جائے تو

اس کا ذہن الجھل میں پڑ جاتا ہے۔ جب وہی بات مختصر طور پر مثل کے ذریعے سے سمجھا دی جائے تو اسے آسانی سے سمجھ لیتا اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ مثل کے لئے کبھی کلمہ قسم بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا طرز بیان ایسی کلمہ قسم کا ہے وہ کبھی تو دلیل بیان کرتا ہے کبھی مثل سے کام لیتا ہے اور کبھی مثل کے لئے کلمہ قسم ہی استعمال کر کے ایک حقیقت مخاطب کے ذہن نشین کر دیتا ہے۔

اسلامی قانون یہ ہے کہ جو فرقہ دلیل نہ لائے وہ قسم کھاتا ہے۔ اس موقع پر قسم سے مراد یہ ہوتی ہے کہ قسم کھانے والا اپنے سچا ہونے پر اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب ہے بطور گواہ پیش کرتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا۔ اس قسم کی شہادت ایک دیندار مسلمان سے یقیناً قبول کر لی جاتی ہے لیکن اسلام اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو حقیقی معنوں میں علم غیب حاصل ہے اور اسے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ جھوٹے کو اس کے جھوٹ کی سزا دے۔ ان معنوں میں بے شک یہ درست ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہوتے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ جس کی میں قسم کھا رہا ہوں۔ وہ ہر قسم کا ذاتی علم غیب بھی رکھتا ہے اور مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں خدا تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں وہ تمثیل کے لئے ہیں اور جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں وہ بطور گواہ یا مثل پیش کی گئی ہیں۔ چنانچہ اس سورت میں ”عصر“ (زمانے) کو اسی غرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

عصر کے معنی ہیں وقت جس کے ساتھ گزرنے کا تصور بھی ہو، یعنی گزرنے والا زمانہ۔

زمانے کے گزرنے سے معاشرے میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں یہ ضروری نہیں ہے وہ صلح اور صحیح ہی ہوں۔ بعض غلط کار لوگوں کے اثر سے بڑی تبدیلی (Absolutetime) بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ معاشرے کی یہ غلطیاں اور غلط کاریاں ملام اعلیٰ کی سکرین (Screen) پر غلط رنگ کا اظہار کرتی رہتی ہیں اور ملام اعلیٰ کے فرشتے اس رنگ کے بدلے جانے

۱۔ جب زمانے کے ساتھ گزرنے کا تصور نہ ہو اور مطلق زمانہ مراد ہو تو اسے دہر کہتے ہیں۔

کے لئے ذات باری سے دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب حکمت الہی چاہتی ہے کہ معاشرے میں انقلاب آئے۔۔۔۔۔ اور اس ”چاہنے“ کے خاص قاعدے اور اصول ہیں۔۔۔۔۔ اس وقت معاشرے میں انقلابی قوتیں ابھرنے لگتی ہیں۔  
اللہ تعالیٰ کی اس شان ربوبیت کے متعلق حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں کہ:

(انسان کی تخلیق کے بعد نوع انسان کی تربیت کا دور شروع ہوا) اس مرتبے میں ربوبیت الہی دو شعبوں میں تقسیم ہو گئی۔

① ربوبیت کے وہ احکام جن پر زمانے کے تغیر و تبدل کا کوئی اثر نہیں پڑتا مثلاً احوال و افعال و اخلاق جیسے نطق انسانی، اس کی ہنسنے کی علت، اس کی جرأت اور کیاست اور معاشرہ انسانی کے لئے ضروری ارتباطات اور تہذیب کے اصول جو انسانوں کو اسی طرح طبعی الہام کے ذریعے سے ملتے ہیں جیسے شد کی کمی یا چڑیا کو۔

② ربوبیت کے وہ احکام جو زمانے کے بدلنے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں ان تبدل ہونے والے احکام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان صورت نوعیہ انسانیہ کے ساتھ تشبہ قائم رکھے جو ان ادوار و اعصار کے ساتھ مقرون ہے اور تہذیب کے اصول کو زمانے کے لئے لباس میں مناسب صورتوں میں پیش کرے۔

مطلب یہ ہے کہ انسانیت کے دو حصے ہیں۔ 1۔ بنیادی انسانیت، جس میں کبھی بھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ 2۔ دوسرے انسانیت کے وہ پہلو جو محور زمانہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں یہ تبدیلی اگر اچھی ہے تو ”بہنا“ ورنہ اسے تبدیل کر کے حقیقی انسانی پہلو کی طرف لانا ہوگا۔ روح عصر (Zeitgeist) یعنی ملاء اعلیٰ کے فیصلے انسانی معاشرے میں ان انسانوں کے ذریعے سے پھیلتے رہتے ہیں جو حساس ذہنوں کے مالک ہوتے ہیں اور جب معاشرتی تبدیلیوں کے خراب پہلو غالب آجاتے ہیں تو ایک بڑا انقلاب آکر معاشرے کی حالت تبدیل کر دیتا ہے جو لوگ معاشرے کے اندر غلط تبدیلیوں کا سدباب کرنے کی جدوجہد نہ کریں وہ بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور جو غلط تبدیلیاں کر کے اپنے مفادات کو ترقی دیتے ہیں وہ بھی آخر نقصان اٹھاتے ہیں۔

زمانے میں یہ تبدیلیاں ہمیشہ آتی رہی ہیں اور ہمیشہ آتی رہیں گی۔ ہمارے خیال میں عصر کے اس تصور کا ایک پہلو تاریخ بھی ہے جو گزرے ہوئے زمانے کے واقعات کے



مجموعے کا نام ہے۔ گویا اس آیت میں تاریخ ہی کی شہادت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔  
تاریخ کی شہادت پیش کرنا اعلیٰ درجے کا علمی استدلال ہے۔ البتہ جو لوگ  
تاریخ کی اہمیت نہیں سمجھتے وہ اس استدلال کی اہمیت کو بھی پوری طرح سے  
سمجھ نہیں سکتے۔ خود قرآن حکیم گزشتہ اقوام کے حالات سے بھرا پڑا ہے اور وہ  
بار بار کہتا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ  
الْمُكَذِّبِينَ (الأنعام 6: 11)

”یعنی مختلف ممالک میں چل پھر کر دیکھو کہ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت  
سے منہ موڑا، ان کا انجام کیا ہوا۔“

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝  
انسانی تاریخ گواہ ہے کہ انسان یقیناً گھٹنے میں ہے۔

روح عصر (Spirit of the Age) کے ان اثرات کے ظہور کے وقت انسان کی  
حکمت عملی کا تقاضا کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ اس وقت حق قائم کرنے کے لئے  
اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور عملی جدوجہد شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے سوا ہلکی تمام انسان  
نقصان اٹھاتے ہیں وہ لوگ بھی جو ارتحال میں جلا ہو جاتے ہیں اور وہ بھی جو ارتحال میں  
جلا نہ ہوتے ہوئے انقلاب کے لئے نہیں اٹھتے۔

نہن و مکن کی یہ وہ معاشرتی حقیقتیں ہیں جن کی طرف قرآن حکیم نے پہلی مرتبہ  
انسان کی توجہ دلائی ہے اور انسان کو آئندہ کیا ہے نہانے کی تسخیر کر کے اسے اپنی منزل کی  
طرف چلنے پر مجبور کر دینا بھی انسانی شرف ہے۔

## انقلاب کے عملی اصول

قرآن کہتا ہے کہ جب سے انسانی تاریخ لکھی گئی ہے اس پر نظر ڈالو، تم دیکھو گے کہ  
وہ اس امر کی ناقابل تردید شہادت بہم پہنچاتی ہے کہ جب تک کسی انسانی اجتماع میں چار  
باتیں جن کا ذکر آگے آتا ہے پیدا نہیں ہو سکتیں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اسی طرح وہ ان کے  
بغیر آئندہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔

وہ چار باتیں یہ ہیں:-

1- الَّذِينَ آمَنُوا جنہوں نے ایمان اختیار کیا۔

## ”نظریہ“ اور ”ایمان“

اس آیت میں ایمان سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ جب تاریخ عالم کی شہادت پیش کی گئی ہے تو ایمان کے معنی بھی وہی لئے جانے چاہئیں جو دنیا کے تمام دینوں میں اصولی طور پر مانے جاتے رہے ہیں۔

مولانا محمد قاسم فرماتے ہیں کہ ”جب تم کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اس کی نیت یا ارادہ کرتے ہو۔ اگر کوئی شخص یہ نیت یا ارادہ کر لے کہ میں اللہ کے سب حکموں کی تعمیل کروں گا تو یہ جامع نیت ایمان ہے۔“

جن لوگوں نے قرآن حکیم کو مانا یا اس سے پہلے جنہوں نے تورات یا انجیل کو تسلیم کیا انہوں نے ان کتب الہیہ میں معین اصول پائے اور ان اصولوں کو مان کر ان پر عمل کرنے کی پختہ نیت بنی اور انہیں انسانی اجتماع میں قائم کرنے کے لئے اپنا جان و مال تک قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسے ان کا ”ایمان“ کہا جائے گا۔ لیکن جن انسانی گروہوں میں ایسی الہامی کتابیں موجود تھیں ان کے اندر حکمائے الہی کی کوششوں سے جو صحیح علم آیا جس نے انہیں خدا پرستی کی راہ پر لگایا اور انہوں نے اسے تسلیم کر کے اس کے مطابق کام کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس کی خاطر اپنا جان و مال قربان کرنے کا تہیہ کر لیا تو یہ ان کا ایمان ہو گا۔

اسلام نے ایمان کا جو مختصر اور جامع فارمولا پیش کیا ہے وہ یہ ہے:

أَمِنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ  
أَحْكَامِهِ أَقْرَأُ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقًا بِالْقَلْبِ

یعنی میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا بھی وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے اور میں نے ذہن سے اقرار اور دل کی تصدیق سے اس کے تمام احکام قبول کر لئے۔

پس قرآن کہتا ہے کہ کسی اجتماع کے کامیاب ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے افراد کے دلوں میں صحیح علم کو اپنی جان و مال کی قربانی کے ذریعے سے قائم کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جو جماعت ایسے لوگوں سے بنی ہوئی نہ ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی اور نہ کبھی کامیاب ہو سکتی ہے۔

## فلسفہ ولی اللہی کی بنیاد

امام ولی اللہ دہلویؒ نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ تمام الہامی شریعتوں کا موضوع انسانیتِ عامہ ہی رہا ہے۔ یعنی یہ تمام شریعتیں انسانی فطرت کی ترجمانی کرتی تھیں اور اسی کے تزکیے اور ترقی کے لئے آئی تھیں۔ مختلف شریعتوں میں جو ظاہری اختلاف نظر آتا ہے یہ ان قوموں کے لحاظ سے ہے جن میں وہ آئیں، ورنہ حقیقت میں ان سب شریعتوں کی یہ انسانی فطرت ہی کی ترجمانی کی گئی ہے اور سب میں مشترک امر یہی انسانیتِ عامہ ہے۔

اس لحاظ سے ہم نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے اسے یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایسے صحیح عقائد یعنی ترقی بخش نظام معنوی کا مالک نہ ہو، جن کی بنیاد انسانی فطرت پر ہو اور وہ ان عقیدوں کو عمل میں لانے کے لئے اپنا نصب العین اس طرح سے نہ بنائے کہ وہ ان پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو آمادہ ہو جائے اس وقت تک وہ کامیابی کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔

چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

وَيَجِبُ بَذْلُ الْجُهْدِ عَلَى أَهْلِ الْأَرْوَاحِ الْكَلْبِيَةِ فِي إِشَاعَةِ الْحَقِّ وَتَمْشِيَتِهِمْ وَإِخْمَالِ الْبَاطِلِ وَصَدِّهِمْ فَرُكَمَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا بِمُخَاصَّاتٍ أَوْ مُقَاتَلَاتٍ فَيُعَدُّ كُلُّ ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْبِرِّ (عبد اللہ البلقہ جلد اول ص 50 طبع دور محمد کراچی)

”یعنی جو لوگ اجتماعی رنگ میں سوچتے ہیں ان کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ حق کی اشاعت کرنے اور اسے چلانے میں اور باطل کو مٹانے اور اسے روکنے میں اپنی پوری پوری کوشش صرف کریں لیکن یہ اکثر ممکن نہیں ہوتا جب تک حق کی حقانیت اور باطل کی ظلمی دلائل و براہین کے ذریعے ثابت نہ کر دی جائے یا باطل کے مٹانے اور حق کے قائم کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کے ذریعے سے قتل نہ کیا جائے اس وقت ان میں سے ہر ایک بہت بہترین نیکی شمار ہوتی ہے۔“

غرض کامیابی کے لئے کوئی بلند نظریہ یا نصب العین قائم کرنا ضروری ہے جسے ایمان کا

درجہ دیا جاسکے۔ مسلمانوں کا انقلابی نصب العین قرآن حکیم کی تعلیمات ہیں جنہیں خیر القرون (نمونہ کا دور) میں عمل میں لا کر دکھایا جا چکا ہے اور وہی نمونہ ہمیشہ کامیابی کا معیار ہے۔

## تاریخ کی شہادت

کیا تاریخ سے کوئی شہادت پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی شخص یا جماعت نے کوئی جامع نظریہ "ایمان" اختیار کئے بغیر کامیابی حاصل کی ہو؟

2- وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور صلح اعمل کئے)

عمل صلح کیا ہے؟ : بدن انسانی کی ہر وہ حرکت و سکون جو انسان کے ایمان کے مطابق ہو اور اس کی عقل و تخیل کے لئے ہو، عمل صلح ہے۔

عمل کی صالحیت کا مدار : اصل میں کسی عمل کا اچھا یا برا ہونا اس کی ظاہری شکل کے اعتبار سے اتنا نہیں ہوتا جتنا اس کی روح کے لحاظ سے اور کرنے والے کی اس نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے جو اسے عمل پر اکساتی ہے۔ مثلاً دنیا کی تمام قوموں میں یہ مانا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بہت اچھا فعل (عمل صلح) ہے۔ گو ہر ایک قوم میں عبادت کی صورت الگ الگ رہی ہو۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کا قرب حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری ہے۔ یہ قرب حاصل کرنے کا جذبہ ہی عبادت یا صلوة کی اصل روح ہے اب اگر یہی عبادت صرف دکھلوے کے طور پر کی جائے تو سب سے برا عمل تصور کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآؤْنَ ۝ (64:107)

افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز سے بے خبر صرف دکھلوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔

ایسے ہی کسی انسان کو مار ڈالنا بظاہر کتنی بری بات معلوم ہوتی ہے سب قوموں کے عقل مند لوگ اسے برا کہتے ہیں اور کہتے آئے ہیں لیکن جب حق کی حمایت میں مرنے اور مارنے کی نوبت آجائے یا کمزور انسانوں کو ظلم سے بچانے کی ضرورت پڑ جائے تو کوئی شخص

بھی قتل کرنے سے انکار نہیں کرتا بلکہ اس وقت انسانی قتل کو بہت قتل تعریف قتل سمجھا جاتا ہے۔

پس جو کلمہ انسان کے ایمان کے مطابق ہو اور اس نیت سے کیا جائے کہ سب انسانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے وہ عمل صالح ہے۔

## ”ایمان“ اور عمل صالح کا تعلق

اصل میں ایمان بڑا ہے عمل کی۔ جب تک بڑا زندہ ہے۔ درخت زندہ ہے جب بڑا مرجاتی ہے درخت خود بخود مر جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں ایمان انفرادی اور اجتماعی کاموں کی بنیاد ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے:

1- أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ (العنکبوت 2:29)

”کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی جانچ نہ ہوگی۔“

2- أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ○ (ال عمران 3:142)

”کیا تمہیں خیال ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا جو تم میں لڑنے والے ہیں اور معلوم نہیں کیا جو ثابت قدم ہیں۔“

3- سورۃ توبہ میں منافقین سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے کہ:

وَقُلْ اْعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ○ (105:9)

”اور کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان تمہارے کام کو دیکھ لیں گے۔“

4- اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عملیت ان کے عملوں کی وجہ سے کرتا ہے نہ کہ ان

کے صرف اقوال کی وجہ سے: وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام 6: 127)

5- اور اصلی مومنوں کے اہل یہ بتائے گئے ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آؤُوا  
وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (الافغل 8: 74)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے  
اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔“

6- اجتماعی طور پر اقوام کا امتحان بھی عمل کے مطابق ہوتا ہے محض عقیدوں کی بناء پر

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونََ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ  
ثُمَّ جَعَلْنَاكَ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ  
تَعْمَلُونَ (یونس 10: 13-14)

”اور ہم یقیناً تم سے پہلی جماعتوں کو جب انہوں نے ظلم کیا، ہلاک کر چکے ہیں۔  
حالاںکہ انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانی لائے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہ  
ہوئے۔ ہم مجرموں کی قوم کو اسی طرح سے سزا دیا کرتے ہیں پھر ان کے بعد ہم نے  
تمہیں زمین میں خلافت دی۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح سے عمل کرتے  
ہو۔“

آخر میں قرآن حکیم نے یہ قطعی اور حتمی قانون فطرت بیان کر دیا ہے کہ:  
لَيْسَ بِأَمَانَتِكُمْ وَلَا أَمَانَتِي أَهْلُ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ  
سُوءًا أَوْ يَجْزِبْهُ وَلَا يَحْتَلْهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا يَصِيرَ  
وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذِكْرِ أَوْ أَنْتَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی کی اصطلاح میں خلافت سے مراد بین الاقوامی حکومت ہے۔ (مجتہد الہدای ص ۷)

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ○ (نساء: 123-124)

”مردار نہ تمہاری امیدوں پر ہے نہ اہل کتب کی امیدوں پر جو کوئی برا کام کرے گا سزا پائے گا اور اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے گا اور جو کوئی اچھے کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا حق تل بھر بھی ضائع نہ ہوگا۔“

خلاصہ یہ کہ ایمان قائم کرنے کے بعد اگر نتائج نکل سکتے ہیں تو فقط عمل سے اُمّ لِإِلَٰهٍ نُسَارِنَ مَا تَمَسَّتْ (24: 53) کیا انسان کو صرف کسی چیز کی تمنا کر لینے ہی سے وہ مل سکتی ہے؟ نہیں بلکہ قاعدہ صرف یہ ہے کہ بَلَيْسَ لِلِإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (53: 39) یعنی انسان کو وہی یا اتنا ہی ملتا ہے جو یا جتنا وہ خود عمل کرتا ہے۔ غرض ایمان عمل کی بنیاد ہے اور عمل ایمان کا نتیجہ، ایمان ایسا ہونا چاہیے جو عمل پر اُکسائے اور عمل وہ ہو جو ایمان کے مطابق ہو۔

تاریخ کی شمولیت : اب تاریخ پر نظر ڈالو کیا اس میں ایک بھی شمولیت یا مثل ملتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی اجتماع میں لوگوں نے اچھے عقیدے یا صحیح علم کو اپنا ایمان تو بنا لیا لیکن انہوں نے اپنی پوری زندگی اپنے ایمان کے مطابق نہ ڈھالی پھر بھی وہ اپنے ایمان کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گئے؟ تاریخ کے سارے ورق الٹ جاؤ اس کی ایک مثال بھی نہ پاؤ گے۔ البتہ تاریخ انسانی سے جو حقیقت بلا تردید ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ کامیاب وہی لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے مطابق کام کیا اور اسے اجتماع میں غالب کرنے کے لئے سر دھڑکی بازی لگا دی۔ پس ایمان کے مطابق کام کرنا اور سر دھڑکی بازی لگانا ہی اصل میں عمل صالح ہے۔ اور ہمیشہ کامیابی اسی سے حاصل ہوئی ہے اور اسی سے حاصل ہوگی۔

3- وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وہ آپس میں حق کی تلقین کرتے ہیں۔

### الحق کیا ہے؟

بنیادی طور پر حق میں پہنچل اور ثبوت کے معنی پائے جاتے ہیں جب تک کوئی بات صرف علم کے درجے تک ہے ضروری نہیں کہ وہ عمل پر اُکسائے لیکن جب کسی بات کا علم یقین کے اس درجے تک پہنچ جائے کہ وہ عمل صالح پر بھی اُکسائے تو وہ حق بن جاتا

ہے۔ اسی طرح جب ایمان انسان کے ہر عمل کی بنیاد بن جائے اور وہ اس کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہ کرے بلکہ یہ محسوس کرنے لگے اگر یہ ایمان کسی طرح میرے دماغ میں سے نکل لیا گیا تو میں مری جاؤں گا اس وقت وہ ایمان حق کا درجہ حاصل کر لیتا ہے یہی وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنے ایمان میں امن اور اس کے مطابق عمل کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے میں راحت پاتا ہے۔

## پارٹی کی ضرورت

اگر کوئی شخص کسی عقیدے یا صحیح علم کو اپنا ایمان بنائے اور اس کے مطابق عمل بھی کرے اور اپنا جان و مال اور سب کچھ اس پر قربان کر دینے کا پختہ ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ اجتماع میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو نہ ملے جن کا ایمان اس کے اپنے ایمان جیسا ہو اور پھر وہ سب مل کر اپنے مشترک ایمان کی تکمیل کے لئے پوری پوری اور انتہائی جدوجہد کریں اور اگر اپنے میں سے کسی کے ایمان یا عمل میں کمزوری یا کوتاہی پائیں تو اسے ایمان پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کریں۔<sup>2</sup>

## پروپیگنڈے کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ حق کی اشاعت کرنا ہی وہ ذریعہ ہے جس سے وہ اجتماع میں پھیلتا ہے اس سے پارٹی پیدا ہوتی ہے اور ترقی کرتی ہے جب تک حق کی حمایت میں قربانی دینے والی جماعت (پارٹی) پیدا نہ ہو جائے۔ اجتماع میں حق قائم ہو ہی نہیں سکتا، تاریخ ایسی مثالیں تو پیش کرتی ہے کہ ایک اولوالعزم نبی جانفروش افراد کی جماعت ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہا لیکن وہ ایسی کوئی مثال پیش نہیں کرتی کہ ایک صالح عمل صاحب ایمان فرد

۱۔ کیونکہ جب کوئی تعلیم محض علم کے درجے سے نکل کر سوسائٹی میں گڑ جاتی ہے وہ مضبوط ہو جاتی ہے۔  
۲۔ یہ عمل تو اسی بالحق ہے اس عمل میں کبھی کسی بات کے کرنے کا حکم دیا جائے گا اور کبھی کسی بات کے کرنے سے روکا جائے گا اس لحاظ سے قرآن حکیم میں اسے امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی کہا گیا ہے۔



تن تمام جماعت کے بغیر حق کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْإِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْأُمَمَ عَلَى مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتَاجُ إِلَى  
أَصُولٍ أُخْرَى غَيْرِ الْأَصُولِ الْمَذْكُورَةِ فِيمَا سَبَقَ مِنْهَا أَنْ يَدْعُوا  
قَوْمًا إِلَى السُّنَّةِ الرَّاشِدَةِ وَيُزَكِّيَهُمْ وَيُصْلِحَ شَأْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَلَّصَهُمْ  
بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِمْ فَيُجَاهِدُهُمْ أَهْلَ الْأَرْضِ وَيُفَرِّقَهُمْ فِي الْأَفَاقِ  
وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (3: 110)  
وَذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا الْإِمَامَ نَفْسَهُ لَا يَتَأَتَّى مِنْهُ مُجَاهِدَةٌ أُمَّةٍ غَيْرِ  
مَحْصُورَةٍ (بجہ اللہ البالغہ جلد اول ص 118)

یعنی اس امام کو جو تمام قوموں کو ایک ملت پر جمع کرے ان اصولوں کے علاوہ جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اور اصولوں کی ضرورت ہے ان اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پہلے ایک جماعت کو صحیح پروگرام کی دعوت دے، انہیں (ان کی غلط کاریوں سے) پاک کرے پھر ان کی حالت کو درست کرے اور پھر انہیں اپنا آلہ کار بنائے اور ان کی مدد سے تمام دنیا سے جنگ کرے اور انہیں دنیا بھر میں (دعوت و تبلیغ کے لئے) پھیلا دے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس آیت کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے) کا یہی مطلب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امام تن تمام قوموں سے لڑ نہیں سکتا۔

۱۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں کئی جگہ مَحْتَدِّ رَسُولِ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (29: 48) (محمد ﷺ اور ان کے ساتھی) آیا ہے۔ یعنی آپ کی کلمہ پالی کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے بلکہ ایک جگہ تو مرتبہ لفظوں میں ہم دیا گیا ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدْوِّ وَالْعُرْشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ (سورہ کہف 28: 18) یعنی تو صرف ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں۔ وہ صرف اس کی رضا کے طالب ہیں اور تیری آنکھیں انہیں چھوڑ کر نہ دوڑیں۔

آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی اس آیت کی مکمل تفسیر ہے۔

## تاریخ کی شہادت

اب پھر انسانی تاریخ پر نظر ڈالو اور دیکھو کیا ایک مثل بھی ایسی ملتی ہے کہ ایک شخص ایمان اور عمل صالح کے باوجود اپنے ساتھ اپنے جیسے ہم خیال لوگوں کو جمع کئے بغیر اکیلا اور تنہا اجتماع میں اپنے ایمان کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گیا؟ تاریخ اس کی ایک مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔

4- وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وہ آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

### ”صبر“ کیا ہے؟

جب انسان اپنے ایمان کے مطابق کام کرتا ہے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی راہ میں بے شمار مشقتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں وہ انہیں جھیلتا ہے ان کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنے ایمان پر مروانہ وار ڈٹا رہتا ہے۔ یہ صبر ہے۔

### کفر کیا ہے؟

اگر رکھو نہیں زیادہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان آگے قدم نہ بڑھائے اور ٹائم مارک (Mark Time) کرتا رہے لیکن مشکلات سے گھبرا کر شکست مان لینا اور اصول سے پیچھے ہٹ جانا ہرگز جائز نہیں، ایماندار آدمی کا صرف ایک کام ہے، فرض ادا کرتا ہوا جان دے دے یا ٹائم مارک (Mark Time) کرے اور جب آگے بڑھنے کا موقع پیدا ہو فوراً قدم آگے بڑھائے۔ اصول سے پیچھے ہٹ جانا اور اپنے ایمان کا انکار کر دینا کفر ہے جو شخص کسی حالت میں بھی پیچھے ہٹ جانے کو جائز سمجھ لیتا ہے وہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایمان والوں کے اجتماع کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اپنے جس ساتھی کو پھسلتا یا کمزور ہوتا پائیں اسے سہارا دے کر گرنے سے روکیں صرف اسی صورت میں اجتماع کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کسی اجتماع میں جو ایمان کسی نظریے پر قائم ہوا ہو اس میں دوجہ سے کمزوری آسکتی ہے:

(الف) اس میں ضرورت کے مطابق ملی اشتراک نہ ہو اور دولت سارے اجتماع میں چکر لگانے کی بجائے ایک چھوٹے سے طبقے میں بند ہو کر رہ جائے اس حالت میں ایک بہت بڑا طبقہ تیار رہ جاتا ہے اب اگر مالدار لوگ خود داویش دیتے رہیں اور اپنے تلوار ساتھیوں

کو ایمان پر قائم رہنے اور قربتیں دینے کی تلقین کرتے رہیں تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ بدلتی بدھتی ہے جس سے دشمن کو ریشہ دوانیاں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔  
اجتماع کی اندرونی پچھلی اور مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع پیداوار کی تقسیم اس طرح سے ہو کہ سارے اجتماع کی طبعی بنیادی ضرورتیں یعنی خوراک، لباس، مکان، تعلیم، صحت وغیرہ پوری ہوتی رہیں اگر ایسا نہ ہو تو عوار افرلو اپنی ان ضرورتوں کے پورا کرنے میں اتنے پھنس جاتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی تکمیل سے قاصر رہ جاتے ہیں اور ہوتے ہوتے وہ اس تحریک سے بالکل ہی کٹ جاتے ہیں اس طرح سے تحریک مرجاتی ہے۔

امام دلی اللہ دہلویؒ ایرانی اور رومی شمسیتوں کی بربادی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان ملکوں کے ملداد طبع اپنی عیش سلتیوں کے لئے کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر بڑے بڑے ٹیکس لگاتے رہتے تھے تو:  
جَعَلُواهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَمِيرِ وَالْبَقَرِ يُسْتَعْمَلُ فِي النَّضْجِ  
وَاللِّبَاسِ وَالْحِمَارُ وَلَا تُقْتَلُ إِلَّا لِيُسْتَعَانَ بِهَا فِي الْحَاجَاتِ ثُمَّ  
لَا تُنْرَكُ سَاعَةً مِنَ الْعَنَاءِ حَتَّى صَارُوا أَلَا يَرْفَعُونَ رُؤُسَهُمْ إِلَى  
السَّعَادَةِ الْآخِرَةِ أَصَلًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لِكُلِّ (عجۃ اللہ البلاغ ج ۱ ص ۱۰۵/۱۰۶)

”انہیں گدھے اور تیل بنا چھوڑتے تھے جنہیں آپہاشی کرنے فصل کاٹنے اور گانے اور اپنی حاجتیں پوری کرنے میں استعمال کے لئے زندہ رکھتے تھے انہیں محنت مشقت سے ایک دم کی بھی فرصت نہ ملتی تھی کہ آخرت کی سعادت پر غور کر سکتے۔ رفتہ رفتہ ان میں ان امور پر غور کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی تھی۔“

(ب) اس میں علمی اشتراک نہ ہو یعنی جس عقیدے یا صحیح علم کو ایمان بنایا گیا ہے اس کے متعلق اجتماع کے ہر ایک رکن کو کم سے کم ضروری معلومات پوری طرح سے حاصل نہ ہوں بلکہ چوٹی کے چند لیڈر ہی تحریک کا علم رکھیں اور وہی پالیسی بنائیں اور عوام اس علم سے محروم ہوں اور پارٹی کے چلانے میں ان کا کوئی ہاتھ نہ ہو یہ براہمن ازم (Brahmanism) ہے۔ اس صورت میں دشمن کا پروپیگنڈہ سخت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ وہ پہلے تو جاہل لوگوں کے دلوں میں ایمان کے متعلق دوسرے پیدا کرتا ہے پھر دوسرے

بڑھتے بڑھتے شک میں بدل جاتا ہے اور پھر ہوتے ہوتے شک انکار کی شکل اختیار کر لیتا ہے کبھی دشمن دشمن مل یقین لوگوں کو اندرونی انتشار پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے لیکن اگر ہر شخص کو ضروری علم حاصل ہو تو کوئی بھی دوسرے میں جھٹلا نہیں ہوتا اور تحریک دشمن کے فکری حملے سے محفوظ رہتی ہے۔

غرض مشکل حالات میں افراد کو ایمان پر قائم اور عمل پر آمادہ رکھنے کی عملی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اجتماع میں افراد کی ضرورت کے مطابق ملی اشتراک ہو اور ضروری علم عام ہو، کوئی شخص نہ بھوکا نکلا رہے اور نہ جھل اور بے خبر۔

## مساوات

جب اجتماع میں بقدر ضرورت ملی اور عملی اشتراک پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں ہر فرد کی بدنی اور عقلی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں کمزوروں کی خبر گیری اور خالصوں کی سرکوبی کا نظام مضبوط ہوتا ہے اس وقت اس اجتماع میں لیڈر شپ صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو عوام کی خدمت کرنے میں سب سے آگے اور عدل و انصاف قائم رکھنے میں سب سے زیادہ فکرمند ہوتے ہیں۔

## تاریخ کی شہادت

اب تاریخ انسانی پر ایک نظر ڈالو! کیا اس کے اوراق اپنے اندر اس کی ایک مثال بھی رکھتے ہیں کہ کسی بلند نظریے پر پارٹی بن جانے کے بلوجود اس کے افراد میں ایمان اور عمل صلح بھی موجود ہوں وہ پارٹی استقامت کے ساتھ کام کرنے اور اندرونی ملی اور عملی اشتراک کے بغیر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہو؟

## انقلابی جماعت اور منافقین

”لیکن وہ نصب العین یا مقصد جسے ایمان بنا لیا گیا ہے بالکل صاف واضح اور معین ہونا چاہئے کیونکہ اسی صورت میں افراد پارٹی میں شامل ہو کر متحدہ طور پر کام کر سکتے ہیں۔ اگر نصب العین معین نہ ہو تو ہر شخص اپنے اپنے مطلب کے معنی لے گا اور وہ نصب العین ہی جماعت (پارٹی) کے انتشار فکر کا باعث بن جائے گا۔ تاریخ اس امر کی بیسیوں مثالیں پیش کر سکتی ہے کہ نصب العین واضح نہ ہونے کے سبب سے پارٹی ہمیشہ اختلافات کی آماجگاہ بنی رہی اور وہ اپنے نصب العین کو عمل میں نہ لاسکی۔ تاریخ اسلام میں اس کی

مثل خوارج کی ہے جن میں نصب العین کی ترجمانی کے اختلافات پیدا ہوتے رہے اور یہ جماعت اپنی مستقل حکومت پیدا نہ کر سکی۔

کوئی نصب العین جتنا واضح اور معین ہو گا اتنا ہی اس پر ایمان لانے والے اس کی خاطر جان دینے پر زیادہ آمادہ ہو سکیں گے اور جتنا غیر معین اور مبہم ہو گا اتنا ہی فرار کی راہیں کھلیں گی اور لوگوں کو جان و مال بچانے کا موقع ملے گا۔ ظاہر ہے کہ جس تحریک میں جان و مال بچانے کا موقع مل جائے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نصب العین تو معین ہے لیکن بعض وہ ارکان جو اپنے ذاتی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے دلوں میں کچھ ہوتا ہے وہ ظاہر کچھ اور کرتے ہیں یہ لوگ منافق کہلاتے ہیں وہ مشکل ہی سے کامیاب ہوتے ہیں۔ انقلاب کی مرکزی جماعت (سنٹرل کمیٹی) کا فرض ہوتا ہے کہ انقلابی پروگرام کی ترجمانی میں ایسے لوگوں کو داخل نہ کرے اور کوئی داخل ہو چکا ہو تو اسے جس طرح بھی ممکن ہو غیر موثر بنا دے۔

بعض اوقات کم علم یا جاہل ارکان بھی نصب العین کو مبہم بنانے میں حصہ لیتے ہیں ان کی تعلیم کا پورا پورا بندوبست ہونا چاہئے تاکہ یہ لوگ نصب العین کے متعلق صحیح علم حاصل کریں اور لاعلمی میں ٹانگ ٹوٹیں مارتے نہ پھریں۔ ان دونوں صورتوں میں یعنی منافقوں اور جاہلوں کی موجودگی میں ساری جماعت کی علمی قوتیں ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے ان دونوں کا انسداد ضروری ہے۔“

### سورت کا خلاصہ

اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ گواہ ہے کہ انسان اجتماعی تحریک میں چار اصول اختیار کر کے ہی کامیاب ہو سکتا ہے:

① کسی ایسے عقیدے یا علم کو جس سے سارے اجتماع انسانی کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اپنا نظریہ جان کر کلام کرنا

② اس نظریے کے مطابق عملی زندگی بسر کرنا۔

③ اس نظریے پر ایک مضبوط جماعت پیدا کرنا۔

④ اس جماعت یا پارٹی کا انتشار پیدا کرنے والے بیرونی اور اندرونی حملوں سے محفوظ

ہو۔

(الف) بقدر ضرورت ملی اشتراک کے ذریعے سے اور

(ب) ملی اشتراک کے ذریعے سے۔

ان میں سے پہلی دو باتوں کا تعلق اجتماع کے ہر ایک فرد کی ذات سے ہے جب تک کسی فرد میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں یعنی وہ ایک مشترک نظریے کو قبول کر کے اسے ایمان نہ بنالے اپنی جان و مال اس پر قربان کرنے کے لئے وقف نہ کرے اور اپنی پوری زندگی اس نظریے کے مطابق بسر کرنے کا پختہ ارادہ نہ کرے۔ اس وقت تک وہ پارٹی میں جگہ نہیں پاسکتا۔

باقی دو باتیں اجتماع کے متعلق ہیں۔ یعنی پارٹی میں اندرونی اشاعت ہو تاکہ ہر رکن اس نظریے کو جسے سب نے ایمان بنالیا ہے اچھی طرح سمجھے اور اس پر قائم رہے۔ اور بیرونی پروپیگنڈا ہو جس سے پارٹی کے ارکان میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے نیز اس جماعت میں بقدر ضرورت ملی اور ملی اشتراک ہو تاکہ تمام افراد اطمینان قلب اور روشن دماغی کے ساتھ کام کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو ملی اور ملی مدد دیتے رہیں جس اجتماع میں یہ باتیں نہ ہوں وہ توڑ دینے کے لائق ہے۔

## انقلاب

یہ چھوٹی سی سورت قرآن حکیم کی انقلابیت کو پوری طرح سے واضح کرتی ہے اس میں انقلاب کے وہ اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے عمل کر کے قرآن حکیم کی حکومت قائم کر دکھائی۔ یہی وہ نمونہ ہے جس کی پیروی کرنے کا تمام انسانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ جیسے ریاضی کے چار ابتدائی قاعدے۔ ۱۔ نہ ریاضی کے ان قاعدوں کے استعمال سے کسی غلط نتیجے کے نکلنے کی توقع ہو سکتی ہے نہ انقلاب کے ان اصولوں کے استعمال سے کسی کے خلاف توقع نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ایسے ہی ریاضی کے ہر ایک قاعدے کے استعمال سے جو نتیجہ حاصل ہوتے ہیں وہ اسی قاعدے کے استعمال سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ کسی اور قاعدے کے استعمال سے نہیں ایسے ہی انقلاب سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور طریقے سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔

۱۔ یعنی حق، تفریق، ضرب، تقسیم۔

حقیقت میں انقلاب ایک طریق کار (Methodology) ہے جس کے تین حصے ہیں:

- 1- نصب العین (Ideal) 2- جماعت (Party) 3- لائحہ عمل (Programme) اس لحاظ سے اس سورت کا تجزیہ کیا جائے تو....
- الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ میں نصب العین معین کرنے کی ضرورت اور اس کے مطابق عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
- وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ میں جماعت کی ضرورت بتائی گئی ہے اور اس کے پیدا کرنے کا طریق بتایا گیا ہے۔
- وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں انقلاب کے عملی پروگرام یا لائحہ عمل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

نوع انسانی کی ساری تاریخ گواہ ہے کہ ان چار قاعدوں کے عمل میں لائے بغیر انسان کبھی حق کو قائم نہیں کر سکا اور تاریخ کا یہ مسلسل عمل ظاہر کرتا ہے کہ ان چاروں اصولوں پر عمل کئے بغیر کوئی جماعت کبھی حق کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تاریخ اسلام کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت یا زیادہ سے زیادہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک جو پچاس برس کا زمانہ ہے۔ وہ انقلاب کی یہ تمام شرطیں پوری کرتا ہے اس زمانے میں قرآنی نظام سیاست، معاشیات اور قرب الہی حاصل کرنے کے طریقوں کو غالب کرنے کا نصب العین معین شکل میں ان کے سامنے تھا وَالشَّيْقُونَ الْأَكْثَرُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (100:9) مہاجرین اور انصار میں سے ابتدائی مسلمان وہ مرکزی جماعت تھی جو حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کی رہنمائی کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی ضرورتوں کے مطابق فوجی لائحہ عمل مکمل کیا پہلے عرب پر قبضہ کر کے قومی انقلاب قائم کیا پھر ایران اور روم کے علاقوں پر قبضہ کیا اور پھر رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کی طرف بڑھے اور نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ: 2: 5) ”اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں۔“

آج بھی مسلم نوجوان انقلاب کے انہی اصولوں کو اختیار کر کے قومی اور بین الاقوامی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ ان اصولوں کو اختیار کئے بغیر وہ قرآن حکیم کو کبھی بھی کامیابی کے ساتھ کمال طور پر قائم نہیں کر سکا اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قرآنی اصول حیات کو قائم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم کا بین الاقوامی اور عالمگیر غلبہ ہی وہ مطمح نظر ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پارٹی کے سامنے رکھا اور جس کی کامیابی کی خاطر انہوں نے جان و مال کو شش کی آج بھی ہمارے نوجوانوں کے سامنے یہی نظریہ یہی نصب العین اور یہی مقصد حیات ہے۔ ان انقلابی اصولوں کے مطابق دین اسلام کا غلبہ دین کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دین اللہ کا غلبہ ایمان پر قائم کرنے کا عمل حضرت رسول اکرم ﷺ نے شروع فرمایا فقہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْأَمِّيْنُ حَتَّى دَانُوا بِالْإِسْلَامِ ”یعنی آنحضرت ﷺ نے عرب پر سیاسی غلبہ حاصل کیا یہاں تک کہ اہل عرب اس دین کے قانون کے مطمح ہو گئے۔

اس کے بعد بقول امام دلی اللہ دہلویؒ غلبہ اسلام کی دوسری منزل آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں نے طے کی اور اسلام کو ایرانی اور رومی سلطنتوں پر سیاسی غلبہ دیا۔ اب مسلمان نوجوان کا فرض ہے کہ وہ بھی پہلے اپنے وطن عزیز میں قرآن کا غلبہ قائم کریں اور اس کے بعد اسے دنیا بھر کی سب سے بڑی سیاسی و معاشی طاقت بنائیں تاکہ وہ انسانی قدریں دنیا میں قائم ہو سکیں جو وہ غالب کرنی چاہتا ہے۔ واللہ المستعان۔





# تفسیر سورہ الجمعہ

سورہ جمعہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## تفسیر سورۃ الجمعہ

(یعنی سورۃ ہے)

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

#### سورۃ الصف کے ساتھ ربط

رسول اللہ ﷺ کو اپنا بین الاقوامی پروگرام پورا کرنا اسی طریقے پر آسان تھا جس پر حضرت مسیح نے تورات کی اشاعت علم کی کوشش کی یعنی ہر قوم میں سے اپنے نظریات لانے والی جماعت تیار کر لی جائے اور وہی جماعت اپنی قوم کے مخالفوں سے لڑے اور اپنے پروگرام کو حاکمانہ شان دے دے۔ اگر ایک مرکز سے کوئی شمشاد اٹھے اور وہ ساری دنیا کو فتح کرتا پھرے (جیسے پہلے زمانے میں سکندریا اس سے بھی پہلے ذوالقرنین کے نمونے موجود ہیں۔ تو وہ کوئی دریا بین الاقوامی مرکز پیدا نہیں کر سکتا اور نہ اس طرح سے پیدا شدہ بین الاقوامیت پائیدار ہو سکتی ہے اگر اس قسم کے حاکموں کا پیدا ہونا ایک فکر کے عمومی غلبے کے لئے ضروری ہے تاکہ عام لوگوں کو یہ سمجھ آجائے کہ اس فکر میں کتنی طاقت ہے کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اس کے اظہار کے لئے وقتاً فوقتاً انسانیت میں بڑے بڑے اولوالعزم پلو شاد پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر ان کے ذریعے سے اوروں کی مستقل تربیت نہیں ہو سکتی۔

## قومی انقلاب سے قرآنی تحریک کو فائدہ

جیسے ایک شرکی تہذیب و اصلاح کے لئے اس شر کے ہر ایک خاندان کی اصلاح اسی حصے پر ہونی ضروری ہے اسی طرح ایک مملکت کی اصلاح جو انقلاب کا نتیجہ ہونی چاہئے اس مملکت کے تمام شہروں میں اس تہذیب کے مراکز قائم کئے بغیر نہیں ہو سکتی بین الاقوامی پروگرام کے لئے زبانوں سے علیحدہ ہونے والی قومیں ایک اکائی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اکائیوں کی اصلاح مستقل بنیادوں پر قائم ہونی چاہئے۔ اب یہ چیز قائم ہو جائے تو بین الاقوامی پروگرام دنیا کے سامنے صاف ہو کر آئے گا اور دیر تک چلے گا اس میں یہ طاقت آجائے گی کہ اگر اس کی تحریک میں کبھی عارضی کمزوریاں پیدا ہو جائیں تو اس کے اندر ہی سے انقلابی قوت پیدا ہو کر اس کمزوری کو دور کر دے اور اس تحریک کی اصلاح کر دے۔

### مضبوط مرکز کا نقصان

اگر قوموں کو کسی بین الاقوامی مرکز کے ساتھ اس طرح وابستہ کر دیا جائے کہ وہ بے دست و پا ہو کر رہ جائیں تو اس مرکز میں کمزوری آنے کے بعد ان میں انقلابی تحریک پیدا ہونا اور ان کا اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ناممکن مشکل ہو جائے گا ایک بڑے مرکز سے اقوام میں ایک پروگرام جاری کرنے سے اگر یہ فائدہ سامنے آتا ہے کہ تحریک بہت جلد پھیل جاتی ہے تو اس کے مقابلہ میں یہ خطرہ بھی پیش نظر آتا ہے کہ اگر اس مرکز میں خرابی آجائے تو اتنی بڑی قوموں کی اصلاح خطرناک طور پر مشکل ہو جائے گی اور پھر وہ خرابی انڈے کو بیچکے سے کر قوموں کو بہت دور تک گمراہ کر دے گی۔

### صحیح طریق عمل

اس لئے صحیح طریق عمل جو آج تک دنیا میں تجربے سے مفید ثابت ہوا ہے یہی ہے کہ ہر ایک قوم کے اندر اس کی ذہنیت کے مطابق اس کی زبان میں بین الاقوامی اتحاد کا مخزن جمع کر دیا جائے وہ قوم اپنے بھلے برے کا فیصلہ کرنے کے لئے خود مختار ہو اس طرح ایک پروگرام پر مختلف قومیں تیار ہو جائیں تو ان کو کس مرکز میں بیٹھ کر بین الاقوامی پروگرام کا مہماب بنالینا چنداں مشکل نہیں ہے۔

## بین الاقوامی مرکز

ہم اس بین الاقوامی مرکز کے لئے کوئی ایسی سرزمین تجویز نہیں کر سکتے جو کسی خاص قوم کے تمدن سے رتقین ہو اگر یہ بین الاقوامی مرکز کسی خاص تمدن قوم کے ہاتھوں میں آجائے گا تو وہ اپنے قوی پروگرام ہی کو بین الاقوامی درجہ دینے کے لئے اسے بری طرح استعمال کرے گی۔ اس لئے ہم حجاز کی سرزمین کو جو داوی فیروزی ذریعہ ہے اور جس کا بیت العلم اقوام میں حرم کا درجہ پیدا کر چکا ہے۔ بین الاقوامی مشلورت کے لئے بطور مرکز تجویز کرتے ہیں اور اس کی مرکزیت کو تمام دیگر مراکز پر راجع مانتے ہیں بشرطیکہ اس پر کسی خاص تمدن قوم کا غلبہ پیدا نہ ہو جائے اور حجاز اپنی فطری آزادی پر قائم رہے۔

سورہ صف کے آخری حصے کے مطابق حضرت مسیح کا جو طریق عمل بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمی مشن قائم کیا اس کی مثل سورہ الجمعہ میں آتی ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

## کیا خدا محتاج ہے؟

اہل علم کو اشاعت معارف کی جو دعوت دی گئی ہے اس میں اللہ ان کا محتاج نہیں ہے زمین اور آسمان کا نظام اس پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کام اپنی حکمت کے مطابق چلاتا ہے۔ وہ اس میں کسی کا محتاج نہیں ہے تو جو نظام وہ انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بھی وہ انسانوں کا محتاج نہیں ہو سکتا پھر وہ انسانوں سے کیوں کہتا ہے کہ وہ یہ کام کریں اور خدا کے لئے کریں؟ یہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو ترقی کا موقعہ دیا جائے۔ زمین و آسمان اللہ کی پاکیزگی کی شہادت دیتے ہیں اور ان کی سائنس ثابت کرتی ہے کہ اللہ ان صفات کا حامل ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ

(1) الملک (2) القدوس (3) العزیز (4) الحکیم۔

اس کائنات میں خدا تعالیٰ کے ان اسماء حسنی کا کامل ظہور ہو رہا ہے چنانچہ خدا کے سوا

کوئی شخص اپنے آپ کو حقیقی اور مطلق معنوں میں الملک (پوشلہ) نہیں کہہ سکتا ساری کائنات میں حکومت اور پوشلہ و اصل اللہ ہی کی ہے اسی طرح کوئی اپنے آپ کو میوب ظاہری و باطنی ہے قدوس (پاک) نہیں کہہ سکتا۔ کائنات صرف خدای کو کامل اور اکمل طور پر میوب سے پاک ثابت کرتی ہے ایسے ہی حقیقی عزت اور اس کے ذریعہ سے غلبہ صرف خدا کو حاصل ہے اور سب کی عزتیں اور غلبے اس کے غلبے اور عزت کے دھندلے نقوش ہیں۔ حکیم بھی حقیقت میں اللہ ہی ہے جو اس کائنات کا خالق باری اور معبود ہے وہی اس کائنات کے تمام اجزا اور ان کے باہمی ربط اور ان کی اندرونی روح سے واقف ہے پس حکمت کا مالک اصل میں اللہ ہی ہے۔

### ان صفات کے بیان کی غرض

اللہ تعالیٰ جو الملک القدوس العزیز اور الحکیم ہے ان صفات کے تقاضوں پر انسان کو ترقی دینا چاہتا ہے۔

#### ① الملک

اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی پوشلہ میں نیابت اور خلافت دینی چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جیسے اس کا حکم ملائک (فرشتوں) کے ذریعے سے آسمانوں میں پورا ہوتا ہے اسی طرح نوع انسان میں بھی اس کا حکم پاکباز فرشتہ خصلت انسانوں کے ذریعے سے پورا ہو۔

#### ② القدوس

خدا تعالیٰ قدوس ہے وہ تمام میوب سے پاک ہے اس کے نام کی جو حکومت قائم ہو اور اس کے نام سے جو تعلیم دی جائے اس میں بھی انسانی میوب پیدا نہیں بلکہ وہ جماعت جو اللہ کے نام کی حکومت پیدا کرے انسانی کمالات کا بہترین مظاہرہ کرے اور اس میں خدا کی قدوسیت کا رنگ (صفت اللہ) غالب ہو۔ دنیا کی حکمران جماعتوں میں جتنے میوب پائے جاتے ہیں یہ جماعت نسبتاً پاک ہو دنیا کی معظم جماعتوں میں جس قدر غلطیوں رائج ہو چکی ہیں۔ قدوسیوں کی یہ جماعت ان سے بھی پاک ہو یہ اللہ کا فشا ہے اور قدوسیت الہی کی مناسب ہے۔

### ③ العزيز

اللہ تعالیٰ ان قوموں کو جو قرآن حکیم کی تعلیم بلند کریں عزت دینی چاہتا ہے وہ اس تعلیم کے ذریعے سے دنیا میں غلبہ حاصل کریں گے اور آخرت میں مراتب رفیعہ پر فائز ہوں گے۔

### ④ الحکیم

عزت ایک دفعہ سیاسی یا فوجی غلبے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن اسے صدیوں تک سنبھالنے کے لئے حکمت کی ضرورت ہوتی ہے خدا اس جماعت کو حکمت بھی عطا کرنا چاہتا ہے تاکہ حکومت اور حکمت ان میں جمع ہو جائیں کسی قوم میں حکومت سنبھالنے کی طاقت اتنی ہی ہوگی جتنی اس میں حکمت ہوگی۔

### حکمت کیا ہے

فطرت انسانی کے جو طبعی تقاضے ہیں ان کی پوری سمجھ پیدا کرنا حکمت ہے یعنی افراد انسانی، اقوام اور امانف کے تقاضوں کو سمجھنا اور ان کے نوعی تقاضوں کے ماتحت لانا حکمت ہے افراد، اخص، اقوام اور امانف کے تقاضے غیر متبدل نہیں ہیں مگر انسانیت کے تقاضے مستقل اور غیر متبدل ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ لَا تُبَدِّلْ لِرَبِّكَ اللَّهُ اَنْ قَضٰوْنَ كُو سَمَحًا ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اِنْ قَضٰوْنَ كُو سَمَحًا ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ان تقاضوں کے مطابق قرآن کے احکام نافذ کرنا حکمت عمل ہے۔

اللہ چاہتا ہے کہ قرآن حکیم (بین و القرآن الحکیم) کے ذریعے سے انسانوں کو حکمت سکھائے پس خدا کی حکومت، قدوسیّت، عزت اور حکیمیت کا تقاضا ہے کہ ایک نئی ایسا پیدا ہو جو ساری نوع انسانی کو نوعی تقاضوں کا صحیح علم دے اور یہ علم منظم طور پر اہل دنیا کو سمجھا دے۔

## اَلْمَلِكُ الْقَتُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

۔ قرآن حکیم نے اپنی آمد کا فطرتی الفاظ میں بتایا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ (الصافات آیت 9، الفتح آیت 28)

اس کے لئے حزب اللہ کا قیام ضروری ہے جو قرآن حکیم کو اپنا پروگرام بنا کر آگے بڑھائے اور غالب کرے۔ حزب اللہ کے لئے سیاسی غلبہ لازم ہے ورنہ اس کا پروگرام دنیا میں چل نہیں سکتا۔ حزب اللہ کی تشکیل کا پروگرام سورۃ مجملہ سے شروع ہوتا ہے اور اسی سورت سے حزب اللہ کے غلبہ کی پیشگوئی کی جا رہی ہے۔ چنانچہ سورۃ مجملہ کے آخری حصے میں آیا ہے کہ

كَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا دنیا میں غالب آنا حتمی اور یقینی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اس لئے وہ اپنے رسولوں کی جماعتوں کو عزت دیتا رہتا ہے۔  
إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ وَلِرَّسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (سورۃ المنافقون آیت 8)

اس کے بعد سورۃ حشر میں آتا ہے:-

سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (1: 59)

یہ سورت بھی حزب اللہ کے سیاسی غلبہ کی پیشگوئی کرتی ہے جس کے لئے اس سورت (الحشر) میں حزب اللہ کے حربی پہلو کی تکمیل پر زور دیا گیا ہے۔ اس سورت کی ابتدائی آیت میں خدا تعالیٰ کی دو صفات العزیز اور الحکیم کا ذکر نہایت معنی خیز ہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ غلبہ حاصل کرے گا اور اس کے پروگرام کو زیادہ مستحکم اور پائیدار بنانے کے لئے اسے حکمت کی تعلیم دی جائے گی جس کے بغیر کوئی غلبہ مستقل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد المستمنہ میں حزب کے نظام کو اندرونی طور پر مضبوط بنانے اور تعلقات خارجہ کو استوار کرنے کے لئے ہدایت دی گئی ہیں۔ اس لئے اس سورت میں ”العزیز“ اور ”الحکیم“ کے اسمائے حسنی کے علاوہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔



اس کے بعد سورہ صف میں حشر کے مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے (یعنی حشر) میں حزب اللہ کے حربی اصولوں کی تفصیل پر زور دیا گیا ہے۔ توصف میں تیاری کے احکام دیئے گئے ہیں اور بنی اسرائیل کے قوی انقلاب کی مثال پیش کی گئی ہے اس لئے یہاں پھر ان اسمائے حقّی کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں غلبہ کا پہلو ظاہر ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

سَبِّحْ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾  
سورہ جمعہ میں غلبے کے اس پروگرام کو اور واضح کیا گیا ہے اور بنی اسرائیل کو بنی اسرائیل کی طرز پر نہ صرف قوی انقلاب کی دعوت دی گئی ہے بلکہ دوسری قوموں میں قوی انقلاب لانے کی دعوت دی گئی ہے اور بنی اسرائیل میں جن باتوں نے انقلاب کی روح پکلی تو ان کی توضیح بھی کر دی گئی اس لئے الحشر اور الصف میں خدا تعالیٰ کے جو اسماء حقّی آچکے ہیں۔ یعنی العزیز، الْحَكِيمُ، عَالِمُ الْغُیْبِ وَ الشَّهَادَةِ، الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، الْمَلِکُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهِیْمُنُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِیْقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ ان میں سے غلبہ ظاہر کرنے والے جامع اسماء حقّی یعنی الْمَلِکُ، الْقُدُّوسُ، الْعَزِیْزُ اور الْحَكِیْمُ کو سورہ جمعہ کا عنوان بنایا گیا ہے۔

(2) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖمْ وَیُزَكِّیْہُمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲﴾

چنانچہ خدا نے امتوں میں سے ایک انسان جن لیا اس کے اندر ایسی صفت اور علی مافی پیدا کی کہ وہ اس نہایت الہی کے پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

**نئی امتوں میں سے کیوں لیا گیا؟**

وہ ان پڑھ لوگوں میں سے لئے گئے۔

کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اہل کتب۔ اپنی فطرت غراب کر چکے ہیں۔ ان کے قلوب ٹھوک و ادہام کے گوارے بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت شناسی سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کو کوئی ہمت سمجھانا آسان نہیں ہے۔ کہ معظمہ ایک غیر متقدم مرکز ہے اور کسی خاص قوم کے تمدن کے زیر اثر نہیں ہے۔ اس لئے بھی یہ مرکز اس قتل ہے کہ صحیح اور صلح

تعلیم جو انسانیت کی اساس پر قائم ہو اس قوم میں پھیل سکے۔ اہل قریش اسلیحہ کی اولاد سے ہیں وہ قدیم روایات علیہ کے حامل ہیں۔ اگرچہ اس وقت جہالت کے باعث ان کی حالت اچھی نہیں ہے لیکن اوپر کے پردے کے نیچے صلح اور کارکن طاقت موجود ہے۔ وہ بین الاقوامی پروگرام اخذ کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں پھر ان پر کوئی حکومت بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے ان پر پابندیاں عائد ہو چکی ہوں ہر ایک خاندان اور ہر گھرانہ اپنی فطری آزادی پر قائم ہے۔ اگر ان لوگوں کو بین الاقوامی پروگرام کے اصول صحیح طور پر سمجھا دیئے جائیں تو ان کے تمام خاندان اس میں رنگین ہو جائیں گے اور اس طرح بین الاقوامی کام کے لئے پھری تیار ہو جائے گی۔

عام اہل یہود و نصاریٰ کو اہل کتب اور اہل عرب کو اُمتی ہمارے نزدیک مجوس، ہنود اور بدھت بھی اُمتی اقوام میں داخل ہیں۔ ان کے پاس کوئی کتب نہیں ہے جس کے احکام کو یہ ناقابل تبدیل قانون مانتے ہوں۔ اگر کوئی تھی بھی تو موردِ زہنہ سے وہ عوام میں سے بالکل نکل چکی ہے اور عوام اتنے جاہل رہ گئے ہیں کہ انہیں کسی کا علم بھی نہیں ہے اور یہ صرف اپنے علماء کی زہنی تعلیم ہی کو خدا کی تعلیم مانتے ہیں صرف نصاریٰ اور یہود ساری انسانیت کو جامع نہیں ہیں۔ انسانیت کو جمع کرنے کے لئے ہنود، مجوس اور بدھوں کو بھی ذہن میں لانا پڑتا ہے۔

### ”الملک“ کا اثر حیات انسانی پر

چھوٹے چھوٹے فقرے ہوں جن میں حکمت کے گر مستور ہوں، الفاظ فصیح ہوں جملے کی ترکیب دلکش ہو ایسے جملوں کو آیات کہا جاتا ہے۔ رسول ان کو اس قسم کی آیات سکھاتا ہے جن میں فطرت انسانی کے مطابق احکام دیئے گئے ہیں۔ یہ احکام انسانیتِ عامہ کے تقاضے پورے کرتے ہیں رسول ان کو یہ باتیں اپنی قوم کی مادری زبان میں جو فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے پڑھ کر سنانا ہے اور یاد کروانا ہے کیونکہ یہ لوگ ان پڑھ ہیں اس قسم کے جملے ان کو روزِ موعود کا علم آنے والے ہیں۔ یہ استدلال کی الجھنوں سے پاک ہیں۔ اس قسم کے مختصر جملوں پر حکمت کی بڑی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔

شلہ ولی اللہؑ نے حکمت کے چار اصول قرار دیئے ہیں۔

(1) طہارت (2) سلامت (3) خضوع (4) عدالت

انہوں نے حکمت منلی، حکمت ہلدی، حکمت ملی اور بین الاقوامی حکمت انہی اصول اربعہ پر راجع کر دکھائی ہے۔ اگر ان اساسات کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں بغیر کسی خاص ترتیب کے عام لوگوں کے پیش کر دیئے جائیں اور ان میں سے ہر شخص ایک جملہ چن کر اسے اپنا مقصد زندگی بنالے تو یہ اس قوم کی حکیمانہ ترقی کے لئے بنیاد ثابت ہوں گے۔

الغرض ہے کہ ہمارے ہاں حکمت کے ان جملوں کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور فقط توحید کے لفظ کو سامنے رکھ کر تمام شرائع کو اس طرف راجع کر دکھائے ہیں اور عدالت کو بالکل بھول گئے ہیں۔

### توحید اور عدل

ہماری تحقیق یہ ہے کہ اسلام نے توحید پر جو زور دیا ہے اور شرک کے روکی جو اہمیت بتائی ہے تو اس کی روح یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظالم ہے۔ دوسرے لفظوں میں توحید انسانیت کی سب سے حکم اساس ہے۔ اگر ہمارے بچوں اور ان پڑھ لوگوں کو اخلاق کے اساسی جملے یاد کرا دیئے جائیں جو ان کے روزِ موم میں استعمال ہو سکتے ہیں تو ہماری ذہنیتیں قرآن حکیم کے سمجھنے کے لئے بہت جلد تبدیل ہو سکتی ہیں مگر اس کو ہم نے ہلچل و بہت محنت کرنے کے ہمیں نتائج سے محروم کر رکھا ہے۔

اگر تعویٰ کے لفظ میں عدالت شامل ہے جیسے اَعْبُدُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی سے سمجھ میں آتا ہے یا جیسے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی آیت میں اشارہ ہے اور ہم ان اشاروں کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تو ہماری سوسائٹی اتنی نہ گرتی۔ لا الہ الا اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انصاف قائم کیا جائے۔ یہ ”قَائِمًا بِالْقِسْطِ“ کا ترجمہ ہے۔ اگر کوئی جماعت اللہ کے سوا تمام معبودوں کا انکار کرے اور جس سوسائٹی میں رہے وہاں انصاف قائم کرے اور وہ انصاف کو اپنے ایمان کے مرکزی نقطے تک پہنچا دے یعنی اسے جتنا اللہ پر یقین ہے اسی قدر انصاف کرنا اپنا فرض بنالے تو اس سے بڑھ کر نہ انقلابی جماعت ہو سکتی ہے نہ اصلاح کرنے والی۔

تزکیہ کیا ہے؟

## زیمہ داری کا مطلب

## العزیز کا اثر

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اَلْكِتَابُ : جماعتی قانون، اسے افراد کی حالت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر جماعت مجموعی طور پر اس کی پابندی نہ کرے تو پہلو ہو جائے گی افراد میں صلاحیت بقی

رہے تو ممکن ہے مگر افراد میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی اس قانون میں تبدیلی نہیں ہوتی وہ اس جماعت کا مستقل عنوان ہوتا ہے۔

ناقل تبدیلی قانون کو عربی میں لکھا ہوا قانون کہا جاتا ہے۔ حاکم جب ایک قانون کو لکھ دیتا ہے تو اس میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اس لئے توریت کے غیر متبادل احکام عشرہ کو الکتاب کہا گیا ہے اسی طرح قرآن حکیم کو بھی جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں غیر متبادل ہے اور جو حقیقت میں توریت ہی کا دوسرا ایڈیشن ہے الکتاب کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی ایک ایک سورت بھی الکتاب ہے۔ اس میں مغرور جلوں کے تعلیمی درجے ہیں۔ بعض میں اونچی تعلیم ملحوظ رکھی گئی ہے کتب سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک سورت کے ان مغرور جلوں یا آنکھوں کے نظام کو سمجھا جائے۔

يُعَلِّمُهُمُ : رسول اللہ ﷺ ان کو سکھاتے ہیں یعنی ان میں یہ سمجھ پیدا کر دیتے ہیں۔ اب ایک سورت پڑھنے والا اس کا مطلب نکال لے گا اس میں کوئی تمسید ہوگی کوئی دلیل ہوگی اور کوئی نتیجہ ہوگا۔ سب میں ایک نظام اور ربط پایا جائے گا اس کے بغیر کوئی مجموعہ کتب کھلا ہی نہیں سکتا۔

### تناسق سؤر اور ربط آیات کی ضرورت

نہایت افسوس ہے کہ گزشتہ پانچ سو برس میں سورتوں کے تناسق کا علم بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ گو آیات کے تناسق کا علم کافی حد تک محفوظ ہے۔ ایک ہی قسم کی آیتیں مختلف سورتوں میں رکھی گئی ہیں۔ لوگوں نے ان کے خصائص پر بحث کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ علم باقی رہتا تو وہ مختلف خیال اپنے فکر کے لئے قرآن سے استدلال نہ کر سکتے۔ چونکہ سورتوں کے تناسق اور ایک ہی مضمون کی مختلف سورتوں کی آنکھوں کے ربط کا علم نظر سے گم ہو چکا ہے۔ اس لئے عالم ایک سورت کی ایک آیت سے ایک نتیجہ نکال لیتا ہے اور دوسرا عالم کسی دوسری سورت کی آیت سے ایک اور مطلب نکال لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن حکیم سے دو مختلف چیزوں کے لئے سند مل سکتی ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق اس قسم کا فکر پیدا کر دینا مصلحتوں کے نزدیک نہایت نازبا ہے۔

قانون کی پابندی سے جماعت کی جو شیرازہ بندی ہوتی ہے وہ اس جماعت کو عزت مند بناتی ہے تو خدائے عزیز اس کتب (قانون) کے ذریعے سے مومنوں کو عزت دینی چاہتا

## الْحَكِيمُ كَاثِرٌ يُعَلِّمُهُمُ الْحِكْمَةَ

### الحکیمہ قانون کی روح کا نام ہے

قرآن حکیم انسانیت میں جو تہذیب پیدا کرنی چاہتا ہے اس کی بنیاد انسانیت کے عام اصولوں پر ہوگی۔ ان احکام سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ انسانیت مکمل ہوتی جائے گی احکام کی یہ روح معین کر دے تاکہ ان احکام سے انسانیت کو اس طرح ترقی دینے کے سوا دوسرے مطلب کے لئے کس طرح پڑھنی چاہئے یہ الکتاب (The Law Letter of) ہے اس کی تشریح و توضیح فقہاء (Jurists) کا کام ہے قرآن حکیم نے نماز کے متعلق یہ بھی فرما دیا ہے کہ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ آیت نمبر 14) یعنی نماز ادا کرنا اس مطلب کے لئے ہے کہ انسان کو اس کا رب یاد آتا رہے۔ یہ صلوٰۃ کی حکمت کھلائے گی۔ اب اگر ہم سورۃ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے تمام قوانین کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر اللہ کا ذکر ہماری طبیعتوں میں راسخ نہیں ہوتا تو سمجھا جائے کہ ہماری نماز متفقہ ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی دنیاوی فائدہ مقصود ہے۔ اس ایک جملے نے نماز کو غلط طریقے پر استعمال کئے جانے سے روک دیا۔

اسی طرح قرآن حکیم کی نسبت کہا گیا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یعنی یہ انصاف قائم کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ اس ایک جملے میں قرآن حکیم کی ساری حکمت ضبط کر دی گئی ہے۔ اب اگر قرآن پڑھنے والوں کا مقصد انصاف قائم کرنا نہیں ہے تو وہ حقیقت میں قرآن نہیں پڑھ رہے۔ وہ متفقہ نماز کی طرح کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے سورۃ قرآن کو ذرا حل بناتے ہیں۔

(2) وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

یہ لوگ اس سے پہلے ان قوانین اور ان کی روح سے قطعاً نا آشنا تھے۔ گو ان میں صلاحیت موجود تھی۔ مگر مطمئن سے بعد ہو جانے کی وجہ سے ان کی سوسائٹی کا نظام اس

موضوع سے بہت دور آگے بڑھ کر اس جماعت نے قیسو کسریٰ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ یہ لوگ بین الاقوامی پروگرام سے نا آشنا تھے۔ لیکن جب وہ پروگرام ان کو دیا گیا تو انہوں نے اسے آگے بڑھانے کی تمام شرمیں پوری کیں اور دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہتوں کو چیلنج دے دیا یہ نتیجہ تھا اس تربیت کا جو قرآن نے انہیں دی۔

(3) **وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝**

### امیوں کا دوسرا طبقہ

آخِرِينَ مِنْهُمْ سے مراد ایرانی ہیں۔ یہ امیوں کا دوسرا طبقہ ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دوسری قوم جو ابھی تک عرب سے نہیں ملی وہ ان کی قوم ہے۔ **مِنْهُمْ** کی ضمیر **هُمْ** کا مرجع اُنہیں ہی ہے۔

اہل فارس ابتداء میں ایک کتب کے مالک ہوں گے۔ لیکن اب وہ کتب ایسے چھوٹے سے طبقے میں محدود ہو کر رہ گئی تھی جس نے اس کے علم پر قبضہ کر رکھا تھا اور یہ علماء ہی اس علم کے خزینہ دار رہ گئے تھے۔ عوام بالکل ای تھے اب یہ لوگ عربوں سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کر کے ان کے ساتھ شامل ہو گئے آگے یہ چل کر ایرانی ہی ہندوؤں اور بدھوں کے امتلا بنیں گے۔ چنانچہ ہندوستان میں اسلام ایرانی علماء کی کوششوں سے پھیلا اسی طرح ترکوں کو بھی ایرانیوں ہی نے اسلام سے متعارف کرایا اس طرح اسلام کی بین الاقوامیت متحقق ہو گئی۔

کہ میں بین الاقوامیت اور اس کی ترقی دراصل اس قسم کی بین الاقوامیت کا بیج کی زندگی میں ہی بویا گیا تھا کیونکہ بلال حبشی، صیب رومی اور سلمان فارسی کو اس زمانے میں قریش کا ہم پلہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ حالانکہ یہود نے تورات کو ماننے والی غیر یہودی اقوام کو اپنے برابر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابتدائی کی زندگی میں جس بین الاقوامیت کی بنیاد اشخاص کی شمولیت سے رکھی گئی تھی اس نے آگے چل کر اقوام کی بین الاقوامیت کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ جہلو میں ایران فتح کرنے کے لئے عرب کے ساتھ عراقی نو مسلم بھی شامل ہوئے۔ ایسے ہی رومی فتوحات میں شام کے نو مسلم عربوں کے شریک رہے یہ وہ

صورت ہے جس کی طرف سورہ صف کی آخری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
 لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ  
 اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا عَلَىٰ عُلُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

یعنی ہر قوم کو دعوت قرآن دی گئی اس میں سے جو حصہ اس تحریک میں شامل ہو گیا۔  
 اس نے اپنی قوم کو ان لوگوں سے جنگ کی جو اس تحریک میں شامل نہ ہوئے اور خدا کی مدد سے  
 وہ اپنے مخالفوں پر غالب آگئی۔ اس کلام میں عربوں نے ان کی رہنمائی کی۔

### غیر ممالک میں مراکز

یہاں ایک جہتی دستور حقیقت کی طرف تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ  
 عرب اپنے لیام جاہلیت میں بھرت کر کے عراق اور شام میں جا بے حقے انہوں نے اپنے  
 عربی قوی خصائص ترک نہیں کئے تھے۔ وہ ان غالب قوموں کے اندر مقبور زندگی بسر کر  
 رہے تھے۔ جب حجاز میں عربی انقلاب رونما ہوا تو یہ عربی قبائل خفیہ طور پر مسلمان ہو  
 گئے۔ اور انہوں نے بعد میں مسلمان حملہ آوروں کی امداد کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عراق  
 اور شام بہت جلد مفتوح ہو گئے ہماری سمجھ میں مکہ معظمہ میں انہی قوموں کے جہتی  
 ڈیپوٹیشن آتے رہے ہیں جن کو جنوں کے دُفود سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح عراق اور  
 شام کی حدود کے اندر آنے والے انقلاب کے مراکز پیدا ہو چکے تھے اسلامی فتوحات کی  
 سرعت کا یہ راز ہے جس کی طرف تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ یہ سورہ صف ہی کی  
 تعلیم کا نتیجہ تھا کہ عراق اور شام کے اندر قرآن کی تعلیم پھیلائی گئی۔ جس سے خود ان  
 قوموں کا ایک طائفہ اس پروگرام کو ماننے والا پیدا ہو گیا اور بعد میں اپنے دشمنوں سے مڑ  
 گیا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے تمام عملیات میں یہ حکمت ملحوظ نظر آتی ہے۔

(4) ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

### بین الاقوامی مرکزیت

یہ خصوصیت جو اس بین الاقوامی مرکز قائم کرنے والی جماعت کو نصیب ہوئی کہ ان



کے پروگرام پر دوسری قوموں کے حصے ٹھیک ہوتے جاتے ہیں۔ اور اپنی قوموں سے لڑنے میں زیادہ ہمت دکھاتے ہیں اللہ کا خاص فضل ہے۔ (آیت نمبر 84)

### یہود کی گر لوٹ

حضرت مسیح نے عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تعلیمی کام شروع کیا ان کے حواریوں کی زندگی میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ وہ تعلیم دیتے ہوئے شہید ہوئے مگر تعلیم کو ترک نہ کیا۔

حضرت مسیح کے حواریوں کے کام کے نمونے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی کام کیا یہ انصار اور مہاجرین ہیں جب کام بڑھا تو فرائض تقسیم ہو جائیں گے لیکن جو چیز سب میں مشترک رہے گی وہ یہ ہے کہ وہ موت سے نہیں گھبرائیں گے۔ عدم تشدد کی پابندی کریں گے تعلیم دیں گے۔ اور جب تک انہیں خاص تیاری کے بعد حکم نہ دیا جائے وہ لڑیں گے نہیں اس کے باوجود وہ موت سے نہیں بھاگیں گے۔ ظاہر ہے کہ مخالف قوتیں کب یہ برداشت کر سکتی ہیں کہ ان کے نظام کو توڑنے والی تعلیم ان کے گھروں میں پھیلے؟ وہ ضرور رکھنیں ڈالیں گے وہ ان لوگوں کو تکلیفیں پہنچائیں گے حتیٰ کہ قتل بھی کریں گے۔ حضرت مسیح کے حواریوں کی زندگی میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں۔ اب اگر ان میں یہ جذبہ کمزور ہو گیا ہے اور وہ موت سے گھبراتے نہیں تو وہ کار آمد ثابت نہیں ہوں گے۔ اگلی آیتوں میں بھی مضمون آتا ہے۔

(5) مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا الصَّوَابَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

### انقلاب کے لئے موت سے بے خوفی کی ضرورت

یہود اس بڑی اور مختلف کامیابی کا مجسمہ ہیں ان کا اس بات کو نہ سمجھنا کہ تعلیم موت سے غر ہوئے بغیر جاری نہیں رہ سکتی ان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے وہ جس تحریک کے حامل ہیں وہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تحریک ہے جس تحریک میں اتنی نہیں کس درجے کی بھی انسانی عزت و شرف کا شائبہ ہو گو وہ اتنی جامعیت نہ رکھتی ہو کہ اس میں اخلاق فاضلہ اور

اعمال صالحہ ہوں بلکہ صرف ایک آدمی میں انسانیت کی مثال بلند کرنے والی ہو وہ بھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی تعلیم جاری رہ سکتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں پادری پیدا ہوگی جب تک اس کے معلم اور مبلغ موت سے بڑھ کر آگے نہ بڑھیں یورپ کی انقلابی سوسائٹیوں کو دیکھ کر یہ فکر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ انسانیت کی بہت تھوڑی جزوی خدمت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بھی ان کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے باوجود وہ بے خوف ہو کر آگے بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

حَمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا سِجِّہ میں نہیں آتا کہ علماء کی ایک جماعت ہے جو حضرت موسیٰ کی تعلیم کی حامل ہے۔ وہ یہ ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ (لَمْ يَحْمِلُوهَا) وہ اس ڈیوٹی کے لوازم محسوس نہیں کرتے۔ ہم تو ہے وہ تورات سکھانے والے حَمِلُوا التَّوْرَةَ مگر سکھانے کی جو شرطیں ہیں وہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتے۔ اس صورت میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسانیت سے گر گئے ہیں کیونکہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس تعلیم کو قبول کیا ہے اسے آگے بڑھانے کے لئے موت تک قبول کی جائے پس وہ نرے گدھے ہیں اور کتابیں لادے پھرتے ہیں۔ مگر ان کا مطلب نہیں سمجھتے جس سے ان کے دلوں میں کلام کا ارادہ پیدا ہو گدھے پر کتابیں لادے اسے کچھ خبر نہیں ہوگی کہ کتابیں ہیں یا اینٹیں۔

يَسْ مَثَلُ الَّذِينَ كَتَبُوا يَا أَيُّهَا اللَّهُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

### ظلم اور تکذیب الایات اللہ

قرآن حکیم جیسی تعلیم کا ان کو گدھا کرنا معمولی بات نہیں ہے انہوں نے ظلم کی بنیاد ڈال دی ہے انصاف کا ایک قانون قوم مانتی ہے تو وہ دنیا میں بہترین نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ اب انصاف کے اتنے بڑے قانون کو جو حضرت موسیٰ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلا اور بیکار اور بے شرم بنا دینا اور اس کی تعلیم برائے نام جاری رکھنا اور ایسے نمونے تیار کرنا جن سے کوئی شخص تربیت نہ پاسکے بہت بڑے ظلم کی بنیاد ڈالتا ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو

مجرم تک نہیں ملتے تو گویا موسیٰ کی تعلیم ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر یہ لوگ چل رہے ہیں یہ آیات اللہ کی صریحی مکتذب ہے سیاسی کاموں میں اس طرح نہیں ہو سکتا کہ ایک تحریک کی تائید کرنے والا ہے دونوں اس کے موید ملنے جائیں تو یہ حقیقت میں اس تحریک کی مکتذب ہے کلام سے انکار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ چل دینی کلام میں سر جاتا نظر آتا ہے اس سے انکار کر دیتا۔  
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

ان لوگوں کو ایک دفعہ صحیح بات سمجھا دی گئی ہے مگر اب وہ اس پر عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اس لئے اب ان کو نیا نیا ضروری نہیں۔ نیا ایسی مردہ جماعت کے سامنے آکر کیا کرے گا؟

۔ سورہ اعراف رکوع نمبر 22 میں ہے۔  
وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا  
وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَفْئَادٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ  
كَانُوا لَكُمْ بِلُغَتِهِمْ أَقْلًا مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝  
یعنی جو لوگ کتب الہی کے حامل ہوتے ہوئے اور کائنات میں ہدایت کا سلسلہ ہوتے ہوئے اور اس امر کے وجود ان قلب، بصر اور سمع جیسے ذرائع حصول علم دیئے گئے ہیں سوچتے ہیں اور سوچ کر کلام کا ارادہ نہیں کرتے وہ حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ حیوانیت علم حاصل کرنے کے ان ذرائع سے محروم ہیں وہ اگر سوچ سمجھ کر اپنی راہ عمل فقیر نہ کریں تو یہ ان کی فطرت ہے مگر انسان جب اس قسم کی روش اختیار کرے تو وہ اپنی انسانیت سے گر جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں کہ وہ مطلق حیوانیت کے مقام پر ٹھہر جائے بلکہ وہ اپنے قویٰ کو غلط طریق پر استعمال کرتا ہے۔ اور اس طرح حیوانیت مطلق سے بھی گر جاتا ہے اس لئے اس آیت میں کہا گیا کہ ان کی مثل بہت بری ہے۔ بشن مثل۔ واللہ اعلم

اب یہود کو ان کی غلطی پر صاف الفاظ میں متنبہ کیا جاتا ہے۔  
 (6) قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ هَدَى النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝  
**یہود کو چیلنج**

یعنی اگر یہود کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح موسیٰؑ کو ساری دنیا سے چن لیا ایسے ہی موسیٰؑ کے قبیح ہونے کی وجہ سے یہود دنیا کی ممتاز ترین قوم ہے اور کوئی قوم اس مقام پر نہیں پہنچتی تو ان کا زعم صرف اسی صورت میں صحیح بنا جاسکتا ہے کہ موسیٰؑ کی تعلیم کے پورے پورے پیرو ہوں اور خدا سے موت مانگیں یعنی جس میدان میں موت کا اندیشہ ہو وہاں آگے بڑھ کر اپنی تعلیمت کو پھیلائیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت مسیحؑ کے حواریوں سے بہتر مانتے ہیں مگر وہ لوگ تو مسیحؑ کی تعلیم اور تورات موت کے منہ میں جا کر پھنسا آتے ہیں اگر یہود سچے ہیں تو انہیں بھی اس طرح آگے بڑھ کر میدان میں جانا چاہیے۔

### تمنائے موت کی تفسیر قرآن سے

تمنائے موت کی تفسیر قرآن نے کر دی ہے ایک صحابی بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے وہ کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی کفار سے لڑنے کا موقع ملتا پھر اللہ سبحان تعالیٰ دیکھا کہ ہم کیا کرتے۔ اس کے بعد احد کی جنگ ہوئی وہ اصحاب اس جنگ میں شامل تھے۔ مگر احد میں شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔  
 وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ (آل عمران آیت نمبر 142 رکوع نمبر 14)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں تمنائے موت کے معنی ہیں۔ میدان جنگ میں جانے کے لئے آلودہ ہونا دوسرے لفظوں میں قتل ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ قرآن کا پروگرام ہو یا تورات وہ ایک ہی چیز ہے۔ یورپ کی انقلابی جماعتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں موت سے ڈر ہوئے کالہ نہ ہو وہ کسی معمولی انقلابی تحریک کو کامیابی سے نہیں چلا سکتا۔ قرآن حکیم یا تورات کے انقلاب کو

کامیاب بنانا تو بہت بڑی چیز ہے۔  
(7) وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَتَلْتُمْ أَبَدِيَّتَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

### موت سے بھاگنے کا سبب

چونکہ یہ لوگ انسانیت کے درجہ سے گر چکے ہیں اس لئے یہ کبھی ایسے میدان میں نہیں اتریں گے جہاں انہیں موت کا خوف ہو گا۔ فلان طریقے پر زندگی تعمیر کرنا اپنے شرعی پروگرام کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمان زندگی جمع کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ جس کی ایک علمی جماعت مرتکب ہو سکتی ہے اگر وہ ایسے موقعوں پر جانے لگیں تو جو مسلمان انہوں نے اکٹھا کر رکھا ہے اور جس کے بڑھانے میں وہ دن رات لگن ہیں وہ برباد ہو جائے گا مگر انہیں مسلمان دنیا کی فراغت نصیب نہ ہوگی جب تک وہ اپنے قانون کی حکومت نہ کر لیں گے۔ لیکن وہ اس قانون کی حکومت قائم کرنے کے لئے قربانی دینے کو تیار نہیں اس لئے ان کا اس پروگرام پر قبضہ جما کر بیٹھا ظلم عظیم ہے۔

جملہ معترضہ : ہم نے اپنی بیرونی زندگی میں اپنے ہندوستانی نوجوانوں کو جو کالہوں میں تعلیم پانچے تھے یا ہماری اپنی درس گاہوں میں پڑھ چکے تھے کالنی تجربہ کیا ہے۔ ان میں موت کے منہ میں جانے کی ہمت کسی دوسری قوم کے نوجوانوں سے کم نہیں پائی گئی۔ ایک ایک آدمی کو تین تین دفعہ موت کے منہ میں بھیجا گیا۔ وہ خوشی خوشی گیا اور کامیاب واپس آیا۔ اگر ہم یہ چیزیں نہ دیکھ لیتے تو ہمیں کبھی یہ ہمت نہ ہوتی کہ ہم شہ ولی اللہ کے پروگرام یا شیخ الحداد کے پروگرام کو زندہ کرنے کا کام لیتے چونکہ ہمارے نوجوانوں میں یہ مرض سرایت نہیں کئے ہوئے اس لئے ہم خداوند تعالیٰ سے توقع رکھتے ہیں کہ اگر ہماری قوم میں دین کی پابندی کے ساتھ آج کے سائنٹفک انقلاب کا دھنک پیدا ہو سکے تو ہم دنیا کی قوموں کی صف اول میں بیٹھ سکیں گے اسے چاہے مرض سمجھو یا غیبی ہماری قوم دین کے پروگرام کے سوا کسی اور پروگرام پر اٹھے گی نہیں یورپین ذہنیت کے لوگ اسے مرض ہی سے تعبیر کرتے ہیں مگر ہمارے پاس ایک دینی انقلابی پروگرام موجود ہے اور وہ ایک ایسی جماعت کے ہاتھ پر ہے جس کی تربیت دادہ نوجوان موت سے نہیں گھبراتے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم کو اس پروگرام سے پوری طرح واقف کر دیا جائے تو وہ کسی

دوسری قوم سے ہرگز پیچھے نہ رہیں گے۔

جو موت سے گھبراتے ہیں وہ پیچھے ہٹ نہیں سکتے

یہاں ہم یہ بات نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مرشد نما بزرگ علمی قصص رکھنے والا استو موت کے منہ جانے کے لئے آلودہ نہیں ہے تو اسے جماعت کی سروراری سے مستغنی ہو جانا چاہئے ہمارے استو حضرت مولانا محمود حسنؒ ہمارے بزرگوں میں تیسرے طبقے کے آدمی ہیں پہلے طبقے کے لوگ وہ تھے جو حضرت مولانا کے ساتھی تھے دوسرے طبقے کے وہ لوگ تھے جو مولانا گنگوہیؒ کے طرز کے تھے (مولانا شیخ الہند دونوں جماعتوں سے پیچھے کی جماعت کے تھے ہم نے ان کو موت سے اتنا بے خوف دیکھا ہے کہ ہم دنیا کے کسی انقلابی کو ان کے برابر نہیں مان سکتے۔ اس لئے ہماری طبیعت میں فخر ہے کہ ہمارا استو دنیا کا سب سے زیادہ موت سے بے خوف بزرگ تھا جس جماعت کا رہنا ایسا ہو اور جس کے نوجوان افراد ایسے ہوں جیسے ہم نے دیکھے وہ دنیا میں ناکام نہیں رہ سکتے مگر شرط یہ ہے کہ موت سے ڈرنے والے آدمیوں کو جماعت کی رکیت سے قطعاً خارج کر دیا جائے۔

ہمارے استو جہلو کی تحریک کے رہنما ہماری اس جماعت کے سب آدمی اس چیز کو جانتے ہیں حتیٰ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی ترجمان القرآن میں سورۃ برات کی کسی آیت کی تفسیر میں اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے فلاں سن میں علماء کو دعوت جہلو دینی شروع کی تو سوائے مولانا کے اس تحریک کا کہیں سے جواب نہ ملا۔ یہ اتنی صاف بات ہے کہ مولانا ابوالکلام بھی جو دوسری جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اسے جانتے ہیں اسی طرح علی گڑھ کی جماعت کے لوگ بھی اسے جانتے ہیں اب اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں۔ مولانا شیخ الہند کی جماعت میں ایک طبقہ ان کی تحریک کی عملاً مخالفت کرتا رہا کم سے کم ان کے عمل سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا شیخ الہند کے طریقے کی تنقید ہو جاتی ہے مگر وہ مولانا کے خلاف زبان سے کچھ نہیں کہتے ہم نے ایک مرتبہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ایک مثل دے کر یہ بات سمجھائی۔ کہ مولانا شیخ الہند کو ماننے والی جماعت تین حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

① ایک جماعت تو وہ ہے جو حضرت مولانا شیخ الہند کے پروگرام کو صحیح مانتی ہے اور ان کے ساتھ شریک کار ہو گئی ہے۔

② دوسری جماعت وہ ہے کہ ان کے پروگرام کو صحیح تو مانتی ہے لیکن یہ لوگ کام نہ کر سکے اور اپنی کمزوری کا طرہ پیش کرنے لگے اور اپنے آپ کو مجرم کے طور پر پیش کرنے لگے یہ دونوں لوگ ایسے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایمان والی جماعت تھی۔

③ تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے قول و فعل سے حضرت مولانا شیخ الہند کے پروگرام کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ اور مدعی ہیں کہ ہم مولانا شیخ الہند کے شاگرد ہیں۔ اور ان کے علوم کے حامل ہیں یہ جماعت ایسی ہے جیسی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافقین کی جماعت تھی۔

اب ہم کہتے ہیں کہ یا تو مانتا ہوں گا کہ نعوذ باللہ مولانا شیخ الہند جلیل اور مفید تھے انہوں نے مسلمانوں کو غلط راستے پر ڈال دیا اور ان کو بہت نقصان پہنچایا۔ اگر مولانا شیخ الہند کو حق پر مان لیا جائے تو ان کے اجراع میں سے جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ٹکڑا ان کے خلاف تلقین کرتے ہیں وہ ان کے کذب ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ مولانا شیخ الہند کا مسلک بھی ٹھیک ہو۔ اور ان کے خلاف دعوت دینے والی جماعت راستی پر ہو اس قسم کے لوگوں کو ضرور دیوبندی جماعت کی لیڈر شپ سے علیحدہ کر دیا جانا چاہئے جب تک یہ منافقین پیدا کرنے والے لوگ ذمہ داری کے منصب پر قابض رہیں گے۔ مصلحتین آگے بڑھ کر کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ آج ہمارا بس نہیں چلتا کہ ہم ان کو جماعت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مگر جب ہمارا بس چلے گا ان کو ملک سے خارج کرنے، جیل میں قید کرنے یا موت کی سزا دینے سے کبھی گریز نہیں کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(8) قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

### موت سے مفر نہیں

موت سے ڈرنے والے لوگ موت سے بچ نہیں سکتے۔ وہ نہایت باعقول فکر میں چس کر رہ گئے ہیں جس قسم کی توقعات انہوں نے ہاندھ رکھی ہیں وہ مرنے سے پہلے کبھی پوری نہ ہو سکیں گی بلکہ وہ حشر میں لے کر مرجائیں گے اور پھر اتنے بڑے پروگرام کو برپا کرنے کی ذمہ داری کی جواب دہی کے لئے خدا کے سامنے حاضر ہوں گے وہ ان کے تمام

ظاہری کاموں اور ان کے دلوں کے خفیہ ارادوں کو بخوبی جانتا ہے۔  
مسلمانوں کے لئے درس عبرت

حاصل یہ ہے کہ قرآن عظیم نے اسی تعلیم کے لئے دو نمونے پیش کئے ایک قریش کا اور ایک آریہ قوموں کا یہ دونوں قرآن حکیم کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں اور اس تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اور موت سے نہیں ڈریں گے یہ حضرت مسیح کے حواریوں کا نمونہ تھا۔ جو قرآن حکیم نے معین کیا ہے۔

اس کے بعد دوسری جماعت یہود کی پیش کردہ گئی ہے۔ جنہوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ کلام کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ ان کے نمونے کی پیروی نہ کریں اور ان سے کوئی مشابہت اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں جس طرح نصاریٰ نے بلوچوں کے ہاتھوں تکلیف اٹھانے کے ان کی اس بلائیں حرکت میں موافقت نہیں کی مسلمان بھی اس بری حرکت میں ان کی موافقت نہیں کریں گے قرآن حکیم نے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کا نمونہ زندہ کر دیا مگر وہ یہود کے طرز عمل سے ہزار ہے یہود پر ایک دفعہ تو حضرت مسیح کی مخالفت کرنے کی وجہ سے لعنت پڑی اور دوسری مرتبہ وہ قرآن حکیم کی مخالفت کی وجہ سے ملعون ہوئے ان کی کبھی موافقت نہ کی جائے گی انہوں نے طلب دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا ہے۔ چنانچہ آج سرمایہ داری کا مرکز یہ ہو رہی ہیں۔

### ہنود اور یہود کی مماثلت

ہماری سمجھ میں ہندو برہمن یہودیوں کا پورا پورا نمونہ ہیں اگر یورپ میں سرمایہ داری کی مصیبت یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان میں ہندو جو برہمنوں کے تابع ہیں (گاندھی جی ہوں یا مالوی جی) سرمایہ داری کی وہی مصیبتیں پیدا کریں گے جو یہود نے یورپ میں پیدا کیں ہم ان لوگوں کے ساتھ مل کر کسی شکل میں کام کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر یہ حکلی خدمت میں کوئی سچا کام کریں تو اس میں بھی ان کے ساتھ نہ شرکت کریں۔ یعنی ان سے قطعی طور پر مستغنی ہو جائیں ہم نے ابھی یہ درجہ اپنے لئے پیدا نہیں کیا بعض اوقات وہ اچھا کام کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے علیحدہ رہ کر اچھا کام نہیں کر سکتے تو ہم اس خاص حرکت میں



ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کا سارا پروگرام  
ماننے کے لئے تیار ہیں۔

(9) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا  
إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ فَلَكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

### یہودیت سے بچنے کا طریق

اب مسلمانوں کو ایسا طریقہ بتانا چاہئے کہ ان میں یہودیت نہ آئے اس میں شک نہیں  
کہ کسی زمانے میں یہود اچھی قوم تھے۔  
يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ نَسِیْتُمْ  
عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ 2 نمبر 27)

مگر ان میں بعد میں تزلزل آیا مسلمانوں کو ان باتوں سے متنبہ کر دینا چاہئے جس سے یہ  
تزلزل پیدا ہوا تاکہ وہ ان باتوں سے بچے رہیں۔

نمبر 9 اس امر کی توضیح شروع ہوتی ہے۔

جماعتی کام میں ایک وقت ہے یا تو قرآن کی انقلابی تعلیم کے سمجھنے اور اس پر عمل  
کرنے کی تیاری ہو سکتی ہے یا مذہبہ کھلیا جاسکتا ہے اگر اس قسم کا تعارض ایک وقت میں  
پیدا ہو جائے تو ہمیشہ مذہبہ پیدا کرنے کے خیال کو چھوڑ دینا چاہئے یہ جذبہ اسی وقت تک  
پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کی تعلیم حاصل کرنے میں سعی نہ کی جائے۔  
فَلَكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اگر ہمیں انقلابی تحریکوں کی حقیقت ان کی کامیابی کے پروگرام کا موازنہ ہے تو تم بھی ملی  
منفعت کو اس انقلابی فکر پرست پر ترجیح میں دو گے۔

### انقلاب میں کامیابی کی شرط

کسی جماعت میں انقلابی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کے  
کارکنوں کا دل بے بند ہو وہ انقلابی محاطات کو آخر تک سوچ سکیں ان کی ہمت اتنی بلند ہو کہ  
وہ اس راہ میں تمام مشکلات ختمہ پیشانی سے برداشت کر سکیں جب رہنمائے انقلاب

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دیں یعنی اگلے پہنچنے کا پروگرام دیں تو وہ لوگ جو انقلاب کی حقیقت سمجھ چکے ہیں۔ اس اجتماع سے غیر حاضر نہیں ہو سکتے وہ کسی ملی منفعہ کے خیال سے اس جماعت کی حالت سے کوئی نہیں کر سکتے۔

(10) فَإِنَّا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَأَنْتُمْ شَرُّوْا فِى الْأَرْضِ وَأَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ : پس جب نماز ادا ہو چکی ہو تو زمین پر چلو۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نفع پاؤ۔

### انقلاب اور جلبِ مال

اس میں شک نہیں کہ انقلابی ضروریات اور ملی ضروریات محض کا تعارض پیش آئے تو انقلابی ضروریات کو ترجیح دی جانی چاہئے مگر مقصود یہ نہیں ہے کہ اکتسابِ مال کو کلیتہً ترک کر دیا جائے بلکہ انقلابی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد اور پروگرام سکھ چکنے کے بعد ملی منفعہ حاصل کرنے میں بھی پوری ہمت سے کام لو، عاصرف یہ ہے کہ حصولِ مال کو انقلابی کاموں پر ترجیح نہ دی جائے۔

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ یعنی جتنی ملی منفعہ کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اللہ سے طلب کرو اس طرح تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے کی ہمت پیدا کر لو تاکہ علیٰ مجلس میں جو وقت صرف کیا ہے اس کی کسر بھی نکل جائے۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ جب تم ملی معاملات میں مصروف ہوتے ہو اس وقت بھی اللہ کو نہ بھولو۔ بلکہ اسے یاد رکھو اللہ تمہیں اتنی سمجھ دے دے گا کہ تم اس کی کوپورا کر لو۔

### ایک محسوس مثل

اگلی آیت میں اس کلیہ قاعدے کو ایک محسوس مثل کے ذریعے سے عام فہم بنا دیا گیا

(۱۱) وَلَمَّا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

ترجمہ : اور جب وہ لوگ تجارت یا تلاش دیکھتے ہیں تو اس پر لوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تلاش اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے ایک قافلہ آیا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر قافلے والوں سے ملنے چلے گئے تاکہ پہلے معاملہ کر کے زیادہ نفع حاصل کر سکیں۔ اس قسم کی فطری نہیں کئی چاہئے۔ جب انقلابی علمی کام ہو رہا ہو ملی معاملات اور کھیل کود سب مؤخر کر دینے لازم ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِو وَمِنَ التَّجَارَةِ ۝

قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم سے جو طاقت جماعت میں پیدا ہوگی وہ تجارت اور سود و لعب سے بدرجما بہتر ہے۔

وَاللَّهُ خَيْرٌ مِّنَ التَّجَارَةِ ۝

انسان انقلابی عقل میں جتنی ترقی کرے گا اتنی ہی تجارت میں بھی زیادہ نفع کمانے کی قابلیت پیدا کرے گا۔

تجارتی بیج بھی انقلابی تحریکات کے واؤ بیج کی مانند ہیں جن لوگوں کے دماغ انقلابی مسائل حل کر سکتے ہیں وہ اس دماغی قوت کو تجارتی کاموں کی طرف متوجہ کریں تو وہیں بھی مفید نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

(نوٹ) موت سے بھاگنا اور اس منفعت کو انقلابی کاموں پر ترجیح دینا غفلت کا سبب بن جاتا ہے۔ جو شخص اس علوت میں جلا ہو جائے وہ پکا منافق ہے۔ چنانچہ اگلی سورت اسی ذہنی حالت پر تبصرہ کرتی ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ منافقون ہے۔





# قرآنی حزب انقلاب

سورہ المجادلہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

غازی خدا بخش (مرحوم)

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی سنٹر۔ چک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## حرف اول

یہ حقیقت مسلم ہے کہ یہ دور اجتماعیت کا دور ہے اور اس دور میں وہی فکر انسانیت کے اجتماعی مصلحتوں سے عمدہ برآ ہو سکتی ہے جو قرآنی اجتماعیت کے قیام کی نقیبہ ہو، اسی اجتماعیت کے قیام کے لئے پہلا عملی مرحلہ تنظیم سازی کا ہے کیونکہ کوئی بھی فکر خواہ وہ کس قدر بلند اور اعلیٰ کیوں نہ ہو، تنظیم اور حزب کے بغیر چند الفاظ سے زیادہ اہمیت نہیں پاتا۔ اسی بناء پر قرآن حکیم نے اجتماعی زندگی کی اہمیت اور نظم و ضبط کی ضرورت کو زیادہ واضح کیا۔ جس کے نتیجے میں جماعت صحابہ جیسی حزب اللہ وجود میں آئی۔ جس نے عالمی طاغوتوں کی سرکشی کا قلع قمع کر کے نظام عدل قائم کیا۔

زیر نظر کتابچہ میں قرآن حکیم کی سورۃ مجادلہ کی روشنی میں اسی حزب انقلاب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ جس کو جناب عازی خدا بخش مرحوم نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی سعادت ہے کہ اس کے توسط سے پہلی بار یہ کتابچہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ امید ہے کہ احباب فکر اسے نہ صرف پسند کریں گے بلکہ اس کی روشنی میں اپنے لائحہ عمل کا جائزہ بھی لے سکیں گے۔

چیئرمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

## عرض مرتب

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی نے فرمایا کہ میرے شاگردوں میں ادب قرآن میں جو درجہ کشمیر کی داوی لولاب کے سید انور شاہ کو حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہیں اور قرآنی سیاست میں جو درجہ عبید اللہ سندھی نے حاصل کیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔ یہ بات شیخ الہند نے کب کہی؟ جب انگریز نے انہیں لٹا میں قید کر دیا۔ یہ بات کس نے سنی؟ یہ ان کے شاگرد حسین احمد مدنی نے سنی جب وہ ان کے ہمراہ اسیر لٹا تھے اور مولانا سندھی عملی طور پر قرآنی سیاست میں حصہ لے رہے تھے اور استاد محترم کے ارشاد کے مطابق افغانستان پہنچ کر افغان فوجوں کو ہمراہ لے کر انگریز فوجوں کے مقابلے میں سینہ سپر تھے۔ آخر انگریز صلح پر مجبور ہو گئے اور ایک شرط یہ قرار پائی کہ عبید اللہ سندھی کو افغانستان میں نہ رہنے دیا جائے۔ حضرت سندھی نے اپنی پچیس سالہ جلاوطنی کی مصلو کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے روس، ترکی اور حجاز کا رخ کیا۔ انگریز نے حضرت سندھی کو افغانستان میں نہ رہنے دیا۔ مولانا سندھی نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور آخر ہندوستان سے نکلوا دیا۔ پچیس سالہ جلاوطنی کے بعد اپنی قوم کو دوٹ کی قیمت سمجھانے کی غرض سے ہندوستان میں قدم رکھا یہ پاکستان بننے سے پہلے کی باتیں ہیں۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری سے امام انقلاب سندھی نے ان کے شاگردوں میں سے دو نوجوان طلبہ کئے۔ حضرت لاہوری نے اپنے دو شاگرد ان کے حوالے کئے۔ ایک تھے شیخ بشیر احمد بی اے اور دوسرا راقم آثم خدا بخش عفی عنہ جو کچھ عرصہ کے لئے کابل، مکہ معظمہ اور سندھ کے گوشہ بزم جہنڈا میں حضرت سندھی کی رفاقت میں رہا۔ حضرت سندھی نے وصال سے پہلے چار ہزار صفحات مختلف المالیوں میں قرآن و حدیث، سیاست اور تصوف وغیرہ کے موضوعات پر لکھوا دیئے۔ انہیں المالیوں میں سے ایک المالی کی ایک سورۃ قارئین کے غور و فکر کے لئے تحریر کی جاتی ہے۔

غازی خدا بخش (مرحوم)



### مقدمہ

یہ سورۃ حزب اللہ کی تکمیل کی ضرورت ثابت کرتی ہے۔ یہ عقلی طور پر طے ہو چکا ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی ڈکٹیٹر شپ (Party Dictator Ship) کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم جو انقلاب لانا چاہتا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ کتاب الہی کی حکومت تمام قانون پر غالب ہو جائے۔ اس مضمون کو پورا کرنے والی جماعت حزب اللہ کہلائے گی۔ یہ سورت حزب اللہ کی ضرورت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرتی ہے۔

مسلمانوں کے سامنے دو جماعتیں تھیں۔

(۱) کئے کے مشرکین اور (۲) منافقین مدینہ

### خلافت باطنیہ

مسلمان مشرکین کہ پر ایک حد تک بدر میں فتح پا چکے ہیں کہ معظمہ میں حزب اللہ کی جو بنیاد رکھی گئی تھی اور ایک لحاظ سے عقلی جماعت کو منظم کر لیا گیا تو اطراف کہ معظمہ میں اسلام پھیلا دیا گیا یہ لوگ اسلام لانے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہ سمجھتے کہ قرآن حکیم کے خلاف کوئی چیز نہیں مانتی چاہئے۔ اس طرح قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے والی جماعت منظم ہو گئی مگر شروع شروع میں اس کی تنظیم عقلی تھی۔ اس لئے لوگوں کو اب تک عام طور پر علم نہیں ہے کہ کہ معظمہ ہی میں حکومت پیدا ہو چکی تھی اس لئے شاہ ولی اللہ اسے خلافت باطنیہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

(لموض الحرمین وتفہیمات الہیہ جلد اول ص ۳۳)

اس جماعت کے نظام سے السابقون الاولون من المهاجرین والانصار وقف تھے۔

### حزب اللہ کی ضرورت

دوسری جماعت جس سے مسلمانوں کا واسطہ پڑا وہ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے طرفدار منافقین تھے۔ وہ خبیثہ چالیں چلتے مگر بظاہر اسلام کا دعویٰ بھی کرتے جاتے۔ اندیشہ

تھا کہ جب تک مسلمانوں کے خاص لوگ ان غلط کاروں کی تہذیب کے روکنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اسلام میں ایک بڑا رخنہ پیدا ہو جائے گا پس ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی ضرورت تھی جو قباحتوں اور شرارتوں کا سدباب کرتی رہے۔ اس جماعت کا نام حزب اللہ رکھا گیا۔ سورۃ مجادلہ میں اس جماعت کی تشکیل کا اعلان کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت سمجھائی گئی ہے۔ اب قرآن حکیم کی خدمت کرنے والی جماعت کا نظام مکمل ہو گیا۔ اگر کوئی لڑے یا کوئی پردہ پہنڈا کرے یہ اس کے خلاف لڑائی اور پردہ پہنڈہ کرے گی۔

### ایک اسلوب نزول

قرآن حکیم کے نزول کا عام اسلوب یہ رہا ہے کہ عام عرب کی ذہنیت میں حکمت کا کوئی اعلیٰ مسئلہ مرتکز کرنے کے لئے اس امر کا انتظار کیا جاتا ہے کہ کوئی ایسا حادثہ پیش آ جائے جو اس مقصد ہے کسی قدر قرب رکھتا ہو۔ اس واقعہ سے لوگ متاثر ہو جائیں تو ذہن عامہ کی اس توجہ سے فائدہ اٹھا کر قرآن ایک اعلیٰ اصول سمجھاتا ہے۔ اور عوام کو اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

### ترتیب نزول و کتابت

نزول قرآن میں جس قسم کی تقدیم و تاخیر مقول ہے کتابی صورت میں وہ ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ اس لئے کہ نزول کے وقت عوام کی ذہنی حالت کو ملحوظ رکھا جاتا تھا کہ وہ جلدی سمجھ جائیں مگر واقعات کی ترتیب ایسی نہیں ہو سکتی کہ ان کے مطابق ایک کتاب مرتب ہو سکے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جب منزل آئیں کتابی صورت میں لائی جائیں گی تو جو لحاظ مخاطبین اولین کی ذہنیتوں کا پہلے رکھا گیا تھا۔ اب وہ ملحوظ نہ رکھا جائے گا۔ اس لئے اب ان کو ایسے ابواب و سورتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جس کا سلسلہ نیا فکر پیدا کرنے کے لئے مفید ہو اس میں گہرا فکر کرنے والے پیش نظر رکھے جائیں گے پس سورتوں کی کتابی ترتیب کا نزولی ترتیب سے مختلف ہونا ضروری ہے۔

ایک بڑھیا (خولہ) کو اس کا خاوند (اوس بن ثابت) ایسے لفظوں میں طلاق دے دیتا ہے کہ اب وہ کسی حالت میں رجوع نہیں کر سکتا۔ وہ بڑھیا بال بچے لے کر کہاں جائے؟ اور کیا کرے؟ رجوع نہ کرنا جاہلیت کی پرانی رسم تھی یعنی کوئی شخص یہ کہہ دیتا کہ انت علی کلھدانی (اسے اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں) تو جاہلی خیال کے مطابق وہ عورت کسی شکل میں بھی مرد کے گھر نہیں رہ سکتی تھی۔

جس عورت پر مصیبت کا یہ پہاڑ ٹوٹا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر آتی ہے اور علیحدہ بیٹھ کر اپنی مصیبت کا اظہار کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ بتائیے میں کہاں جاؤں اور بچوں کو کس طرح پالوں۔ رسول اللہ ﷺ اسے کوئی خلاصی کا طریقہ نہیں بتاتے اور فرماتے ہیں کہ اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ قانون یہی ہے مگر بڑھیا ہے کہ برابر چٹا کے جاتی ہے اور دم نہیں لیتی وہ بار بار یہی کہتی ہے کہ خدا کے لئے بتائیے اب میں کیا کروں؟ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیش آیا وہ فرماتی ہیں کہ میں پاس ہی بیٹھی تھی مگر وہ خاتون اتنی دبی زبان میں باتیں کرتی تھی کہ میں اس کی بات نہ سمجھ سکتی تھی اس پر سورۃ مجادلہ کی آیات نمبر ۴ تا ۱۲ نازل ہوئیں جن میں حکم دیا گیا کہ ظہار کے کفارے کے بعد عورت اپنے شوہر کے گھر بس سکتی ہے۔

### اسلوب قرآن

قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب ہے کہ وہ اجتماعی سیاسی امور کے سمجھانے کے لئے گھریلو واقعات کو عنوان بناتا ہے کیونکہ عرب اپنے گھر پر حاوی تھے۔ اگر ملک کو ایک بڑا گمراہ فرض کر لیا جائے تو جو اصول تدبیر منزل میں کام دیتے ہیں وہی تدبیر ملک میں۔۔۔۔۔ کام دے سکتے ہیں۔

یہ ایک مخصوص واقعہ ہے عام طور پر اس قسم کے حادثات پے در پے نہیں ہوا کرتے اس حادثے کے واقع ہونے پر قرآن حکیم نے عرب کے ایک مسلم قانون میں مناسب ترمیم کر دی۔ اس قسم کی جتنی ترمیمیں قرآن حکیم میں نازل ہوتی ہیں وہ سب

ایسے وقت میں نازل ہوئی ہیں۔

جب لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے لئے ایک آسانی کر دی گئی ہے۔ مگر یہ واقعہ حکم کے نزول کا سبب غفلتی ہی بن سکتا ہے گو یہ قوم کے ذہن میں چلی ہو کر نہیں آیا۔ ہاں ہم اس قسم کی مشقت کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور ترمیم کو سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس حکم نے سوسائٹی کے لئے کتنی سہولت کر دی ہے یہاں سے انتقال دہلی کیا جاتا ہے اسے عربی فن شعر میں بڑا براحتہ الاستہلال کہتے ہیں یعنی ایک غیر متعلقہ چیز کہہ کر شاعر لوگوں کو توجہ نہایت لطیف انداز سے ایک اور مضمون کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں سننے والوں کو بڑا لطف آتا ہے عرب نہایت اس طرح کے نظم سے بخوبی آشنا تھی۔

### واقعہ ظہار اور قیام حزب اللہ میں ربط

سیاست اجتماع سے پیدا ہوتی ہے اور عرب شہوب و قبائل میں متفرق ہیں۔ ایک قبیلے کی اجتماعیت اپنے ہی اندر محصور ہے۔ بین القبائل کوئی اجتماعیت نہیں ہے جو جماعت اس قسم کی محدود اجتماعیت رکھتی ہے وہ رفتہ رفتہ تفرقہ اور انفرادیت میں جلا ہو جاتی ہیں اور ہر گھروں سے گھر سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مصالح میں منہمک ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ منزل آتی ہے کہ خود اس گھر کے اندر کی اجتماعیت میں تفرق و تشتت پیدا ہونے لگتا ہے اور افراد خانہ میں انفرادیت آ جاتی ہے۔ اس طرح فطرت انسانیہ جو اجتماعیت پر پیدا کی گئی ہے خراب ہو جاتی ہے عرب میں رسم ظہار کے ذریعے مرد اپنی بیوی سے کنارہ کشی کر لیتا تھا پھر ایک ایسی ہی رسم ”ایلاء“ تھی اور تیسری رسم طلاق تھی ان کے ذریعے سے اجتماعیت خاگی کو توڑا جاتا تھا۔ قرآن حکیم نے ان تخریبی رسوم کو یا تو بالکل منسوخ کر دیا یا نہایت محدود کر دیا اور ایسی شرطوں سے مشروط کر دیا جن سے ان کی معصرت محدود ہو گئی چنانچہ اس صورت میں جو مجاہدہ اور شکوہ مذکورہ ہے۔ اس سے مقصود اس تخریبی حالت کی اصلاح ہے۔ وہ عورت رسم ظہار کی معصرت محسوس کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس سے نکلنے کا راستہ مل جائے۔ وہ ان سینکڑوں عورتوں میں سے

ہے جن کو یہ مصیبت پیش آ چکی ہے یا آ سکتی ہے خود حضرت محمد ﷺ بھی اس کی معزت محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی طریقہ معلوم ہو جائے جس سے اجتماع ملی کو نفع پہنچے اور یہ رسم ختم ہو جائے اس احساس کے جواب میں سورۃ مجادلہ میں آیات نمبر ۱ تا ۴ نازل ہوئیں۔ اس طرح اجتماعیت قوی میں ایک خرابی موجود ہے کہ عرب لوگ ایک غیر عرب قوم کے ایماء پر ایک ترقی کن جماعت (مسلم) میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ضرورت ہے کہ اجتماعیت خانگی کی خرابی دور کرنے کے ساتھ اجتماعیت قومیہ کی اس دشمن طاقت کا بھی استیصال کر دیا جائے۔

چنانچہ آیت نمبر ۴ کے آخری الفاظ وللکفرین عذاب الیم اور آیت نمبر ۵ ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کہتوا کما کہت الذین من قبلہم و قد ازلنا بہت بہتہم وللکفرین عذاب  
مہین

ان دونوں چیزوں کی مشابہت پر وال ہیں آیت ۴ کے آخر میں عذاب الیم ہے آیت نمبر ۵ کے آخر میں عذاب مہین ہے اور جو لوگ اجتماعیت ملیہ کو برپا کرتے ہیں وہ عذاب الیم کے مستحق ہیں اور جو لوگ اجتماعیت ملیہ کو برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب مہین کے سزا وار ہیں۔ اول الذکر لوگوں کے لئے حدود مقرر کر دی گئیں اور آخر الذکر لوگوں کے لئے حزب اللہ کا قیام و قوام ضروری قرار دیا گیا۔ آگے چل کر حزب اللہ کی تفصیل اور حزب الشیطان کے ساتھ مقابلہ بیان کر دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

## تفسیر سورۃ المجادلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت نمبر ۱: سمع اللہ قول النبی نجاہک فی زوجہا و تشکی الی اللہ واللہ یسمع تعالو کما  
ان اللہ سمیع بصیر

ترجمہ: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے  
میں جھگڑتی تھی اور اللہ کی جناب میں شکایت پیش کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں  
سن رہا تھا یقیناً اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

## ایک غلط رسم کی اصلاح

آیت نمبر ۲: الذین یتظہرون منکم من نسائہم ما هن امہاتہم الا اللاتی ولدنہم وانہم  
لیقولن منکر من القول و زورا فان اللہ لعمو غفور

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو وہ ان کی حقیقی مائیں  
نہیں بن جاتیں ان کی حقیقی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ان کا اپنی بیویوں کو ماں  
کہہ دینا بری بات اور جھوٹ ہے مگر اللہ اس قسم کی لغو حرکت کو معاف کر سکتا ہے اور  
بخش سکتا ہے۔

آیت نمبر ۳: الذین یتظہرون من نسائہم ثم یعونن لما قالو فتحریر رقبہ من قبل ان یتماہوا لکم  
تو عطفون بہ واللہ بما تعملون خبیر

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں اور پھر اپنے قول سے رجوع کرنا چاہیں ان  
کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کریں اس سے پیشتر کہ وہ اپنی بیویوں کو چھو نہیں  
تھیں اس بات کی صحت کی جاتی ہے ورنہ اللہ تمہارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے یعنی  
اگر تم اس قانون کی خلاف ورزی کرو گے تو اللہ کو دھوکہ نہ دے سکو گے اور وہ تم کو اس  
کی ضرور سزا دے گا۔

آیت نمبر ۴ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان ينماسا فمن لم يستطع فاعطام

ستين مسكينا ذلك لتومنون بالله ورسوله وتلك حدود الله وللكافرين عذاب اليم

ترجمہ: جس شخص کے پاس آزاد کرنے کے لئے غلام نہ ہو تو وہ دو ماہ متواتر روزے رکھے اس سے پہلے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوئے اور جو اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ قانون اس لئے بنایا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان قائم رہے اور رسول پر بھی ایمان قائم رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود ہیں۔ جو لوگ ان حدود کی پابندی قبول کرنے سے انکار کریں گے وہ دردناک عذاب پائیں گے اب یہاں سے حزب اللہ کی تفکیک کی ضرورت بیان کی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۵ ان الذين يعادون الله ورسوله كذبوا كذا كبت الذين من قبلهم وقد انزلنا آية

بينت وللكافرين عذاب مهين

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اوندرے منہ گرائے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ اوندرے منہ گرائے گئے۔ یقیناً ہم نے یہ آیات واضح نازل کی ہیں اور جو لوگ ان کی پیروی سے انکار کریں گے ان کو بے عزتی کا عذاب چکھایا جائے گا۔

### منافقین کی شکست

مذکورہ آیت نمبر ۵ میں الذین یعادون اللہ سے مراد منافقین ہیں۔ کما کبت الذین من قبلہم سے مراد مشرکین مکہ ہیں جنہیں بدر میں شکست اور ذلت نصیب ہو چکی ہے۔ قد انزلنا آیت بینت اس دو نثری جماعت (منافقین مدینہ) کو ذلیل کرنے کے لئے یعنی تمہاری جماعت کے اندر جو رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا سدباب کرنے کے لئے ہم نے واضح اور صاف اصول بیان کر دیئے ہیں کہ تم یوں اپنی جماعت منظم کر لو وللکفرین عذاب مہین اس پارٹی کا نیا نظام منظم ہو جانے کے بعد یہ منافقین منہ نہ دکھاسکیں گے۔

آیت نمبر ۶ یوم یومئہم اللہ جمیعاً فیہم بما عملوا احصاء اللہ ونسوءہ واللہ علی کل شئی شہید

یہ لوگ اللہ کے سامنے اکٹھے کئے جائیں گے تو ان کا جماعتی حساب ہو گا اس دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کے عملی اعمال بتائے گا۔ (فیہم بما عملوا) اللہ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے۔

(احصاء اللہ) حالانکہ وہ بھولے ہوئے ہیں۔ (ونسوءہ) اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ واللہ علی کل شئی شہید

جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز منافقین کو ان کے اعمال بتائے گا اللہ چاہتا ہے کہ مومن بھی کوشش کر کے ان کو بتائیں اور جس طرح یہ خفیہ خفیہ کام کرتے ہیں مومن بھی ان کے کام پر تنقید کر کے ان کو عیس دنیا میں بتا دیں۔ (یہ ہمارا اشتباہ ہے) اس سے حزب اللہ کے منظم ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۷ الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض ما یکون من نجرى ثلثہ الا ہو رابعمہم فلا یحسدہ الا ہو سادسہم فلا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ہو معہم این ما کلفو ثم ینبئہم بما عملوا یوم القیامۃ ان اللہ بکل شئی علیم

### مسلم خفیہ جماعت

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے؟ جب تین آدمی آپس میں مشورہ کرتے ہیں تو چوتھا خدا ہوتا ہے اور اگر پانچ ہوں تو چھ خدا ہوتا ہے اگر ان سے کم یا زیادہ ہوں تو بھی وہ جہاں کہیں ہوں وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ قیامت کے روز ان کے اعمال بتائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی جماعت تین یا پانچ آدمیوں کی بنائی جاسکتی ہے اور اگر اتنے بھی میسر نہ ہوں تو ان سے کم بھی بنائی جاسکتی ہے۔ غرض جتنے آدمی ملیں کام شروع کر دینا



چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح حزب الشیطان کام کر رہی ہے اس کے مقابلے میں حزب اللہ بھی اپنا کام شروع کرے۔

آیت نمبر ۸ الم تر الى الذين نهوا عن النجوى ثم يعودون لما نهوا عنه ويتنجون بالاثم والمعصيان ومعصيت الرسول فاذا جاءوك حيوك بما لم يحسبكم به الله يقولون في انفسهم لو لا يعطينا الله بما نقول حسبهم جهنم يصلونها فبئس المصير

### حزب الشیطان کے اصول

اس آیت میں حزب الشیطان کے کام بیان کئے گئے ہیں اور سمجھایا گیا ہے کہ کن باتوں کے لئے خفیہ سوسائٹی بنانا ممنون ہے اور وہ یہ ہیں (۱) اثم (گناہ) (۲) معصیان (سرکشی) (۳) معصیت الرسول (رسالت کی نافرمانی)

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو خفیہ مشورہ بازی سے روکا گیا مگر وہ وہی کام کرتے ہیں جن سے ان کو روکا گیا اور گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسے لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن سے اللہ تجھے سلام نہیں کرتا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اس پر اللہ ہم پر عذاب کیوں نہیں کرتا ان کے لئے جہنم کافی ہے وہ اس میں پڑیں گے اور وہ نہایت برا مکان ہے۔

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو بعض ذمہ معنی فخرے استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر ہوئی تو اللہ ہم پر عذاب کرتا اس طرح وہ اپنی خفیہ جماعت کے کارنامے پڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۹ تا ۱۱ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس قسم کی خفیہ سوسائٹی بنائیں نیز اس کے قواعد بتائے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۹ یا ایہا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تنسوا جواب الائم والمعصیان ومعصیت الرسول وانا جوہ بالیر والتقویٰ فانظروا الىہ النبی الیہ تحشرن ۵

## حزب اللہ کے بنیادی اصول

اے مسلمانو! تم جب آپس میں مشورے کرو تو اثم، عداوت اور معصیت الرسول کے لئے مشورے نہ کرو بلکہ نیکی (بر) اور انصاف (تقویٰ) پھیلانے کے لئے مشورے کرو اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی طرف اٹھا کر لوٹائے جاؤ گے۔

مسلمانوں کو اس قسم کی جماعت بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد متعین کر لینا چاہئے یعنی (بر) (اخلاقی قانون) اور تقویٰ (انصاف) کے قیام کے لئے۔

قانون کے بعض حصے اخلاقی ہوتے ہیں یہ قانون کی روح ہوتے ہیں اور دوسرا حصہ وہ ہوتا ہے جس کے چلانے میں حکومت ----- قوت بھی استعمال کر سکتی ہے ات تقویٰ بھی کہا گیا ہے پس وہ جماعت قانون کی شکل (تقویٰ) اور روح (بر) دونوں کو قائم رکھنے کے لئے ہو نہ کہ اثم عداوت اور معصیت الرسول کے لئے وانفواللہ الذی الہہ نعتہ من اپنی سوسائٹی کا اصل حاکم اللہ ہی کو سمجھو غائب اور حاضر سب کو جانتا ہے جب مسلمان اس قسم کی سوسائٹی بنالیں گے ان کا ڈر جاتا رہے گا۔

آیت نمبر ۱۰

انما النجوى من الشیطن لیحزن الذین امنو و لیس بضلہم شیئا الا باذن اللہ فعلى اللہ  
فلینکل المؤمنون ۵

شیطان خفیہ مشورہ بازی مسلمانوں کو غم میں ڈالتی ہے مگر یہ ان کو اللہ کے حکم کے بغیر ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا اور مومن صرف خدا ہی پر بھروسہ رکھیں۔

## حزب اللہ کا فائدہ

مناقضین نے خفیہ جماعت بنا کر مسلمانوں کو یہ کہہ کر ڈرانا شروع کر رکھا ہے کہ ہمارا تعلق یہودیوں کے ساتھ ہے جن کے آگے قیصر روم کے ساتھ تعلقات ہیں اس لئے

ہم اور یسوی قیصر کی طاقت استعمال کر کے مسلمانوں کو برباد کر دیں گے لیکن اسے معمولی چیز سمجھنا چاہئے اور جب ان کے پروپیگنڈے کا استعمال کرنے والی حزب اللہ قائم ہو جائے گی تو اس حزب الشیطان کا ضرر ختم ہو جائے گا جیسے ایک چیز سے بیماری پیدا ہوتی ہے تو اللہ نے اس کا علاج پیدا کر دیا ہے وہ علاج کرنا چاہئے۔ اس سے قاعدہ ہو گا ایسے ہی سوسائٹی حزب الشیطان کا دخیل پیدا ہو گیا ہے یہ حزب الشیطان ضرر پہنچانے کے لحاظ سے اصل چیز نہیں ہے بلکہ نفع و ضرر اصل میں اللہ کے دست قدرت میں ہے حزب الشیطان کا پیدا ہو جانا حزب اللہ کے قیام کا معمولی سبب ہے پس مسلمانوں کو اللہ کے بھروسے پر کام کرنا چاہئے اور اسلامی سوسائٹی کو ان بادشاہوں کے پروپیگنڈے کے اثرات سے محفوظ و مطمئن کرنے کے لئے ایک جماعت بنالینی چاہئے جیسے عام معترض اسباب کا توڑ سوچنے کے لئے انسان اللہ پر بھروسہ کر کے کام کرتا ہے ویسے ہی اس صورت میں بھی کرنا چاہئے۔

آیت نمبر ۱۱ یا ہا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح اللہ لکم فاذا قیل انشرو فانشروا یرفع اللہ الذین امنو منکم والذین اتقوا العلم درجات ما واللہ بما تعملون خبیر

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تمہیں کہا جائے کہ مجالس میں کھلے کھلے بیٹھو تو کھل کر بیٹھ جاؤ اللہ تمہیں پھیلا دے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جاؤ! تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

### خفیہ تنظیم

اس آیت میں خفیہ سوسائٹی کے اندرونی نظام پر بحث ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں ایک شخص حکم دینے والا ہونا چاہئے تم اس کے حکم کے مطابق بیٹھو اور اس کے حکم سے جلسہ برخواست کرو وہ "صدر" کون ہو گا؟ وہ شخص ہو گا جسے ایمان اور علم زیادہ دیا گیا ہو پس ایسے شخص کو "صدر" بنا لو اور اس کے حکم کے مطابق جلسہ کیا کرو۔

جس طرح ایک عورت نے اللہ کے حکم سے اپنا گھر درست کر لیا تم بھی اسی اللہ کے حکم سے اپنا گھر درست کر لو۔

آیت نمبر ۳۴ یا ایہا الذین امنوا انا ناصیتم الرسول فقد موہبن بہن نجولکم صلۃ مطلقہ غیر لکم فاطہرہ فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول اللہ سے مشورے کا ارادہ کرو تو تم اپنے مشورے پیش کرنے سے پہلے صدقہ دیا کرو یہ تمہارے لئے اچھی اور زیادہ پاک بات ہے اگر صدقہ دینے کے لئے نہ پاؤ تو اللہ بخشے والا مہربان ہے اس مالی قربانی کی شرط ہے۔  
--- اکثر منافقین جھڑ جائیں گے

--- ہر باقی ایمان اور علم کی شرط کے ماتحت رک جائیں گے۔ اس طرح سوسائٹی کا اندرونی نظام منافقین سے پاک ہو جائے گا۔  
اس جماعت کے فیصلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہونے چاہئیں۔

آیت نمبر ۳۳ اشفقتم ان تقعدوا ہیہن نجولکم صلتہ فانکم تفعلو و نوب اللہ علیکم فاقیموا الصلوۃ فاتوا الزکوۃ فاطہموا اللہ ورسولہ فاللہ خبیر بما تعملون ۵

کیا تمہیں خوف ہوا اس چیز کا کہ اپنے مشورے پیش کرنے سے پہلے صدقات دو؟  
تو جب تمہیں نے یہ نہ کیا در اس حال کہ اللہ تمہیں معاف کر چکا ہے تو نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے یعنی جو شخص صدقہ نہ دے سکے یہ نہیں کہ وہ اس وجہ سے اپنا حق رکیت ہی کھو بیٹھے گا بلکہ وہ اپنا استحقاق اپنے علم و عمل سے پیدا کر سکتا ہے یعنی اس مجلس کے مقاصد پر عمل پیرا ہو کر کھائے اور لوگوں کو خیرات اور اطاعت رسول پر جمع کرے!  
ان میں سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے دونوں محکم ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس جماعت کا مالی نظام الگ ہونا چاہئے۔ اور انہی لوگوں کی کمائی میں سے اس کے فنڈ کی بنیاد پڑنی چاہئے اگر کسی کے پاس روپیہ نہ ہو تو اس کے ایمان اور عمل صالح کی بناء پر اسے ممبر بنایا جاسکتا ہے یہاں حزب اللہ کی تشکیل اور

اندرونی نظام کے متعلق ہدایات پوری ہو گئیں اس کے بعد آیت نمبر ۳۲ تا ۲۰ حزب  
الشیطن یعنی مسلمانوں کے مخالف کام کرنے والی جماعت کی تصریح آتی ہے۔

آیت نمبر ۳۳ الم تر الى الذين تولوا قوما غضب الله عليهم ما هم منكم ولا منهم ويحلفون على  
الكذب وهم يعلمون ۵

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے رشتہ الفت استوار کیا  
ہے جو اللہ کی غضوب علیہ ہے؟ وہ لوگ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے وہ جھوٹی  
قسمیں کھاتے ہیں اور وہ اس چیز کو بھی جانتے ہیں۔

الذین تولو سے مراد منافقین ہیں قوما غضب اللہ علیہم سے مراد یہودی ہیں۔  
جب قرآن حکیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دنیا میں غالب ہو گا تو منافقین یہ باتیں  
سن کر یہودیوں سے جا کر کہہ دیتے ہیں جو یہ باتیں قیصر تک پہنچا دیتے ہیں اور چاہتے ہیں  
کہ مسلمانوں کا یہ خیال پورا ہونے سے پہلے قیصر کی طاقت عرب کو ہڑپ کر لے۔ یہودی  
نہ مسلمانوں کے دوست ہیں (ماہم منکم) کہ ان کے فائدے کی بات کریں گے نہ  
منافقوں کے دوست ہیں (ولا منہم) کہ عرب کی ترقی کی حمایت کریں گے۔ وہ جھوٹی باتوں  
پر قسمیں کھا کھا کر اپنا وقار قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴ اعد الله لهم عذابا شديدا ما انهم ساء ما كانوا يعملون ۵

اللہ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ  
نہایت ہی برا ہے یعنی ان منافقین اور یہود کو عنقریب نہایت دردناک سزائیں ملیں گی  
تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

آیت نمبر ۳۵ اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله فلهم عذاب مهين ۵

ان لوگوں نے قسموں کو اپنے بچاؤ کے لئے ڈھال بنا کر رکھا ہے اور اس طرح وہ  
لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک لیتے ہیں ان کے لئے بے عزت کرنے والا عذاب  
ہے۔

آیت نمبر ۸۸ لن تغنی عنهم اموالهم ولا اولادهم من اللہ شیئاً اللہک اصحاب النار ہم فیہا خالدون ○

ان کے اموال اور اولاد ان کے کسی کام نہ آئیں گے اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ آگ کے مستحق ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

### منافقین اور یہود سے سلوک

یہ لوگ مسلمانوں میں شامل ہو کر قسمیں کھا کھا کر اتنی خیر سگالی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے باوجود وہ مسلمانوں کی جماعت میں رخنہ پیدا کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں حزب اللہ جب مضبوط ہو جائے تو ان کو ذلت آمیز شکست دے کر نکال کر باہر کرے گی۔

اس وقت ان کے اموال اور اولاد جن کے بھروسے پر وہ اس قسم کی کارروائیاں کر رہے تھے کسی کام نہ آئیں گے اور موت کے بعد اپنے اعمال کی پاداش میں جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

آیت نمبر ۸۸ یوم یبعثہم اللہ جمیعاً فیحلفون لہ کما یحلفون لکم و یحسبون انہم علی شئی الا انہم ہم الکنبون ○

جس روز ان سب کو اٹھائے گا یہ اس کے سامنے بھی اس طرح قسمیں کھائیں گے جیسے اب تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی بات بن جاتی ہے۔

خبردار! یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

یعنی یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنا وقار قائم کر لیتے ہیں اللہ کے سامنے بھی اپنا صدق ثابت کریں گے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں اس دن سے پہلے ہی اللہ مسلمانوں کے سامنے ان کے جھوٹے وقار کا بھانڈا پھوڑ دے گا اور وہ یوں کہ حزب اللہ ان کا پردہ فاش کر دے گا۔

## منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے

مگر وہی کام کچھ نہ کرتے تھے اس پر بھی گمان کرتے تھے کہ انہم علی شبنی یعنی ہم ایمان پر ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب کو ماننے ہیں اس لئے وعدہ انعام یعنی فتح میں ہمارا بھی حصہ ہے اور آخرت میں بھی ہمیں بلند درجات نصیب ہوں گے مگر وہ اسلام کی خاطر جانی اور مالی قربانی نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹے ہیں مثلاً رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوتا ہے۔

فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسك و حرض المومنین (نساء ۸۴)

ترجمہ: راہ حق میں لڑیے آپ اپنی ذات کے ہی مکلف ہیں اور مسلمانوں کو آمادہ قتال کیجئے تو وہ کہتا ہے انا اول المسلمین (فرمانبرداروں میں پہلا) مگر یہ منافق اس کے خلاف کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۹ استحوذ علیہم الشیطن فانساهم ذکر اللہ واللہ حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن هم الخسران ○

اس پر شیطان چھا گیا ہے اور اس نے ان کو اللہ کی بھیجی ہوئی یاد دہانی بھلا دی ہے یہ حزب الشیطان ہے اور خبردار یہ حزب الشیطن ہمیشہ ناکام ہی رہتا ہے۔

## شکست کی مکرر پیش گوئی

یعنی شیطان نے ان کو تو رات بھلا دی ہے اور ان کی کوششیں صرف کھانے پینے اور دنیاوی عزت و جاہ کے حصول تک محدود رہ گئی ہے تو رات کو زندہ کرنے والا نبی آیا ہے تو یہ اس کی مخالفت کرنے لگے ہیں یہ کیسے احمق ہیں؟ یہ حزب الشیطن ہیں یہ حزب اللہ کے مقابلے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۰

ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اللہ فی الاولین

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔  
بھلا اس سے ذلیل تر کون ہو سکتا ہے جو اپنے دین اور اپنی قوم کی مخالفت شروع کر دے؟  
پس یہ لوگ دنیا میں ذلیل ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۱ کتب اللہ لا غلبہ لنا ورسلی ان اللہ قوی عزیز

اللہ نے لکھ دیا ہے ۔۔۔۔ کہ بلا شک و شبہ میں اور میرے رسول ہی غالب آیا  
کرتے ہیں یقیناً اللہ قوت و عزت دینے والا ہے۔

اللہ کا یہ قاعدہ تمام آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے پس رسول اللہ ﷺ کا غلبہ  
مقرر ہے اور ان کا غلبہ گویا تمام رسولوں کا غلبہ ہے۔

آیت نمبر ۲۰ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یؤمنون من حاد اللہ ورسولہ فلو  
کانوا ابناء ہم ابناء ہم انا نحنہم او عشیرتہم الفلک کتب فی قلوبہم الایمان وابدہم بروح  
منہ فیدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہار یخللین فیہا ما رضى اللہ عنہم ورضوا عندہ ما الفلک  
حزب اللہ لا الا ان حزب اللہ هم المفلحون

تجھے ایسے آدمی نہیں ملیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ اور  
اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی کا نظمیں، چاہے یہ مخالفین ان کے آباء،  
بیٹے اور بھائی بند اور اہل قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں، یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے  
ایمان رقم کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے مدد دی ان کو اللہ ایسی جنتوں میں  
داخل کرتا ہے جن کے نیچے پانی کے سوتے بہتے ہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان  
سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ حزب اللہ ہے اور یقیناً ہمیشہ حزب  
اللہ ہی غالب رہتا ہے۔

رضی اللہ عنہم اللہ ان سے راضی ہے اس لئے جب قرآن کی حکومت پیدا ہو گی تو وہ  
اس کے حاکم ہوں گے۔

رضوانہ وہ اللہ کی اس کتاب کو چھوڑ کر اور کچھ نہیں چاہتے وہ اس پر راضی ہیں۔  
المفلحون وہ حزب اللہ ہی ہمیشہ غالب رہا ہے اور قاعدے کے مطابق اب بھی کامیاب  
و کامران ہو گا۔ حزب الشیطن ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا۔



# قرآنی اقدام انقلاب

سورہ حشر کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32- میکھلگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک دے جی آفس لاہور

فون 7239138



## حرف اول

قرآن حکیم جس ہمہ گیر انقلاب کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس نے حزب و تنظیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور تاریخ انسانی اس قرآنی حقیقت کو ثابت کرتی آرہی ہے کہ انقلابات عالم کے پیچھے ایک منظم حزب و جماعت کا اساسی اور بنیادی کردار ادا ہوتا ہے۔ قرآنی انقلاب کی جماعت اعلیٰ مقاصد کی خاطر رجعت پسند طاقتوں سے محاذ آرائی کو ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر قبول کرتی ہے۔ چنانچہ معروضی حالات کے تحت وہ وقایع حکمت عملی اور پیش قدمی کی پالیسی دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرتی ہے۔

بر عظیم ہند میں انگریزی استعمار کے دور میں بعض مسلم زعماء نے اس خیال کو عام کرنے کی کوشش کی کہ اسلام میں محض وقایع جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ سوچ ذہنی مرغوبیت اور فکری پراگندگی کا مظہر ہے اور قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ دونوں اس کی تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر سوزت الحشر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اقدامی جنگ (غزوہ بنی نضیر ۳ھ) ہی کا ذکر ہے اور یہ قرآن حکیم کے انقلابی ہونے کی ایک واضح اور بین مثال ہے۔

یہاں معذرت کے ساتھ یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ تفسیر جس مسودے سے نقل کی گئی ہے اس کے آخری صفحہ کی چند سطور کرم خوردہ ہونے کے باعث ہم قارئین کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ہمیں متبادل مسودے کی تلاش ہے جو نئی ان سطور کا علم ہوا اگلے ایڈیشن میں انہیں شامل اشاعت کر دیا جائے گا۔

چیرمین

### غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ۳ھ میں غزوہ احد اور بدر معونہ کے بعد ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنی کلاب کے دو اشخاص کا قتل ہو گیا۔ یہ قبیلہ چونکہ بنی نضیر کا حلیف تھا (بنو نضیر یہود کے تین قبائل میں سے ایک تھا) اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی دست (خون بہا کی رقم) سے متعلق گفتگو کرنے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ سبیت کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھا دیا۔ بعد ازیں یہ سازش تیار کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا کر آپ کو قتل کر دیا جائے اس منصوبہ کی بذریعہ وحی اطلاع ملے ہی آپ وہاں سے فوراً خاموشی سے چلے آئے آپ کے جانے کی اطلاع پا کر صحابہ کرام بھی چلے آئے، آپ نے ان کو بنی نضیر کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کے اندر مضافات مدینہ خالی کرنے کا حکم دے دیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص علاقہ میں پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ جانے پر آمادہ تھے لیکن حزب منافقین کے سربراہ عبد اللہ بن ابی نے یقین دہانی کرائی کہ اس کی جماعت کے دو ہزار ارکان امداد کے لئے تیار ہیں۔ حتیٰ کہ قلعہ بند ہونے کی صورت میں قلعہ کو پائدر ایک ساتھ مرنے پر بھی کمر بستہ ہیں۔ اس کے علاوہ بنو قریظہ کا گردپ اور بنو عطفیل کا گروہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لہذا نبوی حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر بنو نضیر نے مضافات مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس ہٹ دھرمی کے جواب میں آپ نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن ام المکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فوج کا علم دیا۔ چنانچہ بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور منافقین، بنو قریظہ اور بنو عطفیل میں سے کسی نے بنو نضیر کا ساتھ نہ دیا۔ بالآخر بنو نضیر نے اپنے مکانات اور قلعہ چھوڑ کر

باہر جانے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ آلات  
 حرب کے سوا اونٹ پر جس قدر اسباب لاوا جاسکے اس کو معہ اہل و عیال لے کر علاقہ خالی  
 کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیر خصل ہو گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی  
 اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ سورہ حشر، سورۃ بنی النضیر ہے۔

(ماخوذ از اصح المسیر)

### موضوع

سورۃ المجادلہ میں حزب اللہ کی جس تکفیل کا ذکر آیا ہے وہ منافقین کی سازشوں کی روک تھام کے لئے ہے۔ اب اس کے ساتھ حزب قوت کا نظام بھی ملا دیجئے تو یہی حزب اللہ سیاسی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ہی حزب حریفوں کا مقابلہ بھی کرے گا۔ سورۃ الحشر میں حزب اللہ کی اس جدید توسیع کا ذکر ہے۔

### حزب کا سیاسی ارتقاء

جب ایک حزب ایک خاص نظریے پر قائم ہو جاتا ہے وہ اندرونی مزاحمتوں کو بھی دور کرتا ہے اور بیرونی حملوں کو برداشت کر کے ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کے حزب کے مرتب ہوتے ہی اس کا اپنے مخالف نظریات کے احزاب کے ساتھ اعلان جنگ ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں صرف اپنی ہستی اور اپنے ساتھیوں کی ہستی برداشت کرتا ہے مثلاً "جو حزب اس حزب کی قیادت کو تسلیم کر لے اسے تو وہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے مگر کسی خود مختار مخالف حزب کی ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مخالف احزاب کی مخالفت کرنا اس کا فرض ہو جاتا ہے۔ ان مخالف احزاب کے خلاف اعلان جنگ کرنا اس کی طبعی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڑائی کا موقعہ ملے یا نہ ملے سیاسی احزاب کے ارتقاء کا یہ فلسفہ ہے۔

### حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظمہ میں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزب مکہ معظمہ میں پیدا ہوا وہاں وہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ چند آدمیوں سے زیادہ اس کے ماننے والے نہ تھے بایں ہمہ ایک دنیا ان کے نام سے کانپ رہی تھی۔ چنانچہ اس حزب کو فنا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیم کی متابعت میں حنبلی دین کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتا تھا اور کسی مخالف قوت کو نہیں مانتا تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ تھی۔ یہ حزب مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے اپنا نظام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے فی الحال طرح دیتا جاتا تھا۔ جس نے مخالفت کی یا ضد اس سے ہٹ گئے یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی۔ اس کا

مطلب یہ نہ تھا کہ ان کے نزدیک لڑنا جائز نہ تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ لوگوں نے خواہش کی کہ لڑنے کی اجازت مل جائے۔ مگر قرآن نے اس وقت یہی حکم دیا کہ ”کنوا ایہ کیم“ (اپنے ہاتھ روک کر رکھو) اس سے بھی واضح سند یہ ہے کہ سورۃ کافروں کی سورت ہے اور وہ تمام دنیا کی منافقین کے لئے الٹی میٹم ہے کہ تم سے صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ دین کے اندر سیاست ”کیسے ترقی کرتی ہے“ کے سیاسی اصول پر مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سب چیزوں کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیم کو منظم طور پر کبھی بھی سمجھا نہیں سکتے۔

### حزب اللہ مدینہ منورہ میں

حزب اللہ جس کی بنیاد مکہ معظمہ میں رکھی گئی تھی اب اپنا مرکز بدل کر مدینہ منورہ میں جمع ہوتا ہے۔ وہ یہاں نسبتاً آزاد ہے۔ یہاں کمزور طاقتوں نے حزب اللہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سورۃ مجادلہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ان منافقین کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر ان کا سد باب نہ کیا گیا تو یہ اسہنی سوسائٹی کو کھاجائیں گے اس پر مسلمان سنبھلے اور منافقین ڈر گئے۔

### منافقین سے مقابلہ

منافقین جس طاقت کے بل بوتے پر باتیں بتاتے تھے وہ یہود کی طاقت تھی جن کے قریبے پاس ہی تھے۔ اوہر حجاز کی تمام سرمایہ داری یہود کے قبضے میں تھی۔ اور جاہلیت میں قریش بھی تاجر ہونے کی حیثیت میں سرمایہ داری سے کسی قدر انس پیدا کر چکے تھے۔ اس لئے یہود اور قریش ہم پٹگی کی وجہ سے آپس میں ملتے رہتے تھے۔ اب ان لوگوں نے اوہر تو مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں میں فساد ڈلوانے کے لئے خفیہ سازشیں شروع کر دیں اور اوہر کسری و قیصر تک اپنے پیام پہنچانے شروع کر دیئے۔ اب اس سیاسی پارٹی کا جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہو ایسی حالت میں صبر سے بیٹھے رہنا جائز نہ تھا۔ اگر منافقین حملہ نہیں کرتے تو یہ سیاسی حزب حملہ کرے گا۔ یہ ہے وہ حملہ جسے اول المحشر (۲:۵۹) کہا گیا (غزوہ بنی نضیر ۳ھ کا واقعہ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ پہلا اقدامی حملہ تھا۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں تھیں وہ سب مدافعت تھیں۔ بعض لوگوں نے صرف ان مدافعتی جنگوں سے قاعدہ بنا لیا کہ حزب اللہ کا کام صرف مدافعتی جنگ کرنا ہے۔ یہ لوگ ان اقدامی جنگوں کو بھی دیکھیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے کیں (غزوہ بنی نضیر اس قسم کی اقدامی جنگوں کی پہلی مثال ہے)۔

### کیا اسلامی جنگ مدافعتی ہے

مسلمانوں میں قدیم سے ایسی جماعتیں چلی آتی ہیں جو اسلام کا نام تو لیتی ہیں مگر اس کی سیاست نہیں سمجھتیں۔ ایسی جماعتوں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو فقط اخلاقیات میں منحصر کر دیتے ہیں اور سیاسی تقدم کو ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں جن کا تحقق ناممکن ہے۔ اسی طرح وہ قوم کو مار دیتے ہیں۔ اس قسم کی جماعتیں جہاں کہیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں انہوں نے فائدے کی بہ نسبت نقصان زیادہ پہنچایا۔

پاک و ہند میں انگریزی غلبے کے بعد مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائی گئیں۔ بعض نے قرآنی حکمت نہ سمجھتے ہوئے اس خیال کی تائید کی کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعتی رہی ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مدافعت ہی کی ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا۔

قرآن حکیم کی آیت **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَبِالنُّورِ عَلَى الْعَالَمِينَ** کلمہ **فَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ** سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں الاقوامی انقلاب کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی صورت میں انقلابی ذہنیت والے استوار طبقے میں موجود رہے۔ مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الحد مولانا محمود حسن قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی انقلابی تخیل ان میں پایا گیا۔

اسلام اور جنگ الغرض انقلابی جماعت دیکھے گی کہ وہ مخالفوں کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ اقدامی حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی۔ اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ حملہ کرنے میں پیش قدمی کرنا یا مدافعت پر اکتفا کرنا یہ دو سرے درجے کی چیز ہے۔ اس کا فیصلہ



کرنا قادر لشکر کا کام ہے۔ یہ اصولی بحث نہیں ہے۔ کمانڈر اپنی فوج کی حالت کے مطابق مدافعت ہی کو کافی سمجھے گا۔ تو فقط مدافعت ہی کرے گا۔ اور اگر حملہ کرنا ضروری خیال کرے گا تو حملہ کرنے میں پیش قدمی کرے گا۔

دنیا میں مذہبی پروگرام دو طریقوں پر چل رہے ہیں۔ بعض مذاہب وہ ہیں جو لڑنا اور حملہ کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں سمجھتے جیسے بدھ و حرم والے جو اصولاً "ہنسا کے قائل ہیں اور جنگ کو کسی شکل میں بھی جائز نہیں سمجھتے۔

دوسرے وہ مذاہب ہیں جن کے نزدیک حسب ضرورت لڑنا جائز ہے۔ پس اصولی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے نزدیک جنگ جائز ہے یا نہیں۔ اس معیار کے مطابق قرآن حکیم جنگ کو بالکل جائز رکھتا ہے۔ قرآن حکیم ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کا زبدست حای ہے۔ قرآن فقط انقلابیوں کی چیز ہے جو مناسب موقع پر اپنے انقلاب کی کامیابی کے لئے لڑنا جائز سمجھتے ہیں۔

### تفسیر سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ صبح للہ ما فی السموت و ما فی الارض و هو العزیز الحکیم

ترجمہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور وہی زبدست حکمت والا ہے۔

### سورۃ مجادلہ کے ساتھ ربط

سورۃ مجادلہ میں مسلمانوں کو حزب اللہ کی تنظیم جدید کی جو دعوت دی گئی تھی اور جس کی توسیع کی طرف اس سورۃ (الحشر) نمبر ۵۸ میں ان کی توجہ دلائی گئی ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمان کا نظام اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کام پورے غلبے اور حکمت کے ساتھ چلا رہا ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو حزب اللہ کی توسیع کے ذریعے سے غلبہ (عزت) دینا چاہتا ہے۔

هو الذي اخراج النبين كفر فاعل الكتب من ديارهم لاول الحشر ما ظننم ان يخبر جوا  
وظنوا انهم ما نعتهم حصونهم من الله فانتهم الله من حيث لم يحتسبوا فقفوا في قلوبهم الرعب  
يخبرون بيوهم بايدهم فابليس المومنين

ترجمہ وہی ہے جس نے ان کو جو اہل کتاب میں سے منکر ہیں لشکر کے پہلے ہی اجتماع  
پر ان کے گھروں سے نکال دیا تم خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے  
تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے پھر اللہ نے ان کو آن لیا جہاں سے انہیں  
خیال نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں  
کے ہاتھوں اجاڑنے لگے۔

### یہود کی شکست اور اپنے ہاتھوں تخریب

خدا کا عزیز اور حکیم ہونا یوں ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ کے قیام کے بعد پہلے ہی  
اجتماع عسکری اور اقدامی حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے فضل سے یہود کو اپنے گھروں سے  
نکل جانا پڑا۔ مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہودی نکلیں گے نہیں اور خود یہودی بھی  
اپنے قلعہ نما مکانوں میں اپنے آپ کو محفوظ اور مستحکم سمجھتے تھے۔ مگر اللہ نے مسلمانوں  
کی دھاک ان کے دلوں میں بٹھا دی اور یہود نے خود ہی اپنے مکانوں کو گرانا شروع کر دیا  
اور اس تخریب..... Scorched earth policy میں وہ حکمت الہی کام کرتی تھی جو  
مسلمانوں کو عزت اور یہودیوں کو ذلت دینا چاہتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی ان یہودیوں کو  
برہاد کیا اور ان کے قلعوں کے توڑنے پھوڑنے میں کمی نہ کی۔

فاہتبر وایا الی الا بصار

اے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو۔

### مسلمانوں کے لئے عبرت

یعنی مسلمانوں میں ایسی جماعت کبھی پیدا نہ ہونے دی جائے۔ اس لئے یہودی  
تورات پر ایمان رکھتے تھے۔ اور مسلمان قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن حکیم  
اور تورات حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جب تورات کے ماننے والوں نے اپنے آپ کو

تورات سے بعید کر لیا تو ان کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے گھریباں برباد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وہ دنیا میں انقلابی کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں اور خدا نے انہیں کامیاب ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ اگر وہ اس انقلاب سے پیچھے ہٹیں گے تو دوسری قومیں ان سے ضرور انتقام لیں گی۔ پس ایسی حالت کبھی پیدا ہی نہ ہونے دی جائے۔

۳۔ فَلَوْلَا اِنْ كَسَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي النَّارِ اَلْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

ترجمہ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کیلئے آگ کا عذاب ہے۔

### یہود کی جلا وطنی

تورات میں یہود کو بتایا گیا تھا کہ اگر تم نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی پر ضد کی تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی۔ اور پھر یا تو تم جلا وطن کر دیئے جاؤ گے یا قتل کر دیئے جاؤ گے ان دونوں باتوں میں سے ایک کا مستحق ہونا ضروری ہے۔  
 بنی نصیر کو تورات کی دو سزاؤں میں سے ہلکی سزا دی گئی۔ پس اب آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ ”اگر اللہ نے انہیں جلا وطن کرنا نہ لکھ دیا ہوتا۔“

اکثر تفسیر پڑھنے والے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ حکم جلا وطنی خاص طور پر ان یہودیوں کے لئے تھا۔ مگر ہم یوں سمجھتے ہیں کہ تورات میں دو سزاؤں میں سے ایک کا ملنا مستحق ہے یعنی جلا وطنی یا قتل۔ اس لئے آیت کا ترجمہ یوں کریں گے کہ ”اگر ان یہود کو تورات کی خلاف ورزی کی پاداش میں سزا دینے میں جلا وطنی داخل نہ ہوتی تو قتل کر دیئے جاتے مگر چونکہ قتل کی متبادل سزا جلا وطنی بھی تھی اس لئے ان کو جلا وطنی ہی کی سزا دی گئی جو دونوں میں سے نرم سزا تھی“ مسلمانوں کی حالت کے اس وقت یہ مناسب سزا تھی جو وہ دے سکتے تھے۔

### دنیاوی عذاب

اگر یہود اپنے شقاق کے بعد مدینے میں رہتے تو ضرور قتل کر دیئے جاتے۔۔۔ ولعد  
بہم فی النبیاب مسلمانوں کے تمکین کے بعد ان کا مدینے میں رہنا دشوار تھا۔ انقلاب کی  
ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ مخالف فکر کو برداشت نہیں کرتا اخرجوا الیہود فانصلی  
من جزیرۃ العرب (جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو) سے مراد حجاز علی سبیل  
الوجوب ہے اور باقی عرب سدا الذریعہ ہے۔

۴۔ ہلک بانہم شاقو اللہ و سولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب

ترجمہ یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے اور جو کوئی اللہ کا  
مخالف ہوا تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

### جلا وطنی کیوں؟

ان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی مخالفت کی بلکہ تورات کے احکام کی خلاف ورزی بھی کی۔ جو لوگ خدا کے  
احکام کی نافرمانی کریں ان کو خدا تعالیٰ سخت سزا دیا کرتا ہے۔

۵۔ ما قطعتم من لینتم اکثر کتموہا قالتمہ علی اصولہا فان اللہ ولیخزى الفاسقین

ترجمہ جو کجیور کا درخت تم نے کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا تو وہ اللہ کے حکم  
سے ہے اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

### میدان جنگ میں صحیح فیصلہ

مسلمانوں نے یہودیوں کے بعض درخت کاٹ ڈالے اور بعض یونسی چھوڑ دیئے۔  
اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کہ کاشا ضروری تھا یا چھوڑنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ  
نے فیصلہ کیا کہ دونوں ہی درست ہیں پس میدان جنگ میں کام کرنے والے لوگ جو فیصلہ

بھی کریں صحیح مانا جاتا ہے اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ فوج کی ایک کہنی ایک طرف سے حملہ کرتی ہے اور دوسری دوسری طرف سے ان کے کمانڈر اپنی ہی کہنیں کو جو حکم دیتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ ان پر یہ بحث کرنا کہ فلاں نے درست حکم دیا اور فلاں نے غلط یہ اصول جنگ کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے قبلان اللہ کا یعنی جنگ کا جو قانون اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کو دیا ہے یہ اس کے اندر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو اللہ نے کائنات کا حکم دیا اور کسی کو نہ کائنات کا اللہ حزب اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو اللہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

۶۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما الا جفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولكن اللہ یسلط رسالہ

علی من یشاء واللہ علی کل شیء قہیر

ترجمہ اور جو مال اللہ نے اپنے رسول پر ان (کفار) سے لوٹا دیا تو تم نے اس پر نہ کھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ و لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

### الحشر کا اصل موضوع

یہ آیات نمبر ۶ تا ۱۰ اس سورۃ (الحشر) کا بحث اصلی ہیں سورہ مجادلہ میں صحیح اصول عقل اور اخلاق فاضلہ کی بنا پر حزب اللہ کے قیام کی توضیح کی گئی تھی مگر ایسی جماعت اموال و اقصادیات کے اشتراک کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں حزب اللہ کے فطر کی تشریح کی گئی ہے۔

یہود جب خارج البلد ہوئے تو وہ تمام اٹھانے کے قابل چیزیں لے گئے اور اراضی اور جاہات (کنوین) باقی رہ گئے یہ چونکہ لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے تھے اس لئے ان کو نے کا مال قرار دیا گیا۔ ان آیات نمبر (۶ تا ۱۰) میں مال نے کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔

مل قیمت کی تقسیم سورہ اظہار میں کی گئی ہے اور مل نے کی تقسیم اس سورت  
(الحشر) میں کی گئی ہے۔

### مل کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر یہ مل حاصل  
نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے دلوں میں رعب ڈال دیا (اس رعب میں ان  
مسلمانوں کا بھی کچھ اثر ہے جو اس وقت جنگ میں شریک نہیں ہیں) اس لئے اس طرح  
حاصل شدہ مل فقط سپاہیوں کا حق نہیں ہوگا بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہوگا۔

### مل کی اراضی کس کی ہیں

اپنے رسولوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ غالب کرتا ہے۔ وہ اس فتح کا معاوضہ اپنی ذات کے  
لئے نہیں چاہتے کہ اب یہ زمین ہماری ملکیت ہوگئی بلکہ اب وہ اس حزب اللہ کی ملکیت  
بن جاتی ہے۔ اس حزب اللہ نے اپنے اپنے گھوڑے گھوڑے صدقات سے ملی اساس  
کاظم کی تھی۔ (المجادلہ ۳)

اب خدا نے اپنے فضل سے زمین دے دی۔ یہ زمین اس حزب کے ہاتھ میں  
رہے گی اور وہ اس سے قاعدہ اٹھائیں گے۔ یہ حزب اللہ کی ترقی کی رفتار ہے یعنی پہلے  
حملہ کرنا جائز ہو گیا اور نیز فتوحات میں سے اجتماعی قاعدہ پہنچا۔ پہلی فتوحات میں جو مل  
قیمت حاصل ہوتا تھا وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اب وہ اجتماعی حق بن گیا۔

### انقلاب کی حقیقت

یہ ہے انقلابی قوت، اس کا نام لڑائی نہیں ہے اس کا نام انقلاب ہے لڑائی تو لڑائی  
نئے اصولوں پر لڑی جائے گی اور سپاہیوں کو مال قیمت دیا جائے گا یا تحفہ دی جائے گی۔  
مگر انقلاب میں فقط میدان جنگ میں لڑنے والا حصہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ نہ لڑنے والا

حصہ بھی کام کرتا ہے۔ مغللہ وہ پردیگٹھ کر کے فوجوں کی مدد کرتا ہے یہ جو مخالفین کے دلوں میں رعب پڑایہ پردیگٹھ کرنے والے حصے کی برکت سمجھی جائے اسی کی طرف آیت نمبر ۱۱ میں اشارہ ہے کہ کائنات اور نہ کائنات دونوں جائز ہیں کیونکہ لڑنے والا حصہ فوجی ضرورت کے پیش نظر دشمنوں کو کائنات ہے اور نہ لڑنے والا حصہ مستقبل کے استغلائے کے پیش نظر نہیں کائنات۔

نمبر ۱۱۔ ما اناہ علی رسولہ من اهل القرۃ فلولہ للرسول وللی القرۃ والہنسی  
والمساکین فابن السہیل کی لا یکن ولہ بین الاغنیاء منکم وما اناکم الرسول فخذوہ وما نہکم  
عند فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شعیب المعقاب

ترجمہ۔ جو مال اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے لوٹایا تو وہ اللہ کیلئے رسول کے لئے قرابت والوں کے لئے یتیموں کی لئے محتاجوں کے لئے اور مسافر کیلئے ہے مگر وہ تم میں سے دولت مندوں کے درمیان گردش میں نہ رہے اور جو تم کو رسول دے تو لے لو اور جس سے منع کرے تو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

### مال فے کے پانچ حصے

مال فے کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہوں گے۔

- (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہیں
- (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربی بحیثیت رسالت
- الف (۱) للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من ديارهم واموالہم
- (۲) والذین نبوا والذین اصابوا بالایمان من قبلہم یحبون من باجرا الہم
- (ب) والذین جاءہم من بعدہم
- (۳) والہنسی
- (۴) والمساکین
- (۵) فابن السہیل

اللہ کا حصہ تیر کا ہے

اللہ کا یہ حصہ تیر کا ہے۔ گویا مل نے کسی کا ذاتی اور محض حق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کیونکہ پوشا ہی اللہ کی ہے۔ زمین اللہ کی ہے۔ اس لئے ملکیت بھی اللہ کی ہے۔ پس اللہ کے بندوں کو تغلب دکھانے کا کون سا موقع ہے۔ اس کے بعد مل نے کے عملی طور پر پانچ حصے کئے گئے۔

رسول اللہ کا حصہ : آپ کے بعد کس کا؟

(۱) ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ خاندان نبوی اور جو ذوالقربی ہوئے وہ اس حصہ میں سے حصہ پائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا جانشین ان کے حصے کا حقدار ہے یا نہیں؟ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمرؓ نے اپنے آپ کو اس حصے کا حقدار مقرر نہیں کیا مگر سیدنا حضرت عثمانؓ نے حصے کا مالک قرار دیا۔

ذوی القربی

(۲) ذوی القربی یعنی وہ لوگ جو امور رسالت میں شریک کار ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پادشاهی کے لوگ ہیں۔ یہ آپ کے محض رشتہ دار نہیں ہیں۔ محض رشتہ داروں کو آپ کے حصے میں سے ملے گا۔ پس ذوی القربی سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا شاف ہے۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار وہ ہے جو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیارا کرتا ہے جتنا وہ اپنے ماں باپ سے کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

لَا يُوَدُّ مَنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (الحديث)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اپنوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان کی حاجات کی کفالت ذوی القربی کی طرح کریں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ نے خلوہ طلب کی تو فرمایا کہ انصار کے چیموں کو تم سے زیادہ ضرورت ہے۔



### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کی ضرورت

اگر کتب اہی کی اشاعت کو پارٹی پروگرام میں منبہ کر لیا جائے۔ جیسے ہم سورہ مجادلہ میں حزب اللہ کی تاسیس سے استنباط کر چکے ہیں اور انسانی عقائد جماعتوں کا فیصلہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی کی آمیت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا تو انبیاء کرام کی کامیابی کو ان کی پارٹیوں کی کامیابی تسلیم کرنا پڑے گا۔ انبیاء کرام اپنی پارٹیوں کے لیڈر ہوتے ہیں اس لئے دنیا ظلمی سے رہنا کو ڈیکٹر سمجھ لیتی ہے۔ حقیقت میں کوئی نبی اپنے انقلابی رفقاء کی کامیابی کے بغیر کامیاب نہیں ہوا۔ بڑے بڑے اولوالعزم نبی اپنے رفقاء کی کمزوری کے سبب اپنی تعلیمات کے نتائج نہ دیکھ سکے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ بذات خود بڑے اولوالعزم نبی تھے اور ان کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ مگر ان کے رفقاء کی کمزوری سے انہیں بے حد تکلیف پیش آئیں اور حبل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۲ ملاحظہ ہو۔

۳۶

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيمون في الارض فلا تأس على القوم الفاسقين

ترجمہ اللہ نے فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس حرام کی گئی ہے وہ اس ملک میں سرگرداں پھریں گے۔ سو تو نافرمان قوم پر افسوس نہ کر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر ربط آیات میں تحریر فرمایا اگر یہ (بنی اسرائیل) ایسے ہی ڈرپوک اور بے حس ہو گئے ہیں تو ان کو ارض مقدس کی بادشاہی دینے سے کیا نفع ہو گا؟ لہذا سزا کے طور پر یہ چالیس سال یہاں جگہ میں پھریں تاکہ بے فیرت اور بے حس بڑھے مر جائیں اور ایک نئی نسل غیور اور حریت پسند پیدا ہو۔ وہ جا کر اپنے آبائی ملک پر قبضہ جمالے۔

ادھر قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو الذین معہ کی کامیابی پر منحصر کرتا ہے۔

الف لكن الرسول والذين امنوا معه جا هددا يلوموهم لا نفسهم والذالك لهم الخيرات والذالك هم المفلحون اعد الله لهم جنت تجري من تحتها الانهار خلد ين فيها ذلك الفوز العظيم (سورة التوبة آیت ۸۸، ۸۹)

ترجمہ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جملہ کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے بہلائیاں ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بارگ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(ب) محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذالك مثلهم في التوراة مثلهم في الانجيل كذا اخرج شطاء بفقره فاستغلق فاستوى على سوقه يمعجب الزراع لينظروهم الكفار وعد الله الذين امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظيما (سورة الفتح)

ترجمہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجود کا نشان ہے۔ یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا۔ پھر موٹی ہو گئی۔ پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربی کون ہیں

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی کامیابی ان کے حزب کی کامیابی ہی ہوتی ہے اس کے بعد اگر یہ پوچھا جائے کہ رسول کے ذوی القربی ہیں؟ تو بلا تامل یہی جواب دیا جائے گا کہ ”اس کی پارٹی کے ممبر“ مگر ایک ایسا آدمی جس نے انبیاء کی کامیابی کا ایسا نقطہ نگاہ سے مطالعہ نہیں کیا۔ کہ ”رسول اللہ کے محضی رشتہ دار“

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قربی

نبی اکرم کے نسبی رشتہ دار اولاد بنی ہاشم اور پھر اولاد علیؑ اور اولاد عباسؑ ان کی سیاست کا مخصوص انداز ہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریق پر خلافت قائم کر کے آپ اس کے مرکز میں آنا چاہتے تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استحقاق کی ہرگز مراحت نہیں فرمائی۔ بنی امیہ کی خلافت کے زمانے میں بنی ہاشم حزب مخالف کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ اب انہوں نے جماعت کے ذریعے سے کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ کامیابی کے بعد وہ صے ہو گئے (۱) بنی عباس (۲) ملوین

### نسبی قربی کسی ترجیحی حق کے مستحق نہیں

بنی عباس نے مرکزی خلافت پر قبضہ کر لیا اور ملوینوں نے اطراف مملکت پر، ملوی آیت قل لا اسئلكم علیہ اجرا "الا العودہ فی القریں" (سورہ الشوری آیت ۲۳) ترجمہ کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگا۔ پھر رشتہ داری کی محبت کے سبب ملوی القریٰ سے اپنی ذات مراد لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی حکومت قیامت تک تمام مسلمانوں کے گلے میں پڑی رہے خواہ وہ حکومت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اجر یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے اقرباء سے محبت سے پیش آئے لگیں۔

فاتقوا اللہ اللہ النبی تمنا لونہ ولا راحم ان اللہ کان علیکم رقیبا

(سورۃ النساء آیت نمبر ۱)

ترجمہ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور قربت والوں کے بارے میں سے خجوار ہو چکے اللہ تم پر نگہبان ہے۔  
شریعت اسلامیہ کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ دعوت الی اللہ ہے اللہ کے احکام کا اتباع

ہے اور ان کا انصاف کے ساتھ قیام ہے۔ شریعت الہیہ کا دوسرا جزو احکم جو اس سے متفرع ہوتا ہے صلہ رحمی ہے یعنی اہل حق کے حقوق بے کم و کاست ادا کئے جائیں انسانی فطرت اسی پر مجبور ہے اور قرآن حکیم اس فطرت انسانی ہی کے تقاضے پر ارا کرنے کی تعلیم دیتا ہے اگر یہ فطرت خراب ہو جائے تو انسانیت خراب ہو جاتی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے ہیں کہ میری رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم آپس میں صلہ رحمی کرو اور اس باب میں گمراہی میں جلا نہ ہو جلا اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ واضح موجود نہیں ہے کہ مودۃ فی القربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ مودۃ ہے۔

### مودۃ فی القربی کا اصل مفہوم

اس دعوت کی کہ لوگ اپنے اپنے اقربا کے حقوق ادا کریں یہ حکمت تھی کہ لوگ اس پر مطمئن تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں ہمارا ہی نفع ہے۔ پس اہل بیت اور سب مائیں اس دعوت کو سختی تھیں کیونکہ قطع رحم سے سب سے زیادہ نقصان اموات ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ جب انہوں نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ و سعی اصلاح کا اس کے سوا اور کوئی اجر طلب نہیں کرتے کہ ہماری اولاد ہماری خدمت کرے تو وہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہو جاتی تھیں۔ جو شخص کہ معظمہ میں اسلام کے پھیلنے کی رفتار کا مطالعہ کرے وہ اس چیز کو نہایت بین پائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قل ما سئلكم من اجر فہو لكم

(سورہ السبا آیت نمبر ۴)

ترجمہ کہہ دیجئے میں نے تم سے جو کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم ہی رکھو

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے انبیاء کی طرح امت سے کوئی مادی یا غیر مادی اجر طلب نہیں کرتے۔ وہ تو ساری عمر ہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان اجری الا طار

اللہ السبا نمبر ۴ الفرقان نمبر ۵ یوسف نمبر ۱۲ یونس نمبر ۷۷ حود نمبر ۵) یہی سنت انبیاء ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ حقدوم فی الاسلام ہونے کی وجہ سے بنو ہاشم جمعوں سے افضل واولیٰ ہیں، بشرطیکہ ان میں شرائط خلافت پائی جائیں۔  
الغرض قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبى رشتہ داروں کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس لئے ان سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو حضور کی تحریک میں جان مال لٹا کر شریک ہوتے ہیں۔ وہ حزب اللہ کے مندرجہ ذیل تین اجزاء ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین قسم کے ذوی القربی

۱۔ مہاجرین۔ آیت نمبر ۸

۲۔ انصار آیت نمبر ۱۰

۳۔ تابعین یا احسان آیت نمبر ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پوزیشن

یہ تینوں قسم کے لوگ ذوی القربى کی تعمیر ہیں۔ فی میں سے جو حصہ ہمارا سہل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے وہ کافی بڑی مقدار ہے۔ یہ اس لئے دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی یعنی نسبى رشتہ دار بہت سے ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طبی حقوق ہیں۔ ان کے معارف اس حصے میں سے نکلیں گے۔ ذی القربى کا جو حصہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور نسبى رشتہ داروں کے لئے نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تو یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی پانچواں حصہ بھی کبھی پورا وصول نہیں کرتے بلکہ انواع مطہرات اور قرعہ رشتہ داروں کے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم بھرتائی اور مساکین کے حصے میں

لونا دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ خیال بنانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اھم اپنے ذاتی نام سے اور ہر اھم اپنے ذوی القربی کے نام سے لیتے ہیں یہ اس پرانی سرمایہ دارانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے شہنشاہیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم میں چند آدمی اس خیال کے ضرور پیدا ہو گئے تھے مگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے ان کو کامیاب ہونے نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسل حق جس کے بعض بنی ہاشم مدعی تھے قائم نہ ہو سکا۔ یہ اسلامی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا شرف ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بہت بڑی عزت کے مستحق ہیں اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ بعض بنی ہاشم کی پالیسی چل جاتی تو ساری دنیا بھی کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندان کے لئے چند روزہ شہنشاہی پیدا کر لی۔

### حضرت ابو بکر کا دانشمندانہ فیصلہ

بعض بنی ہاشم نے بہت جھگڑی سے اپنی اس رائے کی رہائی کے لئے حضرت فاطمہ الزہراؓ کو انتخاب کیا اور انہیں میراث کا مدعی بنا کر حضرت ابو بکر کے پاس بھیجا حضرت ابو بکر نے نہایت سختی سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کو فقہ دیتے تھے میں بھی دیتا رہوں گا اس سے زیادہ تمہارا کوئی حق قائم نہیں ہوتا۔ حضرت ابو بکر کی جھگڑی اور استقامت نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی معیت سے بچا لیا۔ بعض بنو ہاشم کے اتباع اسے اچھا نہیں سمجھتے مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ روپیہ کیوں نہیں کھاتے

### یتامی کے لئے روپے کی ضرورت

(۳) یتامی۔ جو لوگ جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں ان کے بچوں کی کفالت اور تربیت کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کرنا ضروری ہے۔

### مساکین کے لئے روپے کی ضرورت

(۴) مساکین۔ اسباب و موانع کی وجہ سے جو لوگ کامیاب نہ ہو سکیں انہیں اتنی مدد دی جائے کہ وہ اپنے پیسے اور کام کے آلات فراہم کر کے اپنا کام جاری کر سکیں۔ ایک کاریگر کے پاس اپنے کام کرنے کے اوزار نہ ہوں تو وہ ضائع ہو جائے گا اسے اس قدر روپیہ دینا جائز ہے۔ اس کے بعد وہ قوم کا ایک مفید فرد بن جائے گا۔

### ابن السبیل سے کیا مراد ہے؟

(۵) ابن السبیل۔ پراپیٹھ جس قدر ضروری ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں پراپیٹھ کرنے کے بے شمار طریقے ہیں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی خوشی سے ملنے آئیں اور سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ان کا خرچ اس فٹ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی سیاحت مسلمانوں کا عمومی فرض ہے۔ سیروانی الارض کی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جو شخص یہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے اس کا فرقہ مسلمانوں کے ذمے ہے۔ قرآن حکیم میں السانحون (سورہ قوبہ) کے علاوہ سائنحلت (سورہ تہیم) کا بھی ذکر ہے کیونکہ عظیم ملت محض مردوں ہی سے نہیں ہوتی بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے ہوتی ہے۔ سیاحت سے غیر مسلم اقوام کے مکائد کا بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ اطلاعات مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ بعض اوقات ممالک غیر سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ ملت اسلامیہ میں اسے شائع کیا جائے۔ حج کی تشریح اس غرض کو بہت حد تک پورا کرتی ہے۔

کی لا یکنون دولۃ بہن الا غنیا منکم (تاکہ وہ تمہارے انضیا ہی میں دست بدست منتقل نہ ہوتی رہے)

### اسلام اور سرمایہ داری

پارٹی کا جو مرکزی خزانہ جمع ہو رہا ہے اگر اس میں یتیم مسکین اور امن السبل کو بھی وہی حق دے دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین و متوسلین کو دیا جاتا ہے تو سرمایہ داری کی ظاہری صورت بھی ختم ہو جائے گی۔

سرمایہ دار لوگ اپنا تفوق جتانے کے لئے اپنی سوسائٹی علیحدہ کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بدرجہ سرمایہ داری کے تغلب کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب روپیہ ان کے ہاتھوں میں سے علیحدہ نہیں آتا بلکہ یتیم اور مسکین کو بھی اس میں برابر کا شریک بنادیا گیا ہے تو سرمایہ داری بنیادی طور پر اسلام میں نہیں آئے گی۔

### عادلانہ تقسیم

اس تقسیم سے فوجی کی دولت غرا اور مساکین میں بٹ جائے گی۔ جو خاتم فتن کے بعد حاصل ہوں ان کا حصہ ۴ حصہ مجاہدین میں تقسیم ہوگا۔ لیکن نے کا کل مل فقراء میں تقسیم ہوگا۔ اس طرح فقراء اور انضیاء دونوں کے لئے آمدنی کے مستقل ابواب معین ہوں گے اور یوں حزب اللہ کا قیام تقویٰ پر رہا۔ یعنی معضمانہ تقسیم پر (المجادلہ ۹)

### اراضی نے اور حقوق کاشتکاری

نے میں جو اراضی مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گی ان میں زمین پر کاشتکاروں کے حقوق مسلم رہیں گے۔ اس کی صورت یوں خیال کی جاتی ہے کہ ”ملک میں ایک حکومت متغلب تھی اسے اس پارٹی نے شکست دے کر زمین کی حکومت کا چارج لے لیا یہ اراضی ان کاشتکاروں کے قبضے میں سے نہیں نکلی جائے گی“ کیونکہ وہ اس اسلامی انتظامی پارٹی سے براہ راست نہیں لڑے وہ ایک متغلب حکومت کے ماتحت تھے۔ اس کے دباؤ سے جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ جب اس حکومت کو شکست ہو گئی تو انہوں نے مسلم



حکومت کو اپنے اوپر اس طرح تسلیم کر لیا جس طرح پہلی متغلب حکومت کو مانتے تھے ان لوگوں کو جو زراعت پیشہ ہیں ذرا حق سے محروم کرنا خطرناک غلطی ہوگی۔ پس یہ زمین اپنے کاشت کاروں سمیت اس نئی حکومت کے قبضے میں آئے گی۔ یہ گورنمنٹ کاشت کاروں سے جو حق وصول کرے گی وہ اس پارٹی کے ارکان میں تقسیم ہوگا۔ زمین تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اگر یہ کاشت کار نا اہل ثابت ہوں تو دوسرے کاشتکار ان کی جگہ لگا دیئے جائیں گے مگر وہ ہوں گے اسی ملک کے لوگوں میں سے۔ اس طرح اسلامی انقلاب نے اپنے ماتحت ہوم رول جماعتیں پیدا کر لیں۔ اسلامی حکومت اصل میں وحدانی حکومت نہیں جیسے ایک قوم کی ہوتی ہے بلکہ وہ ایک انٹرنیشنل حکومت ہے۔

### زمین پر ملکوں کا حق مسلم

ہر ایک ملک کی زمین سے سب سے پہلے اہل ملک قائمہ اٹھائیں گے۔ یہ حق ملکوں کے لئے مسلم رکھا گیا ہے مگر وہ کاشتکاری کر کے ہی قائمہ اٹھائیں گے۔ حکومت اس پارٹی کی ہوگی جو ملک کو فتح کرے گی۔ ملکوں میں سے جو لوگ اس پارٹی میں شامل ہوتے جائیں گے وہ حکومت میں حصہ لے سکیں گے۔ اس طرح ایک نانہ ایسا آئے گا کہ وہ کاشتکار اسلام قبول کر کے اپنے ملک کے پورے مالک بن جائیں گے۔ اسلام کو ان لوگوں کی اصلاح پیش نظر ہے ان کی اراضی پر قبضہ کر کے کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو قائمہ پہنچانا مقصود نہیں ہے۔ ان کے ملک میں ایک غلط نظام حکومت کرتا تھا۔ اسے توڑ کر صحیح نظام پر چلنے کی آسانیاں بہم پہنچادیں۔ اراضی کی کاشت سے دوسرے حاصل ہوں گے۔

(۱) ایک حصہ پیداوار کاشتکاروں کے قبضے میں جائے گا اس سے حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہوگا اور کاشتکاروں سے زمین چھین کر دوسرے ملک کے کاشتکاروں کو نہیں دی جائے گی۔ جب تک وہ حکومت کا حق ادا کرتے رہیں ان کی اراضی ان کے قبضے میں رہیں گی۔ خود اس ملک کے دوسرے کاشتکاروں کو بھی ان کی اراضی چھین کر نہیں دی جائے گی۔

(۲) پیداوار کا دوسرا حصہ حکومت کے خزانے میں جائے گا۔ ہماری فقہی اصطلاح میں اس کا نام ”خراج“ ہے۔ اس کی کوئی مقدار معین نہیں کی گئی۔ یہ کاشت کار اور حکومت کے درمیان مصالحت سے طے ہو سکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنس میں ادا کرنا اسے ”مقاسمہ“ کہتے ہیں۔ (۲) نقدی کی صورت میں ادا کرنا اسے ”خراج مؤظف“ کہتے ہیں۔

### خراج کا مصرف

خراج سے جو آمدنی سرکاری خزانے کو ہوگی وہ عام مسلمانوں کے فوائد میں استعمال کی جائے گی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ کبھی خاص شخص کا کوئی حق نہیں مانا جائے گا۔ یہ فقہ حنفی کے عام مسائل ہیں جو ممالک اسلامیہ میں معمول بہ ہیں۔ جس پارٹی نے اپنا خون دے کر انقلاب برپا کیا ہے اسے زندہ رکھنے کے لئے اسے روٹی دینا ضروری ہے۔ اس لئے یہ اس کا حصہ ہوگا۔

### حضرت عمرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

جب عراق کی اراضی فتح ہوئیں تو وہاں کسری کی حکومت متغلب تھی اور ملکی کاشتکار ہی اراضی کی مالک تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ سوال اٹھایا کہ یہ زمینیں ہمیں تقسیم کر دی جائیں۔ سیدنا عمرؓ نے نہایت دور اندیشی سے کام لے کر مجاہدین کا یہ مطالبہ منکور کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی رائے تھی کہ ان زمینوں کی آمدنی مسلمانوں کی فوجی قوت اور سلطنت کا نظام قائم رکھنے والی طاقت کے لئے وقف کر دی جائے تاکہ انقلاب کو اور آگے بڑھا سکیں۔ مگر جن لوگوں کا مطالبہ تھا وہ راضی نہ ہوتے تھے اس پر بارہ ماہ برابر جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر حضرت عمرؓ کو یہ آیت (الحشر) یاد آئی، سیدنا عمرؓ نے اس سے یہ استدلال کیا کہ یہ چیز تو سارے مسلمانوں کی ہے فقط مجاہدین کی نہیں ہے اس لئے تقسیم کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اس تشریح پر سب متفق ہو گئے۔

### درس و اعتبار

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مکتوحہ زمینیں محض ملکیت میں نہیں دی جاسکتیں اور یہاں سرمایہ داری نفع ہوتی ہے۔

### حضرت امام شافعی کی رائے

یہ مسئلہ شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی اساس ہے انہوں نے "زالہ الخطیہ" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے شاہ صاحب نے اس رسالے میں حضرت عمر بن الخطاب کا جو مذہب لکھا ہے اس میں حضرت امام شافعی کی یہ رائے بتائی ہے کہ یہ زمین قاتل تقسیم مانتی چاہیے۔ یہ عربی نیشنلزم ہے وہ عرب نیشن ہی کو ساری دنیا پر غالب بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام ممالک پر عربوں کا مستقل قبضہ ہو اور وہی ساری دنیا کے جاگیرداری کے اصول پر مالک بن لئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ملک فتح کیا ہے۔ کیا یہ وہی شنشائی نہ ہو گی جو قیصر و کسری کی تھی اور جسے برباد کرنے کے لئے قرآن آیا؟ مگر شاہ صاحب حضرت امام شافعی کے اس فکر کا نہایت عقلمندی مگر نہایت شدت سے رد کرتے ہیں اور یہاں سے ان کی قوت اجتہاد کا اندازہ ہوتا ہے۔

### انتمہ اختلاف کی رائے اور شاہ ولی اللہ

اتفاق کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف امام شافعی کے موافق نہیں ہیں۔ شاہ صاحب ان کی طرف داری کرتے ہیں۔ ہندوستان کی ساری اسلامی سلطنت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی تھی۔ ہندوستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تقسیم محض نہیں ہو سکتی۔ مگر پچھلے بادشاہوں نے اپنی کنزوری کے سبب سے اس اصول کو توڑ دیا اس لئے ان کی سلطنتیں برباد ہو گئیں۔

### کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟

اسلام ایک انقلاب لاتا ہے۔ اس کی انقلابی پائٹی اپنی ڈکٹیٹر شپ پیدا کرنے کے لئے لڑتی ہے۔ ہم اسے اطامیہ قبول کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے قانون کی اتنی بھی عزت نہیں کر سکتے کہ اس کے جبری غلبے کے حامی ہوں تو پھر ہمارے انقلاب کی کامیابی مطوم! قرآنی قانون کے ماتحت جو غلبہ حاصل ہو گا قرآن اسے جبر قرار نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے لا اکراہ فی الدین "قد قہن الرشہ من النبی۔ البقرہ ۲۵۶" اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے یہ کیا ہے کہ قد قہن الرشہ کو لا اکراہ کی علت بتایا ہے یعنی چونکہ قرآنی ہدایت اس کی مخالف قوتوں کی گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے اس لئے قہوڑے سے جبر کو جبر نہیں کہنا چاہئے۔ کیا انسانوں کو چاہی کے منہ میں دے دیا جائے اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ جبر کر رہے ہیں؟ جب غلامی طبعیتوں میں راح ہو جائے تو آزادی ان کو جبراً ہی دینی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر رہا (سود) کو جبراً بد کرنے کا حکم بھی ملا دیا جائے تو یہ دو حکم سرباہ داری کو ختم کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

### فلسفہ ولی اللہ اور انقلاب

اسلام کا یہ وہ انقلاب ہے جسے حضرت شاہ صاحب کا فلسفہ اپنا اساس قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ انسان کی تمام ضرورتیں حلیم کرتا ہے۔ مثلاً "خدا شناسی اور رشتہ داروں کے حقوق کو انسانی فطرت کے مطابق حلیم کرتا ہے مگر اموال میں یہ انقلاب تمام دنیا میں ہل کو جاری کرنا چاہتا ہے ہم اس فلسفے کو اساس بنا کر تمام دنیا کو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ ایک حصہ تو اس تحریک کو ظاہراً اور ہلماً قبول کرے گا۔ اور باقی ہمارا دوست ہو جائے گا۔ اور پھر دینی مسلم اور ذمی کی تقسیم ہو کر اسلام آج کے زمانے میں بھی غالب آسکا ہے (ما ذلک علی اللہ یحییٰ)

آیت نمبر ۱ للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من ديارهم ولهم مالهم یتبتون بفضلنا من اللہ ورضوانا

فینصرفن اللہ ورسولہ الیک ہم الصنفون۔

ترجمہ۔ (یہ مال) ان وطن چھوڑنے والے ضرورت مندوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے ہوئے آئے ہیں، اللہ کا فضل اور رضا مندی ڈھونڈتے آئے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۰ والذین نبؤوا الدار والایمان من قبلهم یعنوں من هاجر الیهم فلا یجعلن فی صلتهم حاجتہم مما التوا فیو ثرون علی انفسهم فلو کان بهم خصاصۃ فمن یوق شح نفسه فاللک ہم المفلحون

ترجمہ۔ اور (مال نے) ان لوگوں کے لئے جو ان سے پہلے اس گھر (مدینہ) اور ایمان کو ٹھکانہ بنا چکے محبت کرتے ہیں ان سے جو ان کے پاس ہجرت کر آئے اور اس سے اپنے دل میں تنگی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیدی جائے اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اور اگرچہ ان پر فائدہ ہو، اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے گئے تو وہی مراد پانے والے ہیں آیت نمبر ۱۰۱ والذین جائوا فمن ینصہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان فلا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو ربنا انک رؤوف رحیم

ترجمہ۔ اور (مال نے) ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے پہلے داخل ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے بیر نہ رکھ اے رب تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

### ذوی القربی کی صحیح تفسیر

مذکورہ بالا یہ تین آیات ذوی القربی کی صحیح تفسیر ہیں۔ یعنی رسالت کے قریبی رشتہ دار یہ لوگ ہیں۔ تیسری شق (والذین جاء دمن بعد ہم) میں قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں الفقراء المهاجرین اور الذین نبؤوا الدار والایمان یہ انقلاب کی مرکزی طاقت ہے۔ انہیں کسی اور جگہ السابقون الاولون من المهاجرین والاصحاب (التوبہ! ۱۰۰) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

### انقلاب اور اسلام کا لزوم

اگر یہ ہماری سمجھ صحیح ہے کہ قرآن حکیم ایک انقلابی پروگرام رہتا ہے تو پھر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمان کسی زمانے میں بھی انقلاب سے غافل نہیں ہو سکتے اور قرآن کے انقلابی نظریات کو چھوڑنے والے مسلمان قرآن حکیم کے حامل نہیں کلا سکتے بلکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پس افتادہ حصے بن سکتے ہیں مگر قرآن حکیم کی تحریک کو آگے چلانے والے لوگوں میں ان لوگوں کا ہرگز شمار نہیں ہو سکتا جبکہ وہ قرآن کے انقلاب کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اسے چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

### مجددین اور انقلاب

جو لوگ ہر صدی میں نیا انقلابی نظام لائیں گے وہ اسلامی زبان میں مجددین کہلاتے ہیں۔ الف ثانی کی تجدید ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سہندی سے شروع ہوئی اور امام ولی اللہ نے اسے مکمل کیا۔ ہندو پاکستان کے لئے یہی ایک نظام ہے جس میں وہ اسلام قائم رکھ سکتا ہے اور جس پر چل کر وہ اپنی حکومت پیدا کر سکتا ہے۔ مگر سیاسی فکر کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں نے امام الہند ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اگرچہ یہ لوگ شاہ صاحب کی علمی تحقیقات کو اول درجے پر مانتے رہے مگر وہ شاہ صاحب کے انقلابی کارناموں پر متنبہ نہیں ہوئے۔ اب اگر ان کو نئے سرے سے متنبہ پیدا کر دیا جائے تو یقین ہے کہ وہ فائدہ حاصل کرنے میں کوتاہ نہیں رہیں گے۔

### مہاجرین کا حصہ فے میں

للفقراء المهاجرین۔ یہ ذوی القربی کا پہلا حصہ ہیں یہ قریش کے محتاج لوگ ہیں جنہوں نے تحریک اسلام کی خاطر گمراہ چھوڑا اور عسرت و فقر کی قبول کی جو لوگ کہ معظمہ چھوڑ کر آنا چاہتے تھے اہل مکہ ان کو روپیہ پیسہ ساتھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔ مہاجرین

(رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے خالی ہاتھ جانا منظور کیا اس سے وہ محتاج ہو گئے۔ اسلامی انقلاب کی یہ سب سے پہلی مرکزی طاقت ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت رسالت ذوی القربی ہیں۔ یہاں ان کی دو صفتیں بیان کی گئیں ہیں۔

### فضل اور رضوان

(۱) یتفون فضلا من اللہ ورضوانا۔ وہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں وہ معمولی ضرورتوں پر اکتفاء کرنے پر صبر نہیں کرتے؟ وہ دنیا میں (اور اس نتیجے کے طور پر آخرت میں بھی) بلند مرتبے پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں یعنی اللہ کا قانون دنیا میں نافذ کرنے پر مسور ہیں۔ اگر وہ اپنے وطن میں اس قانون کو حاکم نہیں بنا سکتے تو ایسی جگہ کو چلے جاتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ یہ کام کر سکتے ہیں مگر رضا ان کی اس میں ہے کہ قانون الہی دنیا میں سر بلند ہو۔

### نصرت

وبنصر من اللہ ورسولہ۔ وہ اللہ اور رسول کے دئے ہوئے قانون کی نصرت کو اپنا مقصد حیات بناتے ہیں۔

اولئک ہم الصادقون۔ یہ سچے لوگ ہیں یہ اپنے ایمان کے مطابق کام کر کے دکھاتے ہیں اس لئے سچے ہیں۔ ایمان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسے عمل میں لا کر دکھایا جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

والذین جبروا دار الایمان۔ الایہ۔ (وہ لوگ جنہوں نے گھر بنا لیا دار الاسلام میں اور گھر بنا لیا ایمان میں)

### دار الاسلام مدینہ منورہ

نبیۃ والدار۔ اللہ کے ہاں مدینہ دار الاسلام تھا۔ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ مسلمانوں کا مرکز بن کر کام کرے۔ وہ اس زمین پر گھر بنا کر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے دوسرے لوگوں (مہاجرین) کو دعوت دی کہ آجاؤ۔

### محبت مہاجرین کا نتیجہ

یحبون من ہاجر الیہم۔ جو لوگ اسلامی مرکز کے لئے ان کے ہاں آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں ان کو اپنے اموال و املاک میں شریک بناتے ہیں۔

### سرمایہ پرستی سے نفرت

ولا یجدون فی صدقہم حاجۃ مما اتوا۔ ان لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے اس کی طرف اپنے دل میں کوئی حاجت نہیں پاتے یعنی روپے پیسے کو اپنی حاجت کے لئے خزانہ بنا کر نہیں رکھتے یہ ہے اصل میں سرمایہ پرستی کی پوری ضد۔

لیوۃ ثور من علی انفسہم فلو کان بہم خصاصۃ

اگرچہ خود بھوک میں مبتلا ہوں مگر پھر بھی وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں

فمن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون

اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کے طمع سے اپنے نفسوں کو پاک کر لیں وہ اپنی علمی و ایمانی تحریکوں کو کامیاب بنا لیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک صحیح تحریک محض اس لئے ناکام ہو جاتی ہے کہ اس کے کارکن مال و دولت کو اس تحریک سے زیادہ محبوب سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مرکزی کمیٹی کا دوسرا حصہ تھا قریش کے سوا جتنی قومیں اسلام کی خدمت میں پہلے دن شریک ہوئیں وہ سب انصار میں شامل ہیں اور مدینہ طیبہ کے لوگ ان کا مرکز ہیں۔



### انصار اور مہاجرین کا درجہ

نبوۃ الايمان۔ قرآن اور سنت کا علم جب محاسنات و مناقبات سے مجھو کر کے دیکھا جائے ایمان کھلتا ہے۔ لیکن اس میں محاسنات اور مناقبات کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ اس علم کا استقرار و تمکن مقصود اصلی ہے چاہے اس کے لئے مقاتلہ کرنا پڑے یا مقاتلے کا انتظار کرنا پڑے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص قتل کرنا چاہتا ہے مصلحت و فتنے کے لحاظ سے چند دن ترک قتل پر صبر نہیں کر سکتا وہ نجوم قتل کے وقت صبر کے ساتھ لڑ بھی نہ سکے گا۔ اصل میں مسلمان کے اندر مقتولوں اور قاتلوں دونوں کا عزم بالجزم ہونا ضروری ہے اس کے تمام افعال اسی عزم بالجزم کے اندر ہوں۔ انصار کا وطن قتل ہجرت ہی علم القرآن کا مرکز بن چکا تھا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص (مصعب بن عمیر) کو وہاں تعلیم اسلام کے لئے بھیج چکے تھے۔ ان لوگوں نے حفاظت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کی تو اس کے عوض فقط یہ طلب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ گویا انصار نے مہاجرین کو اول درجے پر اور اپنے آپ کو دوم درجے پر رکھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا شر مہاجرین کی مدد سے مرکز اسلام بن سکتا ہے۔ مدینہ منورہ پہلے فقط علمی مرکز تھا جب مہاجرین آگئے تو وہ سیاسی اور دینی دونوں قسم کا مرکز بن گیا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم مانا اور جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے مہاجرین اور انصار کے مجموعے کو اپنے پر مقدم کیا۔

اب تیسری جماعت آتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتی رہے گی۔

### انصار و مہاجرین کے لئے استغفار کا مطلب

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اور پہلے بھائیوں کو بخشنے لے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی بخش دے یعنی ہم سے اور ان سے جو غلطیاں ہوئیں وہ معاف فرما دے۔ والذین سبھونا بالایمان ہی مہاجرین اور انصار ہیں۔ بعد میں آئے

والے لوگ سابقین کی غلطیوں پر تنقید کرنا اپنا فرض قرار نہیں دیتے بلکہ اپنا فرض یہ قرار دیتے ہیں کہ ان کی خوبیوں میں شریک ہوں۔

جو شخص ان لوگوں کو اپنا مقتدا بنائے جو نبی نہ ہوں اور وہ شخص خود بھی صاحب رائے اور صاحب فکر ہو اسے ان مقتداؤں کے بعض اعمال و افعال میں گنجائش متعال مل سکتی ہے۔ اس صورت میں وہ ان کے اقتداء کو تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی ان کے لئے ان غلطیوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے اگر وہ ان غلطیوں سے چشم پوشی نہ کرے تو پھر ان کا اقتداء نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان غلطیوں کو غلطیاں سمجھتا ہے اور ان کا ان غلطیوں میں اقتداء نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ان مقتداؤں کو چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ (ان غلطیوں کو چھوڑ کر) اور بہت سی باتوں میں قابل اقتداء ہیں اس لئے وہ ان کے لئے بھی اور اپنے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے۔

### انقلاب کے اجزاء ثلاثہ

انقلاب کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) نصب العین (۲) پروگرام (۳) مرکزی کمیٹی

(۱) اسلام کا نصب العین تو یہ ہے۔ ہواللہی ارسل رسولہ بالہدی و ذین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (الفقہ-۲۷)

(۲) اسلام کا پروگرام قرآن حکیم ہے۔

(۳) اس کی مرکزی کمیٹی السابقون الاحسنون من المهاجرین و الانصار (التوبہ-۱۰۰) کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور مستدین تھے اور بعد میں ان کی جگہ جو کمیٹی کام کرے گی الذین اتبعوہم باحسان اس کے لئے انہی کا طرز عمل انقلاب میں قابل اقتداء ہوگا۔

### انقلاب میں دھوکا

ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا۔ ایمان والوں کے لئے ہمارے دلوں پر کوئی کھوٹ پیدا نہ ہونے لگے۔ ہم ان کو دھوکا نہ دیں کہ نام تو لیں قرآنی انقلاب کا اور جمع کرنے لگیں سرمایہ۔ اور قوموں پر حاصل کریں تغلب جو ان سابقین ہالامین نے نہیں کیا۔ سرمایہ پرستی اور طوکیٹ کی شکل پیدا کرنے کے سامان اسلام کے نام سے جمع کرنا کھوٹ اور دھوکا وغل ہے لوگ ہم پر احمق تو اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو اصلی شکل میں قائم کر کے دکھائیں گے اور ہم ان کو دھوکا دے کر اپنی شہنشاہیت قائم کر لیں خدا کرے ایسا نہ ہو۔

### مال فے کی تقسیم کا سبب

ان کو یہ روپیہ کیوں دیا گیا؟ یعنی ساری قوم یا ساری پارٹی میں یہ روپیہ کیوں تقسیم کیا گیا ہے؟ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پارٹی کو فکر معاش سے بے فکر کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اپنے مخالفوں کے مقابلے کے لئے مضبوطی کے ساتھ تیار ہو جائے اس کے مخالفین اسلام کے خلاف جو بین الاقوامی پروگرام بناتے ہیں پارٹی ان سب کا مطالعہ کرتی رہے اور اپنی اور اپنے پروگرام کے تحفظ اور اسباب فراہم کرتی رہے اور دشمنوں کے مقابلے میں بین الاقوامی نظام پیدا کرے۔ اب یہ پارٹی دوسری قوموں کو اپنا ہم خیال بنا کر انصار کی جماعت میں شامل کرے گی اور اس سرمایہ کی مدد سے اپنا کام مستقل طور پر جاری رکھے گی۔

آیت نمبر ۱۱۱ الم ترالی الذین نافقوا بقولون لا خوانهم الذین کفروا من اهل الکتاب لئن اخرینم لنخرجن منکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا فان قوتلتم لننصرنکم ولله بشهد انهم لکذبون

### قرآن کے خلاف بین الاقوامی محاذ

ترجمہ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان منافقوں کو جو اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں

یعنی یہودیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اور تمہارے بارے میں کسی کا حکم کبھی نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہیں مدد دیں گے (اس طرح یہ مسلمانوں کے خلاف ایک بین الاقوامی محاذ پیدا کر رہے ہیں) مگر اللہ اس بات کو صاف طور پر کھنکھاتا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) جھوٹ بولتے ہیں۔

### منافق کون ہے؟

حزب اللہ کی تحظیم ہو جانے کے بعد وہ لوگ جو اس کے نظریات کے موافق نہیں ہیں وہ منافق ہیں یہ چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کو سیاسی قوت حاصل نہ ہو۔  
آیت نمبر ۳۱ لئن اخرجوا لا یخرجون معہم فلئن قوتلوا لا ینصرہم فلئن نصرہم لیبولن الادرار  
نہم لا ینصرکون

### دو بیشکویاں

(ترجمہ) اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اگر اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر مدد میں کبھی کھڑے ہوں گے۔ تو وقت پر پیٹہ دکھائیں گے پھر ان (منافقین) پر جو تکلیفیں آئیں گی ان پر ان (منافقین) کو کوئی مدد نہ دے گا۔

آیت نمبر ۳۲ لا اثم اشد ربت فی صدقہم من اللہ ط لک بانہم قوم لا یفقیہون

### مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت

(ترجمہ) البتہ خوف ان کے دلوں میں (اللہ کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔

یہ لوگ قانون کی اس وقت تک عزت نہیں کرتے جب تک ان کوئی دھمکانے والا

نظر نہ آئے۔ یہ لوگ قرآن حکیم کی حکومت کا انتظار کرنے کی خاطر یہودیوں سے اتصال کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خلاف خدا کا حکم بھی آیا تو ہم اسے بھی قبول نہ کریں گے اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان کے دلوں میں خدا کے قانون کی کتنی وقعت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی ایک بہت مضبوط جماعت قرآن حکیم کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہنی چاہئے جو ان لوگوں کو اس قرآنی قانون کے احترام پر مجبور کر سکے

آیت نمبر ۳۳۔ لا یقاتلونکم جمیعاً الا فی قری محصنہ امن فراہ جدویاسہم بینہم شدید تحسبہم جمیعاً فقلوبہم شنی طک بانہم قوم لا یعقلون۔

(ترجمہ) :- وہ سب مل کر قلعہ نما بستیوں یا دیواروں کی آڑ کے بغیر تم سے نہیں لڑ سکیں گے ان کی آپس میں لڑائی سخت ہے تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل جدا جدا ہیں یہ اسلئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے

### انقلاب اور جمود کا فرق

ان کی بے سمجھی کی یہ دلیل کافی ہے کہ آپس میں بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ ایک انقلابی سوسائٹی کے قانون کا اصلی طاقت میں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ انقلابی سوسائٹی کا قانون اس کے ہر ایک فرد کو ہر حرکت دے سکتا ہے اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ قلعہ دار گاؤں یا دیوار کی آڑ کے سوا تم سے کہیں اکٹھے ہو کر لڑ بھی نہیں سکتے ان میں آپس میں سخت دشمنی ہے

(ہماری اس طبیعت کی بھی کبھی یہی حالت تھی ہم بھی اپنے فرقے کے سوا مسلمانوں کے کسی فرقے سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ جب سے ہمیں انقلاب کی سمجھ میں آئی ہے اس روز ہے ہم اپنے میں یہ وسعت پاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے فرقے والے ہمارے ساتھ انقلاب میں شریک ہو جائیں تو ہم ان پر پورا اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہم یہودی کی این

حالت کامل یوں کرتے ہیں کہ وہ تو رات کی انقلابی روح کو بھول چکے تھے۔ اب ہم مسلمانوں میں یہ بھی بے تکلف دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس حصے نے انقلاب بھلا دیا ہے اس کی حالت بھی اچھی نہیں رہی)

### یہود کا ایک عیب

فلک بانہم قوم لایمقلون انہوں نے عقلی مسائل میں آزادی سے غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ جذبات اور اغراض کو سامنے رکھ کر عقلی قانون گھڑتے ہیں۔ وہ حقیقت میں عقلی قانون نہیں ہوتے۔ وہ فرضیات ہیں۔ عقلی قانون وہ ہیں جو تمام انسانی نوع کے لئے یکساں کام دیں۔

آیت نمبر ۵۱۔ کمثل الذین من قبلہم قریباً نفاقوا اذ قال امر اہم فلہم عذاب الیم

### یہود کے متعلق ایک پیشنگوئی

(ترجمہ) یہ لوگ (یہودی) اس طرح ٹکست کھائیں گے جیسے ان سے پہلے عنقریب ٹکست کھا چکے ہیں (یعنی قریش) اور ان کو دردناک عذاب ملے گا۔ یہ بہت تکلیفیں اٹھائیں گے یہ جلا وطن کر دئے جائیں گے۔ ان کو مذہبی زندگی کے بغیر سکون نصیب نہ ہو گا۔ مگر کہیں (بغیر کسی تعاون کے) اپنے مذہبی نام سے گھر نہ بنا سکیں گے۔ اس طرح وہ گو نہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔۔۔۔

آیت نمبر ۲۱۔ کمثل الشیطن اذ قال لا انسان اکفر فلما کفر قال انی ہری منک انی اخاف اللہ رب العالمین

### منافقین کی تحلیل

(ترجمہ) (یہ منافق یہودیوں کو جو لڑنے پر اکسارہے ہیں) ان کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کسی سے کہے کفر کر اور اب وہ کفر کر گزرے تو اس سے کہے بھائی میں تو تیرا ساتھ

نہیں دے سکتا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

آیت نمبر ۷۱۔ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیہا وذلک جزاء الظالمین (ترجمہ)۔ ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ دونوں آتش جہنم میں جائیں گے اس میں بیشک رہیں گے ظالموں کی سزا یہی ہے  
ظلم کرنے والا اور ظلم میں مدد کرنے والا دونوں ایک ہی درجے کے مجرم مانے جاتے ہیں

### حزب اللہ کی زندگی کی دوسری منزل

یہودیوں اور منافقوں کی طرف سے مخالفت و مخالفت مشکلات کا پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرا مرحلہ جو کل پیش آنے والا ہے اور اس سے بھی زیادہ سخت ہے وہ کسری و قیصر کا مقابلہ ہے اس لئے مسلمانوں کو محض انتظامی کام کے لئے وقف ہو جانا چاہئے۔ یہ آمدنی جس کی تقسیم اوپر (آیت نمبر ۷) بیان کر چکی ہے اس تیاری میں بہت مدد دے گی۔  
اب دوسرے حصے پر بحث ہوتی ہے

آیت نمبر ۸۸۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ والتمسوا اللہ فانظر نفس ما قدمت لغد۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبریر بما تعملون

### بین الاقوامی سرداری

مسلمانو! اللہ سے ڈرو (یعنی اس کے نام سے انصاف کا قانون دنیا میں جاری کرو) ہر ایک انسان اس امر پر غور کرتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا چیز تیار کرنی ہے اور اللہ سے ڈرو یعنی اس کے نام پر انصاف جاری کرنا کام زیادہ زور سے کرو۔ اللہ تمہارے کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے  
یعنی جس قدر زور دار کام ہونا چاہئے وہ زور ابھی پیدا نہیں ہوا تم انصاف کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کرو ورنہ اقوام کی سرداری تمہیں نہیں مل سکے گی۔ تمہیں اپنی قوم کی سرداری کے لئے جتنا انصاف پسند ہونا چاہئے اقوام کی سرداری کے لئے اس سے کہیں

۱ زیادہ انصاف پسندی کو ترقی دینا ضروری ہے۔

آیت نمبر ۹۹۔ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

### اللہ کو بھولنے کا نتیجہ

(ترجمہ) تم ان لوگوں کی مثل نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں یعنی اللہ کے جس قانون کو مانتے تھے اس کے (احرام پر اپنی جان و مال قربان کرنے سے جی چرانے لگے) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے اپنے نفس بھلا دئے (یعنی اللہ نے ان کو اپنے ذاتی کمالات سے اندھا کر دیا۔ ان کے اندر جو طاقت تھی وہ معطل ہو گئی وہ احساس کمتری (Inferiority Complex) میں اس قدر مبتلا ہو گئے کہ وہ سمجھنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے حالانکہ ان کے مخالف ان سے زیادہ قوت نہیں رکھتے۔ وہ کر سکتے ہیں تو یہ کیوں نہیں کر سکتے مگر خدا نے ان کو پہلے جرم کی سزا میں ان سے اعتماد علی النفس چھین لیا۔

### اللہ کی یاد کا فائدہ

نسوا اللہ۔ کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا بھول گئے۔ قانون شکنی کرتے کرتے قانون الہی کو بھلا ہی بیٹھے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اللہ کی کتاب کی ادنیٰ برکت یہ ہے کہ وہ ایسے افکار سکھاتی ہے جن پر انسانیت مجتمع ہو سکتی ہے۔ انسان اگر کتاب اللہ کو یاد رکھے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے تو وہ اجتماعی بن جاتا ہے۔ لیکن جب اسے بھلا دے تو وہ اپنی اجتماعیت بھی بھول جاتا ہے اور انفرادیت پسند (Individualist) بن کر رہ جاتا ہے اسی حالت میں اس کی زندگی کا معیار کذب و خیانت بن جاتے ہیں۔



### بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے

خدا ان کو اپنی ذاتی قوتوں سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ اجتماعی قوت سے کام کر سکتے تھے لیکن اس کے متعلق خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے کیونکہ اب وہ انفرادی العلیل (Individual minded) بن چکے ہیں۔ اجتماعیت کا خیال ان کے دلوں سے نکل چکا ہے اس لئے وہ کسی اجتماعی کام کے کرنے کا اپنے اندر یقین ہی نہیں پاتے۔ انہوں نے اجتماعیت کو چھوڑا تو انفرادی العلیل ہو گئے اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں احساس کمتری (Inferiority Complex) پیدا ہو گیا جو انفرادیت پسندی (individualism) کا لازمی نتیجہ ہے اب ان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں مگر تاکہ ہم بھی کوئی کام اجتماعی قوت سے کر سکتے ہیں۔

### فاسق اور کافر میں فرق

اولئك هم الفاسقون

(ترجمہ) یہ لوگ بد معاش ہیں۔۔۔۔۔

جو لوگ قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں وہ تو کافر ہیں اور جو قانون کو تسلیم کر کے اسے نہ چلائیں بلکہ قانون شکنی کی عادت بنالیں وہ فاسق ہیں بد معاش ہیں کبھی کبھار غلطی سے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے انسان فاسق نہیں بن جاتا۔

آیت نمبر ۲۰۔ لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنة هم الفائزون

ترجمہ۔۔۔۔۔ دوزخ والے اور بہشت والے برابر نہیں بہشت والے ہی کامیاب ہیں

### مسلسل کام کرنے والے اصحاب جنت ہیں

اصحاب الجنۃ وہ لوگ ہیں جو صحیح قانون صحیح طور پر جاری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہ لوگ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں مسلسل کوشش جاری رکھنے کے بعد حق پرست

جماعت کے لئے ناکامی کا تصور ہی باطل ہو جاتا ہے عارضی شکستیں جن کا دفاع ہو سکتا ہے پیش آسکتی ہیں مگر یہ جماعت دو سرا پہلو بدل کر ان کا بدلہ لے سکتی ہے اس لئے ان کو شکست نہیں مانا جاتا اور نہ اس قسم کی عارضی شکستوں (Reverses) سے دل ٹوٹا چاہئے۔ ایسے لوگ ہی جنت کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ فوز و کامرانی جماعت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

آیت نمبر ۴۱۔ لَوَاتَزْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَ خَاشِعًا مَّصْفَعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ فَبَلَكَ الْأَمْثَالَ  
فَضَرَبَهُ النَّاسُ لَعْلَهُم يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ۔ اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر امارتے تو تو دیکھ لیتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا پھٹ جاتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سناتے ہیں تاکہ وہ غور کریں

### قرآنی انقلاب کی راہ میں دو پہاڑ

فوز حاصل کرنے کے لئے یقین محکم اور عمل حکیم کی ضرورت ہے قرآن حکیم وہ عظیم الشان انقلابی قوت ہے کہ اس کے آگے موانع کے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ موانع دو قسم کے ہیں۔

۱۔ کسی کی شہنشاہی صدیوں سے قائم ہے اور ایک پہاڑ کی مانند کھڑی ہے اور انقلابی جماعت بالکل بے سروسامان ہے۔

۲۔ اقدس میں بنی اسرائیل کا وہی نظام صدیوں سے قائم ہے جس کی پشت پناہی قیصر کی شہنشاہیت کر رہی ہے۔ قرآن کی نئی دینی تحریک اس ساز و سامان سے عاری ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا نظام سرمایہ پرستی اور برہمنیت دونوں پر غالب آئے گا اور یہ دونوں پہاڑ پاش پاش ہو جائیں گے یعنی نہ سرمایہ پرستی (Capitalism) رہے گی نہ دینی سرمایہ داری (Brahmanism) جو یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے یہ دونوں تحریکیں انسانیت کے لئے سخت معرکہ ثابت ہو چکی ہیں ان کا برباد ہو جانا لازم ہے اہل فکر اس پر غور کریں۔

آیت نمبر ۲۲- هو اللہ النبی لا الہ الا هو علم الغیب والشہادہ هو الرحمن الرحیم  
ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہ  
بڑا مہربان رحم والا ہے

### کامیابی کا مالک صرف خدا ہے

اس تمام کامیابی کا سرا کس کے سر باندھا جائے؟ اس کا (Credit) کسی خاص انسان کو  
نہیں دینا چاہئے اس کا مستحق وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا قانون  
انسانیت واضح ہے اس لئے اپنی رحمت سے ان کامیابیوں کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔  
عالم الغیب والشہادہ! وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت اور ان کا مستقبل اور قیصر و کسریٰ کی  
موجودہ حالت اور دونوں کا مستقبل خوب جانتا ہے ان دونوں میں جو طاقت مفید ہوگی اسے  
وہ باقی رکھے گا اور وہ سری کو اس مفید طاقت کے ہاتھوں پاش پاش کر دے گا  
اسکی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔  
نوع انسانی پر بھی اس کی رحمت چھائی ہوئی ہے۔

### قرآنی انقلاب کائنات کیلئے رحمت ہے

یہ انقلاب تمام کائنات کے لئے بھی مفید ہے اور تمام انسانیت کے لئے بھی اگر  
قرآنی انقلاب دنیا میں جائے گیر ہو جائے انسانیت کے لئے باعث ہزار رحمت ہو گا۔ اگر  
انسانیت ٹھیک راستہ اختیار کرے تو اس کے ماتحت حیوانات و نباتات بھی زیادہ آرام سے  
رہ سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳- هو اللہ النبی لا الہ الا هو الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار  
المتکبر سبحن اللہ عما یشرکون

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پادشاہ پاک ذات سب عیب سے  
سالم ایمان دینے والا پناہ میں لینے والا زہد و ست و پاؤ والا صاحب عظمت ان کے شریک

قرار دینے سے اللہ پاک ہے

### حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے

هو الله الذي لا اله الا هو - معبود صرف اللہ ہی ہے۔ قانون اسی کا چلتا ہے پس اس کے سوا کوئی بھی اس نظام میں اپنی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) قائم کرنے کا حق وار نہیں ہے۔ تمام قانون چلانے والے اللہ کے نائب ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ الملک۔ ملک اسی کا ملک اسی کی ہے اس لئے وہی ملک ہو سکتا ہے۔

القدس۔ کسی شخص کو اس نئے نظام میں مقدس مان کر اسے خدا کا قائم مقام نہیں مانا جاسکتا، ورنہ وہی برہمنیت (Brahmanism) اور پاپاسیم (Papasim) پیدا ہو جائیں گے جن کے استعمال کے لئے یہ نظام قائم کیا جا رہا ہے قدوس فقط ایک ہی خدا ہے

### قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

السلام۔ چیزوں کو سلامتی کے ساتھ ترقی کی اتنا تک پہنچانا ثمرات پیدا کرنا تحریکوں کو کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے جو السلام ہے انقلاب کے تمام نتائج پہلے ہی دن نہیں نکل آتے بلکہ پندرہ سو سال کے بعد نکلتے ہیں اور بعض اس سے بھی بعد نکلیں گے۔ یہ پروگرام قیام انسانیت کے خاتمے تک اپنے نتائج پیدا کرتا رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ جو سلام ہے اسے ہمیشہ سالم رکھنا چاہتا ہے۔

تمام ادیان شروع شروع میں اچھی حالت ہی میں تھے مگر قوموں کے تداخل سے معر بن گئے مگر اسلامی تحریک کا مرکز محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہی نہیں ہو سکتی یہ خداوند تعالیٰ کے اسم السلام کا اثر ہے اس لئے یہ تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

### قرآنی انقلاب کے نتائج

(۱) امن ہو جائے گا۔ المومن۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک میں امن پیدا ہو

(۲) تحفظ ثمرہ۔ المہممن۔ حصہ داروں کے حصے محفوظ رہیں گے ان کی کوشش رائیگاں نہ جائیں گی اور وہ اپنی مساعی کے نتائج سے اس دنیا میں یا آخرت میں ضرور بہرہ اندوز ہو گئے۔  
(۳) عزت۔ العزیز۔ اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے ان کو عزت دی جائے گی

(۴) غلبہ۔ الجبار۔ اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زیر دست بنائے جائیں گے۔

(۵) بڑائی۔ المتکبر۔ اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنائے جائیں گے

### ان کا منبع صرف خدا ہے

یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا منبع و مصدر ذات الہی ہی کو سمجھنا چاہئے۔ یہ صفات اسی کارِ توہیں اور یہ انعامات اس کی طرف سے ہیں۔ انکے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔۔

قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے اور اسکے اخلاق کو تباہ کر دینے والا فکر ہے خدا کو مالک الملک مان کر پھر کسی اور کو اس کا شریک نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اسے کس شریک کی ضرورت نہیں ہے (سبحن اللہ) ملت ضیفہ کا قلب یہ ہے

لبیک لبیک اللہم لبیک لبیک! لا شریک لک لبیک! ان الحمد والنعمۃ لک والملك لا شریک لک گویا الحمد والنعمہ اور الملك صرف خدا کے۔ ان میں اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے

آیت نمبر ۲۴۔ هو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی یسبح له مافی السموات والارض وهو العزيز الحکیم

ترجمہ اوی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

### کیا کوئی نیانہی آئے گا

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہو گا؟ کیا کوئی نیانہی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہیے؟ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے تو کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی۔ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آئے جائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے۔ وہ تمام اقوام کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔

الحق :- چونکہ اللہ خالق ہے اس لئے نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی۔  
(یخلق ما لا تعلمون) (النمل: 8) ان سے بڑے بڑے کام جن کو پہلی قومیں نہیں کر سکیں آسان ہو جائیں گے۔ خلق کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز بنانا یہ نظام کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے باوجود نظام کے لئے انڈے کا کام دیتا ہے۔  
المصور :- اللہ تعالیٰ اس مادے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا۔  
الباری :- اور ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرتا رہے گا۔

لہ الا سماء الحسنی :- وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے انسان کی ضرورت نہیں ہے جو نظام آپ کا ہے یہ کافی ہے اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصول انسانیت قرآن حکیم میں مضبوط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

### نئے نظام کی خوبیاں

یسبح له ما فی السموات والارض وهو العزيز الحكيم ○  
آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور فوائد مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دنیا کو دیا ہے۔ اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت دے رہا ہے اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے یہ عزت و حکمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔  
الحمد لله کہ سورۃ الحشر کی تفسیر ختم ہوئی۔ جن اہل علم حضرات نے اس شرح کا مطالعہ بنظر غائر کیا ہے۔ ان سے ظنی نہیں ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے عجیب عجیب نکات بیان کئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں قرآن و نبی کا جو ملکہ عطا کیا ہوا تھا وہ خاص الخاص تھا۔ ایسی ہستیاں دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوا کرتیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت قرآن کے صلہ میں اس صدقہ جاریہ کو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین

# قرآنی قانون انقلاب

سورہ الممتحنہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

غازی خدا بخش (مردوم)

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32- میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138







## حرف اول

دین اسلام کو جو تباہی اور تازکی عطا کی گئی ہے وہ ہر دور میں صاحب عصر محمد دین کے ذریعہ آشکارا ہوتی رہتی ہے۔ دین حق کی اس ناقابل خنثی خوبی کو دھندلانے کے لئے انسانیت دشمن طاقتوں نے ہر حربہ آزمایا لیکن پہلے راؤٹ میں کامیابی کے باوجود بالاخر انہیں چاروں شانے چت کرنا ہی پڑا۔

دور حاضر میں اللہ تعالیٰ نے ولی الہی جماعت کو یہ امتیازی وصف بخشا ہے کہ وہ دین کی روح اور اس کے مغز تک رسائی کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کے شعور سے بھی بہرہ مند رہی ہے اسی جماعت کے سربراہ افکار حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کا ہاتھ تو دور کی نبض پر تھا اور انہوں نے جس خوبی سے قرآنی حکمت کو عصر حاضر کی جانی پہچانی آواز بنایا وہ انہی کا حصہ ہے۔

زیر نظر مملکت میں سورۃ الممتحنہ کی وہ تفسیر پیش کی جا رہی ہے جو مولانا سندھی سے ان کے دو شاگردوں شیخ بشیر احمد بی اے اور قازی خدا بخش مرحوم نے اخذ کی ہے اس سورت کے ذریعہ مولانا موصوف نے قرآنی انقلاب کے لئے قاعدے و ضابطے کی پابندی پر زور دیا ہے اس بنا پر سورت کی اس مختصر تشریح کا عنوان قرآنی قانون انقلاب قرار پایا۔

جیزمین

## سورة الممتحنة

یہ سورت مدنی ہے

### موضوع سورت

اگر حزب اللہ کے ارکان خیانت کریں تو انہیں کیا سزا دی جائے گی؟ اس مسئلے کی توضیح الممتحنہ میں کی گئی ہے اسی سلسلے میں حزب اللہ کے ارکان کو رازداری کا حکم دیا گیا ہے یہ جنگی قوت پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

### سورة الحشر کے ساتھ ربط

سورة حشر میں لڑنا اور سرمایہ جمع کرنا حزب اللہ کے فرائض میں داخل کیا گیا تھا اس سورة الممتحنہ میں بتایا گیا ہے کہ حزب اللہ اپنا حاکمانہ نظام ایک قانون کے اندر رہ کر قائم کرے کیونکہ جو جماعت قانون کے اندر رہ کر اپنا نظام رکھ سکتی ہے اسے اگر دوسری قوم پر حاکم بنا دیا جائے تو وہ اس کا انتظام بھی قانون کے اندر رہ کر سکے گی اس طرح ظالمانہ قوتوں کا استیصال ہو سکے گا۔

## فصل اول

### ایک واقعہ

حزب اللہ کا ایک ممبر ہے وہ مہاجر ہے وہ کفار کی جاسوسی کرتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا معاملہ کرتے ہیں؟ اس پر لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ کیا ایسا سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بعد تمام قاعدے تلقین کر دیئے گئے اور حکم دے دیا گیا کہ حزب اللہ کے ممبران قواعد کے اندر رہ کر کام کریں۔

حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ کفار نے توڑی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ عصا جمع کر کے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا آپ نے

کوشش کی کہ اس تیاری کی خبر باہر نہ نکل سکے لیکن ایک بدری مہاجر طالب ابن ابی ہلتعہ نے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والے ہیں تحقیقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے اطلاع دی کہ اہل مکہ جن کے قبضہ میں میرے اہل و عیال ہیں اس احسان کے عوض وہ ان سے اچھا سلوک کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عذر قبول فرمایا اور اس سے کچھ تعرض نہ کیا اس پر یہ آیات نمبر ۳ تا ۵ نازل ہوئیں جن میں پیغمبر کے اس فعل کو قاعدہ مقرر کرنے کے بجائے ایسے حالات کے لئے نئے قوانین دیئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت نمبر ۱ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اعلیاء تلقون الیہم بالموءدۃ فقد کفر یا ایہا  
کم من الحق ینخرجون الرسول وایاکم ان نومنوا باللہ ربکم ان کنتم خرجتم جہاداً فی  
سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرفن الیہم بالموءدۃ وانا اعلم بما اخفیتم علیکم فاعلمتم فمن یفعل منکم  
فقد ضل سواہ السبیل

ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ  
ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ  
منکر ہو چکے ہیں رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان  
لائے ہو۔ اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لئے نکلے ہو (تو ان کو  
دوست نہ بناؤ) تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں  
جو کچھ تم غفلت اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستے سے  
بمک گیا۔

### دشمن طاقت

دشمن طاقت کی توضیح اس آیت میں ان الفاظ میں کر دی گئی ہے۔

قد کفر یا ایہا جاہ کم من الحق ینخرجون الرسول وایاکم ان نومنوا باللہ ربکم ما جاہ کم  
من الحق وہ انقلاب ہے جو قرآن حکیم لے کر آیا ہے۔

ان تو منوا باللہ ربکم تم نے اس انقلاب کو کامیاب بنانے کا ذمہ اٹھایا۔

انسان اپنے رب کے سوا کسی کا حکم مان ہی نہیں سکتا یہ طبعی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے خدا کے حکم کے سوا اور سب حکموں کے ماننے سے انکار کر دیا۔

یہ مخرجون الرسول فایہکم "اس جرم" کی پاداش میں کہ تم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ماننے انقلاب کے مخالفین رسول اللہ کو اور تمہیں وطن سے خارج کر دیتے ہیں وہ مار نہیں جکتے رشتہ داری ہے اور ڈرتے ہیں کہ اس وجہ سے خود ان کے اندر شدید اختلافات پیدا نہ ہو جائیں اس لئے وہ گھر سے نکال ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں حقیقت میں انسان کی جلا وطنی بھی موت کے قریب ہے یہ ہے دشمن طاقت

### دشمن کون ہے؟

اس قسم کی جماعت جب بھی پیدا ہوگی دشمن کہلائے گی اس میں ہم دو چیزوں کو اساس قرار دیتے ہیں۔

(۱) قرآن کے انقلاب کو سمجھ کر اس کا انکار کر دینا۔

(۲) اس انقلاب کو کامیاب بنانے والی جماعت سے لڑائی مول لینا تاکہ وہ جماعت اسے کامیاب نہ بنا سکے۔

اب ایک شخص ہے جو قرآن حکیم کے انقلاب کو نہیں سمجھتا یا وہ اس جماعت کو قرآن کے انقلاب کو ذمہ داری سے کامیاب بنانے والی جماعت نہیں مانتا یا وہ ان سے لڑائی نہیں کرتا تو ایسا شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق کافروں کی فہرست میں شامل کئے جانے کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

جو شخص ان شرطوں کو پورا کرتا ہے اور قرآنی جماعت کے بالفاظیل میدان میں آتا ہے اور پھر ایک ایسی جماعت اس کی حلیف ہو کر لڑتی ہے جس میں یہ تفصیلی اجزا نظر نہیں آتے تو عملی طور پر اس حلیف کو بھی کافر ہی تصور کیا جائے گا۔

آج کل عام مسلمانوں کی ذہنیت تو وہی ہیں جو پہلے زمانے کے مسلمانوں نے اپنے

خلاف لڑنے والوں کے لئے قائم کی تھیں مگر وہ لڑنے والے آدمی مر چکے۔ ان کے نام سے یا ان کی وراثت سے جو قومیں پیدا ہوئیں ہم لوگ ان کو بھی ان کے آباء واجداد کی طرح لڑنے والا فرض کر لیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے یہ مفروضہ اس طرح غلط ہے جس طرح یہ مفروضہ غلط ہے کہ آج کے مسلمان ان مسلمانوں کے قائم مقام ہیں جنہوں نے قرآن کے جملہ یا انقلاب کو کامیاب بنایا تھا اگرچہ ایک مسلمان اپنے آپ کو طبعی طور پر ان مسلمانوں کا جائز وارث بناتا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے وہ باتیں ان مسلمانوں میں نہیں ہیں اس لئے ان کی طرح کامیابیوں کے مالک نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں ان کافروں کے قائم مقام بھی حقیقت میں ان لڑنے والے کافروں کے پورے پورے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لڑائی قائم ہو جانے کے بعد حزب اللہ کا فرض

اس کی طرف آیت کے اس حصے میں ارشاد ہے ان کنتم خرجتم جہاد فی سبیل

داعیۃ مرضاتى یہ الذین امنوا سے خطاب ہے۔

پہلے درجے پر ایمان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والا قرآن حکیم کو صحیح مانتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کر چکا ہے اور اس کے خلاف قانون کو نہ ماننے کا بھی عزم صمیم کر چکا ہے اب وہ مجمل ایمان ذرا مفصل ہو جاتا ہے۔

سبیل اللہ کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔

جملہ کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی ہر ایک جدوجہد کو جملہ کہا جاتا ہے۔

جملہ کی غرض و غایت

اس جدوجہد کی عمل صورت قانون متعین کرتا رہے گا قانون کی روح ہمیشہ قائم رکھنی چاہئے تو قانون ٹھیک نتیجہ پیدا کرے گا کیونکہ جب قانون کی روح نظر انداز ہو جاتی

ہے تو قانون کی ظاہری پابندی مفید نتائج پیدا نہیں کرتی۔

### قانون کی روح

قانون کی روح کو ہمیشہ نظر رکھنے کو "ابتعا مرضاتی" کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حزب اللہ کی اعلیٰ جماعت کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے۔ وہ "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" ہے اللہ کو راضی کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی پروا نہ کی جائے۔ اسی بات کو ابتعا مرضات اللہ کہا گیا ہے گویا اللہ کے قانون کو مان کر غیر کے قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو اس سے رضاء الہی حاصل ہوتی ہے قانون کی اس سپرٹ کو قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔

### حزب اللہ کے قانون کی مخالفت کا مطلب

اس کی طرف لا تتخذوا عدوی وعدوکم اعلیاء تلحقون الیہم بالمودۃ میں ارشاد ہے اور جس کی تفصیل تسمون الیہم بالمودۃ ہے۔ یعنی قانون کی خلاف ورزی کا مطلب یہ ہے کہ "میرے اور اپنے دشمن کو دوست بناتے ہو اور پھر اسے خفیہ پیام بھیجتے ہو" جب تم نے ان کے ساتھ دشمنی کا اعلان کر دیا ہے تو پھر دوستی کہاں تک معقول ہو سکتی ہے؟ یہ مخالف کی ادنیٰ ترین اعانت ہے اس سے انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اعانت کتنا جرم ہے۔

وانا اعلم بما اخفیتم فما اعلنتم فمن یفعلہ منکم فقد ضل سواہ السبیل

یہ جماعت حزب اللہ کہلاتی ہے اس لئے اس کے اعمال کی نگرانی اللہ سبحانہ تعالیٰ خود ہی کرے گا اور وہی انسان کو اس کے اعمال کے مطابق ثمرہ دے گا سبیل اللہ (حزب اللہ کے پروگرام) کی مخالفت کرنے والا غلط راستے پر چل پڑا ہے۔ اس لئے اسے خدا ضرور سزا دے گا۔

سورۃ کے باقی حصے میں اس مرکزی آیت کی تشریح ہے۔

آیت نمبر ۲ ان یشفقو کم یشفقوکم انما فیہم ابلیہم والسننہم بالسوء وودوا لو

تکفرون

ترجمہ۔ اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو انہما عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان دگرازی کرنے لگیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم مکر ہو جاؤ۔

### حقائق کا مقصد

تمہاری اس غلطی سے تمہارے دشمن کیا فائدہ اٹھاتے ہیں؟ اگر وہ ملی نقصان جو تمہاری اس حرکت سے پہنچ سکتا ہے تمہاری نظروں میں ہوتا تو تم ایسی حرکت نہ کرتے وہ نقصان یہ ہے کہ مخالف تمہاری بھیجی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اٹھا کر تمہارے پروگرام کو توڑنا اور تمہیں اس سے مکر بنانا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۳ لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیامہ بفضل بینکم واللہ بما تعملون بصیر  
ترجمہ۔ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہیں فائدہ نہیں پہنچائیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

تم نے اتنے بڑے نقصان کے مقابلے میں جو جزوی فائدہ سوچا تھا کہ اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو فائدہ پہنچا سکو گے یہ رشتہ داری اللہ کے ہاں پہنچ کر یعنی قیامت میں تمہارے کام آنے والی چیز نہیں ہے۔ جس رشتہ داری میں خدا کے حکم کا خیال نہ ہو وہ خدا کے سامنے پیش ہونے تک ٹوٹ جائے گی۔ بفضل بینکم) لہذا جزوی فائدے کو مقدم نہ کرو۔

آیت نمبر ۵ قد کانت لکم اسوۃ حسنہ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا القومہم انا براۃ منکم و  
مما تعبنا من دین اللہ کفرنا بکم فبدا بیننا و بینکم العداء والبغضاء ابدا حتیٰ تو متوا باللہ  
وحده الا قول ابراہیم لابیہ لا ستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شیء رینا علیک تو کلنا  
والیک انبنا والیک المصیر رینا لا نجعلنا فتنہ للذین کفروا و افقرلنا رینا انک انت العزیز  
الحکیم

ترجمہ۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اور ان لوگوں میں جو ان کے ہمراہ تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان

سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیزاری کے لئے ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹا ہے اے ہمارے رب ہمیں جان کا تختہ مٹھن نہ بنا جو کافر ہیں اور اے ہمارے رب ہمیں معاف کر بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

### حضرت ابراہیم کی مثل

حزب اللہ میں کوئی شخصیت ایسی ہے جس کو آئیڈیل سمجھا جائے تو وہ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھی ہیں انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ جو سلوک کیا وہی معاملہ ہمیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے یہ محاسنت اس وقت تک رہے گی جب تک تم خدا کے قانون کی اطاعت کی طرف لوٹ نہ آؤ۔ اب ہم تمہارے دشمن ہیں اور ہمیں اس کام میں مدد دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں ان کی دعا یہ تھی رینا علیک نو کلنا والیک اتبنا والیک المصبرہ رینا لا نجعلنا فتنہ للفقین کفرنا فاغفر لنا رینا انک انت العزیز الحکیم

تم بھی اس دعا کو اپنا آئیڈیل بناؤ۔

### حضرت ابراہیم کی ایک دعا

الاقول ابراہیم لا بیہ لا مستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شئی  
ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے دعا مانگی تھی ان کی یہ بات قابل تہلیل نہیں ہے  
انسانوں کی لغزشوں پر قرآن اپنے قانون نہیں بدلتا۔  
آیت نمبر ۱۲۵ کان لکم فیہم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر لمن یتول فان اللہ



هو الغنى الحميد

ترجمہ۔ بلاشبہ ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عہدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کی امید (مقیدہ) رکھتا ہو اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ بالکل بے نیاز اور لائق تعریف ہے۔

الغرض تمہارے لئے ان لوگوں کے افعال و اعمال بہترین نمونہ ہیں جو شخص ان کے نمونے پر نہ چلے اللہ کو اس کی مطلق پروا نہیں ہے اگر اس کا دعویٰ خدا سے محبت کا ہے تو اسے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے طریق پر چلنا چاہئے۔

آیت نمبر ۷ عسی اللہ ان يجعل بینکم فیہن عادیتم منہم مودۃ واللہ قدير واللہ غفور

رحیم

ترجمہ۔ شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

### کیا دوستی کا امکان ختم ہو گیا؟

کیا اب یہ سمجھ لیا جائے کہ جو لوگ ہمارے دشمن ہیں ان سے دوستی پیدا ہونے کا امکان ختم ہو گیا اس لئے ان سے کوئی دوستانہ معاملہ کرنا پیشہ کے لئے ختم ہو گیا؟

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ مطلب نہیں خدا ایسے سامان پیدا کرے گا کہ ان کے ساتھ دوستی پیدا ہو جائے مگر یہ غلط ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی کر کے ان سے دوستی پیدا کرو۔ اللہ انہی کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دے گا کہ وہ تم سے دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے اس وقت تم بھی ان سے دوستی کر سکتے ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دشمنی کر رہے ہوں تو ان کی محبت تم اپنے دلوں میں رکھ کر ان کی ہمدردی کرو۔

آیت نمبر ۸ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم ینفرجوکم من دینکم ان ینزلوا

وینقضوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین

ترجمہ۔ اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے

بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

### دوستی کیا جائز ہے؟

یہاں یہ مذکورہ بالا خیال کی تصریح کی گئی ہے یعنی جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ وہ لڑنا چھوڑ دیں تو پھر ان سے دوستی ممنوع نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹۱ انما ینھکم اللہ عن الذین قتلو کم فی الدین و اخر جو کم من دیار کم و ظاہر و اعلیٰ اخر اجمکم ان تولوہم فمن ینولہم فاولئک ہم الظلمون

ترجمہ:- تمہیں اللہ انہی سے منع کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑا اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر لوگوں کی مدد بھی لی کہ ان سے دوستی کرو۔ اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہے۔

دوستی کرنے کی ممانعت اس وقت تک ہے جب تک وہ دشمنی پر ہیں۔

قاتلو کم فی الدین اصل دشمن ظاہر و اعلیٰ اخر اجمکم ان کے حلیف

### دشمن کا دوست

من ینولہم فاولئک ہم الظلمون جو دشمنوں سے دوستی کرے وہ بھی دشمنوں ہی میں شمار ہونے لگتا ہے۔

### فصل دوم

حزب اللہ کے ممبروں کے فرائض قانونی طور پر منضبط کر لئے گئے ان کی روح تحریمی ہے یعنی یہ کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے اب انہیں بتایا جائے گا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

### دشمن کا آدمی مسلم کیپ میں

فصل اول میں اس امر پر بحث کی گئی تھی کہ ایک شخص حزب اللہ کا رکن ہو کر کفار کے ساتھ خفیہ راہ و رسم پیدا کرے تو کیا کرنا چاہیے اب اس فصل میں اس کے

پر عکس اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ کوئی شخص مخالف یکپ میں ہوتے ہوئے حزب اللہ کی طرف دست مودت پڑھائے تو کیا کرنا چاہئے۔

جو لوگ مخالف یکپ سے آتے ہیں وہ بعض اوقات دشمنی کے لئے آتے ہیں گو وہ اپنے آپ کو دوست ظاہر کرتے ہیں وہ یا تو مسلم یکپ میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں یا یہاں کے راز کی جستجو کرتے ہیں اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ دشمن کے یکپ سے تمہارے پاس آئیں پہلے ان کا امتحان لے لو تاکہ دیکھ لو کہ وہ دشمنی کرنے تو نہیں آئے؟ اگر تم سمجھو کہ وہ دوستی کی راہ سے آئے ہیں تو ان کو اپنی جماعت میں شامل کر لو لیکن اگر وہ اپنے ساتھ روپیہ پیسہ لائے ہیں تو وہ واپس کر دو۔ یہ روپیہ کافروں کا شمار ہو گا اسے مسلم یکپ میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

بعض نااہل فقیہ مسلمانوں میں ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی مالی طاقت کو سخت صدمہ پہنچایا۔ وہ انارکسٹ معلوم ہوتے ہیں یہ لوگ اجتماعیت کے معنی جانتے ہی نہیں بد قسمتی سے انارکسٹ فقیہوں کا فقہ حنفی پر غلبہ ہو گیا اس کا سبب بادشاہوں کا ظلم بنا ہے۔ بادشاہوں کے ظلم سے بچنے کے لئے ہر شخص بادشاہ کے حکم کا انکار نہ کرنا اپنا کمال سمجھتا ہے اس طرح ہوتے ہوئے ان میں سے اجتماعیت بالکل رخصت ہو گئی۔

آیت نمبر ۱۰ یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مهاجرات فامتننوا عن اللہ اعلم باہما  
 نہن فان علمتموهن مومنات فلا تر جموهن الی الکفار لان حل لہم ولا ہم یحلون لہن واتوہم  
 ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا اتیتن من اجورہن ولا تمسکو بمعصم الکوافر  
 و سنلوما انفقتم ولیسنلوا ما انفقوا ولکم حکم اللہ بحکم بینکم واللہ علیم حکیم

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پس اگر تم انہیں مومن معلوم کرو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں اور ان کفار کو دے دو۔ جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان

سے نکاح کر لو جب تم اہلین ان کے مردے دو۔ اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں اللہ کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صبور فرمایا اور اللہ سب کچھ جانتے والا حکمت والا ہے۔

امتنوہن احسان کا طریق آیت نمبر ۳۱ میں آتا ہے۔

### کافر خاوندوں کا مرد واپس کر دیں

واتوہم ما انفقو یہ عورتیں جو تمہارے پاس آئی ہیں ان پر ان کے پہلے خاوندوں نے جو مال خرچ کیا ہے یعنی ان کا مردہ ان کو واپس کر دو۔

ولا جناح علیکم ان تنکحوہن انا انینموہن اجورہن یعنی تم اپنا مراد کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو

ولا تمسکوا بضم الکوافر جس طرح بعض عورتیں کافروں کے یکپ سے مسلم یکپ میں آتی ہیں ایسے ہی ایسی عورتیں بھی ہیں جو مسلمانوں کے نکاح میں تھیں مگر وہ ہجرت کی قائل نہ تھیں اس لئے وہ پیچھے کافروں کے یکپ میں رہ گئیں جس طرح پہلی قسم کی عورتوں کے پہلے تعلقات قانون تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اس طرح ان مسلمانوں کے کافر عورتوں کے ساتھ تعلقات کو بھی قرآنی قانون تسلیم نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے کہ ان سے اپنے تعلقات قطع کر دو اس لئے حکم دے دیا کہ ان عورتوں کا ناموس جو کافر رہ گئیں اور اسلامی پروگرام کو تسلیم نہیں کرتی اپنے قبضے میں مت رکھو۔

### اپنی بیویوں کا مرد واپس لے لو

واستلوا ما انفقتم یعنی اپنے بیویوں کا جو مرد مقرر کیا تھا وہ ان سے واپس لے لو۔

ولیسئلوا ما انفقوا انہوں نے جو مرد مقرر کیا تھا وہ تم سے لے لیں۔

ہکم حکم اللہ بحکم بینکم یہ حکم اللہ کا ہے اس لئے انصاف پر مبنی ہے جو کافر انصاف کرتا ہے وہ اللہ کا حکم قائم کرتا ہے جو مسلمان ظلم کرتا ہے وہ شیطان کا حکم قائم

کہتا ہے ایسا مسلمان اجتماعیت کو فراموش کر چکا ہے۔

آیت نمبر ۱۱ فان فلتکم شیئی من ازواجکم الی الکفار فماتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل

ما اتفقوا فاتفقوا اللہ الذی اتم بہ مومنون

ترجمہ۔ اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں میں سے کفار کے پاس کھل گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو تم ان مسلمانوں کو دے دو۔ جن کی بیویاں چلی گئیں ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا اور اس اللہ پر ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔

### اگر کافر مہراوانہ کریں

اگر کافر لوگ ان عورتوں کے مہراوانہ کریں جو تم نے چھوڑی ہیں تو مال غنیمت میں سے پہلے ان مسلمانوں کا حق ادا کرو جن کی بیویاں کفار کے پاس جا چکی ہیں فماتوا ہاتھ مارو ان سے اتنا مال غنیمت لے لو۔

مثل ما اتفقوا جتنا مسلمانوں نے خرچ کیا ہے وہ انہیں دے دو۔

واتفقوا اللہ اللہ کے انصاف کی پیروی کرو یعنی خود بھی انصاف کرو۔

آیت نمبر ۱۲ یا ایہا النبی اما جالک المثلومت یا یعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیا ولا یسرقن

ولا یزنیہن ولا یقتلن الا وہن ولا یتأین بہتان یفترنہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی

معرف فیایعہن فاستغفر لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم

ترجمہ۔ اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی) بنا لیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان کی بیعت قبول کر ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

### امتحان کا طریق

کفار کی جو عورتیں امتحان دینے کے بعد قبول کی جا سکتی ہیں (جس کی طرف آیت

نمبر ۱۲ میں اشارہ کیا گیا ہے) ان کے احوال کا کیا قاعدہ ہو گا؟ یہ طریقہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اس سے نئے رکن کے فرائض متعین ہو جائیں گے یعنی یہ کہ وہ کن کن چیزوں کا اقرار کرے کہ اسے حزب اللہ کی رکنیت کے لئے قبول کر لیا جائے۔

### بیعت کا مطلب

یہ بیعت اپنا پورا اختیار تجھے دے دیں۔ اپنا سر رکھ دیں یعنی اقرار کریں کہ اگر ہم حزب اللہ کی خلاف ورزی کریں تو آپ سزا جاری کرنے کے پورے پورے مختار ہیں۔

### سیاست اور بیعت

جب ہم ایک عہد کریں اور ساتھ ہی یہ بھی اقرار کر لیں کہ اگر اس کی خلاف ورزی کریں تو اس کی سزا بھگتنے کو تیار ہیں خواہ وہ ضبطی مال کی صورت میں ہو یا ہر قلم کرنے کی شکل میں ہم ہرگز اعتراض نہ کریں گے اس اقرار نامے کو بیعت کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اس بیعت کو سیاسی رکنیت کی اساس قرار دیتے ہیں (القول الجلیل اور فیوض الحرمین) ہمارے نادان علماء سیاست کو مذہب سے علیحدہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اسلام و ایمان کی بیعت گویا ان کے نزدیک سیاسی اہمیت نہیں رکھتی ہم ان لوگوں کو سٹھلے امت میں سے گنتے ہیں شاہ ولی اللہ کا ہم پر بڑا احسان یہی ہے کہ انہوں نے ہمیں اجتماعی سیاست سمجھا دی ہے انہوں نے جن اصولوں پر اسلامی اجتماعیت کو حل کیا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا گو وہ لوگ اپنا فکر (Idea) الگ رکھتے ہیں مگر اچھے کامیاب بنانے کے لئے قوانین وہی تجویز کرتے ہیں جو شاہ صاحب بتاتے ہیں ان نادان فقہاء کے پیچھے چل کر مسلمان کبھی ان مصیبتوں کے سمندر میں سے پار نہیں اتر سکتے جو ان کی اجتماعیت ٹوٹنے کے بعد ان کے راستے میں حائل ہو گئے ہیں اب نہ ہمارا علمی نظام باقی رہا ہے نہ اخلاقی نہ مالی نہ گھر کا لہکانہ ہے نہ مسجد کا ہر جگہ بد نظمی ہی بد نظمی مہیب شکل میں نظر آ رہی ہے اس کے لئے ایک اجتماعیت شناس امام چاہئے جو قرآن کا اجتماعی نقطہ نظر سمجھا سکے کوئی

مستعار سیاست یا ادھورا پروگرام مسلمانوں کو مصیبت سے نجات نہیں دلا سکتا اس سلسلے میں شاہ صاحب کے پروگرام کے ماسواہ کوئی پروگرام ہمیں نظر نہیں آتا۔

### (۱) خلافت باطنہ اور (۲) خلافت ظاہرہ

شاہ صاحب کی حکمت کے مطابق اس بیعت ہی کے طریقے سے حکومت پیدا ہوتی ہے اس کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) اگر لڑنے کی اجازت نہ ہو تو شاہ صاحب اسے خلافت باطنہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) اگر لڑنے کی اجازت ہو تو اسے خلافت ظاہرہ قرار دیتے ہیں۔

### حکومت کس طرح قائم کی جاتی ہے

شاہ صاحب بادشاہ کا لفظ استعمال نہیں کرتے ان کی نگاہ میں بادشاہی فقط ذات خداوندی کو زیبا ہے ان کے نزدیک مسلمان کا بہترین امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ کا بہترین نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس لئے وہ اسے خلافت سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی بادشاہی اس بیعت ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے بیعت کرنے والا آدمی جس سے بیعت کرتا ہے اسے ایک سلطان مانتا ہے اگر وہ فقیہ ہے اور حکیم ہے تو ایک آدمی کی بیعت ہی سے اس کی سلطنت کی بنیاد پڑے گی اگر سیف ہے تو لاکھوں کے مجموعے سے بھی کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا نہ کوئی قائمہ حاصل ہو سکتا ہے۔

### بیعت کی مدات

مومن عورتیں کن باتوں پر بیعت کرتی ہیں۔

### (۱) انکار شرک

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی کسی شخص کو اپنا کار ساز ماننا اسے خدا کا شریک بنانا ہے اسی طرح کسی شخص کو حکومت کا مرکز ماننا بھی شرک کرنا ہے وہ وعدہ کرتی ہیں کہ ان دونوں قسموں کے شرکوں میں سے کسی قسم کا شرک بھی قبول نہیں کریں گی۔

## (۲) مالی حقوق کی حفاظت

ولایتِ سر قن کسی کا مال نہیں چرائیں گی لوگوں کے جو مالی حقوق مسلمہ ہوں گے ان کی خلاف ورزی نہیں کریں گی مالی حقوق پر کم سے کم درجے کا حملہ چوری ہے وہ یہ نہیں کریں گی چہ جائیکہ اس سے بالاتر کسی اور ذریعے سے کسی کا مال ہضم کرنے کی کوشش کریں۔

## (۳) حفاظتِ عزت

ولا یزنین وہ زنا نہیں کریں گی  
انسان کی عزت عصمت کے ساتھ نکاح کی پابندی میں ظاہر ہوتی ہے وہ وعدہ کرتی ہیں کہ کسی کی عزت برباد نہ کریں گی۔

## (۴) اولاد کا قتل نہ کرنا

ولا یقتلن اولادہن اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اپنی عزت بچانے کے لئے اور زنا کاری چھپانے کے لئے اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

## (۵) نیوگ کا انکار

ولا باتین بہتان بفریند ہون ابدیہن وار جلہن ایک کا بچہ دوسرے کے نام نہ لگائیں گی۔  
ایک عورت ایک مرد سے بچہ لے کر دوسرے کے نام لگا دیتی ہیں یہ بہتان ہے پہلے لوگوں میں رواج رہا ہے کہ ایک مرد سے کام نہ چلے تو عورت دوسرے مرد سے بچہ لے آتی ہے اسے نیوگ کہتے ہیں یہ حرام ہے عورت ایسی حرکت نہ کرے۔ بچہ پیدا کرنے کی خواہش اور نسل بدھانے کا جذبہ بے شک تقاضائے فطرت انسانی ہے مگر ایک مصنوعی طریقے کو فطرت کا قائم مقام بنانا بہتان ہے جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ہمارے لوگوں نے چند خاص ملکوں میں بیٹھ کر اور ان کے اندر رہ کر قوانین بنائے ہیں وہ ان ملکوں کی فقہ ہے یہ فقہ ساری کی ساری قرآن حکیم میں نہیں آسکتی پس بغداد کی فقہ ہندوستان میں نہیں لائی جاسکتی اور انگلستان کا قانون پاکستان میں نہیں چل سکتا بخارا



کے بادشاہ ہندوستان پر حاکم ہو جاتے ہیں اور انگلستان کے تاجر ہندوستان میں آتے ہیں دونوں اپنے اپنے ملکوں کے قانون یہاں جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ لوگ ان قوانین کے سمجھنے سے عاجز آ جاتے ہیں انہی میں سے نیوگ کا مسئلہ ہے لوگ اسے زنا میں داخل کرتے ہیں یہ غلط ہے یہ ایک قانون کے تحت ہے اس لئے اسے زنا نہیں کہا جاسکتا زنا سے مراد ہے کسی قسم کا نکاح نہ ہونا اور نیوگ ایک قسم کا نکاح ہے کہ اسے زنا کے تحت نہیں لایا جاسکتا اس لئے قرآن حکیم کو اسے جداگانہ طور پر منع کرنا پڑا۔

اب تک جو چیزیں تھیں وہ متنی حیثیت میں تھیں اب ایک مثبت چیز سے اس قانون کی تکمیل کر دی جاتی ہے بلا بصہک فی معرف

### معروف کا معنی

جو چیز کسی ملک میں عقلاء کی بجا رہی (اکثریت) میں معقول مانی جائے اسے معروف کہا جاتا ہے جب بیعت معروف پر ہوگی تو گویا ساری شریعت کو تسلیم کر لیا گیا۔

فبايعن ان کی بیعت قبول کرلو

واستغفرلن اللہ اگر وہ غلطی سے خلاف ورزی کر بیٹھیں تو اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔

ان اللہ غفور رحيم حزب اللہ کی کمزور حالت میں عورتیں اس کی ممبر بنتی ہیں مگر وہ سیاسیات میں بڑی طاقت نہیں مانی جاتیں اس سے انہیں مایوس نہیں ہونا چاہئے اللہ ان کی کمزوری دور کر دے گا اور یہ چھوٹی طاقت بھی بہت بڑا کام کر سکتی ہے۔

آیت نمبر ۳۳ یا ایہا الذین امنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم قدینسوا من الآخرۃ کمایشس الکفار من اصحاب القبور

ترجمہ۔ اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے۔

### زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے دو

کفار جو اہل کتاب سے نہیں ہیں اہل قبور سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں یہ مایوسین

کی پہلی جماعت ہے یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں جو قبر میں چلا گیا اس کی ترقی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنی ترقی کا میدان فقط قبر سے ورے تک سمجھ لیا ہے ان کے مقابلے میں مایوسین کی دوسری جماعت اہل کتب کی بھی پیدا ہو گئی ہے وہ باوجود آخرت کو تسلیم کرنے کے عملی طور پر اپنے آپ سے مایوس ہو چکے ہیں اور یقین کر چکے ہیں کہ وہ اپنے جماعتی نظام سے ترقی کی کوئی ہمت پیدا نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بڑے انسان کی آمد پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آئے گا تو ہم ترقی کر سکیں گے اس کے بغیر ہم اجتماعی نظام سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ یہ یہود ہیں مسلمان ان سے دوستی پیدا کر کے ان کی مانند بن جائیں اور کسی بڑی خارجی طاقت کے مظہر بن کر نہ بیٹھ رہیں بلکہ قرآن حکیم کی مدد سے اپنی ترقی کا سامان آپ اپنے اجتماعی نظام کی مدد سے پیدا کریں یہود و نصاریٰ دونوں اپنی آخرت سے مایوس ہو کر قبر سے ورے تک اپنا میدان ترقی سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مسلمان ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔

### آخرت اور زندگی کا تلازم

قوموں کی زندگی میں آخرت کا عقیدہ ان کے دنیاوی عقیدہ کا ملن ہوتا ہے جب یہ آخرت کی زندگی سے مایوس ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں مایوس ہو جائیں گے ایک ہی عمل ہے وہ منہ میں ایک اثر پیدا کرتا ہے اور پیٹ میں جا کر دوسرا پیدا کرتا ہے۔ منہ کے اندر پیدا شدہ اثر کو ظاہری حیات تصور کیا جائے تو پیٹ کے اندر پیدا شدہ اثر کو باطنی حیات کہا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں حالتیں لازم و ملزوم ہیں جو مخلص اپنے اعمال سے آخرت میں مایوس ہے وہ اپنی محبت اور اجتماعیت سے دنیا میں بھی ترقی کا کوئی سامان پیدا کرنے کی امید اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے گا اس قسم کے لوگوں سے دوستی پیدا کر کے ان کے سے نہ ہو جاؤ۔

### مایوسین کی محبت کے نقصانات

اس سورت کے آغاز میں کہا گیا تھا کہ ہایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم

اللہ! یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو اجتماعیت اسلام کے دشمن ہیں اور اس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں ان سے کسی قسم کی محبت نہ رکھو تو اس کی حکمت آخری آیت میں بیان فرمادی کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو جاؤ گے درمیان میں اور بھی بہت سے نقصانات اس قسم کی دوستی۔۔۔۔۔ سے پیدا ہوں گے جن کا ذکر آچکا ہے مگر سب سے بڑا نقصان یہ اخلاقی نقصان ہے جو عام مایوسیت (Pessimism) کی شکل میں ظاہر ہو گا یہ تمہاری موت ہے۔

آخر اور اولیٰ ایک دوسرے کے مقابل الفاظ ہیں اگر ایک چیز کو اولیٰ کہا جائے تو دوسری چیز آخرت کو کہنا چاہئے دنیاوی زندگی کا ایک حصہ جو پہلے اور اولیٰ ہو تو جو حصہ اس کے بعد آئے گا اسے آخرت کہنا جائز ہے گویا دنیاوی زندگی کی آخرت ہے جو دوسری زندگی سے متصل ہوتی ہے پس دنیاوی زندگی کا آخری حصہ اور دوسری زندگی کا پہلا حصہ آپس میں علت و معلول کا تناسب رکھیں گے جس مفہم کے دل میں دوسری زندگی کی کامیابی کا تصور ہو وہ ضرور اپنی دنیاوی زندگی کے آخری حصے میں کامیابی کا یقین حاصل کرنا چاہے گا تو وہ علت و معلول کا تناسب قائم رکھ سکے گا۔

ایک قوم اہل کتاب ہے اس کی اسی تعلیم نے اسے ایک فکر دیا ہے اگر یہ اپنی امت اور اس کتاب کی تعلیمات کی پابندی سے اس فکر کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گئی تو اس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ یسوا من الآخرۃ

### وللاخرة خیر لک من الاولى کی تفسیر

سورۃ الضحیٰ میں جو آیا ہے وللاخرة خیر لک من الاولى تو اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی دو حالتوں میں تناسب دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسری حالت جو آنے والی ہے وہ اس پہلے حالت سے اچھی ہوگی جس میں وحی کے انقطاع کی وجہ سے مایوسی ہو گئی تھی جیسے سورج ڈھل جاتا ہے اور رات ہو جاتی ہے اور پھر دوسرے دن سورج نکل آتا ہے اسی طرح وحی کے انقطاع سے مایوسی کا نتیجہ نکالنا

صحیح نہیں ہے یہ انقطاع اس لئے ہوا کہ دوسری وحی پہلی سے قوی تر آنے والی ہے پہلی وحی اس کے لئے بنیاد کا کام دے گی لہٰذا یہ بنیاد جس قدر مضبوط ہوگی اس پر اسی قدر مضبوط عمارت بن سکے گی اس لئے عارضی انقطاع وحی سے جو حالت پیدا ہوئی ہے اسے اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سلسلہ وحی کے آغاز سے جو نیا دور حیات شروع ہوا ہے اسے آخرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس تمام دنیاوی زندگی کو اولیٰ کہا جائے تو حیات مابعد الصلوات کو آخرت کہا جائے لیکن ان معنوں میں آخرت کی بہتری ان سے پہلے معنوں میں اولیٰ کی بہتری پر موقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کی طرف تفہیمات الہیہ میں اشارہ فرمایا ہے۔

# تفسیر سورۃ منافقون

سورۃ المنافقون کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## تفسیر سورۃ المنافقون (مدنی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ جمعہ کے ساتھ ربط =

1- پچھلی سورت الجمعہ میں بے عمل لوگوں کے متعلق دو چیزیں بیان کی تھیں۔  
بے عمل لوگ علم حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے اور سستی برتتے ہیں  
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ احکام الہی کی قلیل صورت تو باقی رہتی ہے لیکن  
معنوی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل  
اسفاراً

2- یہ لوگ احکام الہی کی قلیل میں جان دینے سے جی چراتے ہیں۔

فتمنوا الموت ان کنتم صدقین

منافق کون ہے؟

جب کسی انسان کے تحت الشعور (Subconscious Mind) میں جان  
بچانے کا لکڑ بیٹھ جاتا ہے تو وہ احکام الہی سیکھنے سے بے گارہ گرد کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ  
اسے ہر وقت یہی ڈر لگا رہتا ہے کہ ان احکام میں کہیں ایسی چیز کا ذکر نہ آجائے جس  
پر مجھے جان دینی پڑے وہ سمجھتا ہے کہ جتنی دیر تک جہاں میں ہوں اچھا ہے۔ اس  
طرح کا مسلمان بظاہر ایک مسلم سوسائٹی کا ممبر بنا رہ سکتا ہے لیکن وہ اس سوسائٹی  
کے مرکز میں نہیں آسکتا اور نہ بیدار مرکزی طاقت اس پر کبھی اعتماد کر سکتی ہے۔  
کسی سیاسی جماعت میں جو شخص اس قسم کا ہو جب اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی

ہیں جو اس تحریک کو روکنے کا باعث بنتی ہیں تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔

### نفاق کا انجام کفر ہے

اس طرح کی زندگی بسر کرتے رہنے سے ضرور کوئی نہ کوئی وقت آجاتا ہے کہ ایسا شخص اس تحریک کے روکنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ دینی تحریک سے روکنے والے کا نام کافر ہے۔ منافق اصل میں انقلابی تحریک کو روکنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لئے وہ اسے آگے بڑھانے والی تحریکات میں حصہ لینے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے البتہ یہ بات کہ اس نے تحریک کو روکا اس پر اس وقت صادق آتی ہے جب وہ عملاً "مخالفین تحریک میں شامل ہو جائے ایسے شخص کو قرآن حکیم کی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ جب وہ مخالفین تحریک میں شامل ہو کر تحریک کو روکتا ہے تو کافر بن جاتا ہے۔ اسے زمانہ حال کی بولی میں (Sleeping Partner) اور اخلاقی ہمدردی (Moral Sympathy) کے جو الفاظ رائج ہیں درحقیقت منافقانہ ذہنیت ہی کا اظہار کرتے ہیں اگرچہ اس حد تک نہ سہی جو کفر سے ملی ہوتی ہے ایسا شخص عمرانیہ کی اصطلاح میں (Value Deranged) کہلاتا ہے۔

### منافق کا اخراج مصلحت

منافق شخص ترقی کرنے والی سوسائٹی کا غیر فعال حصہ ہوتا ہے اور کسی ترقی کرنے والے معاشرے میں غیر فعال حصہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ کوئی کام اسے سپرد کر کے یہ توقع رکھنا کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ اسے پورا کرے گا غلط ہوتا ہے لیکن اسے سوسائٹی سے علیحدہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چلتے چلتے اسے سمجھ آجاتی ہے اور فعال بن جاتا ہے۔

جیسے کنواں کھودتے ہیں تو کسی جگہ سخت زمین آجاتی ہے اور انسان مایوس ہو کر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔ مگر زلزلے یا کسی اور موثر قوت کے بروئے کار آجانے سے زمین پھٹ جاتی ہے اور پانی نکل آتا ہے اس لئے ایسے انسان کو سوسائٹی سے کلیتہً خارج کرنا مصلحت قرار نہیں دیا گیا۔ اس مصلحت سے رسول اکرم ﷺ نے منافقین کو اپنی جماعت سے خارج نہیں کیا۔ گو وقت آنے پر منافقین اسلامی تحریک



سے علیحدہ ہو گئے۔

### منافع کی سزا موت

تاہم کوئی پارٹی صحیح طریق سے کام نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ منافقین کو الگ نہ کرے اسے صحیح طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے اندر کون کون سے منافقین ہیں ان پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا اور نہ انہیں ذمہ داری کا کام دیا جائے گا۔ لیکن اگر منافقین کی حرکات اس حد تک پہنچ جائیں کہ مرکزی جماعت انہیں قتل کرنا مفاد عامہ کے لئے ضروری سمجھے تو وہ یہ بھی کر سکتی ہے لیکن یہ بڑی ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کی چیز ہے۔

### قتل کی شرط

ہمارے خیال میں منافقین کو اس وقت قتل کرنا چاہیے جب وہ اعلانیہ طور پر تحریک کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اس صورت میں ان کے قتل سے کوئی فساد برپا نہیں ہوتا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس سوسائٹی میں انسان کی جان محفوظ و مامون نہیں ہے ہر شخص کو یقین ہونا چاہیے کہ جب تک اس پر جرم ثابت نہ ہو جائے اس کا جان و مال محفوظ ہے مگر یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ منافقین اور کارکن لوگ ایک ہی صف میں بٹھا دیئے جائیں۔

### دوسری سزا

ضرورت کے وقت ایسے آدمیوں کا پردہ فاش بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں۔

### ڈسپلن کمیٹی

ہم نے یورپ میں پارٹیوں کا جو نظام دیکھا ہے اس میں خاص چیز یہ ہے کہ پارٹی میں ضبط (Displine) قائم رکھنے کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی ہوتی ہے اسے ڈسپلن کمیٹی (Disipline Committee) کہتے ہیں اس کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوتا

ہے اس کے خلاف کوئی اہل نہیں ہو سکتی۔ نہ کوئی اسے منسوخ کر سکتا ہے یہ کمیٹی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ اس کے جاسوس ہر رکن پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں کہ وہ کس سے ملتا ہے کیا کام کرتا ہے؟ کیا فکر رکھتا ہے؟ بعض اوقات اس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اسے سوسائٹی میں نہیں رکھنا چاہیے اس وقت اسے قتل ہی کر دیا جاتا ہے اس فیصلے کو کوئی رو نہیں کر سکتا۔ انقلاب میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں جو انقلابات ہو چکے ہیں ان میں ایسا ہی کیا جا چکا ہے۔

### اس سورت کا موضوع

یہ سورت حقیقت میں اس جماعت منافقین کی ذہنیت کی توضیح کرتی ہے جو مذہبی حلقے میں پائی جاتی ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں یہ علمی جماعت ہے۔ تو راہ کی حامل ہے۔ مگر موت سے بھاگتی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جبر سوسائٹی پیدا کریں گے وہ اسی قسم کے ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ ایک آدمی کتاب الہی کو تو مانتا ہے مگر اس کے حکم سے جان دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کی صحبت سے جو سوسائٹی پیدا ہوگی وہ منافقوں کی سوسائٹی ہی ہو سکتی ہے اگر ایک عالم اس قسم کی تحریک جاری کرے جس سے بنی آدم کا ایک اچھا خاصہ حصہ منافق بن جائے تو ان سب کا وہاں اس ایک کی گردن پر ہوگا۔ اس قسم کے عالم بالتورات یا عالم بالقرآن منافق سے ایک سلیم الطبع ان پڑھ آدمی بدرجہا بہتر ہے وہ جاہل تو ہو سکتا ہے لیکن منافق نہیں بن سکتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کسی سبب صحیح بات نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ اعلانیہ مکر بھی ہو جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک تعلیم کو اعلانیہ تو مانتا رہے مگر اس کا قلب یقین سے یکسر خالی ہو یہ سلامت طبع کے خلاف ہے۔

جملہ معترضہ! مثال کے طور پر ایک بڑا مقصد ہے اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریق ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک گروہ ایک اصول کا اختیار کر لیتا ہے۔ وہ ایک پارٹی کھلائے گی۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے دو سرا گروہ دو سرا طریق اختیار کرتا ہے۔ یہ دوسری پارٹی بن جائے گی ایک طرح سوچنے والے لوگ دوسری

طرح سوچنے والی پارٹی میں شامل نہیں ہو سکتے وہ بالقابل پارٹی بنائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو مختلف اصول کار رکھنے والی پارٹیاں مخلوط ہو جاتی ہیں۔ اس سے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے مثلاً فرض کیجئے کہ ایک پارٹی لڑنے کو جائز سمجھتی ہے اور دوسری لڑنے کو ناجائز سمجھتی ہے گو دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی ملک کے لئے آزادی حاصل کرنا۔ اگر یہ دونوں پارٹیاں مخلوط ہو جائیں تو اس کے کام میں جمود (Deadlock) پیدا ہو جائے گا۔

ایسے ہی ایک پارٹی ہے جو ایک ایک شخص کا مخالف طاقت سے لڑنا جائز سمجھتی ہے یہ انقلابی جماعت ہے دوسری پارٹی وہ ہے جو سوائے ایک بڑے مسلمان باشندہ اور بڑی فوج کے مخالف غیر مسلم طاقت سے لڑنا جائز نہیں سمجھتی۔ اگر یہ دونوں مل کر کام کرنے لگیں تو دونوں ناکامی ہو جائیں گی۔ اس لئے ان کو دو پارٹیوں میں تقسیم ہو جانا چاہیے یہ نہایت کار آمد اصول کار ہے جو یورپ کی انقلابی پارٹیوں کے تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم مختلف الاصول جماعتوں کے مل کر کام کرنے کے قائل نہیں رہے۔ پارٹی پالیٹکس کا اصول اولین یہ ہے کہ ہم فکر لوگ ہی جمع ہو کر پارٹی بنائیں اور ایک متحدہ پروگرام پر کام کریں۔

جملہ معترضہ (منجانب مرتب) حضرت مولانا سندھی لاہور سے ایک عالم کو اپنے ساتھ گوٹھ پھر جھنڈے (سندھ) لے گئے وہ ان کی درسگاہ میں پڑھانے لگ گیا ایک روز اس عالم نے مولانا سے بڑے زور سے کہا کہ میں فلاں روز لاہور جا رہا ہوں میرے لئے تین سو روپے کا بندوبست ہو جانا چاہیے۔ مولانا کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جس روز کا ان عالم صاحب نے نوٹس دیا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے وہ پھر روپے لینے کے لئے پیچھے پڑ گئے۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ عالم آگے بڑھے کہ وہیں مولانا سے پھر تقاضا کریں لیکن مولانا نوافل پڑھنے کے لئے نیت باندھ چکے تھے عالم صاحب کو مایوس ہو کر بیٹھ جانا پڑا لیکن وہ تھملائے رہے۔ مولانا نے ابھی دو لکھ پڑھ کر سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور روپوں کی ایک حسیلی مولانا کے سامنے پیش کی آپ نے اشارہ فرمایا کہ یہاں رکھ دو وہ رکھ کر چلا گیا۔ پھر مولانا نے اس عالم کو اشارہ کیا کہ ان روپوں میں سے لے لو انہوں نے اپنے

مطالبے کے تین سو روپے گن کر لے لئے اور باقی روپے جو تعداد میں کئی سو تھے،  
تھیلی ہی میں رہنے دیئے۔ مولانا کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات آئے کہ پلے  
ایک پیسہ بھی نہیں لیکن ہزاروں کی ضرورتیں فضل الہی سے پوری ہوتی رہیں اور  
آپ برابر انقلابی کام میں لگے رہے۔

ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی بھی توکل  
علی اللہ کی بے شمار مثالوں سے پر ہے۔

(1) اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا لَوْ اَنْشَدَاكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ

لِرَسُوْلِهِ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنْ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○

ترجمہ: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں  
کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے  
رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

### منافقین کی منافقت

منافق کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا یہ کہنا صحیح ہے اس  
لئے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کا آپ کو  
رسول کہنا محض زبانی ہے وہ دل سے مان کر رسول اللہ نہیں کہتے ویسے ہی کہتے ہیں  
یہ لوگ رسول اللہ کو رسول اللہ بھی کہتے رہیں گے اور اس کے کام میں رکاوٹیں  
بھی ڈالتے رہیں گے اس لئے ان کا یہ زبانی دعویٰ جھوٹا ہے۔

(2) اتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا

يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو یہ لوگ خدا کی  
راہ سے روکتے ہیں بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو یہ کرتے ہیں۔

اگر ان سے کہا جائے کہ تم رسول اللہ کو رسول اللہ مانتے ہو تو وہ قسمیں  
کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کو مانتے ہیں حالانکہ  
رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس

سے روکتے ہیں اب زبانی قسمیں کھا کھا کر کتنا کہ ہم رسولؐ کو مانتے ہیں نہایت برا کام ہے اس طرح کی سوسائٹی پیدا کرنا جرم ہے۔ قرآن حکیم وہ پہلی کتاب ہے جس نے علم کی غایت اصلی عمل کو قرار دیا ہے علم اگر معاشرے کی ترکیب میں داخل ہے تو معاشرہ بغیر افراد کے عمل کے حقیقی صورت اختیار نہیں کر سکتا قرآنی عمرانیات علم کی عظمت علم و عمل کے استزاج سے ظاہر ہوتی ہے۔ معاشرے اور علم کی مناسبت سے عمل کو جو اہم مقام حاصل ہے وہ آج کی عمرانیات کا اہم مسئلہ ہے چنانچہ دور جدید کے مشہور ماہر عمرانیات (Talcaot Parsons) معاشرے کے وجود اور ارتقاء کے لئے عمل پر بہت زور دیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے علم و عمل کے لزوم کو انسانی زندگی کے لئے جس قدر ضروری قرار دیا ہے وہ ٹالکوٹ پارسنز کی ضخیم کتابوں سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوا ہے صحیح علم پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام کا ارادہ پیدا ہو جائے جب صحیح علم سے کام کا ارادہ پیدا نہ ہو تو اس پڑھنے کا کیا فائدہ۔ فرض کرو کہ ہم ایک کتاب اس شرط کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کریں گے اس کتاب کے پڑھنے کی فضیلت کی سند تو مل جائے گی اور پڑھا بھی سکیں گے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم کا کام انسانیت کے لئے زہر قاتل ہے۔

### منافقت کا سبب

(3) ذالک بانہم امنوا تم کفر و افطبع علی قلوبہم فہم لا یفقیہون ○  
ترجمہ: ہم اس بنا پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ایمان لائے پھر نیک ہو گئے لہذا ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ لوگ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔  
ان کی یہ ذہنی حالت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے تو ارادہ کرتے ہیں کہ ہم یہ کتاب پڑھتے ہیں تاکہ اس پر عمل کریں، پھر مشکل چیز آجاتی ہے یعنی جان دینی پڑتی ہے اس وقت جان چرا جاتے ہیں پھر ان کے دلوں میں اس غلطی کی ندامت پیدا ہوتی ہے یہ ان کا دوبارہ ایمان لانا ہے پھر دوسری دفعہ جان دینے کا موقعہ آتا ہے تو پھر جان چرا جاتے ہیں اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرا جاتے ہیں۔ اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرانے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے

پھر ان کے دلوں سے یہ احساس ہی جاتا رہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے۔  
یہ نصوص و آیات حضور رسالت مآب ﷺ کے دور کے بنے عمل اور  
مناقض افراد کی حد تک محدود نہیں بلکہ دور جدید کے اصول عمرانیات کے مطابق بھی  
یہ آیتیں ان لوگوں کی ذہنیت کی ترجمانی کرتی ہیں جو اسلام کو موجودہ سائنس و  
تہذیب کے مقابلے میں بے اثر ناقابل عمل اور ختم شدہ قوت (up Force)  
((Shent)) سمجھتے ہیں۔

فطبع علی قلوبہم

دلوں پر مرگ جانے کا مطلب

اب ان کے دلوں میں عمل کرنے کا ارادہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ مطلب  
ہے دلوں پر مرگ جانے کا۔

○ فہم لا یفقیہون

آخر میں یہ احساس بھی پیدا نہیں ہوتا کہ علم کا عمل کے ساتھ کچھ تعلق  
ہے لیکن ان کی عقلی قوتیں سدرست ہوتی ہیں۔

(4) وَاِذَا رَاٰیۡنَہُمْ تَعٰجِبْکَ اَجۡسَامَہُمۡ وَاِنۡ یَّقُولُوۡا تَسۡمَعُ لِقَوْلِہِمۡ کَانَہُمۡ  
خَشَبَۃٌ مِّنۡ سۡنَدٍ یَّحۡسِبُوۡنَ کُلَّ صَبِیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ہُمُ الْعَدُوۡ وَفَا حٰزَہُمۡ قَتَلُہُمُ اللّٰہُ  
اِنۡہِیۡ یُؤَفِّکُوۡنَ

ترجمہ : اے پیغمبر جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری جسم آپ کو  
خوش نما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کریں تو آپ ان کی باتوں کو دلچسپ ہونے کی  
وجہ سے کان لگا کر سنیں گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار کے سہارے لگا دی گئی  
ہیں وہ ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف خطرہ سمجھتے ہیں یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان  
سے بچتے رہئے خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں۔  
(سورہ منافقون کی بقیہ تفسیر ص 593 پر ملاحظہ فرمائیں)

# قرآنی فکر انقلاب

سورہ اخلاص و معوذتین  
کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32- میکلیگن روڈ۔ ایچ بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138





## اسلام

بین الاقوامی انقلاب کی عالمگیر تحریک ہے جس کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس انقلاب کی بنیاد قرآن حکیم پر ہے۔ آپؐ اور آپؐ کے قریبی صحابہ (ساتھیوں) کی کوششوں سے جو جماعت پیدا ہوئی وہ پہلے عرب پر غالب آئی پھر وہ ایک محدود علاقے میں مرکز اقوام بنی۔ یہ اس کی زندگی کے ابتدائی پچاس سال کی دوداد ہے جن میں وہ نہایت اعلیٰ اصول قائم رکھ سکی۔

اس دور کی تاریخ اور فلسفہ اسلام کے نام پر انقلاب لانے والوں کے لئے رہتی دنیا تک نمونہ ہے۔ اس دور کی تاریخ امام ولی اللہ دہلویؒ سے بہتر کسی نے نہیں لکھی اور نہ ان کے سوا کسی اور نے اس دور کا فلسفہ محقق کیا ہے۔ عہد حاضر میں یورپ اور اس سے اثر لینے والی دنیا کو طبعی رنگ میں سوچنے اور سمجھنے کی عادت ہو چکی ہے۔ اسلام کی حقیقت امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کے سوا اور کسی طریق سے نہیں سمجھائی جاسکتی اور نہ یورپ کی مرکزیت کو اس کے سوا کسی اور طریقے سے توڑا جاسکتا ہے اور یورپ کی مرکزیت توڑے بغیر قرآن اور اسلام کو قائم کرنا ناممکن ہے۔ مُحَمَّدٌ ذُرِّيُّوۡنَ ۚ سُبُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَهُ ۙ (اللہ کے رسول محمد اور ان کے ساتھیوں) کے کلام کے نمونے پر بزرگ عظیم پاک و ہند میں اسلام کو جمہوری رنگ میں غالب کرنے کا ایک جامع سائنٹیفک سیاسی معاشی اور اخلاقی انقلاب کا عملی پروگرام کارل مارکس سے تنہا پہلے بنایا گیا۔ اس کا محور دہلی تھی۔ پاکستان حقیقت میں اسی انقلاب کی جزوی تصویر ہے جسے عمل کرنا ہر پاکستانی کو جو ان کا فرض ہے۔

## وِیَباچہ

قرآن حکیم کی دعوت عالم گیر انقلاب (World Revolution) کی دعوت ہے جس کا تعلق ساری نوع انسانی کے ساتھ ہے اس انقلاب کا عنوان اعلیٰ ”توحید الہی“ ہے۔ اور یہ

ایک خالق

ایک نظام اقدار اور

ایک سیاسی و اقتصادی نظام

کی طرف بلا تا ہے۔

اس انقلابی تحریک کا آغاز مکہ مکرمہ میں ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوا۔ مدینہ منورہ میں اس نے اپنی ابتدائی منزل عربی قومی انقلاب کی منزل پوری کی۔ پھر یہ انقلاب بین الاقوامی منزل میں داخل ہوا۔

اس عالم گیر انقلاب کا پہلا دور سترہویں صدی عیسوی تک رہا پھر اس کی لہریں مدہم پڑ گئیں اور دنیا ایک ارتجاع عظیم (Reaction) میں مبتلا ہو گئی پہلے دور کے ابتدائی پچاس برس انقلاب کے نمونے کا دور ہے اس کے بعد کے سارے زمانے میں اس انقلاب کی پشت پناہی شعلی ظلمات کرتے رہے۔ اس دور میں جو چھوٹے چھوٹے ارتجاعات (Reactions) آتے رہے ان میں سے ہر ایک کے بعد دوسرے یا تیسرے درجے کا انقلاب بھی آتا رہا لیکن اٹھارہویں صدی سے دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو گئی اب بلوشاہت دنیا سے اٹھنے لگی اور انسانی معاشرے میں جمہوری اور عوامی دور شروع ہو گیا۔

اس مختصرے کتابچے میں جو قرآن حکیم کی آخری تین سورتوں اخلاص اور مہذبتین کی تفسیر پر مشتمل ہے ہم اس عالمگیر انقلاب کی بنیادی فکر، توحید اور معنویت (Implications) پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ انقلابی تحریک کے اس دور میں اس فکر کو قرنِ اول کی روشنی میں از سر نو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ نئے دور کے انقلابی اپنے عمل کو اس دور کے فکر پر واصل کر آگے بڑھیں۔ یہ اوراق مولانا عبید اللہ سندھی (نور اللہ مرقدہ)

(1872-1944ء) کے افکار سے ماخوذ ہیں اور انہی کے مطالعے اور تجربات زندگی کا نتیجہ ہیں۔

نیاز آکین

بشیر احمد بی۔ اے  
سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تمہید

کسی معاشرے کی اجتماعی زندگی تین ستونوں پر قائم ہوتی ہے:-

- ① سیاسیات
- ② اقتصادیات اور
- ③ فلسفہ

اگر کسی معاشرے کو ایک ”مفخص“ (Person) مان لیا جائے تو سیاست اس کے اجزاء کو آپس میں مربوط کر کے اس کے دھڑکنے کو قائم رکھتی ہے۔ اقتصادیات اسے نشوونما بخم پہنچاتی ہے اور فلسفہ اس کی معنوی زندگی کی تنظیم کرتا ہے۔ اگر کوئی مختلف طاقت اس معاشرے پر حملہ کر کے اس کی سیاسی طاقت چھین لے لیکن اس کا اقتصادی ڈھانچہ (Economic Structure) اور اس کا نظام فکر (Ideology) محفوظ رہیں۔ تو وہ اپنی سیاسی شکست کا دوا کر کے اپنی ہستی از سر نو قائم کر سکتا ہے تاریخ اس کی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے۔

لیکن اگر اس معاشرے کی فنی اور سیاسی شکست کے بعد اس میں اقتصادی بدحالی بھی پیدا کر دی جائے لیکن اس کا فکری نظام قائم رہے تو بھی وہ پہلے سے زیادہ محنت کر کے اپنی اقتصادی حالت کی اصلاح اور اپنی سیاسی کمزوری کا دوا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر سیاسی طاقت اور اقتصادی نظام کے ساتھ ہی اس معاشرے کا فکری نظام بھی ٹوٹ جائے تو پھر اس کے معاشرے کا دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔

۱۔ افغانستان کی جنگیں اس کی اچھی مثالیں ہیں انگریزوں نے اسے تین مرتبہ (1862-1879 و 1919) میں سیاسی اور فنی شکست دی لیکن اس کی اقتصادی اور فکری طاقت محفوظ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افغانوں نے اپنے آپ کو پھر مضبوط کر لیا۔ (مرتب) ۲۔ ہمارے زمانے میں ”اسرائیل“ شاید اس کی موزوں مثال ہو۔ یہودیوں نے شکست پر شکست کھائی ملک ملک مارے مارے پھرے لیکن آخر کار تجارت اور صنعت و حرفت کے درپے سے اپنی اقتصادی حالت بحال کر کے ایک چھوٹے سے ملک میں اپنا ایک سیاسی مرکز قائم کر ہی لیا۔ (مرتب) ۳۔ اسلام جن ملکوں میں اپنی تاریخ کی ابتدائی صدیوں میں داخل ہوا۔ ان ملکوں مثلاً ایران، افغانستان، ترکستان، مصر، شام وغیرہ میں اصل مذہب کا کوئی نام لیا جاتی نہیں رہا۔ اب ان ملکوں کی سیاسی اور اقتصادی طاقت اسلام ہی کی خدمت میں استعمال ہو رہی ہے۔ (مرتب)

بڑے عظیم پاکستان و ہند میں خود ہماری تاریخ اس تاریخی عمل کی ایک مثال ہے۔ سترہویں صدی عیسوی میں بڑے عظیم ہند پر ہمارا قبضہ تھا۔ اس زمانے میں یورپی قومیں اس بڑے عظیم کی طرف بڑھیں انہوں نے یہاں کی حکمران طاقت کو شکست دینے کے لئے پہلے یہاں سیاسی اور اقتصادی قلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور پھر فکری حملہ کیا۔

سیاسی میدان میں فرانس اور برطانیہ کی آویزش دکن میں شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ انگریزوں نے فرانسیسیوں کو نکل باہر کیا۔ 1858ء تک سارے ملک پر خود قابض ہو گئے اور مغل حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ہماری سیاسی اور فوجی شکست تھی۔

اقتصادی میدان میں یورپی قوموں، خصوصاً انگریزوں نے ہماری صنعت و حرفت اور تجارت کو برباد کر دیا۔ ہمارے ملک کی پیداوار کو ڈیڑھ کے مول خرید کر لے گئے اور اپنی مصنوعات سونے کے بھڑا ہمارے ملک میں ٹھونس دیں۔ رفتہ رفتہ اس بڑے عظیم کی ساری آبادی کو اقتصادی بدحالی میں مبتلا کر دیا۔ یہ ہماری اقتصادی شکست تھی۔

اس پر اکتفا نہ کر کے انگریزوں نے ہم پر فکری حملہ بھی کیا چنانچہ انہوں نے ہمارے مذہبی افکار میں جو ہماری زندگی کی بنیاد تھی۔ دوسرے پیدا کر کے شروع کئے۔ یہ ان کا فکری فکری حملہ تھا۔ اس کے ذریعہ سے انہوں نے ہمارے لوہوں کے دلوں میں اسلامی مذہبی حقائق کے خلاف شکوک پیدا کر کے ان کے عقیدے کی جڑیں ہلا دیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے افکار ایسے انداز میں پیش کئے کہ ہمارے لوہوں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ یورپی مادہ پرستانہ سائنس اور فلسفے نے ہمارے لوہوں کے افکار میں مزید تزلزل پیدا کر دیا۔ یہ یورپ والوں کا مثبت فکری حملہ تھا۔

اس دو گانہ حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا لوہوں طبقہ مغربی افکار سے مرعوب ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ یورپی طرز پر سوچنے لگے اور اپنی شخصیت کو بیٹھا۔ لیکن ہم میں سے ایک اہم اقلیت نے اس فکری حملے کو برداشت کر لیا۔ وہ اس کے مقابلے کے لئے ڈٹ گئے۔ اور اس نے رفتہ رفتہ محنت کر کے 1947ء میں انگریزوں کو ملک سے نکل باہر کیا۔

۱۔ یہ اقلیت امام دلی اللہ دہلوی کے فکر پر کام کرنے والوں کی ہے اس جماعت کے کارکنوں نے پہلے 1826ء میں پشاور کو مرکز بنا کر کام کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ سکھوں سے پنجاب جیت کر دہلی پر قبضہ کریں۔ اور امام دلی اللہ دہلوی کے فکر پر جمہوریت قائم کریں۔ لیکن یہ جماعت 1831ء میں ہلاکوٹ کے محلوں میں شکست کھائی اس کے بعد اس کے کارکنوں نے انگریزوں کو ملک سے باہر نکالنے کے لئے 1915ء میں اعلان اور نری کے فوجی اہلکار کو کوشش کی لیکن ان کا یہ پروگرام بھی پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا البتہ وہ انگریزوں کو

یہ ہماری سیاسی فتح ہے اب ضرورت ہے کہ ہم تاریخ کے عمل کو الٹ دیں اور فکری نظام پر قائم کی ہوئی مملکت پاکستان کو اقتصادی لحاظ سے مضبوط کریں۔ پھر اسے بین الاقوامی میدان میں غالب کریں۔ اس وقت ہم کہہ سکیں گے کہ ہم نے اسلام (کامل طور پر) قائم کر لیا۔

اصل میں کسی قوم کا نظام فکر اس کے فلسفہ حیات (Philosophy of Life) پر مشتمل ہوتا ہے وہ اس کے افکار میں سے تعارض (Antadonism) دور کر کے وحدت فکری پیدا کرتا ہے جس سے معاشرے میں وحدت عمل ظاہر ہوتی ہے یہ فکر عمل کی وحدت ہی اس معاشرے کی نشوونما اور قوت کا موجب بنتی ہے اس کے برخلاف جس معاشرے میں وحدت فکری نہ ہو اس میں انتشار عمل پیدا ہو جاتا ہے اور اندرونی اختلافات اس کی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔

قرآن کا مرکزی فکر : قرآنی نظام فکر (Ideology) میں توحید الہی مرکزی نقطہ ہے جس کا خلاصہ سورہ اخلاص میں دیا گیا ہے یہ مرکزی فکر کسی خاص محدود معاشرے کی تنظیم کے لئے نہیں بلکہ ساری نوع انسانی کی تنظیم کے لئے ہے۔ یہ ایک اور مقام آیت الکرسی میں بھی دیا گیا ہے لیکن وہاں کا طرز بیان لوہجے درجے کے سوچنے والے طبقے کے لئے ہے ”سورہ اخلاص“ میں اسی فکر کو توسط درجے کے انسانی ذہنوں کی رعلیت رکھ کر بیان کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ سورت بے نظیر ہے۔

اعلان بیزاری : قرآنی انقلاب کی ابتدائی منزل کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس انقلاب کا ظہور ہوا۔ مخالف لوگوں کا فکر شرک پر مبنی تھا قرآن نے پہلے تو اپنی جماعت کی جداگندہ مستقل حیثیت مخالفین سے منوائی اور اعلان کیا۔  
”اے لوگو! جو میرے نظام فکر کا انکار کرتے ہو میں (کسی) اس چیز کی مہلوت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور نہ تم اس (ذات واحد) کی مہلوت کرتے ہو جس کا میں پرستار ہوں۔ (ایسے ہی) نہ میں (کبھی) ان کی پوجا کروں گا جن کی تم کرتے ہو اور نہ تم اس ذات کی مہلوت کرو گے جس کی میں کر رہا ہوں

(بقیہ حاشیہ) جزوی گفت دینے میں کامیاب ہو گئی اس کے بعد اس پارٹی کے ایک عمود انقلابی کارکن مولانا عبید اللہ سندھی (1872-1944ء) نے 1926ء میں استیصال (زکی) سے تقسیم ہند کا پروگرام شائع کیا۔ جسے یورپ میں خوب اشاعت دی گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رنڈ رنڈ شمال مغربی ہند میں مسلمانوں کی آزاد ریاست قائم کرنے کا محفل مسلمانوں میں پیدا ہو گیا اور 1947ء میں پاکستان کی ریاست وجود میں آئی۔

(اس لئے) تمہارا مسلک حیات الگ ہے اور میرا مسلک حیات الگ ہے۔“  
(سورہ کافرون نمبر 109)

جنگ : اس اعلان مہارت ( ) کے بعد جنگ چھڑ جانی ناگزیر تھی۔ چنانچہ اس کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے کہ کرمہ کے بین الاقوامی پُرامن شہر (Open City) کو بھونڈ کر مدینہ منورہ کو مرکز بنایا گیا۔ اس میں بہت سے سیاسی اور نفسیاتی قائدے پوشیدہ تھے۔ اس کے بعد جنگ ”ہڈر“ (2ھ) سے جو سلسلہ شروع ہوا وہ آخر فتح مکہ (8ھ) پر ختم ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ۔

(ا) مخالفین کی سیاسی شکست : جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی تو تو نے دیکھا کہ لوگ جو حق درج حق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ یہ مخالفین انقلاب کی فوجی اور سیاسی شکست تھی۔

(ب) مخالفین کی اقتصادی شکست : اس کے بعد مخالفین کو اقتصادی (Economic) اور معاشرتی (Social) شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:  
”ابولسب کے (جو اسلام کی مخالف پارٹی کا گویا مہلجن (Pranancer) قہاروں ہاتھ لوٹ گئے اس کامل اور اس کی مکملی کسی کام نہ آئی۔“ (سورہ لب نمبر 111)

(ج) مخالفین کی فکری شکست : (1) سورہ اخلاص 112 : قرآنی انقلاب کے مخالفین کی سیاسی اور اقتصادی شکست کے نتائج کی تعمیل کے لئے قرآن حکیم نے اپنے نظریہ توحید کا اس زور سے پروپیگنڈہ کیا کہ عرب کی مشرکۃ ذہیت بالکل برباد ہو گئی اور قرآنی ذہیت ان پر غالب آئی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کا مشرکۃ ذہیت کی طرف لوٹنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ اَلْيَوْمَ يَنْسَى الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ (المائدہ 315) یعنی اب تمہارے نظام حیات کے منکر (کافر) اس بارے میں قطعاً بامیوس ہو چکے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر لیں گے۔

خالق کے متعلق فکر کو اس طرح صاف کرنے کے لئے کہ شرک کی منجائش مطلقاً باقی نہ رہے قرآن حکیم کی یہ سورت نہایت جامع ہے۔

(2) سورہ فلق (113) : سورہ اخلاص میں جس توحید باری کا ذکر کیا گیا ہے اس کا پھیلاؤ تمام کائنات میں دیکھنا ضروری ہے۔ اگر ایک عقل مند انسان ساری کائنات کو اپنے نظریہ توحید پر منطبق کر لے تو وہ توحید میں پختہ ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ توحید کو کائنات کے

ساتھ جمع نہ کر سکے یعنی وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ساری کائنات کے وجود کا ایک ایک ذرہ کس طرح ایک وجودِ اقصیٰ (Ultimate Being) سے آیا ہے اور ساری کائنات میں ایک ہی ذہنِ عالی (The Great Mind) کی تدبیر کس طرح کام کر رہی ہے تو اس کی توحید آج ہے تو کل نہیں ہوگی۔

(3) سورۃ الناس (114) : کائنات میں بے شمار اشیاء موجود ہیں۔ بعض اپنی چھوٹی سی حیرت انگیز ہیں جیسے سالمہ (Atom) اور متنی برقیہ (Electron) بعض اپنی بڑائی میں حیرت انگیز ہیں جیسے سحابے (Nebulae) اور ککشاخیں (Galaxies) خود کائنات اپنی وسعت اور تنظیم و ترتیب کے اعتبار سے نہایت ہی حیرت انگیز ہے لیکن اس سے بھی اوپر انسان کا ذہن (Mind) ہے جو ساری کائنات میں سب سے زیادہ حیرت ناک چیز ہے۔ وہ اس کائنات کا تصور کرتا ہے اور اس کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اپنی اُنا (Ego) کو اپنی نوع میں منحصر سمجھتا ہے اس لئے اگر اس کی نوع میں خدا تعالیٰ کی توحید کا اثر و نفوذ پوری طرح سے سمجھ میں آجائے تو یہ عقیدہ مکمل طور پر پختہ ہو جاتا ہے۔ ان سورتوں میں توحید کے نظریے کی تکمیل کی گئی ہے اس لحاظ سے یہ سورتیں سورۃِ اخلاص کا تتمہ ہیں۔

وہ فلسفہ توحید جس نے انقلاب کے ذریعہ سے شرک کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں ان تین سورتوں میں مکمل ہو گیا ہے۔ اب یہ تعلیم ہے اور رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا عملی نمونہ جب تک نوع انسانی کرۂ زمین پر قائم ہے اس تعلیم سے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے قریبی ساتھیوں کا نمونہ سامنے رکھ کر پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔



## سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

فَنُوتِيتْ كَارُو : (۱) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (تو کہہ دے کہ اللہ ایک ہی ہے) دنیا میں دو قسم کی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ جماعتیں جو کسی دین کی پابند ہیں اور

(۲) وہ جماعتیں جو کسی دین کی پابند نہیں ہیں۔

جب کوئی قوم اپنے بلند ترین انسانی نصب العین (دین) سے گر جاتی ہے تو اس میں شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر مذہبی جماعتوں میں شرک عموماً "فہمت (Dualism) کی شکل اختیار کر لیتا ہے کوئی فلسفی جماعت یہ تسلیم نہیں کرتی کہ خیر اور شر ایک ہی مرکز سے نکل سکتے ہیں۔ وہ ان کے لئے جدا جدا مرکز مان لیتی ہے۔ جیسے درشت کی جماعت نے جو شروع شروع میں مذہبی جماعت تھی۔ جب فلسفیانہ مسلک اختیار کر لیا تو اس نے خیر کا ایک مرکز مانا اور اسے اُہور نمود یا پردہ ان کہا اور شر کا دوسرا مرکز قرار دیا اسے اُہرمن کہہ کر یہ اہل فلسفہ اس نکتے کو نہ سمجھ سکے کہ خیر اور شر ایک مرکز سے کس طرح صادر ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ اس مسئلے پر کائنات گیر ذہن سے غور کرتے تو وہ تصور کر سکتے تھے کہ کائنات کی ہر ایک چیز اپنی جگہ منفید ہی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ ایک نوع کے لئے منفید ہے اور دوسری کے لئے غیر منفید یا مغرب۔ کون نہیں چلتا۔

( ) اس لئے کسی شے کو شر مطلق (Absolute Evil) کی ذیل میں لانا غلط ہے اس طرح ہر ایک شے کا وجود ایک مرکز سے ملتا حکمتِ عالیہ کی رو سے نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے چنانچہ اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کا ایک وجود ہے جو کائنات کے ایک ایک ذرے کا مصدر ہے۔ ایسے ہی کائنات میں جو تدبیر جاری ہے اس کے

پس مظهر میں بھی اس ذات واحد ہی کا ذہن عظیم کار فرما ہے۔

شفاعت کے غلط پہلو کا رد : (2) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) مذہبی جماعتیں مرکزی طاقت تو ایک ہی تسلیم کرتی ہیں لیکن جب وہ شرک میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو بعض ذیلی طاقتیں ایسی بھی بن لیتی ہیں جنہیں مرکزی طاقت چھوڑ نہیں سکتی۔ ان ذیلی طاقتوں کے تقاضوں کو ملنا مرکز کے لئے ضروری سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً "کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک انسان پیدا کیا اسے اپنے قرب کا درجہ عطا فرمایا۔ اب وہ شفاعت کرے تو اسے رد نہیں کیا جائے گا۔" (یعنی خدا تعالیٰ اسے رد نہیں کر سکتا) اس آیت میں اسی قسم کے شرک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے کوئی انسان کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے غشا کے مطابق کام کرنے پر مامور ہے اس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ہمت پلیر منوالے۔

ابنیت کا رد : (3) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (نہ اس نے کسی کو جنم نہ وہ کسی سے جنم لیا)۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کام کر رہی ہیں اس کی تخلیقات یوں تو ہر ایک انسان کے قلب پر پڑتی ہیں لیکن جس انسان کے قلب پر ان کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست علوم حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ ایسے خاص افراد کو انبیاء کہتے ہیں گری ہوئی مذہبی جماعتیں اس نظام کو نہیں سمجھتیں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو خدا کا "بیٹا" کہنے لگ جاتی ہیں۔<sup>2</sup> حقائق وہ جانتے ہیں کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

بُئْتِ پرستی کا رد : وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اور نہ اس کے برابر کوئی ہے) فنونیت کا ایک درجہ تو وہ تھا جس میں خیر و شر کے الگ الگ مرکز بن لئے گئے تھے۔ اس کا رد پہلی آیت میں ہو چکا ہے۔ اس کا وہ سرا درجہ یہ ہے کہ بن لیا جائے کہ کوئی کمزور طاقت ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے برابر ہو گئی ہے قدیم یونانیوں کا یہی عقیدہ تھا اور ہندوؤں

1۔ انبیاء کرام خصوصاً حضرت نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا مسئلہ اس سے الگ چیز ہے اس کے متعلق قرآن حکیم میں جگہ جگہ تصریح کر دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ان (ابواب) سے ہو گی۔ (مرتب)  
2۔ قرآن حکیم میں آیا ہے وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ نَّابِئُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (التوبہ 30-31) یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ (مرتب)

میں بھی اکثر اسی قسم کی الکار پائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں بُت پرستی یا دیوتا پرستی رائج ہو گئی۔ اس آیت میں ان کا رد کیا گیا ہے۔  
غرض اس مختصر سورت میں:

(1) کُذِّبَتْ

(2) شفاعت مطلقہ۔

(3) اُہْلِیَّتْ اور

(4) بُت پرستی یا دیوتا پرستی

کا پورا پورا رد کر دیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں۔ وہی وجود کا مصدر مطلق ہے اور اس کی تخلیقات کائنات میں کام کر رہی ہیں ان میں سے ہر ایک امر پر قرآن حکیم کی سورتوں میں مفصل بحثیں آچکی ہیں 'سورۃ اخلاص' کو یہ ان تمام بحثوں کا خلاصہ۔  
- posed

Black

جن اہل مکہ کا اس سورۃ پر ایمان بن گیا وہ اور کچھ سمجھیں یا نہ سمجھیں وہ قرآن حکیم کے دئے ہوئے توحید کے سبق کو تو کبھی نہیں بھلا سکتے اب ان میں کسی قسم کی بھی مشرکۃ ذہنیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس مشرکۃ ذہنیت کی خاطر جو اقتصادی طاقت پیدا ہوئی وہ عود نہیں کر سکتی اور یہ اقتصادی طاقت جو سیاسی طاقت کی بنیاد کی کوشش کرتی وہ کبھی وجود میں نہیں آسکتی۔ اس طرح سے قرآنی ذہنیت عرب میں مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔

## سُورَةُ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید کا پھیلاؤ کائنات میں : توحید ایک نظریہ کے طور پر بیان کر دیئے جانے کے بعد ضروری ہے کہ یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ اصول توحید ساری کائنات میں کس طرح کار فرما ہے چنانچہ سورہ فلق میں یہی چیز دکھائی گئی ہے۔

سورت کی تشبیہی شرح : مجتہد الاسلام مولانا محمد قاسمؒ نے اس سورت کے مضامین کو تمثیل کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔

(1) ہاضمہ ایک پودا لگاتا ہے اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں پودے کی طبعی دشمن ہیں ان سے پودے کو بچانے کا سامان کرے مثلاً بعض چوہائے سبزی کھاتے ہیں یہ ان کی طبعی غذا ہے ان کی جو طبیعت ہے اس میں پودے کی موت پوشیدہ ہے۔ ہاضمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ پودے کو اس قسم کی چیزوں کے شر سے بچانے کے لئے اس کے گرد ہاڑ لگا دے۔

(2) پودے کے بڑھنے کے لئے غذا کی ضرورت ہے۔ ہاضمہ وہ بھی بہم پہنچاتا ہے اگر وہ غذا بہم نہ پہنچائے تو پودا اسی طرح فنا ہو جائے گا جس طرح جانوروں سے نہ بچائے جانے کی صورت میں فنا ہو جائے گا۔

(3) بھڑوئی آفتیں مثلاً برف شدید گرمی، بجلی وغیرہ بھی پودے کو ہلاک کر سکتی ہیں ہاضمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ پودے کو ان بھڑوئی آفتوں سے بھی بچائے اگر وہ پودے کو ان آفتوں سے نہیں بچائے گا تو وہ جس طرح چارپائے کے حملے سے یا غذا کے بہم نہ پہنچنے سے ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح وہ اس آفت کا شکار ہو کر بھی ہلاک ہو سکتا ہے۔

(4) ایک غصہ کو پودے سے تو کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن اس کے مالک سے عدوت رکھتا ہے وہ اس مخلوق کی وجہ سے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا چاہتا ہے اگر پودے کو اس کی چیز دستی سے نہ پھلایا جائے تو بھی پودا اسی طرح سے فنا ہو جائے گا جس طرح پہلی عین حالتوں میں فنا ہو جاتا ہے۔  
یہ پودے کی زندگی کی طبعی حویلیں ہیں۔

انسان کو ایک پودا مان لیا جائے تو اسے بھی ان چاروں قسم کی آفتوں سے بچانے کی ضرورت ہوگی انہیں ذہن میں رکھ کر خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کی بدنی قوتوں کو جس قدر نقصان پہنچ سکتے ہیں اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر کر دیا جائے۔

دفع معصرت کی ضرورت : انسان کا جو تعلق کائنات سے ہے اس کے دو رخ مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

(1) انسان کو اس عالم کی چیزوں سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(2) انسان کو اس عالم کی چیزوں سے نقصان پہنچتا ہے۔

جب ایک عقل مند انسان ان دونوں پہلوؤں پر غور کرنے بیٹھے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ انسان کو کائنات سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچاؤ کی تدبیر پہلے سے ہونی چاہئے دفع معصرت کے سلسلے میں کائنات کے ساتھ انسان کے جو تعلقات ہیں وہ منضبط کر لئے جائیں اور ان میں ہر جگہ خدا تعالیٰ کی تدبیر کو کارفرما مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کا جس قدر تعلق کائنات کے ساتھ ہے اس کے ہر ایک حصے میں خدائے وحدہ لا شریک کی تاثیر کلام کر رہی ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہی انسان کو ہر ایک قسم کے شر سے بچا سکتا ہے۔

اس سے آگے بڑھ کر ایک عقل مند انسان سوچتا ہے تو یہ اثر خود بخود اس کے ذہن میں آجاتا ہے کہ کائنات سے جو منفعت انسان کو پہنچ سکتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔

اس طرح کائنات کے تمام اجسام میں اللہ تعالیٰ کی تاثیر و تدبیر کا ایک نمونہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے اور انسان اپنے بدن کی سلامتی کو دیکھ کر کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کار فرمائی کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی سورۃ قلن کا موضوع ہے۔  
اب ہم اس مثل کے مطابق اس سورت پر غور کرتے ہیں۔

(1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (کہہ دے کہ میں چہر کر پیدا کرنے والے رب کی پناہ میں آتا ہوں)

عمل انفلاق اور اس کی ہمہ گیری : تمام ہادی اشیاء کی تخلیق میں عمل انفلاق (Fission) کار فرما نظر آتا ہے۔ یہ عمل ساری کائنات میں جاری ہے۔ خود کائنات کے متعلق حکماء کی تحقیق یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی ایک بہت بڑے انفلاق (Explosion) سے شروع کی۔ اس کے نتیجے کے طور پر سحابے (Nebulae) وجود میں آئے۔ اور پھر ان کے انفلاقت سے تمام ستارے (سورج) پیدا ہوئے۔ ان میں سے ہمارے سورج کے انفلاق سے سیارے بنے جن میں ہماری زمین بھی شامل ہے اس کے بعد زمین کے کسی انفلاق سے ہمارا چاند وجود میں آیا۔

اسی طرح سے اعضاء والے جانداروں (Organisms) میں خلیات (Cells) کے پھٹنے (Fission) سے مرکب ابدان پیدا ہوتے ہیں۔ تمام حیوانات میں خلیات کے پھٹنے سے ہی نشوونما کا عمل ہوتا ہے اور دانے اور سمبھل کے پھٹنے سے ہی پودے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کو قَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (دانے اور سمبھل کو پھاڑنے والا) بتایا گیا ہے۔

عمل انفلاق کے عالمگیر نظام کے خالق کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر تدبیر اور کائنات گیر قدرت کا اس سے بہتر تصور نہیں دیا جاسکتا جیسا اس آیت میں دیا گیا ہے۔ پھر یہ عمل انفلاق محض تخریبی نہیں ہے بلکہ تعمیری بھی ہے اور نظام ربوبیت کا مددگار ہے۔ اس حیثیت سے بھی نظام انفلاق کی عظمت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر قسم کے شر سے پناہ کا مرکز بن سکتا ہے۔

(1) پہلا شر : (2) مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ہر ایک چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔)

جس چیز کی مخلوق میں انسان کے لئے شر ہے (جیسے سہل پھو وغیرہ) اس کے شر سے بچنے کے لئے رَبُّ الْفَلَقِ کی پناہ میں آتا ہوں۔ یہ پودے کی زندگی کی وہی منزل ہے جب اسے ان چیزوں سے خطرہ لاحق ہوتا ہے جن کی طبیعت میں پودے کے لئے شر ہے۔

(2) دوسرا شر : (3) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے)۔

جب چاند غروب ہو جاتا ہے اور رات تاریک ہو جاتی ہے۔ اس کی روشنی سے پودے کو جو قائمہ پکھتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی انسانیت کو ”نمزا“ پہنچانے والی جتنی چیزیں ہیں مثلاً ”صحیح علم، علم کے مطابق عمل کا صحیح نمونہ۔ ان کے فقدان سے جو نقصان انسان کو پہنچ سکتا ہے وہ ہماری اس مثال کے ٹکٹے میں آ جاتا ہے۔

ہمیں تمام ایسی چیزوں اور سائنسوں کے نہ ملنے سے جن سے ہماری انفرادی، اجتماعی اور قومی پرورش ہوتی ہے جو لوہ جس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

(3) تیسرا شر: (4) وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (اور گروہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے)۔

نفث: پھونک مارنا: نفاثات پھونکیں مارنے والیاں۔ یہ مؤنث کا صیغہ ہے یہ جماعت کے لئے بھی آتا ہے۔ اکثر مفسرین اتنی ہی بات کہہ کر خاموش ہو گئے کہ جو رتیں جو پھونکیں مار کر جلد کرتی ہیں۔ یہ اس عمل کی ایک مثال ہے اس کی دوسری مثال جماعتیں بھی ہو سکتی ہیں۔

عقد: عقدہ: (بہ معنی گروہ) کی جمع۔ اگر نفاثات سے مراد جو رتیں لی جائیں تو عقد سے مراد ”دھلکے میں لٹکی جانے والی گریں“ ہو سکتی ہیں۔ اگر اس سے مراد جماعتیں لی جائیں تو عقد سے مراد ”ہندہ خیالات“ ہوں گے جنہیں انسان گروہ ہار رہا ہے۔ یہ اس کا عقیدہ یا ایمان ہوتا ہے جو اس کے وجود کے ساتھ اس طرح پیوست ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ تمام انسانی ترقی اسی نکتے کے ساتھ وابستہ ہے ایمانی قوت جتنی مضبوط ہوگی اتنا ہی انسان کی ہمت اور ارادہ مضبوط ہوگا۔ اور وہ اتنا ہی مضبوط اور دیر پا کام کر سکے گا۔

پراپیگنڈا کرنے والی ایک جماعت پراپیگنڈا کرتی ہے وہ ایک لکھ لوگوں کے کلاں میں پھونکتی اور ان کے دلوں میں ڈالتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کا اپنا عقیدہ رفتہ رفتہ اس سے متاثر ہونے لگتا ہے۔ اس طرح مختلف پراپیگنڈا کرنے والی جماعتیں اپنے پراپیگنڈا کے زور سے انسان کے زندگی بخش پروگراموں کو غماخت کر کے ایک انسانی معاشرے کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔

آج کل پراپیگنڈے کی طاقت توپ و تفتک کی طاقت سے زیادہ ملنی گئی ہے امام جنگ میں 9/10 طاقت پراپیگنڈہ (Cold war) یا (war of Nerves) کی تسلیم کی گئی ہے اور 10

1/10 آلات کے ذریعے جنگ (Hot war) کی جس میں معمولی بموں سے لے کر انتہائی مہلک آلات تک سب داخل ہیں۔

انسانی معاشرے کی فکری زندگی کے لئے پرائیویٹ کادھی اثر ہے جو ہودے کے لئے برف و فیوکل

(4) چوتھا شر: (5) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے)۔

ایک شخص کو ایک نعمت دی گئی ہے اس کا حاسد یہ نہیں چاہتا کہ اس شخص کے پاس وہ نعمت رہے لیکن مجھے اس سے بوجھ یا مل جائے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے وہ نعمت یا اس سے اعلیٰ تر نعمت ملے یا نہ ملے لیکن اس شخص کے پاس یہ نعمت نہ رہے۔

چیزوں کی تقسیم حکمت الہی کے مطابق ہوتی ہے اس کی حکمت جسے جو دینا مناسب خیال کرتی ہے۔ عطاء فرما دیتی ہے۔ جو شخص کسی ایسے شخص سے دشمنی کرتا ہے جسے کوئی نعمت دی گئی ہے وہ اصل میں نعمت تقسیم کرنے والے پروردگار الموعظی سے دشمنی کرتا ہے محسوس کے ساتھ اس کی براہ راست کوئی عدولت نہیں ہوتی یہ ویسی ہی بات ہے جیسے بالغ کے مالک سے دشمنی کرنے والا اپنی دشمنی ہودے پر نکالے۔ ایسے شخص سے بچنے کے لئے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

نتیجہ: اس مختصری صورت میں ان تمام شرور کا ذکر آگیا ہے جن سے انسان کو اپنی ترقی کے لئے بچنے کی ضرورت ہے۔ توحید کا عقیدہ ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی سلامتی کی خاطر ہر قسم کی معصیت سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ اس کے ساتھ یہ تصور خود بخود انسان کے ذہن میں آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ساری کائنات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ انسان کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے بلکہ جو کائنات کے کسی گوشے سے انسان کو برنا کرے ہر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے ہی بچ سکتا ہے بلکہ کائنات کی کسی شے سے انسان کو جو فائدہ پہنچ سکتا ہے اس تصور سے ہر ایک بچے 'بوزے اور مرد و عورت کے دماغ میں قدرت الہی کی وسعت بینہ جاتی ہے۔

انکا بڑا علم اتنے مختصر الفاظ میں ایسے عام فہم انداز اور مقبول اشیاء کے ذریعے سے بیان کرنے کی مثل قرآن حکیم کے سوال اور کسی جگہ تلاش کرنا بے سود ہے۔



## سُورَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید کا پھیلاؤ نوع انسانی میں : کائنات یا محض اکبر (Macrocosm) کے اندر توحید کا پھیلاؤ دکھانے کے بعد ضروری ہے کہ خود نوع انسانی کے اندر اس فکر کا پھیلاؤ دکھایا جائے۔ انسان کو محض اصغر (Microcosm) کہا جاتا ہے۔ وہ مجموعی طور پر کائنات کا نمائندہ ہے۔ وہ کائنات کی سب سے بڑی شخصیت ہے۔ اس کا ذہن کائنات کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور حیرت ناک چیز ہے اور اس کا انا (Ego) سب سے زیادہ موثر اور ہمہ گیر ہے۔ اس لئے اس کے اندر توحید کا پھیلاؤ دکھانا زیادہ ضروری ہے۔ کائنات کے وسیع دائرے کے اندر انسانیت کا دائرہ چھوٹا سی، لیکن یہ سب سے اہم دائرہ ہے اس کا مرکز بھی وہی توحید خالص ہے جس کا ذکر سورۃ اخلاص میں آچکا ہے۔ اس انسانی دائرے میں انسانی اجتماعیت کا اہم ترین مقام ہے جو تمام آسمانی شریعتوں کا موضوع (Subject) ہے لیکن اسلام تمام شریعت کو ایک نظام میں جمع کرتا ہے اس لئے اس سورت میں نوع انسانی کے دائرے کے اندر توحید باری کو جس وسعت سے بیان کیا گیا ہے وہ اسی کتب عظیم کا حصہ ہے۔

تمام لوہان عالم میں سے صرف اسلام اجتماعیت انسانی کے درجہ کمال پر بحث کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی پیش کردہ اجتماعیت انسانی تین ہم مرکز..... (Concentric) دائروں میں گھومتی ہے۔ یعنی ۱

۱] دائرۃ ربوبیت

۲] دائرۃ ملکیت

۳] دائرۃ الوہیت

(1) دائرہ ربوبیت : قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ (کہ دے کہ میں تمام انسانوں کی ربوبیت کرنے والے کی پناہ میں آتا ہوں)۔

سورہ فلق کی تشریح میں پودے کی جو تمثیل اختیار کی گئی تھی اسے آگے بڑھائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان پودے کی طرح پیدا ہوتا ہے اور نشوونما پا کر اپنے جیسے اور ”پودے“ پیدا کرتا ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔

انسان اپنے آباؤ اجداد کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے اس کی تربیت کی بھر وہ خود اپنے آپ کو اپنی لولاد کی تربیت کرتے پاتا ہے گویا اس کے خاندان کے اندر ”ربوبیت“ کا ایک نظام موجود ہے لیکن قرآن حکیم انسانوں پر یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہے کہ ربوبیت کا یہ عمل کسی ایک خاندان کے اندر محدود نہیں ہے یعنی یہ دائرہ اتنا تنگ نہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد ہماری پرورش کر کے ختم ہو گئے اور ہم اپنی لولاد کی پرورش کر کے ختم ہو جائیں گے بلکہ کوئی نظام ایسا ہے جو ساری نوع انسانی کی ربوبیت کر رہا ہے۔ وہ ذات جو ساری نوع انسانی ہی کی نہیں بلکہ ساری کائنات کی ربوبیت کر رہی ہے حقیقی معنوں میں رب ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اپنے آباؤ اجداد کی ربوبیت کے محتاج تھے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے دست نگر تھے اور اب ہماری لولاد ہماری ربوبیت کی محتاج ہے۔ یہی سلسلہ دیگر حیوانات میں پلایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کرۂ زمین پر ہر جگہ ربوبیت علم کے آثار موجود ہیں بلکہ نوع انسانی کی تخلیق سے بھی پہلے سے یہ سلسلہ جاری ہے اس سلسلہ ربوبیت کی تخلیق و تدبیر میں نہ ہمارے آباؤ اجداد کا ہاتھ ہے نہ خود ہمارا نہ ہماری لولاد کل ربوبیت علم کا یہ نظام اتنا وسیع ہے اور اس کی تدبیر اتنی پیچیدہ ہے کہ عقل مند سے عقل مند انسان بھی ابھی تک ربوبیت کے اس نظام کا پورا اندازہ نہیں لگا سکے اور پھر یہ ربوبیت کسی ایک زمانے یا خطے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے وہ ممکن یا ناکم کی پابند نہیں ہے۔ اسے دیکھ کر انسان کی فطرت سلیمہ قضا کرتی ہے کہ ایک ”رَبِّ مُطْلَق“ کی ہستی کو تسلیم کرے اور پھر اس کا جو تعلق انسانیت علم کے ساتھ ہے وہ متعین کر کے اپنی ”ربوبیت“ کو اس کی ربوبیت علم کا ہر تو کجے اور اپنے آپ کو ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ”رَبِّ النَّاسِ“ کا خلیفہ بنے۔ اسی میں انسان کا شرف ہے اور یہی اس کی ترقی کا راستہ ہے۔

(2) دائرہ ملکیت : (2) مَلِكِ النَّاسِ ۝ (لوگوں کے ہوشیہ حقیقی کی پناہ میں آتا ہوں)۔

انسان کی ارتقائی زندگی (Cultural Life) کی ترقی میں ایک منزل آتی ہے جب وہ  
دستی زندگی (ارتقائی اول) (1) اور قصبائی زندگی (ارتقائی دوم) (2) سے بلند تر ہو کر  
شہری زندگی (ارتقائی سوم) (3) اختیار کرتا ہے اس منزل پر پہنچ کر وہ معاشرے میں حکومتی  
نظام پیدا کرتا ہے تاکہ اس میں عدل قائم کرے۔

یہ عدل جب انسانی زندگی کے معاشی اور اقتصادی شعبوں کا انتظام کرتا ہے تو ربوبیت کی  
شکل اختیار کرتا ہے اور جب سیاست کے شعبے میں کام کرتا ہے تو ملوکیت بن جاتا ہے۔ یہ  
دونوں دائرے ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں معاشی  
عدل اور سیاسی عدل انہی بنیادوں پر قائم ہونا چاہئے جن بنیادوں پر یہ عدل خاندان میں قائم  
ہوتا ہے یعنی جس طرح باپ اپنے بچوں کو غذا بہم پہنچاتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت اور  
صحت و تفریح کا سامان کرتے ہیں ان کی غلطیوں پر رحم آمیز عدل (with mercy  
Justice tempered) سے ان کی سیاست کرتے ہیں ایک اچھی حکومت بھی اسی طرح  
کرتی ہے۔ اس کا نظام ربوبیت اور نظام عدل پورے معاشرے میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔  
جب حکومت اس بلند معیار سے گر جاتی ہے اور معاشرے میں ظلم و ظفیان سر اٹھاتا ہے تو  
معاشرے میں سے انقلابی قوتیں ابھرتی ہیں اور وہ اس نظام کو برباد کر کے نیا نظام قائم کر لیتی  
ہیں۔<sup>4</sup>

احسن امام دہلوی (1763-1831) کی اجتماعیت (Sociology) میں یہ دکھایا گیا ہے کہ انسان جب  
حیوانیت سے اوپر اٹھ کر انسانیت میں داخل ہوتا ہے تو وہ پہلے چھوٹے چھوٹے دیہات بنا کر رہتا ہے جن میں  
کاشتکاری چند برتنوں کا استعمال، زبان کا استعمال، لباس اور مکان کا استعمال کرتا ہے اور قصین زوجہ کرتا ہے۔  
اس منزل میں اس کی تعلیمات میں صفائی اور حسن کم ہوتا ہے اسے امام صاحب ارتقائی اول (Culture  
The First Stage of Human of Human Culture) قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بڑے بڑے قصبے آباد کرتا ہے اور  
ارتقائی اول کی چیزوں میں صفائی اور حسن کا اضافہ کرتا ہے اسے وہ ارتقائی دوم (The Second Stage  
The Third Stage of Human Culture) قرار دیتے ہیں۔ اس سے آگے ترقی کر کے وہ معاشرے میں نظام حکومت قائم کرتا  
ہے۔ یہ ارتقاقت کی تیسری منزل ہے (The Third Stage of Human Culture) جب وہ سیاسی قوموں  
میں بٹ گیا اور ان میں خونریزیاں ہونے لگیں تو بین الاقوامی حکومتیں قائم ہونے لگیں تاکہ قوموں کو ان  
خونریزیوں سے روکا جائے۔ یہ بقول امام صاحب انسانی ترقی کی چوتھی اور آخری منزل۔ یا ارتقائی چہارم  
(The Fourth Stage of Human Culture) ہے۔<sup>4</sup> جب کسی معاشرے میں سے انقلابی طاقت ختم  
ہو جاتی ہے اور وہ ظلم و ظفیان کو برداشت کرنے لگ جاتا تو رفتہ رفتہ اسے بربادی کا مذاپ آگیتا ہے۔  
(مرتب)

ایک محل مند انسان اجتماعی میں مرکزی مقام حاصل کر لے تو وہ اپنی "ملوکیت" اور اس کی حد بندیوں پر غور کرے گا تو دیکھے گا کہ ساری کائنات ایک مستقل نظام تدبیر میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ نظام فطری قوانین پر مشتمل ہے جن کا اثر و عمل نہایت وسیع اور ناقابل تبدیل ہے۔ وہ اس نظام فطرت کو توڑنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا کہ ان قوانین میں ایک مکمل ربط اور ان کے عمل میں یکسانیت ایک برتر حکیمانہ قوت کے وجود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو ساری کائنات کو چلا رہی ہے یہاں پہنچ کر وہ اپنی ملوکیت کو اس "مَلِکُ الْکُلِّ" کی ملوکیت کا سایہ پاتا ہے اور اپنا شرف اسی میں سمجھتا ہے کہ خود کو اس شہنشاہ مطلق کا خلیفہ قرار دے کر اس کے احکام کو انسانی معاشرے میں نافذ کرے۔ یہ جذبہ ایک دانش مند اجتماعی انسان کے اندر ضرور ظاہر ہوتا ہے اور ترقی کرنے والا انسان وہی ہوتا ہے جو اجتماعی ہوا۔

قرآن حکیم واضح دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ حکومت اور ملوکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ دوسرے تمام حکمران اس کے خلیفہ ہیں۔۔۔

سُرُورِ رَبِّا فَقط اس ذات ہے ہمتا کو ہے  
حکمران ہے اک وہی، بقی مُتَن آذری

اس کی ملوکیت کا حلقہ اتنا ہی وسیع ہے جتنا اس کی ربوبیت کا۔ یہ بات سمجھ لینے کے بعد اس کا نتیجہ سمجھ لینا چاروں مشکل نہیں رہتا اور وہ یہ کہ انسان اپنے معاشرے میں اپنی مطلق انسان حکومت قائم کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس لئے انسانی معاشرے میں فقط شورا کی نظام حکومت ہی قائم ہو سکتا ہے۔

(3) دائرہ الوہیت : (3) إِلَہِ النَّاسِ (میں انسانوں کے معبود حقیقی کی پند میں آتا ہوں)۔ انسانی اجتماع میں یہ تیسرا دائرہ ہے۔ یہ بھی پہلے دو دائروں ربوبیت اور ملوکیت پر منطبق ہوتا ہے۔

الوہیت سے مراد لوگوں کو سمجھ لینے والی وہ محبوبیت ہے جو مشق تک بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ جائے۔

انسان کے اندر حُب کا ایک جذبہ موجود ہے وہ اصل میں علم ہی کی ایک شلخ

۱۔ ایک انسان اپنی ضرورتیں پوری طرح سے محسوس کرتا ہے لیکن وہ اپنی طاقتوں کے استعمال سے یہ ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھ ایک جماعت جمع کر لیتا ہے جس کی مدد سے اس کے مطلب پورے ہونے لگتے ہیں ایسا انسان اجتماعی انسان کہلاتا ہے۔ (مرتب)

ہے انسان کو کسی ذات میں چند خوبی نظر آتی ہیں جو اسے اپنی طبیعت کے مناسب محسوس ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ اپنے دل میں اپنے محبوب کے لئے ایک کشش پاتا ہے۔ انسان خود جتنا بلند درجے کا ہوتا ہے اتنے ہی بلند درجے کا محبوب اس کے لئے کشش کا باعث ہوتا ہے۔

جب انسان کائنات پر غور کرتا ہے تو اس میں ہر جگہ حسن و جمل کا ظہور پاتا ہے اور جب وہ نوع انسانیت کی ترقیات کا جائزہ لیتا ہے تو وہ ان میں حسن اور احسان دونوں کی وسیع طامات پاتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان کی پے کرتا ہوا ایک ایسی ذات تک پہنچ جاتا ہے جو کائنات اور نوع انسانی کے اندر حسن و احسان کی مرکز ہے وہ اس ذات کے لئے اپنے قلب کے اندر ایک کشش پاتا ہے اور پھر اسی کا ہو رہتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا صفت ”رَبِّ النَّاسِ“ اور ”مَلِكِ النَّاسِ“ کے رنگ میں جا کر معاشرے میں کام کرتا ہے، تو لامحالہ اس کی ”ربوبیت“ عام ہوتی ہے اور اس کے حل کا دائرہ اس کی ”ربوبیت“ کے دائرے کے برابر ہوتا ہے یعنی وہ صرف اپنی اور اپنے خاندان کی تربیت نہیں کرتا بلکہ سارے انسانی معاشرے کی ”ربوبیت“ کا نظام سوچتا ہے۔ وہ صرف اپنے خاندان کے اندر حل قائم کرنا نہیں چاہتا بلکہ سارے انسانی معاشرے کے لئے معاشقہ اور معاشی حل قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سارے انسانی معاشرے کا مرکز محبت بن جاتا ہے۔ ایسے ہی جو جماعت اس طرح سے کام کرے وہ بھی انسانی معاشرے میں محبوبیت حاصل کر لیتی ہے وہ سارے انسانی معاشرے کو اپنا خاندان تصور کر کے اس کی خدمت کرتی ہے یہ ہے انسانی فطرت۔

ایک انجمنیت پسند انسان جس طرح ربوبیت کے عالمگیر نظام کو دیکھ کر اپنی ”ربوبیت“ کو ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ یا ”رَبِّ النَّاسِ“ کی ربوبیت کی ذیل میں لے آتا ہے اور ساری کائنات میں باضابطگی اور نظم و نسق کی وسعت کو دیکھ کر اپنی حکومت کو حاکم عُلَی الْأَحْلَاقِ (مَلِكِ النَّاسِ) کی ملکیت کے تلخ کر کے اس کی خلافت قرار دے لیتا ہے اسی طرح سے وہ اپنی محبوبیت کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں مدغم کر کے صرف اسی کو محبوب حقیقی قرار دے لیتا ہے جب حب اس درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنے اختیار کو محبوب کے اختیار کے تلخ کر دیتا ہے اسے مہلکہ کہتے ہیں اور محبوب کو ”اللہ“ کہتے ہیں۔

ایک اجتماعی انسان حب کے اس درجے پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کو غرض صرف اپنا اللہ حلیم کرتا ہے بلکہ اسے ساری کائنات کا اللہ مانتا ہے اور وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی انسان اللہ

تعالیٰ کے سوا کسی چیز یا انسان سے اعلیٰ درجے کی محبت کرے اور انسانی اختیار کو اس الہ واحد کے سوا کسی اور کے تابع کر دے۔ اس قسم کی ذہنیت "انسانی طوئیت یا مطلق انسانی" کو کبھی قبول نہیں کر سکتی اور اس ذہنیت کا مالک انسان جہاں اجتماعیت پسند ہو گا وہاں وہ حقیقی معنوں میں جمہوریت پسند بھی ہو گا فرض انسان سلامتی فطرت کے ساتھ چل رہا ہو تو وہ اپنی تخلیقی اور ارتقائی ترقی میں ان تین درجوں میں سے گزرے گا۔

وہ اپنے آپ کو دوسروں کا "مہل" بننے کی کوشش کرے گا۔

وہ اپنے آپ کو دوسروں پر "حاکم" بننے کی کوشش کرے گا اور

وہ اپنے آپ کو دوسروں کا "محبوب" بننے کی کوشش کرے گا۔

یہ جذبات ہر ایک انسان میں موجود ہیں۔ اگر اسے صلاحیت اور علم حاصل ہو تو وہ اپنے انہی جذبات کی مثالوں کی روشنی میں کائنات کا مطالعہ کر کے یہ بصیرت حاصل کرے گا کہ انسانیت علم کے "رَبِّ" "مَلِک" اور "اَلہ" کو پہچان لے اور پھر اس سے بھی لوٹھا اٹھ کر اس ذات واحد کی ربوبیت، ملکیت اور الوہیت کی واضح نشانیوں ساری کائنات میں مشاہدہ کر کے اسے ہی ساری انسانیت اور ساری کائنات کا رب، ملک اور اَلہ تسلیم کر لے۔

قرآن حکیم کے نزدیک انسانیت کی ترقی انہی تین کلمات انسانی کی ترقی پر منحصر ہے یعنی انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا نائب بنے۔ اس طرح سے انسانیت کے اندر خدا تعالیٰ کی توحید کا مظاہرہ مکمل ہو جاتا ہے۔

(4) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ

(5) الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ

دوسرے پیدا کرنے والے چھپ جانے والے کے شر سے جو انسانوں کے دلوں میں دوسرے پیدا کرتا ہے۔

دوسرے کی حقیقت : ان انسانی کلمات کی ترقی کی دشمن کیا چیز ہے؟ اس فکر جلیل میں خلل کس طرح پڑتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے ذہن میں کسی فکر عظیم کے حلق کوئی کمزور نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اسے دوسرے کہتے ہیں یہی دوسرے ترقی کر کے شک بن جاتا ہے۔ جس کا انجام انکار ہوتا ہے۔ انسانی فکر کو بدلنے والی طاقتوں کے دھمکے کر لیتے۔

(1) انسانی جماعتیں : انسان کسی سوسائٹی میں رہنے لگے تو اس سوسائٹی کے اثر سے رفتہ رفتہ اس کا فکر تبدیل ہونے لگتا ہے اصل میں تو ایک طبقے سے دوسرا طبقہ اثر لیتا ہے

لیکن بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے مغلوں و طبقوں میں مشترک ہوتے ہیں ایسے انسان ایک طبقے میں متاثر ہو کر اس اثر کو دوسرے طبقے میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس طرح اثرات مختلف طبقوں میں پھیل جاتے ہیں۔

(2) انسان کے سوا دوسری طاقتیں : ان کے اثر سے بھی انسان کے دماغ کا فکر بدل جاتا ہے یہ ساری طاقتیں ہمارے سامنے نہیں آتیں۔

”وسواس“ کیا ہے؟ : عالم مثال میں انسان کا قرین ہوتا ہے جو یا تو شیطنیت کی طرف مائل ہوتا ہے یا ملکیت کی طرف یہ جن (پوشیدہ مخلوق) اگر شیطنیت کی طرف مائل ہو تو ہمارے افکار میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی انسانی جماعتیں اپنے مختلف نظام فکر میں دوسرے ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس کے بہت سے طریقے ہیں۔ ان جماعتوں کے کارندے جو بظاہر پراپیگنڈا کرتے ہیں اصل محرک نہیں ہوتے اصل محرک ان کے پیچھے ہوتے ہیں جن سے ہم واقف نہیں ہوتے وہ جماعتیں ان کارندوں کو لکھا پڑھا کر ان سے کام لیتی ہیں اور انسان کے فکر میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔

ہم اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اس امر کا تجربہ کر چکے ہیں کہ وہ اپنے ذہن کو ہمارے ذہن کی طرف متوجہ کر کے تاخیر ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم پر اثر ہوتا ہے صوفیاء کے ہاں یہ ایک مستقل فن ہے اسے توجہ دیا جاتا ہے لیکن نہ ہر ایک صوفی توجہ دے سکتا ہے نہ ہر ایک طالب توجہ لے سکتا ہے اس فن کے قواعد و اصول ہیں جن کے تحت توجہ دی جاتی ہے اس سے طالب کے قلب میں افکار پیدا ہوتے ہیں۔

ایسے ہی ہم نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی دیکھا ہے وہ بھی فکری تاخیر (Suggestion) ڈالنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پراپیگنڈا کے ذریعے سے عوام کے دلوں میں خیالات پیدا کرنا تو سب جانتے ہیں اس طرح سے عوام کے افکار میں انتشار پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا آغاز دوسرے ہی سے ہوتا ہے اس طاقت کو جو دوسرے پیدا کرنے میں مرکزیت کا مقام رکھتی ہے۔ وسواس کہا جاتا ہے۔

(6) مِنَ الْحَيَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (جنوں اور انسانوں میں سے)

اس قسم کی دوسرے پیدا کرنے والی طاقتوں کو وہ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) وہ طاقتیں جو نظر آتی ہیں اور

(2) وہ طاقتیں جو نظر نہیں آتیں۔

اول الذکر میں انسان داخل ہیں اور آخر الذکر میں جن، سحری، ملائکہ اور طلوی ملائکہ

شامل ہیں۔

یہ دونوں قسم کی طاقتیں ہمارے دلوں میں افکار پیدا کرتی ہیں۔ امر حق کے خلاف جو انتشار فکر پیدا ہوتا ہے وہ فکری مرض ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ افکار حق تک پہنچ جاتا ہے۔ باطل افکار کا نتیجہ : یہ باطل افکار کبھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے متعلق ہوتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے متعلق ہوتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے متعلق ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے متعلق جو باطل افکار پیدا ہوتے ہیں وہ آخر کار دولت کے ارتکاز (Concentration of Wealth) اور پیداوار کے احتکار (Hoarding) پر منتج ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ سرمایہ داری پیدا کرتے ہیں جس سے بغول امام ولی اللہ دہلوی انسان کے اخلاق کا فساد پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے متعلق جو باطل خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ انسانی ملکیت (Imperialism) پیدا کرتے ہیں جن میں انسانوں سے ناجائز انفعالی (Exploitation) پیدا ہوتا ہے اس سے بھی فساد اخلاق پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے متعلق جو غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ شرک پیدا کرتے ہیں۔ جو انسانیت پر سب سے بڑا ظلم ہے اور یہ حق دہی کی مانند ہے۔ اس سے خدا پر سے انسان کا بھروسہ اٹھ جاتا ہے اور وہ اپنی روزِ مویٰ زندگی میں ہر ایک طاقت سے مصالحت (Compromise) کرنے کی طرف جھکتے لگتا ہے اور اس طرح اس میں سے انقلابیت (Revolutionary Spirit) نکل جاتی ہے اور رجعت پسندی (Reactionaryism) پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ بلند نصب العین پر قائم نہیں رہتا اور نہ صلح بین الاقوامی نظام پیدا کر سکتا ہے۔

ایسے ہی ربوبیت الہی کے عقیدے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ تو انسان سلامت۔

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی کے قلم میں انسانیت کی ترقی کا مدار چار قسم کے اخلاق حاصل کرنے میں ہے۔ یعنی طہارت، سلامت، اخلاقت اور عدالت۔ طہارت سے مراد لباس، ماحول اور افکار کی پاکیزگی ہے۔ سلامت سے مراد ہے دنیوی لذتوں میں اضمحلال نہ ہونا۔ مگر انسان اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے وقت نکل سکے۔ اخلاقت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے کا دل میں ہونا جس کی وجہ سے وہ اس کے احکام کی پیروی کے لئے ہر وقت تیار رہے اور عدالت سے مراد ہے معاشرے میں سے ہر قسم کا ظلم و ظیفان دور کر کے عدل و انصاف قائم کرنا۔ تفصیل کے لئے دیکھو امام صاحب کا رسالہ ”محنت“ ”حجت اللہ البلقہ“ اور ”بدور ہائے“ (مرتب)



خلق سے ماری ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ حرص اور طمع کے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسا انسان کوئی اعلیٰ درجے کا اجتماعی نظام نہ پیدا کر سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔

ملئوکیتۃ الہی کے عقیدے میں فساد پیدا ہو جائے تو انسان معاشرے میں خود ”ملئیک الناس“ (انسانوں کا خود مختار مالک) بن بیٹھتا ہے جس سے سیاسی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انسان بدل کے خلق سے ماری ہو جاتا ہے۔

الکویتۃ الہی کے عقیدے میں ظلم پڑ جائے تو انسان ظلم کا اجارہ دار بن بیٹھتا ہے۔ اور تقدس کا جہنہ پہن لیتا ہے۔ عوام جماعت میں مبتلا ہو کر اپنے پیسے انسانوں کو خدا بنا بیٹھتے ہیں۔ اس طرح انسانیت کے دونوں طبقے اخلت کے خلق سے محروم ہو جاتے ہیں۔

انسانیت کی برہلوی : فرض توحید کامل میں دوسرے پیدا ہو جائے تو انسان سہل اور اخلت کے بنیادی اخلاق سے بالکل ماری ہو جاتا ہے اور ان کی برہلوی سے طبعی طور پر طہارت کے خلق پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی پوری انسانیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جس معاشرے سے یہ اخلاق نکل جائیں وہ انسانیت سے محروم ہو کر برہلو ہو جاتا ہے۔

انسانیت کو اس برہلوی سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ انسان صرف خدا تعالیٰ ہی کو ”رَبِّ النَّاسِ“ ”ملئیک الناس“ اور ”إِلَٰه النَّاسِ“ تسلیم کرے اور خود معاشرہ انسانی میں خدا تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بن کر ان صفات الہی کا مظاہرہ کرے۔

فکری غلبہ : جب اللہ تعالیٰ کی توحید کامل یعنی وحد کی وحدت اور تدبیر کی مرکزیت (جس طرح وہ ساری کائنات اور نوع انسانی میں جاری و ساری ہے) انسان کے ذہن میں بیٹھ جائے اور اپنے ظلم اور تجربے سے اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا کامل یقین پیدا کر لے تو کوئی مشرک نہ تصور انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ اور نہ معاشرے میں ظلم قائم رہ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظمہ کی سوسائٹی میں یہ ذہنی انقلاب لا کر اسے شرک اور ظلم سے بالکل پاک کر دیا اور پھر مدینہ منورہ کو مرکز فکر و عمل بنا کر سارے عرب میں ایک عظیم الشان ذہنی، سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی انقلاب مکمل کر لیا۔ جس کا اثر حدود عرب سے نکل کر رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (شرق و غرب کے رب) کی سرزمین میں پھیلنے لگا۔

## سُورَةُ فَاتِحَةِ كے ساتھ مربوط

قرآن حکیم کی پہلی سورت الفاتحہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تین بنیادی صفات کا تعارف کر لیا گیا ہے۔

(1) رَبُّوْبِيَّت

(2) رَحْمَانِيَّت اور رَحِيْمِيَّت

(3) مَالِكِيَّت

آخری سورہ الناس میں بھی ان کے مقابلے میں تین صفات کا اعلان کیا گیا ہے:

(1) رَبُّوْبِيَّت (رَبِّ النَّاسِ)

(2) مُلْكِيَّت (مَلِكِ النَّاسِ)

(3) اَلُوْهِيَّت (اِلٰهِ النَّاسِ)

”سُورَةُ فَاتِحَةِ میں اللہ تعالیٰ کو رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کہا گیا ہے۔ تو ”سُورَةُ النَّاسِ“ میں اسے رَبِّ النَّاسِ بتلایا گیا ہے۔ دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں رَبُّوْبِيَّت کو رَحْمَانِيَّت اور رَحِيْمِيَّت سے مربوط کیا گیا ہے تو سُورَةُ النَّاسِ میں اَلُوْهِيَّت کا اظہار کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ رحمانیت اور رحیمیت دونوں کا عمل ذات خداوندی کو کائنات کا مرکز بنانا ہے جو الوہیت کا نفل ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو سُورَةُ النَّاسِ میں اللہ تعالیٰ بطور مَلِكِ النَّاسِ اشارہ کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سُورَةُ فَاتِحَةِ میں صراطِ مستقیم کی استدعا کی گئی ہے سُورَةُ النَّاسِ میں دوسواں کے شر سے بچنے کی دعا کی گئی ہے۔ توحید باری تعالیٰ تک پہنچنے کی عملی شکل صراطِ مستقیم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس راہ میں دوسواں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں صراطِ مستقیم کی استدعا کی گئی ہے۔ تو سُورَةُ النَّاسِ میں صراطِ مستقیم سے ہٹنے کی کوشش کرنے والی طاقت ”اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ“ کے دو مظاہر ”الجنة والناس“ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس ”وَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ“ کے اثر سے جب قومیں صراطِ مستقیم سے ہٹتی ہیں تو یا تو وہ یہود و نصاریٰ بن کر ”مَغْضُوْب“ علیہ ہوتی ہیں یا نصاریٰ و نصرت بن کر ”ضَالِيْنَ“ میں شمار ہوتی ہیں۔

گویا قرآن حکیم کو ان آخری تین سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی رُبوبیت، ملکیت (حاکمیت) اور اُلوہیت کی طرف توجہ دلا کر صراطِ مستقیم یا توحید کے بنیادی فکر پر استقامت حاصل کرنے کی ضرورت بتائی گئی ہے کہ یہی ایک چیز شرفِ انسانی کی بنیاد ہے اور اسی سے نوعِ انسانی کے لئے ہر قسم کی بلوی اور معنوی ترقیوں کی راہیں کھلتی ہیں۔ یہی فکر قرآنی انقلاب کا بنیادی فکر ہے۔ جس پر ساری نوعِ انسانی کو جمع کرنا انسانیت کی طبعی ضرورت ہے۔

هَـوَاۡ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ هُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهَ الَّذِيْنَ هُمُ الْمُتَّبِعِيْنَ وَالْمُهْتَدِيْنَ۔





# قرآنی دستور انقلاب

سورہ مدثر و منزل کی  
حکیمانہ انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### مقدمہ

کائنات میں تغیر و تبدل اور کشش کا سلسلہ اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس کا کوئی گوشہ اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ بے جان مادے کے طبعی تغیرات سے لے کر حیوانات کی جدوجہد للبقا (Struggle for Existence) تک ہر جگہ یہ سلسلہ تغیرات کارفرما نظر آتا ہے۔ حیوانات میں جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے۔ کشش حیات پیچیدہ سے پیچیدہ تر صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نوع انسان میں یہ معمولی تنازع لیلیت سے بڑھ کر جلد فی سبیل اللہ یعنی اصولوں کی خاطر جنگ کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔

انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں ایک طبقہ دوسرے طبقے پر ظلم پا کر مظلوب طبقے سے ناجائز انفع (Exploitation) شروع کر دیتا ہے تو مظلوب طبقہ کمزور ہونے کے باعث غالب طبقے کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دبتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد آجاتی ہے جس سے آگے وہ وہ نہیں سکھ اس وقت وہ طبقہ ہلاکت کے خلاف جدوجہد کرنے لگتا ہے۔ یہ جدوجہد دو صورتیں اختیار کرتی ہے:

(1) ارتقائی جدوجہد : اس میں غلط کار طبقے کی اصلاح کی کوشش صرف وعظ و نصیحت سے کی جاتی ہے۔ اور مظلوب طبقے میں بھی احساس عمل اس طریق سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر اس وعظ و نصیحت کے پیچھے کوئی طاقت نہ ہو تو وہ بالکل بے نتیجہ رہتی ہے اور اگر برسرِ اقتدار جماعت مختلفہ نشر و اشاعت (Counter-propaganda) شروع کر دے تو پھر اس تبدیلی چاہنے والی جماعت کی کامیابی معلوم!

(2) انقلاب : اس کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ خرابی پیدا کرنے والی مقتدر جماعت کے خلاف کوئی صاحب فکر دعوت تبلیغ شروع کرتا ہے اور وہ اپنے گرد ایسی جماعت پیدا کر لیتا ہے جو اپنے نصب العین پر اپنا سب کچھ۔ جان و مال، عزیز و اقارب اور اپنی ہر محبوب شے قربان کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ یہ جماعت صاحبِ اقتدار جماعت سے وہ کڑا اقتدار

پہننے کی کوشش کرتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ کمزور جماعت سے انشغال کر رہی تھی۔ یہ طریق کار اکثر اوقات تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس انقلابی طریق کار کے تین ضروری جزو ہیں:

- (1) نصب العین (Ideal)
- (2) جماعت (Party)
- (3) لائحہ عمل (Programme)

**نصب العین :** سے مراد ہے کہ کوئی جماعت اپنی سامنے سوسائٹی میں ایک غلط نظام پاتی ہے۔ وہ جماعت اسے بدل کر کے اس کی جگہ صحیح نظام لانا چاہتی ہے تو یہ مخرب اور اس کی جگہ صالح نظام کے قیام کا ارادہ اس کا نصب العین کہلاتا ہے۔

گفت روی ہر بناء کند  
می ندانی لول آں بنیاد را ویراں کند

**جماعت :** سے مراد یہ ہے کہ چند لوگ جو ہم فکر ہیں وہ اپنے فکر کے مطابق عمل کرنے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی لوٹ بچ نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نصب العین کو جلتے ہیں اور اس کی خاطر ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ وہ ایک جسم کی طرح کام کرتے ہیں۔ اس حیثیت میں وہ جماعت کہلاتے ہیں۔

**لائحہ عمل :** یا پروگرام سے مراد یہ ہے کہ وہ جماعت جس کا نصب العین معین ہے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار سوچتی ہے۔ اس پر خوب اچھی طرح غور و فکر کرتی ہے اور آخر کار سب افراد اسے تسلیم کر کے اس پر گامزن ہونا قبول کر لیتے ہیں۔

جب تک کسی جماعت میں یہ تینوں اجزاء نہ پائے جائیں وہ انقلابی نہیں کہلا سکتی۔ اس جماعت کا فکر شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے۔ البتہ طریق عمل یا لائحہ عمل حسب ضرورت بدل سکتا ہے۔

چونکہ صاحب اقتدار جماعت لڑے بڑے بغیر اپنا اقتدار چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے انقلاب میں عموماً جنگ ناگزیر ہوتی ہے۔ اس لئے انقلابی جماعت جنگ کو بطور ایک ضرورت کے جائز سمجھتی ہے۔ مگر لڑنے اور نہ لڑنے کا فیصلہ حالات کے مطابق کرتی ہے۔



ابتداء میں وہ خاموشی کے ساتھ کام کرتی ہے اور رائے عامہ کو اپنے ساتھ ملائی ہے۔ یہاں تک کہ نام اقتدار سنبھالنے کے قتل ہو جاتی ہے۔ اس تیاری کے بدلے میں وہ مختلف کی طرف سے ہر قسم کے اشتعل کے بلوجود کھلم کھلا لڑائی سے پرہیز کرتی ہے اور بطریق احسن طرح دیتی جاتی ہے۔ اور سب حملوں کو نہایت استقامت اور اشتعل کے ساتھ برداشت کرتی ہے۔ اس کے ارکان کو اپنے نصب العین کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور سب میں وحدۃ فکری ہوتی ہے۔ اسلئے دشمن کا ہر دیکھنا یعنی ”فکری حملہ“ ان کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ ان کی وحدۃ فکری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں وحدۃ عملی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان کو مشترک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دشمن کا ”اقتضوی حملہ“ بھی انہیں منتشر نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن حکیم کی تعلیمات پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو وہ بالکل انقلابی نظر آتی ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا عمل بالکل قرآنی انقلاب کی عملی تفسیر معلوم ہوتا ہے۔

پہلے نصب العین کو لیتے:

قرآن حکیم میں جہاں اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ ایمان کیا چیز ہے؟ کسی بات کو نصب العین بنا کر اسے اپنانا کہ اس پر پورے اطمینان اور اشرار قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کیا جائے ایمان ہے۔ اس ایمان کے مرکز میں قرآن حکیم کو لے آئے تو حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کی مقدس جماعت کا عمل بالکل انقلابی نظر آئے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الْاَلَمِيْنَ كَلِمَةَ (یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین — سچ اور پائیدار قانون — دے کر محض اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اسے تمام مجموعہ ہائے قوانین پر غالب کر دیں) اب نبی اکرم ﷺ اور

۱۔ ہم نے یہاں فقط جملہ چھوڑ کر ”انقلاب کا نقطہ اشتعل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے اس سے ہم محروم ہو چکے ہیں۔ فقط جملہ میری رہنے کی حالت میں فقط انقلاب سے بڑھ کر عوام کے لئے کوئی حق نیز نقطہ موجود نہیں ہے۔ جو ہم اشتعل کر سکیں۔ اگر ہم انقلاب کے محفل کو اپنائیں اور ہندوستان کے اندر اسے کھلیاں بنائیں تو ہم اس سے اگلی منزل کی تیاری کر سکتے ہیں۔ ہماری کجی میں اس کے بغیر آگے بڑھنے کا اس وقت کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ انقلاب کو کھلیاں بنانے کا واحد ذریعہ ہمارے نزدیک درجہ نوآبادی کا حصول ہے۔

آپ کے ساتھیوں کی زندگی پر نظر والیں تو بے شک شبہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کو اپنا نصب العین بنایا اور اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا۔

اس کے بعد جماعت کو لیجئے:

صحابہ کرام (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَعْلٰیہُمْ) کی ایک خاص تعداد ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ شروع سے آخر تک کلام میں شریک رہی۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر عموماً حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آتا ہے چنانچہ سورہ فتح میں ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی) اور سورہ توبہ میں ہے کہ وَلٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ (محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ شریک ایمان ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس آیت میں صحیح کیا گیا ہے:

السَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جو ان کی اچھی طرح پیروی کریں)

اس آیت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے دو حصے کئے گئے ہیں:

① وہ لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لائے ان کو حزب اللہ قرار دیا گیا

ہے۔

② وہ لوگ جو ان کی پوری طرح پیروی کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کی پہلی جماعت کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اب پروگرام لیجئے:

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں مہاجرین اور انصار کا پہلا طبقہ حزب اللہ کہلاتا تھا۔ اس کا پروگرام وہی ہے جو قرآن حکیم نے دیا تھا یہ جماعت اپنے فیصلے قرآن حکیم اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی تشریحات کے مطابق کرتی رہی۔ ان کے بعد جو لوگ ان کی پیروی پوری طرح کریں گے (مُتَّبِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ) وہ بھی قرآن حکیم اور تشریحات نبی کریم ﷺ کے مطابق فیصلے کریں گے اور جہاں نئے حالات میں نئی صورتیں پیدا ہوں وہ اپنے متفق علیہ یا اعلیٰیت کے فیصلوں سے کام لیں گے۔ امیر اس جماعت میں سے ہو گا اور وہ اپنے رفقاء کے مشورے سے قائم کرے گا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کے زمانے میں جسے امام الامامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ خیر القرون۔ قرار دیتے ہیں اسی طرز پر کلام ہوتا رہا اور اس سے سرمو تہجود نہیں ہوا۔ اس کے بعد اختلافات کا ظہور ہونے لگا۔ اس لئے حضرت امام کے نزدیک صرف حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کی شہادت تک کا زمانہ قتلِ منہ ہے۔

قرآن حکیم کا کمری نظریے سے مطالعہ کیا جائے تو سارا قرآن ابنِ انقلابی اصولوں پر صحیح اترتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے پہلے پہل دنیا سے روشناس کرایا انہوں نے اسے انقلابی رنگ ہی میں پیش کیا نہ کہ ارتقائی رنگ میں۔ صفحہ ۱۱ بعد میں سورہٴ قمرؑ اور سورہٴ مدثرؑ کی یہ تشریح کی گئی ہے وہ انہی اصولوں پر کی گئی ہے۔ (الفخفاء ص ۹۷) قرآن حکیم نے جو انقلاب پیدا کیا وہ حقیقت میں کسٹی ایران اور قیصر روم کے خلاف تھا۔ اس وقت کی مذہب دنیا کا بہت بڑا حصہ ان دونوں حکومتوں کے ماتحت آچکا تھا۔ چنانچہ کسٹی ایران کی حکومت مشرق میں سرحد ہندوستان تک پہنچ چکی تھی اور قیصر روم کی حکومت مغرب میں ایتلیے مراکش تک پھیلی ہوئی تھی۔

اس عظیم الشان خطے میں انسانوں کی بہت وسیع آبادی موجود تھی لیکن وہ انسانیت کے حقوق سے محروم کر دی گئی تھی۔ امیہوں، جاگیرداروں اور شہنشاہوں نے مل کر کسانوں تاجروں اور پیشہ ور لوگوں کو اس بری طرح لوٹا کھسوتا شروع کر رکھا تھا کہ وہ ہمارے گدھوں اور بیلوں کی حالت تک پہنچ گئے تھے۔ جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ انسان کے کلام آتے ہیں۔ سیاسی کردہ کے ساتھ ملی اور مذہبی کردہ نے بھی گویا

۱۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”قرن اول زمانِ آنحضرت بود عظیم از ہجرت تا وقت دفنِ عانی زمانِ شیخین د قرن ثالث زمانِ ذی النورین بعد ازاں اختلافات پیدا آئے۔ فقہا ظاہر گردید۔“ (ازالہ الغلط ص ۱۲۱ ص ۱۴) (یعنی قرن اول سے مراد حضرت نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارک ہے جو ہجرت سے وقت تک ہے۔ اور قرن دوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ہے اور قرن سوم سے مراد حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اختلافات اور فتنوں کا ظہور ہو گیا)

۲۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ لا جرم دامیہ ظہور دین حق و قصد انقام از کفرہ لغو برہم زولن دولت کسٹی د قیصر را آشیانہ خود گردانید تا چون ایس برود دولت برہم خورد اعظم ارباب موجودہ در شہر آتما برہم خوردہ باشند (ازالہ الغلط ص ۹۷) (یعنی لامحالہ دین کے ظہور اور بتوں شکن کفار سے انتقام کے عزم سے مراد کسٹی د قیصر کی حکومت کی تھی کہ یہ دونوں حکومتیں تباہ ہو جائیں گی تو موجودہ دنیا میں سے بڑے دین خود بخود تباہ ہو جائیں گے)

”سازش“ کر رکھی تھی۔ اور یہ آخر الذکر گروہ عوام کو اپنے حل پر مطمئن رکھنے کے لئے مذہب سے متفقین بہم پہنچاتا تھا اور اس کام کی اجرت کے طور پر سیاسی گروہ کی لوٹ کھسوٹ میں سے حصہ پاتا تھا۔ پھر اے عوام بجلی کے لن دو پاؤں ————— اقصیٰ سرہیہ داری اور ملی سرہیہ داری ————— کے بیچ میں پس کر رہ گئے تھے۔ امام الامامہ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ان کی حالت کا دردناک نقشہ حجتہ اللہ البالغہ میں کھینچا ہے۔ وہ چشمِ عبرت ہیں کے لئے دیکھ کشا ہے۔

ان حالات کا چرہ اس نملے میں کے کی زندگی میں دہن کے قاصر الببل لوگوں نے پیدا کر رکھا تھا۔ یہاں بھی روسا کا ایک طبقہ تھا جس نے عوام الناس کو اقصیٰ لحاظ سے اور ”پروہتوں“ کے گروہ نے ذہنی لحاظ سے غلام بنا رکھا تھا۔

دنیا کی یہ حالت تھی جب حضرت نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔ قرآن حکیم اس حالت کا نقشہ بن بلوغ الفاظ میں کھینچتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم: 41)  
(لوگوں کے کثرت کی وجہ سے فطری و تری میں فساد بپا ہو چکا تھا) اس کے حلقِ لام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَلَمَّا عَظُمَتْ هَذِهِ الْمُصِيبَةُ وَاشْتَدَّ هَذَا الْمَرَضُ سَخَطَ عَلَيْهِمُ  
اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَكَانَ رِضَاؤُهُ تَعَالَى فِي مُعَاذَةِ  
هَذَا الْمَرَضِ بِقَطْعِ مَا دَرَبَهُمْ (حجتہ اللہ البالغہ جلد اول ص 106)

(یعنی جب یہ مصیبت یعنی اقصیٰ لوٹ کھسوٹ حد کو پہنچ گئے اور مرض نے شدت پکڑی تو خدا تعالیٰ اور اس کے مقرب فرشتے سخت ناراض ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حیثیت نے فیصلہ کیا کہ اب اس میں اصلاح حال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اس مرض سے انسانیت کو نجات دلانے کے لئے اس کا مادہ ————— کسٹل اور قیصر کی حکومت ————— ہی جسم انسانیت سے کٹ کر پھینک دی جائے)

اس انقلابِ عظیم کے پہا کرنے کے لئے

بَعَثَ نَبِيًّا أَمِينًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُخَالِطِ الْعَجَمَ  
وَالرُّومَ وَلَمْ يَتَرَسَّمْ بِرُسُومٍ وَجَعَلَهُ مُبَيِّنًا نَا يُعَرِّفُ بِهِ الْهِنْدِي

الصَّالِحِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ الْمَرْضِيِّ  
وَقَضَىٰ بَرِّوَالِ دَوْلَتِهِمْ بِدَوْلَتِهِمْ وَرِيسَتِهِمْ بِرِيسَتِهِمْ يَا سَنَهْ يَا سَنَهْ هَلَكْ  
رَكْسَرِ فَلَا كِسْرِي بَعْلَهْ وَهَلَكْ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرُ بَعْلَهْ  
(۱۶)

اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو مبعوث فرمایا جو ان پرہ تھا (ظہیم) اور جو ایرانی اور رومی رسم و رواج سے آزاد تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت صلیح کے لئے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے معیار مقرر کیا۔ تاکہ اسے دیکھ کر پسندیدہ کا علم ہو۔۔۔ اور فیصلہ کیا کہ اس نبی کی حکومت کے ذریعے سے کسری و قیصر کی حکومتوں اور اس کی لیڈر شپ کے ذریعے سے ان کی لیڈر شپ کو ختم کر دیا جائے تاکہ کسری و قیصر کا ہو جائیں اور پھر انکی کسوت و قیصریت نہ رہے۔

آج یورپ میں اور اس کے سیاسی اور فکری محکوم ملکوں میں چند ہلالی طبقوں کی ملی بلندی اور عوام کی معاشی پستی کی جو حالت ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر اغروی زندگی سے جو ”بے نیازی“ اور فطرت ہے وہ رومی اور ایرانی حکومتوں کے بالکل مشابہ ہے۔ اور ان ہلالی طبقوں کی ذہیت اور عوام سے انشراح کے اصول وہی ہیں جو ان دو حکومتوں میں تھے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ وَمَا تَرَاهُ مِنْ مُلُوكٍ بِلَا دِكْ مُفْنِنِك عَنْ حِكَايَا تِهِمْ (یعنی تمہارے اپنے ملک کے امراء اور حکام کی جو حالت ہے اسے دیکھ لو تو تمہیں دو سرے ملکوں کے امراء اور حکام کی حالت دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی) یہ فقرہ آج بھی اتنا ہی صحیح ہے جتنا امام ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے میں تھا۔ آج بھی ہندوستان کی وہی حالت ہے کہ ایک طرف ایک چھوٹا سا سرلیہ وار اور سرلیہ پرست طبقہ ہے جس کی آمدنی ہزاروں سے لے کر کروڑوں تک ہے۔ دوسری طرف وسیع مفلس طبقہ ہے جس کی آمدنی صرف چند آنے ملانہ ہے۔ طبقہ ہلاکت نے زیر دست طبقے کو قابو میں کیا ہوا ہے اور زیر دست طبقہ اپنے انسانی حقوق کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی طاقت رکھتا تو ایک طرف یہ سمجھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتا کہ اس کے انسانی حقوق کیا ہیں اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ قرآن حکیم نے اگر بتایا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ بلا امتیاز سب انسانوں کے لئے ہے۔ (خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا) (جو کچھ زمین میں

ہے وہ سب تم سب کے لئے ہے) انسانوں کے کسی خاص طبقے کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے ہر ایک شخص کو اس میں سے اس کی ضرورت کے مطابق حصہ ملنا چاہئے۔ جو لوگ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور محنتوں کو ان کی ضرورت کے مطابق قائمہ اٹھانے کا موقعہ نہیں دیتے وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کر کے کس بلند درجے پر پہنچ سکتے ہیں اور اب ٹھیک طرح استعمال نہ کر کے کس گڑھے میں گرے جارہے ہیں۔ سوسائٹی کے ایک بڑے حصے کی ضرورتوں سے انسان کس طرح اندھا ہو جاتا ہے اور پھر اس غفلت سے کس قدر نقصان اٹھاتا ہے!

اگلے صفحات میں جن وہ سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ فارغ البال لوگوں کا فرض ہے کہ وہ کھانے پینے کے معاملے میں اپنے محتاج بھائیوں کی خبر گیری کریں۔ لیکن کسی محتاج کو چند لقمے دے کر اس کا پیٹ بھر دینا خبر گیری میں داخل نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو کھانا پیش کر خود کھانا سکھایا۔ یہ ہے اصل میں محنتوں کی خبر گیری کرنا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں جس ذلیل طریق سے محنتوں کو نکلوا دیا جاتا ہے یہ ان کو جہ کرنے کا بدترین ذریعہ ہے ضرورت ہے کہ محنتوں کی خبر گیری کے لئے جلیبا عظیم محتاج خانے ہوں۔ جہاں محنتوں کو اس طرح کھلایا پھیلایا جائے کہ ان کی انسانیت کو صدمہ نہ پہنچے۔ اور جو لوگ کام کر سکتے ہیں ان کے لئے کام بہم پہنچایا جائے۔ یا ضرورت ہو تو ان کے لئے آلات کار بہم پہنچائے جائیں یہ ہے اگلی خبر گیری۔

اس انقلاب کے لئے قرآن حکیم مساکین کی اجتماعی تنظیم کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم کمزور انسانی افراد کو انسانی اجتماع میں یہ حقوق کیوں دیتا ہے؟ یعنی وہ مرفد الحال لوگوں کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے ایک حصہ محنتوں اور مسکینوں کے لئے ضرور نکالیں جو ان کا حق قرار دیا گیا ہے؟ ا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرد انسانی کی ساخت کچھ ایسی رکھی ہے کہ وہ اجتماع ہی میں آگے بڑھ سکتا ہے۔ انفرادی

ا۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلَّذِينَ نَزَّلُوا وَالْمَحْرُومِ (یہ اس شخص کا حق ہے جس کی حالت سائل تک پہنچ جائے اور جو اسباب معاش سے محروم ہو گیا ہو) الزاریات: 51: 19

زندگی میں اسے اپنی پوشیدہ قوتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملتا اور وہ جلد (Atrophied) ہو کر رہ جاتا ہے۔ فرد کی حالت انمول کا اثر اجتماع انسانی کے دوسرے افراد پر خود بخود پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اجتماع کو ان معر اثرات سے بچانے کے لئے افراد کی خبر گیری ضروری ہے۔ جو اجتماع مختلفوں کی خبر گیری نہیں کرتا تو وہ توڑ دینے کے قائل ہے۔ اصل میں اس کا نام "اجتماع" رکھنا ہی ظلم ہے۔ اجتماع فقط افراد کی خبر گیری کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ افراد کی خبر گیری نہیں کرتا تو وہ برباد کر دیئے جانے کے لائق ہے۔

مختلفوں کی خبر گیری کے لئے قرآن حکیم نے ذکوۃ مقرر کی ہے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ذکوۃ کا موجودہ نصاب اس نلے میں مقرر ہوا تھا جب بیت المال عام لوگوں کی خبر گیری کرنے پر تھوڑا تھا۔ اگر مسلمانوں کی ذکوۃ کی آمدنی افراد کی خبر گیری کے لئے ناکافی ہو تو ہر ایک سولہ دار کا سارے کا سارا سولہ لے کر اس کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

افراد کو اجتماع میں رکھ کر قرآن حکیم ان کے اندر بعض اخلاق کی تکمیل کرنی چاہتا ہے ان اخلاق کی تکمیل سے انسان کے نفس کے اندر ایسی کیفیات جمع ہو جاتی ہیں۔ جن کا مجموعہ (Sum total) انسانی معاشرے (Society) کو بلند کر دیتا ہے۔ اور یہی کیفیات اس کے مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

امام ولی اللہ انسان کی زندگی کو ایک اکلے ماننے ہیں جس کا ایک حصہ اس دنیوی زندگی میں گزارا جاتا ہے اور دوسرا حصہ اسی سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے اوپر بھی ترقی جاری رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی سوسائٹی میں رہتا ہوا اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے جو اثرات اپنے نفس کے اندر جمع کرتا ہے وہی اگلے زندگی میں جا کر اس کے لئے جنت کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ اعمال بد اور اخلاق رذیلہ کے جو اثرات جمع کر لیتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ پس قرآنی انقلاب کا غنٹا صرف یہ ہے کہ معاشرہ انسانی میں اچھے اخلاق کی حکومت ہو۔ یعنی وہ

۱۔ امام الائمہ امام ولی اللہ کے نزدیک قرآن جن اخلاق کی تکمیل چاہتا ہے وہ چار اساسی اخلاق ہیں یعنی (۱) اخلاص (۲) طہارت (۳) سلامت (۴) عدالت۔ ان کی تفصیل کے لئے ان کے رسالہ محطات (شائع کردہ بیت الفکر لاہور) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ان کا اجمالی ذکر سورہ مدثر میں بھی کیا گیا ہے۔

جماعت حکمرانی کرے جو قرآن کی تجویز کردہ مذکورہ بالا اخلاق لوگوں میں پیدا کرے۔ قرآن حکیم یہ اخلاق خارج سے انسانوں کے سر تھوپتا نہیں۔ بلکہ یہ اخلاق خود فطرت انسانی کے قلعے ہیں جن کو اسے سوسائٹی میں رہ کر پلیدہ تکمیل کو پہنچانا چاہیئے۔ قرآن حکیم ان اخلاق کے لئے مشق کے طریقے بھی تجویز کرتا ہے اور مواقع بھی بہم پہنچاتا ہے۔ جو جماعت یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گی وہ بدنی اخلاق اور عملی طہارت کو اپنا شعار بنائے گی۔ وہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے گی اور اسباب کو استعمال کرتی ہوئی بھی صرف خدا پر بھروسہ کرے گی۔ اور اس کام سے وہ کوئی ذاتی نفع جوئی نہیں کرے گی بلکہ اس کا مطمح نظر صرف خدمت خلق (حکمرانوں کی خدمت) ہوگا۔ کیونکہ یہ خوشنودی خدا کا موجب ہے۔ اس فرض کے حصول کے لئے وہ ایسا عمل قائم کرے گی۔ جو سوسائٹی کے کسی خاص طبقے کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ سب طبقات کی ضرورتیں پوری کرنے کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ وہ ذی استطاعت لوگوں پر حسب ضرورت ٹیکس لگائے گی اور اس طرح جو آمدنی ہوگی وہ مساکین اور غربا میں تقسیم کرے گی۔

یہ قرآنی انقلابی جماعت جب برسرِ اقتدار آئے گی تو وہ یقیناً ان لوگوں سے باز پرس کرے گی جو عدالت کی رول میں حائل ہوں گے۔ یا جو طہارت اور دیگر اخلاق فائدہ کی خلاف ورزی کریں گے اور عوام کو خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے چھوٹے سے چھوٹے راستے ——— صراطِ مستقیم ——— سے روکیں گے۔ یہ جماعت ہر ملک میں پہلے قومی جہانے پر کام کرے گی۔ لیکن انسانیت کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گی۔ اور بین الاقوامی خلافت کے مقام پر پہنچ کر بھی کسی خاص قوم یا طبقے کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر کام نہ کرے گی۔ بلکہ تمام نوع انسان کی انسانی ضرورتوں کے مطابق حکم کرے گی۔ اس جماعت کی پیدا کردہ قومیتیں صحیح بین الاقوامی اجتماع پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

یہ ہے وہ بین الاقوامی انقلاب جو قرآن حکیم پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہی مدعا ہے اس دعا کا جو ہر انسان کو مانگتی چاہئے کہ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا** (ہم کو بین الاقوامی انصاف کرنے والوں کا لیڈر بنا)

قرآن حکیم نے جس بین الاقوامی انقلاب کی طرح ڈالی اس سے پہلے سینکڑوں قومی انقلابات ہر ملک اور ہر قوم میں آئے لیکن قرآن حکیم جس نوعیت کا جامع انقلاب لانا چاہتا



ہے اس نوعیت کا انقلاب اب تک رونما نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس کی نوعیت کو سمجھنا آسان نہ تھا۔ اگر قرآن حکیم کسی خاص ملک یا قوم کے مقامی انقلاب کو عنوان بنا کر اپنے بین الاقوامی انقلاب کا تصور دلاتا تو اس بین الاقوامی انقلاب کے حدود و ثغور پوری طرح ذہن نشین نہ ہو سکتے۔ کیونکہ ایک قوم کے قومی انقلاب کو صرف وہی قوم سمجھ سکتی ہے جس میں وہ انقلاب آیا۔ دوسری قومیں اسے نہیں سمجھ سکتیں اور نہ اس سے عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔

ان حالات میں قرآن کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے کسی ایسے فکر کو عنوان بناتا جو تمام اقوام میں معروف ہو۔ وہ قیامت کا فکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز یہ کائنات منتشر ہو جائیگی اس کے بعد خداوند تعالیٰ تمام انسانوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ یہ فکر ہوائی تہذیبی تمام اقوام عالم میں مسلم ہے اور مسلم رہا ہے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک یہودیوں اور عیسائیوں کی بدولت یہ فکر مذہب دنیا کے ایک بہت بڑے طبقے میں روشناس ہو چکا تھا۔ پھر ہندوؤں میں بھی پرلے کا مسئلہ اس فکر کے قریب قریب موجود ہے۔ اور اس طرح تمام دیگر اقوام میں یہ فکر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ قرآن نے اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے اسی فکر کو ذریعہ بنایا۔ اس طرح قرآن حکیم یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح نوع انسان پر ایک دن آنے والا ہے جب اس کے افراد سے اس بارے میں باز پرس کی جائے گی کہ طاقتوروں نے کمزوروں کے حقوق کمال تک لوا کئے اور کمزوروں کی خدمت کتنی کی۔ اسی طرح دنیا میں قرآن حکیم کی طہر دار جماعت انہی اصولوں پر طاقتوروں سے باز پرس کرے گی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق (ؓ) نے اپنی پہلی تقریر میں جو انہوں نے عہد خلافت پر قائم ہوتے وقت کی فرمایا کہ تم میں سے ہر کمزور طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلاؤں اور ہر طاقتور کمزور ہے جب تک اس سے کمزور کا حق نہ لیا جائے۔ یہ انقلابی جماعت ساری نوع انسان کے جملہ مفادات کی محافظ ہوگی ظاہر ہے کہ اس قسم کے عالمگیر انسانیت گیر انقلاب کی تشبیہ قیامت کے کائنات گیر انقلاب کے سوا اور کس انقلاب سے دی جاسکتی تھی؟ مگر اسوس ہے کہ اس انقلاب اور قیامت کا جو ربط ہے اسے سوچنے والے عالم بہت کم ملتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے انسانیت گیر

ملنے سے پہلے قرآن کے جامع اور کمال انسانیت گیر انسانیت کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ انسانی جامع کے اندر ایک ایسی بین الاقوامیت پیدا ہو جس میں تمام اقوام عالم شامل ہوں۔ اور اس مرکزی لوہے کے اوپر جو اقوام کو کنٹرول کرے۔ قرآن حاکم ہو۔ دنیا نے ایک مرتبہ یہ نظارہ حجاز میں دیکھ لیا ہے اور دوبارہ پھر دیکھے گی۔ جب اسے قائم کرنا اپنا فرض بنالے گی اور لب کے اس تحریک کا آغاز اس جگہ سے ہوگا جہاں قرآن کا علم و فہم سب سے زیادہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے مفسرین جب قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر کرتے بیٹھتے ہیں تو عموماً قرآن حکیم کے بیان کردہ واقعات کو بعض خاص واقعات و اشخاص سے وابستہ کر کے تشریح کر ڈالتے ہیں اور اسے شان نزول کا بیان کہتے ہیں چنانچہ اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان کی بعض آیات کی توجیح مفسرین نے محض واقعات ہی کے رنگ میں کی ہے۔ اس بارے میں ہم لام لامۃ لام ولی اللہ دہلوی کے مسلک کے تلاح ہیں جو فرماتے ہیں کہ:

خاص واقعات کو جن کے بیان کرنے کی رحمت اٹھائی گئی ہے اسباب نزول میں چہاں دخل نہیں ہے سوائے صرف بعض آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہو جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا۔ کیونکہ سننے والے کے دل میں اشارے سے ایک گہرا انتظار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو قصے کی تفصیل معلوم کئے بغیر دور نہیں ہو سکتا اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ان علوم (تفسیر) کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے۔ (فوز الکبیر فی اصول التفسیر)

۱۵۱ سورہ مدثر میں آیات نمبر 8-25 میں سرملیہ پرست اشخاص کا نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کیا گیا ہے۔ ان آیات کو نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے ایک منکر ولید بن مغیرہ سے وابستہ کر کے فارغ ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ ان آیات کو ہر زمانے پر چسپاں کر کے دیکھا جائے اور ہر شخص اپنی ذہنیت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے کہ وہ کمال تک اس سرملیہ پرست ذہنیت میں مبتلا ہے۔ لیکن السوس ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس دور میں جب ہمارے امرا نے عوام کی طرف سے جواب طلبی سے بچنے کی کوشش کی

بعض ملانے ان آیات کو محدث نبوی کے اخص و واقعات سے وابستہ کر کے عوام میں یہ غلط تصور پیدا کر دیا کہ ان آیات کا اطلاق عام نہیں ہو سکتا اس پر طویہ کہ اس ذہنیت کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہی اس قسم کی تعلیم بھی دینی شروع کر دی کہ مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ فَأَدْفَعُوا أَهَا إِلَيْهِمْ (یعنی جب تک امر اور حکام صرف نماز پڑھتے رہیں ان کو زکوٰۃ لواء کرتے رہو) ان کو معلوم نہیں کہ جو امیر ہو چکوں کی خدمت نہیں کرتا وہ مدح زکوٰۃ کا معر ہے اور ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے تمام نماز قائم کرنے کو دین کا مدار میں بلا گیا۔ اس کے لئے یہ آیت کریمہ سامنے رکھنی چاہئے۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَقْبَلُوا اللَّهَ مَخْلَصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (یعنی ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بدگی کریں غلام کر کے اس کے واسطے بدگی، ابراہیم کی رول پر، اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے رول مضبوط لوگوں کی) (سعدہ بیتہ 48 : 5)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امر تو اپنی غیر ذمہ دارانہ حرکت سے کیا باز آئے عوام کو ٹیکس لواء کرتے رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔ جن سے امرائش بلکہ عیاشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ عوام کے دلوں سے انقلاب کا تصور اور امراء سے جواب طلبی کا وہم تک جاتا رہا۔ حالانکہ بتول علامہ بھاس الرازی الحنفی حضرت نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا واجب قتل ضرورت ہے کہ آج پھر مسلمان اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کر لیں کہ ہمارے ملک کے امر اور حکام ہمارے آگے جوابدہ ہیں۔ یہ وہ کلمہ حکمت ہے جسے اہل امریکہ نے ایک حد تک سمجھا اور اعلان کیا کہ (No taxation without representation) (جو لوگ ہمارے سامنے جوابدہ نہیں ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ کوئی ٹیکس وصول کریں) شہریت (Citizenship) کا یہ وہ ابتدائی اصول ہے جس کی معقول ترین صورت اسلام نے پارٹی پالیٹکس (Party Politics) کی شکل میں پیش کی ہے اور جس کی عملی شکل خلافت راشدہ کا محمد مہارک تھا۔

الفرض قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ اس انقلاب کا پہلا مطمح نظریہ صومکسئی

کی سکوتوں کی بربادی تھی اور اس کا دائمی فناء اس کے قانون کا غلبہ ہے جس کا ایک اہم ذریعہ مساکین کی عظیم ہے۔ یہ وہ حشر خیر اصول ہے جس سے دنیا میں قرآنی انقلاب کی قیامت صغریٰ بپا ہوتی ہے۔ اور جس کے بعد قرآن کی حامل جماعت قاریغ اہل صاحب طبقتوں سے جواب طلبی کرتی ہے۔ مجاز میں یہ نمونہ انقلاب ایک دلفر رونما ہو چکا ہے۔ جس کی آخری لہریں بعض ملکوں میں اب تک پھولنے لے رہی ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ اسلام ہمیشہ انسانیت کے کچلے ہوئے طبقت میں ظاہر ہوا ہے اور اب پھر ایسے ہی طبقت میں رہ گیا ہے تو اگر مسلمان ہوشیار ہو گئے تو دنیا کو ایک انقلاب عظیم کی توقع رکھنی چاہئے۔ جو نہ صرف جامع ہو گا بلکہ عالمگیر بھی ہو گا۔ اور وہ انقلاب قرآن حکیم کے اصولوں پر ہو گا ممکن ہے کہ امام لائبرہ امام ولی اللہ دہلوی کے طریقے کا ہندوستانی مسلمان بھی اس انقلاب میں اچھا خاصہ حصہ لے۔ اب ہمارے ملک کے حاملین قرآن کا فرض ہے کہ وہ نملے کی نبض پہنچائیں۔ اور امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کو سمجھ کر قرآن حکیم کو اپنائیں جو اس دور حکمت میں جامع اور عالمگیر انقلاب بپا کرنے والی واحد کتب ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ  
 إِن مَكَّنَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ يَفْقَهُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ  
 بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

دار الرشاد گوشتہ پیر جمنڈا

صلح حیدر آباد (سندھ)

944ء ہندی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سُورَةُ مَزَل

### رفقاء انقلاب کی تیاری

پیرایہ آغاز : انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!

فطرت انسانی کے قلعے — خدا پرستی — سے انکار کرنے والے سرکشوں کی گردن توڑنے والا انقلاب! فطرت انسانی کی تکمیل کرنے والی کمزور قوموں کو سر بلند کرنے والا انقلاب! ظالموں سے باز پرس کرنے والا انقلاب! اجتماع انسانی کی بلوی اور روحانی امراض سے پاک کرنے والا انقلاب! فطرت انسانی کا وہ گہرے طبیب ہے جسے وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی! •

معاشرۂ انسانی اپنے ابتدائی دور میں ایک خاص پنج پر چل رہا تھا کہ نہضت فطرت انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے نئی ترقی یافتہ بنیادوں پر قائم کیا۔ ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہی اصولوں پر کام کیا جس کی طرح انبیاء کے جدا جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈال گئے تھے۔ صدیاں گزر گئیں! ابراہیمی انقلاب کے اصول تجربے میں آتے آتے انسانیت میں مسلم ہو گئے اور ترقی یافتہ نوع انسان نے ان کے مطابق فطرۃ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

اب انسانی رہنمائی کے لئے آخری اور دائمی ہدایت نامے کی ضرورت تھی۔ جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم کی شکل میں لائے۔ اس میں وہ تمام اصول حیات اور ضوابط جمع کر دیئے گئے ہیں جن پر انسانی فطرت قائم ہے۔ ان کو بروئے کار لانے اور روئے زمین پر مستحکم طور پر قائم کرنے کے لئے جن ابتدائی قواعد کی ضرورت ہے ان میں سے چند سورۃ مزل میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر پہلے جزیرہ عرب میں اور پھر اہل عرب کی مدد

سے دنیا کے بقی حصوں میں انقلاب برپا ہوا۔

(۱) يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ ! (اے مَرْمِل)

ایک غلط فہمی کا ازالہ : لفظ مَرْمِل کی کئی تشریحات کی گئی ہیں۔ بعض نے اس کے معنی کئے ہیں۔ الْمَرْمِلُ فِي قَوْبِهِ وَذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ الْإِسْتِعَارَةِ، كِنَايَةٌ عَنِ الْمَقْصَرِ وَالْمُنْتَهَا وَبِالْأَمْرِ وَتَعْرِضًا بِهَا (یعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا جو بطور استعارہ ہے اور اس میں کنایہ اس طرف ہے کہ وہ محض کام کرنے میں قصور کرتا ہے اور سستی سے کام لیتا ہے اور یہ اسے گویا تعریض کے طور پر کہا گیا ہے)

لیکن اس محض کے متعلق جو اپنے فکر اور اپنی قوت کے ساتھ انسانیت عامہ کو ترقی دینے، خلق اللہ کی خدمت کرنے اور ان کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے لئے اتنا بے تاب تھا کہ قرآن حکیم کو کہنا پڑا کہ

لَعَلَّكَ بِأَجْعُ نَفْسِكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء: 26: 3)

(یعنی یہ جو تیرے پیش کردہ لائحہ حیات (Programme of Life) کو نہیں ماننے تو کیا ان کی خاطر اپنی جان ہلکان کر ڈالے گا؟)

اور جس کا یہ حل تھا کہ اللہ کی مخلوق کو راہ ہدایت دکھانے کا بوجھ اٹھائے اس کی کمر دھری ہوئی جاتی تھی۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الانشراح: 94: 3)

(اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر کو دھرا کر رکھا تھا)

اور جو لوگوں کو راہ راست پر لانے کے راستے معلوم کرنے کے لئے بے قرار تھا۔  
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (7: 93) (اور اس نے تجھے تلاش میں گم پلا اور پھر تجھے ہدایت دی)

اس کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اپنے کام میں ست اور کلل تھا۔

ع یہ سوء عین ہے سلقی کوثر کے باب میں

پس لفظ مَرْمِل کے وہ معنی لئے جانے چاہئیں جو اس سورت اور حضرت نبی اکرم ﷺ

کی سیرت مبارک کے مناسب ہوں۔

الفرزل کی پہلی تشریح : (1) (الف) موطا امام مالکؒ میں ایک روایت آتی ہے کہ :

عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِيْ خَمْسَةٌ أَسْمَاءُ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِضِيُّ الَّذِي يَمُحُّوْا اللَّهُ بِنِي الْكُفْرِ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُعْشَرُ النَّاسُ عَلَيَّ قَدِمْتُ وَأَنَا الْعَاقِبُ (یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں میں اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں)

علمہ کرام نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے پیروں میں نام گوائے ہیں تو ان پانچ ناموں کی خصوصیت کیا ہے؟ ذرا تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ نام ہیں جو قرآن حکیم میں آئے ہیں۔ چنانچہ محمد اور احمد تو صاف مذکور ہیں :

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الفتح: 29-48)  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا بِأَسْمَاءِ اللَّهِ أَحْمَدُ (6: 61)

الحاشر کے معنی : الحاشر کی تشریح کرتے ہوئے امام الانبیا امام ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں بغیبل معنی قوله علی قدمی انه اما مهم يوم الحشر یحشرون الی شفاعته (المسوی جلد 2 ص 516 باب اسم التبی ﷺ) یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ ”میرے قدموں میں اٹھائے جائیں گے“ کے یہ معنی ہیں کہ وہ یوم حشر میں ان کے امام ہوں گے اور وہ ان کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ الحاشر کے معنی ہیں جمع کرنے والا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ :  
وَحِشْرَ لِّسَلِيمٍ جُنُودَهُ (النمل: 17: 27) (یعنی سلیمانؑ کے لئے اس کے لشکر جمع کئے گئے)

نیز قرآن حکیم میں الحشر نام ایک سورت بھی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ :

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (سورہ حشر: 2: 59)

حضرت امام الامامہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اوست آنکہ بر آورد آئیں را کہ کافر شدند از اهل کتاب از غلامت ایشان در اول جمع کردن لشکر (فتح الرحمن) یعنی وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلی مرتبہ لشکر جمع کرنے کے وقت میں گھر سے نکالا

یہاں اول الحشر سے مراد نبی اکرم ﷺ کا پہلا جارحانہ حملہ ہے جو آپ نے 4ھ میں بنی نصیر پر کیا۔ گویا الحشر کے معنی ہیں لوگوں کو جمع کرنے والا۔ اسی طرح النزل کے معنی ہیں زمینوں کو جمع کرنے والا یعنی قرآن کی انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے انقلابی عناصر کو جمع کرنے والا یا اس تحریک کے لئے جس قسم کے رفقہ کار کی ضرورت ہے اس قسم کے رفقہ جمع کرنے والا۔

نبی اکرم ﷺ زمین (رفقاء) تیار کریں گے: (ب) اب لفظ النزل پر ایک اور نقطہ نگاہ سے نظر ڈالئے:

اونٹ کے کھلوے میں عموماً دو آدمی سوار ہوا کرتے ہیں ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف تاکہ بوجھ دونوں طرف برابر رہے۔ ان کو ایک دوسرے کے ذیل کہتے

اب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جنگیں افغانستان میں جارحانہ تھیں۔ جہاں مشنری (Missionaries) یہ پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ اسلام وحشیانہ مذہب ہے جس میں قتل و غوربازی اور غارتگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر مسلمان علاقے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ نظریہ پیش کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ افغانستان ہی ہیں اس لئے کسی کوئی جارحانہ حملہ نہیں کیا مگر درحقیقت یہ ایک غلط روایت ہے جوہر نہیں ہے۔ سوائے یہ ہے کہ اسلام میں جنگ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسلام جنگ کو جائز قرار دیتا ہے (اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ جنگ کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے) تو اس کے بعد یہ افسر جنگ کے اختیار قیصری (Discretion) پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر حملہ کرے یا نہیں کے حملے کی مجلس مصلحت کرے ظاہر ہے کہ اس کا قرآن کے فیصلے سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

۲۔ الہامی کے لئے دیکھو سورہ المدثر میں لفظ مدثر کی تشریح اور العاقب کے معنی حضرت امام الامامہ نے بیان کئے ہیں کہ آپ آخری نبی یعنی خاتم النبیین ہیں۔



ہیں۔ اور مزاحمہ کے معنی ہیں ایک دوسرے کا ذمیل بننا۔ پس لغوی اعتبار سے بھی منزل کے معنی ہوئے ذمیل یعنی رفقہ راہ تیار کرنے والا۔ یعنی جتنا قرآن آپؐ سمجھتے ہیں اتنا ہی دوسرے کو سمجھا کر انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جس محنت و مشقت سے وہ خود اپنے نصب العین کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں اسی محنت و مشقت سے آپ کے ساتھی بھی اسے کامیاب بنائیں۔

لفظ منزل میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے جس سے کثرت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کثرت سے ذمیل — رفقہ راہ — تیار کرنے والا۔ گویا جو شخص آپ سے ایک آیت لے بھی سکے لیتا ہے وہ اسی حد تک آپ کا ذمیل بن جاتا ہے۔

یہ جو ذمیل تیار ہوں گے یہی آگے چل کر آپ کی فوج کے سپاہی بن جائیں گے۔ اور پھر آپ کے بعد آپ کی نیابت کریں گے۔ اور خلافت چلائیں گے اس ترمیل سے اجتماع (المشور) پیدا ہوگا۔

### جملہ معترضہ

انقلاب کے شروع میں رفقہ راہ تیار کئے جاتے ہیں : جب حکومت معظم ہو جاتی ہے تو آدمی دو قسم کے ہو جاتے ہیں یعنی حکم دینے والے اور حکم ماننے والے لیکن نئی حکومت پیدا کرنے کے لئے جو انقلاب پیدا کیا جاتا ہے اس میں شروع شروع میں اس قسم کی تیز نہیں ہو سکتی پہلی منزلیں صرف رفیق (Colleagues) تیار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دو آدمی اپنے اپنے گھر سے کسی سمت کو سفر کرنے کے لئے نکلے ہیں دونوں راستے میں مل جاتے ہیں یہ ایک دوسرے کے رفیق راہ ہیں۔ ان میں حقیقی محتوں میں کوئی افسری ماحتم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انقلاب کی ابتدا میں صرف رفقہ راہ تیار کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ سب کے سامنے ایک نصب العین (Ideal) کھلے نظروں میں پیش کر دیا جاتا ہے اس کو کامیاب بنانے کے لئے جو راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے وہ سخت خطرناک ہوتا ہے۔ سوسائٹی ان کے نصب العین کو پسند نہیں کرتی۔ ان کے گھر کے

۱۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے لَمَّا بَلَغُوا عَتَبَ وَلَوْ آيَةً یعنی ایک آیت بھی مجھ سے سکھ جاؤ (اسی کی آگے تبلیغ کرو)

عز و اقارب تک دشمن ہو جاتے ہیں محلے والے دشمن ہو جاتے ہیں۔ بھوکوں اور شر والے دشمن ہو جاتے ہیں پھر سارا ملک دشمن ہو جاتا ہے اور اگر ملک میں کوئی حکومت ہو تو وہ بھی ان کی دشمن بن جاتی ہے ان لوگوں کو اپنے نصب العین کی کامیابی کے لئے ان سب کی مجموعی دشمنی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر انتہائی کارکن یہ سب کچھ سمجھ کر محسوس کر لیں کہ ان کا نصب العین اتنا دلچسپ اور بلند ہے کہ وہ اس کے لئے ان سب مددگوں اور مصیبتوں کو برداشت کر سکیں گے اور اپنے نصب العین پر اپنا دل، اپنی جان، اپنے بیوی بچے، اپنے عز و اقارب اپنا تمام دل و متاع — فرضیکہ سب کچھ قربان کر دیں گے تو ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

اس راہ میں سب سے بڑا سنگ گریں مختلف حکومت کا ہوتا ہے لیکن وہ کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ پچاسی دے دے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مصری جلدوگر آئے لیکن جب وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تو انہوں نے کیا کہا تھا؟  
 یٰۤاَکْہ لَنْ تَوۡفِیَّکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیۡ فَطَرَنَا فَاقۡضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقۡضِیۡ ہٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَآ (72: 20) (یعنی اے فرعون! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم تجھے ان دلائل و براہین کے مقابلے میں جو ہم سمجھ چکے ہیں ترجیح دینے لگیں اور تجھے اس ذات واحد سے بلا تر کھنے لگیں جس نے ہمیں پیدا کیا تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر، اور حقیقت میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تو ہماری اس چند روئے دنیوی زندگی کے متعلق کچھ کر سکتا ہے تو جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر گزر)

الفرض ایک انتہائی گہری بیٹھ کر ایک بلند مقصد کے حصول کے لئے فیصلہ کرنا ہے اور پھر اس نصب العین کو لے کر گھر سے نکلتا ہے وہ تلاش کرتا ہے تو اس نصب العین کے شیدائی کئی نور بھی مل جاتے ہیں یہ اس کے رفقاء کار ہیں جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے کو ہم خیال پا کر اجتماعی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح ایک سوسائٹی (Society) پیدا ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی پہلی منزل : اس مرحلے پر سب سے مشکل چیز کیا ہوتی ہے؟ وہ یہ کہ ایک صاف تخیل (Ideal) پیش کر کے فیصلہ کرانا اور پھر اسے قبول کر کے چل نکلیں تو ایک

دوسرے پر زیادتی نہ کرنا یہ رفقہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں رکھنے۔  
فکر کو عمل میں لانے کے لئے جذبے کے لحاظ سے ہم سب برابر ہیں اھلبی تحیل صاف ہو  
تو یہ بات آسان ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی دوسری منزل : اس کے بعد دوسرا مرحلہ آتا ہے کہ تحیل (Idea) کو  
ساتھیوں کے ذہنوں کی انتہا تک پہنچا دیا جائے اور وہ اسے اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر لیں  
کہ وہ اس پر قربان ہو سکتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں کیونکہ اگر بعد میں یہ  
خیال پیدا ہو جائے کہ اوہو میں تو دھوکے میں رہا میں تو یہ سمجھا تھا مگر یہ تو بات ہی اور نکلی  
تو سب کیا کر لیا ہر ملو ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تعلق اپنے رفقہ کے ساتھ : اس نقطہ نگاہ سے حضرت محمد  
رسول اللہ ﷺ کی پوزیشن پر غور کیا جائے تو آپ کی دو حیثیتیں نظر آتی ہیں:

(1) آپ نبی ہیں : آپ صاحب فکر ہیں اور ساتھ ہی خدا کے پیامبر بھی ہیں۔ خدا کا  
جو پیغام آپ کو پہنچتا ہے آپ کا فکر اسے جذب کر لیتا ہے۔ بلا تلافی لوگوں کو محسوس ہوتا  
ہے کہ آپ اپنی بات فرما رہے ہیں پھر آپ وہ فکر دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں یہ آپ کی  
ذاتی حیثیت ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا یعنی آپ پیام قبول کرنے میں  
کسی کو شامل نہیں کر سکتے۔ نہ کسی کو رسول بنا سکتے ہیں۔ آپ کو جو پیام الہی پہنچا وہ حرف  
بحرف کتابی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اس کے  
باہر کوئی وجہ نہیں ہے اب ہر قوم اپنا پروگرام اس آئین کتبلی سے لے گی آگے جا کر وہ  
سب قومیں قرآن کی پوری تشریح میں مل جائیں گی۔

(2) آپ معلم شفیق ہیں : آپ کی دوسری حیثیت فکر سکھانے والے کی ہے جس  
کا ذکر اس آیت میں ہے: يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ 62:2) (یعنی انہیں  
قانون الہی اور اس کی حکمت سکھاتا ہے) آپ خود فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا  
(میں تو اسلئے بنا کر بھیجا گیا ہوں) معلم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک چیز جانتا ہے جو وہ دوسروں  
کو اپنے برابر سکھاتا ہے اس علم کو پہلے سیکھنے اور بعد میں سکھانے کا جو طبعی فرق ہے  
وہ تو ہمیشہ قائم رہے گا لیکن علم سے جو روشنی پیدا ہوتی ہے اور اس سے کام کی جو ہمت

پیدا ہوتی ہے اس میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا جب تک استلو کی تعلیم میں یہ طاقت نہ ہو اسے صحیح معنوں میں مطمئن نہیں کیا جاتا۔

ہم نے یہ مضمون خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے جن کے پاس دربار دہلی کا ایک امیر اکیڈمی شعلی کارندوں نے اسے طلب کیا۔ وہ نہ گیا۔ بدولہ نے کہا بھیجا کہ کیا آپ اسے بھی اپنے جیسا (یعنی تارک الدنیا) بنا دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اپنے سے بہتر بنا چاہتا ہوں۔ یہ آپ کی شان مطہری تھی جس کی وجہ سے آپ کی محبت آپ کے محلہ کے دلوں میں اپنے مہا باپ سے بھی زیادہ تھی۔ یہ بات کسی حاکم کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

الغرض الزل کے معنی ہیں قرآن حکیم سمجھا کر ذلیل یعنی رخصت تیار کرنے والا۔  
الحاشیہ کی تشریح فلسفہ ولی اللہی کے مطابق : (ج) حجت الاسلام امام الامامہ امام ولی اللہ دہلوی کے قلم میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ انسانی حیات وحدانی چیز ہے یہ جو دنیوی زندگی شروع ہوئی ہے۔ یہی ترقی کرتے کرتے اخروی زندگی بن جاتے گی اور اس زندگی میں انسان کے پہلے (اعمال ہی ایک خاص شکل اختیار کر کے اس کے لئے جنت کی نعمتیں یا دوزخ کے عذاب کی صورتیں پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امام الامامہ فرماتے ہیں کہ:

حشر میں ہمارے اعمال ہی مشکل ہو کر پیش ہوں گے : فالنشیجات  
الْحَشَرَةِ فِي حَقِّهِمْ اَتَمَّ وَاَوْفَرَ وَلِذَا لِكَ اخْبَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ  
اَكْثَرَ عَذَابِ اُمَّتِهِ فِي قُبُورِهِمْ وَهَذَا لِكَ اُمُورٌ مُتَمَثِّلَةٌ تَنْسَاوِي النَّفُوسَ  
فِي مَسَاهِدِهَا اَلْاٰلِهَائِيَةِ الْمَبْسُوطَةِ بَعَثْتُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْشَبِعُ  
حَوْضًا وَتَنْشَبِعُ اَعْمَالُهَا الْمُحْصَاةُ عَلَيْهَا اِلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَتَنْشَبِعُ  
النَّعْمَةُ بِمَطْعَمٍ هَنِيٍّ وَمَشْرَبٍ مَرِيٍّ وَمَنْكَحٍ شَهِيٍّ وَمَلْبَسٍ رَضِيٍّ وَمَسْكَنٍ  
بَهِيٍّ (حجت اللہ الباقی جلد اول ص 37)

(یعنی حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گے وہ اس شخص کے حق میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی اس لئے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے عذاب کا اکثر حصہ قبور میں پورا ہو

جائے گا (یعنی میری امت چونکہ کمزور ہے اس لئے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں بنیں گی لوگ تھوڑی سی ہی بات سے جلدی سمجھ جائیں گے)۔

حشر میں بعض کاموں کی شکلیں ظاہر ہوں گی جن کی تمام روحیں یکساں طور پر سمجھ سکیں گی۔ مثلاً حضرت نبی اکرم ﷺ کے نبی ہونے کے بعد جو فیض و ہدایت آپ کے ذریعے سے پھیلی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی (یعنی لوگوں نے دنیا میں حضرت نبی اکرم ﷺ سے جو فیض حاصل کیا اور اسے آگے بڑھانے میں جو جدوجہد کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جس میں پانی ہو گا یہی حوض کوثر ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادہ کا منظر ہے) اور ان کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترانہ میں تخلیں گے اور اچھے کاموں کی خوبصورت عورتوں عمدہ لباسوں اور اچھے گھروں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ ایک اور جگہ عالم مثل کی کیفیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ہمارے اعمال و اخلاق ہی ہماری جنت و دوزخ پیدا کریں گے : وَمِمَّا هُنَّ الْوَاقِعَةُ تُمَثَّلُ الْأَعْمَالُ وَالْأَخْلَاقُ السَّيِّئَةُ وَالْحَسَنَةُ فَمِنْ الْمَثَالِ وَتَنْقَمُ النَّفْسُ وَتَوْجَعُهَا بِالْحَقَائِقِ الْمَثَالِيَةِ (الہدود المہازدہ ص 154) یعنی اس میں راز یہ ہے کہ اچھے خیر برے اعمال اور اچھے اور برے اخلاق عالم مثل میں پہنچ کر مثل صومیں اختیار کر لیتے ہیں اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

واقعات حشر کی مزید تشریح : درجوں ازیں موطن در مرکز دعالے دیگر پیش آید و در لسان شرح یوم الحشر گوید۔ حقیقت آن موطن آنست کہ دریں نفوس ارضیہ بسیارے از احکام فردیہ کہ از اختلاط عناصر و زجرت بلکہ ظلالیہ پیدا شدہ برہم خورد و این نفس بنزد جسم خلاف محاکات صورت نوعیہ تولید و احکام صورت نوعیہ بطریق ظهور و ظہر پیدا شود چنانکہ در محسوسات صورت نوعیہ در افراد انسان تفاوتی کند کہ بدین در بلین و مجنن و نوزین پیدا شوند لیکن گاہے علتی از عوائق استعداد بلکہ از اسامع کند و چنانہ ناقص الحقت اکہ واقع و اسک پیدا شود ایشہد از قلم بلکہ است از قبیل صورت نوعیہ ہم چنانکہ در امور معقولہ صورت نوعیہ را متعقبات است از عقل سلیم کہ بلوث اوہام طوط شدہ و استعداد قبول علوم حقہ از مہدافیاض بروجہ آن داشتہ و از خیال صحیح کہ شئی را بصورت مناسبہ نو کہ

برطبق شکل عالم مثل است مشق سازد پس احکام فردیت فرو نشیند و احکام نوعیہ غالب آید  
ہمہ متعینات نوع در محل و خیال بروئے کار آید و صورت فردیت قبول ظهور احکام نوع  
کنند و ہم وجہ محاکات آل فلک چنانکہ در افراد نوع ممکن نشود کہ بہتر از آل احکام نوع ظاہر  
لَقَدْ كَسَفْنَا عَنْكَ غُلُظْلُكَ فَبَصُرُكَ الْيَوْمَ خَفِيْدٌ

پس دریں موطن و قلع چند ظهور کنند از میزان و حسب و تجلی الهی و حضور و نظائر  
صفت افعال بطرف یمن و شمال و شلوت ابدی و در جل صراط و ایضاً و وجہ و اسو اوایل و  
شفاقت رسل۔

میزان کیا ہے؟ : پس میزان عبارت است از ظهور صورت مقدار افعال حسہ و سنیہ و  
معرفہ تاثیر ہر یک از فیصلتین ہشکلیکہ عالم مثل قضا کنند از کشن و مانند آل در میان عالم  
مثل و عالم شلوت آل معنی کہ اجسام خارجیہ شکل پذیر قوای مثلیہ گردو۔۔۔۔۔

حوض کوثر کیا ہے؟ : حوض صورت ہدایت در شدے است کہ از تجلی اعظم بر نفس  
نفس حضرت پیغمبر ﷺ ریختہ است و از آنجا از رلہ قوای پیغمبر در عالم شلوت جاری شدہ و  
لوانی حوض صورت قدر ہدایت کہ افراد مسلمین قبول آن کردہ اند

تسلیم کیا ہے؟ : علیہ مقررین آب چشمہ تسلیم باشد کہ قتل لذات عقیدہ است کہ  
از اورا کتب مجربات حاصل آید (ضمیمہ اولیہ جدول ص 253-255 ملخصاً)

(یعنی اس مثل سے گزر جائے تو وہ ایک عالم میں داخل ہوتا ہے جسے شرع کی زبان  
میں مشرک دین کہتے ہیں اور اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوس ارضیہ کی موت سی  
انفرادی باتیں جو عضوں کے باہمی ملاپ اور کثیف بلوے سے پیدا ہوئی تھیں جاتی رہتی  
ہیں اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نومی امور کا عکس پیش کرتا ہے اور اس پر  
نومی قضاے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں اس کی مثل یوں سمجھو کہ بلوی دنیا میں انسان  
کی صورت نوعیہ قضا کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان ہوں لیکن  
کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلوے میں دو دو اعضاء پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی اس وقت  
جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ لہا لکڑا یا کٹوا یا بوجہ ہوتا ہے۔ اس ناقص الخلقیت بچے کی پیدائش  
میں قصور بلوے کا ہے نہ کہ صورت نوعیہ کا۔

ایسے ہی غیر بلوی زندگی کے امور میں صورت نوعیہ کے قضاے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ



حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض : وَالْحَوْضُ هِدَايَتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَسَّدَتْ هُنَا كَمَا بِمُشَابَهَةِ قُوَّةِ بَيْنِ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَأَرَى أَنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا غَيْرَ أَنَّ حَوْضَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمُّ الْحَيَاضِ (الخیر الکثیر ص 114)

یعنی حوض کوثر اصل میں حضرت نبی اکرم ﷺ سے پھیلی ہوئی ہدایت ہے جو عالم مثل میں جا کر پانی کی شکل اختیار کرے گی کیونکہ علم کو پانی سے خاص مشابہت ہے میری رائے میں ہر ایک نبی کا جدا جدا حوض ہوگا البتہ نبی اکرم ﷺ کا حوض سب سے بڑا ہوگا

بیانات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر یا آپ کی تعلیمات اور نمونے کے مطابق انقلاب برپا کریں گے وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں آپ کی لہجہ میں جمع ہو جائیں گے ایسے ہی جو لوگ دوسرے انبیاء کرام کی معیت میں کام کر چکے ہیں وہ اپنے اپنے نبی کی معیت حاصل کریں گے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (نساء: 69) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین پر۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں

اب انقلاب عمومی حضرت محمد ﷺ ہی کی اتباع سے آسکتا ہے : طیفی لولواصوم انبیاء علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو شش کرتے رہے کہ تمام دنیا میں قورات کو پھیلا کر لہجہ کبریٰ (بین الاقوامی قیادت) حاصل کریں لیکن یہ مقام محمود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی حاصل کر سکے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انقلاب عمومی اپنے مختلف احوال میں آپ کے اتباع سے باہر نہیں جاسکتا

اس اجمل کی تفصیل یہ ہے کہ جو انقلاب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا خلاصہ ہے وہ ایک دن میں ساری دنیا میں نہیں پھیل سکتا اس انقلاب کا پہلا حصہ وہ تھا جو خلافت راشدہ سے شروع ہو کر عباسی حکومت کے خاتمے تک کامیاب رہا۔ جب قریش میں اس انقلاب کو



آگے بڑھنے کی طاقت نہ رہی تو اس انقلاب کے آگے بڑھنے کے لئے ایک اور قوم ————— ایمانیوں ————— کو ذریعہ بنایا۔ لیکن قریش کے منزل اور ایمانیوں کے عروج کا درمیانی وقفہ انقلاب کی ”رست“ تھی۔ اس میں نئی قوم تیار ہوئی۔ اس کے بعد ترکمانی قوموں نے اس انقلاب کو آگے بڑھایا اور پھر ہندوستانی قوم نے اسے اپنایا۔ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یہ انقلاب ساری دنیا میں کامیاب رہا۔ ان ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ خیال کرنا قطعی ہے یہ سب ایک سلسلے کی کنزیاں ہیں جب تک انسانی روئے زمین پر قائم ہے۔ یہ انقلاب کسی نہ کسی شکل میں آگے بڑھتا رہے گا۔ اور آخر میں ایک ایسا زندہ آسکا ہے کہ تمام اقوام جو اس انقلاب سے مانوس ہو چکی ہوں ایک سطح پر آکر اس کے ماتحت مل جائیں۔ اس وقت یہ انقلاب عمومی مکمل ہوگا۔

پس الزل سے مراد وہ صاحب لامت کبریٰ ہے جس کے ماتحت تمام اقوام عالم جمع ہوں گی۔ یہ گویا العاشری کا دیلوی منظر ہے۔

الزل کے دوسرے معنی لہام ائمہ انقلاب : (2) اَزْلٌ يَا اَزْلُ کے دوسرے معنی ہیں حَمَلٌ بِمَرَّةٍ وَاحِدَةٍ (الہند) (یعنی لونٹ کی طرح بوجھ اٹھا کر ایک ہی ٹپکے سے اٹھ کھڑا ہوا)

اَزْلُكَ : اِحْتَمَلَهُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الَّذِي كَفَرَ بِاللَّهِ (صراح)

رازی نے مکررہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ منزل کے معنی ہیں وہ شخص جس پر ہماری کام ڈال دیا گیا ہو۔ کیونکہ دل کے معنی ہیں حمل۔

یہ بار کیا ہے؟ قوی اور بین الاقوامی انقلاب : یہ بار جو نبی اکرم ﷺ نے اٹھایا قوی اور بین الاقوامی انقلاب کا بار تھا۔ اور تعجب یہ ہے کہ آپ نے پہلے اپنی قوم کو ترقی دے کر بین الاقوامی درجے کے کام کرنے والے کارکن تیار کرنے کا انتظار نہیں کیا۔ گو اگر آپ ایسا کرتے تو بھی کسی عقلمند کو اس پر اعتراض نہ ہوتا لیکن آپ نے بین الاقوامی

اَلْ قَالَ عِكْرُمَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ زَمَلْ لِحُرٍّ عَظِيمًا اَنْ حَمَلَهُ وَالزَّمَلَ الْحَمْلُ وَلَا زَمَلَهُ اِحْتَمَلَهُ (تفسیر کبیر للادری جلد پنجم ص 235 ص 3)

اقتلاب کو موخر نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کام ایک ہی وقت شروع کر لئے۔ یہ نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن آپ نے جو انمولیٰ ہمت اور مشقت سے کام لیا اور پورے کے پورے بوجھ کو سنبھال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت جلد حبل مقصود پر پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے قریش کی ذہیت ایسی تیار کی کہ وہ جلی انصار مدینہ کے ساتھ مل کر کام کر سکے وہاں بلال حبشی، صہب روئی اور سلمان فارسی وغیرہ عربوں کے ساتھ اور ان کے ماتحت بھی کام کر سکے۔

جو شخص سیاسی اہمیت میں اس قسم کا ہمارا گروں اٹھاتا ہے وہ نام اقتلاب کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یعنی آخری درجے کے امام ائمہ اقتلاب ہیں۔ مولانا محمد قاسم اس آخری درجے کا نام خاتم الحسن رکھتے ہیں۔ اس سے اوپر کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔

(2) قُمْ اللَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا (3) نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا (4)  
اَوْزِدْ عَلَيْهِ (رات میں سے کھسکتے کم کر کے کھڑے رہا کرو۔ آدھی رات یا اس سے بھی کم یا اس پر کچھ بڑھاؤ)

مثلاً ”بارہ گھنٹے کی رات ہو تو چھ گھنٹے یا چار گھنٹے یا آٹھ گھنٹے تک رات کو کھڑے ہو کر نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کرو۔“

اقتلاب عمومی کے لئے ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کو تعلیم دے کر المان اقتلاب تیار کریں۔ جو آپ کے خلیفہ ہو سکیں اور ان کے علاوہ انقلابی کارکن تیار کریں جو اسے آگے بڑھائیں۔

المان اقتلاب کی تیاری کے لئے خاص تعلیم کی ضرورت ہے جس کے لئے وقت بھی خاص چاہئے۔ اور عوام کی تعلیم کے لئے جداگانہ وقت درکار ہے اس تقسیم الوقت کی اس لئے ضرورت پڑی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اپنی بیٹھ خصوصی (قوی) اور بیٹھ عمومی (بین الاقوامی) کے دونوں کام ایک ہی وقت میں کرنا چاہتے ہیں۔

جملہ معترضہ

تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے : اس آیت میں تہجد کی نماز کی طرف اشارہ

ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساری عمر پڑھتے رہے۔ یہ عام مسلمانوں پر فرض نہیں۔  
 حنفی، نماز عشاء کے ساتھ جو تین وتر پڑھتے ہیں وہ اسی نماز تہجد کے قائم مقام سمجھے جاتے  
 ہیں۔ ان کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ صحابہ میں فقہ حنفی کے امام حضرت عبداللہ ابن مسعود  
 نے اپنے کسی شاگرد سے فرمایا کہ یَا أَهْلَ الْقُرْآنِ اَوْتِرُوا (اے قرآن کی تعلیمات  
 کے حاملہ وتر پڑھا کرو) ایک ہمدی نے بھی یہ بات سن لی اور پوچھا کیا فرمایا آپ نے؟  
 حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ لَيْسَ لَكَ (تیرے اور تجھ جیسوں کے لئے نہیں) اس  
 سے معلوم ہوا کہ وتر مسلمانوں کی خاص جماعت کے لئے ہیں، عوام کے لئے نہیں۔

یہ آیت منسوخ نہیں : حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن حکیم سکھائے اس کے لئے  
 تہجد ضروری ہے اور یہ اس کے لئے درجہ اختصاص (Special Qualification) رکھتی  
 ہے۔ اس لئے یہ آیت منسوخ نہیں کی جاسکتی۔ جب کبھی وہی حالت پیدا ہو جائے جس  
 میں یہ آیت نازل ہوئی تھی تو یہ آیت پھر دہرے عمل آجائے گی۔  
 (ب) وَزَيَّلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (اور آہستہ آہستہ پھر پھر کر، سمجھا سمجھا کر قرآن  
 پڑھا کر)

ترتیل کے معنی : شہادتی اللہ فرماتے ہیں کہ: وترتیل کن یوامع خواندن (فتح الرحمن)  
 یعنی ایسے پڑھ کر سننے والے اسے خوب سمجھ سکیں۔

(2) رَزَّلَ : آرمیدہ و پیداخواندن (صراح) آرام سے پھر پھر کر صاف صاف پڑھنا  
 (3) التَّرْتِيلُ : رِزَّالْ كَلِمَةٍ مِنَ الْعَمِّ بِسُهُوْلَةٍ وَاسْتِقَامَةٍ (راف) (یعنی منہ  
 سے آہستہ آہستہ پچھل کے ساتھ الفاظ نکالنا)

(4) وَزَيَّلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً أَيْ أَقْرَأَ عَلَى نَهْمٍ فَإِنَّهُ يَكُونُ عَوْنًا عَلَى  
 فَهْمِ الْقُرْآنِ وَيَتَّبِعُهُ وَكَذَلِكَ كَانَ يَقْرَأُ صَلَوَاتِ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ  
 (ابن کثیر، جلد چہارم ص 434) (یعنی پھر پھر کر پڑھ کیونکہ اس طرح قرآن حکیم کے سمجھنے اور

اس پر تدبر کرنے میں مدد ملتی ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ ایسے ہی پڑھا کرتے تھے)  
 (5) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فَيُرْتِّلُهَا  
 حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلُ مِنْ أَطْوَلٍ مِّنْهَا (ابن کثیر، ص 434)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ قرآن حکیم کی سورتوں کو

اپنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے کہ طویل سے طویل سورت کے پڑھنے سے بھی زیادہ دیر لگ جلا کرتی تھی)

(6) حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

اگر انصاف دی قاعدہ اصلی از نزول قرآن الفاظ است بمواظع آں و اہم است بہ ہدایت آں نہ صرف تلفظ ہی اگرچہ تلفظ ہم حفظ ہم است پس چہ مسلمان بدست آوردہ است کہ مدلول قرآن نفی و کدہام حلاوت وارد آئکہ مدلول کلام اللہ را نہ اند (بیجاہ قلمی، ص ۱۲۸)

(یعنی انصاف سے کلام کو تو مطوم ہو گا کہ قرآن حکیم نازل ہونے کا اصلی قاعدہ تو اس وقت ہے کہ انسان اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کی ہدایت کی باتوں سے سیدھی راہ چلنا سکھے نہ کہ صرف یہ کہ اس کے الفاظ زبان سے ادا کرتا رہے (گو تلفظ بھی غنیمت سی) تو جو شخص قرآن حکیم کے معنی سمجھے بغیر اس کی حلاوت کرتا ہے وہ بھلا اسلام کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ اور جو شخص اس کلام الہی کا مطلب نہیں سمجھتا وہ اس کے بے سمجھے پڑھنے سے بھلا کیا مزہ حاصل کر سکتا ہے؟

(7) حضرت شیخ نظام الحق والدینؒ نظام الدین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

وقت خواندن قرآن بلید کہ دل خوانندہ را تعلق حق پاشد و اگر آں میسر نشود بلید کہ در حالت قرآن خواندن جلال و عظمت حق بمدل بگزرائند یکے از حاضران سوال کرد این معنی ہل تعلق حق است کہ در مرتبہ اولیٰ فرسودہ اند گفت کہ خیر آں بذات حق بود این بصفت حق است و اگر آں ہم میسر نشود بلید کہ آنچہ سے خواند معنی آں بمدل گزرائند (فوائد القلوب ص 7)

یعنی قرآن حکیم پڑھتے وقت چاہئے کہ پڑھنے والے کا دل حق سبحانہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور اگر یہ حالت حاصل نہ ہو سکے تو چاہئے کہ قرآن حکیم پڑھتے وقت حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا جلال اور عظمت اپنے دل میں بٹھائے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ دوسری بات وہی نہیں جو پہلے فرمائی ہے؟

حضرت نے جواب دیا کہ میں پہلے ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر تھا اب  
مفہم ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا بیان ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر یہ دوسری حالت بھی میسر نہ ہو تو پڑھنے والے کو چاہئے کہ  
جو کچھ پڑھے اس کا مطلب اپنے دل میں سمجھائے۔

(8) خود قرآن حکیم فرماتا ہے کہ:

(۱) اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ یوسف 2:292) یعنی  
ہم نے (تم عربوں کی خاطر) قرآن عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے پڑھو اور  
اس سے عمل کیجو۔

ظاہر ہے کہ کبھی بغیر عمل کس طرح نیکی جاسکتی ہے؟

(ب) پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ: لَا تَقْرُؤُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ  
سُكْرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (انعام 4:43) یعنی مہوشی کی  
حالت میں نماز مت پڑھو، بلکہ اس وقت پڑھو۔ جب تم اپنے منہ سے نکلنے  
والے الفاظ کا مضمون سمجھنے کے قابل ہو جاؤ۔

بے سمجھے پڑھنے سے روح انقلاب نفا ہو جاتی ہے: سمجھ کر پڑھنے کی اتنی  
تائیدوں کے باوجود مسلمان صرف بے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھنے لگ گیا ہے۔ معلوم نہیں  
کس نے اس میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ قرآن کا مطلب کبھی بغیر صرف  
شین تلف درست کر کے پڑھنے کا نام تزیل ہے اور صرف یہی کافی ہے۔ چنانچہ آج  
کوئی مسلمان اس پر جے بیٹھے ہیں خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم تو اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ  
انہیں ناعرو پڑھا دیا جائے باوجودیکہ ہر ایک مسلمان کو قرآن حکیم سے اتنی محبت ہے کہ وہ  
اس پر اپنی جان تک دینے کو تیار ہے۔ مگر ہمارے مفہم ملب استلوں نے ہماری ذہنیت کو  
چاہ کر دیا ہے آج کلام الہی کو بے سمجھے پڑھنے کا لہو ہوتا مسلمانوں میں ہے کسی میں نہیں  
ہے الوس ہے کہ اس استدلال والی قوم یوں برباد ہو رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس  
میں سے انقلابی روح نفا ہو رہی ہے۔

انقلاب کے رفقاء کو سمجھانا ضروری ہے: حقیقت یہ ہے کہ کوئی انقلابی تحریک  
اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کے ارکان اس تحریک کے اصولوں

سے بخوبی واقف ہو کر انہیں اپنا نہ لیں۔ اور پھر اپنا سب کچھ ان پر قربان نہ کر سکیں یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔  
(5) اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ہم تجھ پر ایک وزن بھاری بات ڈالنے والے ہیں)

قول ثقیل کے معنی : قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لئے تیار کرنا قول ثقیل — وزن بھاری — ہے۔

انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف : جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیشتر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی میاشیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تو داد عیش دیتے تھے مگر انہوں نے اپنے ماتحت عوام میں فساد عظیم برپا کر رکھا تھا۔ فیکسوں کی وہ بھڑا رہی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کھانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں بڑی شہنشاہتوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

عرب کی حالت : اس مسئلے کا یہ پہلو بھی قلیل غور ہے کہ علم اور صنعت و حرفت ان دونوں طاقتوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے خود ان طاقتوں کے واسطے سے یہ انقلاب کس طرح لایا جاسکتا تھا؟ عرب کی علمی اور طبی ترقی ایسی نہ تھی کہ ان میں سے قیصر و کسریٰ کے مقابلے کے لئے لشکر تیار ہو سکتے اور عرب کی تعلیمی قابلیت اور صلاحیت صرف قریش میں تھی۔ اگر قریش حنیف ملت کو قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو ان کے ذہنوں کے بہت نزدیک تھی۔ تو انقلاب آسان ہو جائے۔ لیکن قریش کا ہلالی اور دولت مند طبقہ بجا قیصر و کسریٰ کی طرف باطل تھا اور انہی کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیونکہ ان ملکوں کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات تھے پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ایک ایسی مختصر جماعت تیار کریں جو قریش کے رجعت پسندوں پر غالب آجائے اور پھر عرب کے انتحاریوں کو ساتھ ملا کر قیصر و کسریٰ کے ملکوں میں انقلاب کی لہر دوڑائیں اور ان ملکوں کے انقلاب پسندوں کی مدد سے قیصریت اور کسویت کا خاتمہ کر

دیں اور یہی قرآن کا اصلی مقصد تھا لیکن قریش کو ارتہامی (Rec. tionary) حاصر سے پاک کر کے عرب کے متعلق قبائل کو انقلاب پر جمع کرنا اور ان کے واسطے سے قیصر و کسریٰ کے ممالک میں انقلاب برپا کرنا آسان کام نہ تھا یہ ہے وہ قول فقہ جس کی طرف سے اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تفصیل کسی اور جگہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى  
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (الصافات 9: 61) (یعنی خداوند تعالیٰ ہی  
وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین  
کو دیگر تمام ادیان پر غالب رکھے۔ خواہ مشرک اسے پسند ہی کیوں نہ کریں)  
(6) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً (رات کا اٹھنا  
یقیناً بہت رونماتا ہے اور بہت سیدھی نکلتی ہے) (مولانا محمود حسن خاں)  
حضرت امام احمد رضا علیہ السلام اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

ہر آئینہ قیام شب زیادہ تر است در موافقت زبان با دل و درست تر است  
در تلفظ الفاظ (فتح الرحمن)

(یعنی رات کا قیام دل اور زبان میں موافقت پیدا کرنے کے لحاظ سے زیادہ  
موزوں ہے اور الفاظ منہ سے نکلنے کے لئے بہت بہتر ہے)

جماعتِ خالصہ کے لئے رات کا وقت کیوں؟ : رات کا وقت جماعتِ خالصہ  
(Special Class) کی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ دن بھر کی مشقت کے بعد  
محنت کش اور نفس کش لوگ ہی خصوصیت سے جمع ہو سکتے ہیں۔ جو شخص رات کو قرآن  
حکیم سننے آئے گا اسے اس کی طرف رغبت خاص ہوگی۔ اور اجتماع اور فکر سے روکنے  
والے امور پر غالب آنے پر قادر ہوگا۔ تبھی آئے گا اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں نفس  
کشی کی یہ نفسیاتی (Psychological) حالت پیدا ہو جائے گی وہ قرآن حکیم کا کام پوری  
ذمہ داری سے کرے گا۔

آدھی شب بیدار و نیند پر قابو رکھتا ہو تو وہ رات کو جب بازاری لین دین اور گھر کی  
ضرورتوں اور تشویشوں سے نسبتاً فارغ ہوتا ہے تو اچھی طرح سوچ سکتا ہے اور اچھی

لمح سوچتا ہے تو اچھی طرح بات بھی کر سکتا ہے۔

رات کو قرآن حکیم کے پڑھنے کا دلہ سرا قائم یہ ہے کہ شور و شغب کم ہونے کے  
بامٹ بات خوب سمجھائی جاسکتی ہے۔

یہ تو ہوئی رات کی بات دن کا ذکر آگے آتا ہے۔

(7) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (البتہ تیرے لئے دن میں لمبا فصل  
ہے)۔

عوام سے ربط — دن میں : انقلاب عمومی کے لئے صرف رات کی خاص جماعت  
کی تعلیم کافی نہیں ہے بلکہ عوام تک پہنچ ہونی اشد ضروری ہے۔ عوام سے تعلق  
(Contact) پیدا کرنے کے لئے دن ہی کا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے۔





## انقلاب کے بنیادی اصول

(8) وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کر)

اسم سے مراد تجلی الہی : امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت میں اسم الہی سے مراد تجلی الہی ہوتی ہے۔ اسم الہی کے یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا فراموش شدہ تعلق یاد کرو۔ اسے اقتراب بھی کہتے ہیں۔

انسان کا تعلق تجلی الہی سے کیوں ضروری ہے؟ : قرآنی تحریک (The Quranic Movement) کو حقیقی معنوں میں جامع اور صحیح معنوں میں انقلابی بنانے کے لئے اور اسے نوع انسان کی بلوی یعنی اقصاوی اور عقلی (یا ہلفاظ دیگر) بھی اور عقلی ضرورتوں کو پورا کرنے والی بنانے کے لئے اس تحریک کا تعلق تجلی الہی سے قائم کرنا ضروری ہے کیونکہ انسان اپنی ساخت کے اعتبار سے بیسیت (حیوانیت) اور ملکیت (مخلیت) کا مجموعہ ہے اور ملکیت کا تعلق براہ راست خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے جب یہ تجلی الہی انسانی ذہن میں جم جائے گی تو ہر دم اس کی یاد رہے گی اور وہ ذہنی ذکر بھی کرے گا۔ یہ ذہنی ذکر حقیقت میں اس اندرونی یاد کا عنوان ہوگا۔

قرآن کا ”نظام نو“ : قرآن حکیم جو ”نظام نو“ پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ ہمت انسانوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہے کہ انسان پر حکومت صرف اللہ کی ہو سکتی ہے دوسرے نظموں میں وہ قیصریت اور کسویت یعنی شہنشاہیت (Imperialism) چہ امراء کی حکومت (Oligarchy) کو توڑ کر ان کی جگہ ایسی حکومت (State) پیدا کرنی چاہتا ہے جس کا مرکز اور محور قرآن ہی کا قانون الہی ہو اور اس کے سوا کسی اور قانون کی اجازت کو برداشت نہیں کرتا کیونکہ مضمیٰ ’عالمی‘، قبائلی، شعبی اور قومی قانون تک تو شاید عقلمند انسان وضع کر سکیں لیکن بین الاقوامی قانون خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا کیونکہ وہی تمام اقوام کی ضرورتوں اور ذمیتوں کو جانتا ہے جن کا جاننا کسی ایک انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جماعت یہ کام کر سکتی ہے پس اس قرآنی بین الاقوامی قانون

کائنات انسان میں قیام ضروری ہے تاکہ نوع انسان اپنی طبعی رفتار پر ترقی کرتی رہے۔  
دوسری بات یہ ہے کہ عقلی الٰہی سے تعلق قائم کرنا ہر ایک فرد انسانی کے لئے ذاتی اور  
طبعی ضرورت ہے اور کوئی اجتماع انسانی جس میں اس ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو افراد  
کی ترقی کا کفیل نہیں ہو سکتا۔

! (ب) وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (اور سب سے پوری طرح کٹ کر صرف اسی کی طرف  
ہو جا)

کام کرنے کے دو اصول : دنیا میں کام کرنے کے دو اصول اب تک چلے آتے ہیں۔

(1) ملوی اسباب کے مجموعہ پر کام کرنا

(2) ملوی اسباب سے کام لینا لیکن ان کو نتائج اور کامیابی میں موثر بلاذات نہ ماننا یعنی  
ان کو صرف آلات کی حیثیت دینا

قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیت : قرآن حکیم کی انقلابی تحریک میں  
کسی دوسری تحریک کے مقابلے میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ ملوی اسباب سے کام لینا  
ضروری قرار دیتی ہے لیکن — ان اسباب کو کامیابی کا کفیل نہیں سمجھتی۔

ملوے کا ترقی یافتہ حصہ : حقیقت یہ ہے کہ کائنات محض ملوے اور اس کی خصلیات  
کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی قوتیں بھی موجود ہیں جو ملوے سے قدرے  
مختلف ہیں۔ چنانچہ لام دلی اللہ دلوے کے فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس  
کائنات میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو غیر ملوی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اس عالم ملوی سے طبعاً  
چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ ملوی قوتیں ہی ترقی کر کے مثالی اور روحانی بن گئی ہیں۔ یہ غیر ملوی  
چیزیں ہی حقیقت میں ان ملوی اشیاء کی بنیاد ہیں۔ حکمیت جدیدہ (Modern Science)  
کا رخ بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے چنانچہ سر آند حکماء یورپ سر جیمز جینز (James  
Jeans) کہتے ہیں کہ:

”یعنی میں اس تنہیسی نظریے کی طرف مائل ہوں کہ شعور ذہنی بنیادی چیز ہے  
اور ملوی کائنات اس شعور ذہنی ہی سے پیدا ہوئی ہے یہ نہیں کہ شعور ملوے  
سے پیدا ہوا ہو۔“

ایک جرمن حکیم ماکس پلانک (Max Planck) کہتا ہے کہ:

"I regard consciousness as fundamental and regard matter derivative from consciousness."

”یعنی میں شعور ذہنی کو اصلی اور اساسی شے مانتا ہوں اور مادی کو اس سے نکلا ہوا سمجھتا ہوں۔“

عالم مثل : المفروض لام ولی اللہ اور ان کے اجراع غیر مادی بلوے کو اس عالم مادی — عالم شادی — کی اصل مانتے ہیں اور اسے عالم مثل (Non-metrial world) کی اصطلاح سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم کی انقلابی تحریک کے کارکن بلوے کی ہستی اور اس کے خواص و افعال کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ایک غیر مادی اصل سے خارج شدہ مان کر اس غیر مادی اصل لااصل — خداوند تعالیٰ — پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو اس مادی اور غیر مادی عالم سے بلوراء ہے۔ اور جو ان دونوں کی اصل ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ مادی اسباب کو اپنا کفیل اور کارساز نہ سمجھو بلکہ خدائے واحد لاشریک کو اس ساری مادی اور غیر مادی — شادی اور مثالی اور روحانی — کائنات کا خالق اور مالک مان کر اس پر اور صرف اس پر بھروسہ کر کے کام کرو۔

قرآنی اصول انقلاب کے عملی فائدے : اس کا عملی نتیجہ یہ نکلے گا کہ :

(1) قرآنی انقلاب کے کارکن اپنے لئے مادی نفع جوئی نہ کریں گے۔ یعنی یہ انقلاب پیدا کر کے وہ اپنی ذات کے لئے کوئی مادی فوائد (Metrial gain) حاصل نہیں کریں گے۔ بلکہ ان سے بلا تردد کر صرف رفاہ عامہ کے لئے کام کریں گے۔

(2) وہ ان مادی اسباب سے کام لیں گے جو انہیں حاصل ہوں لیکن ان پر بھروسہ نہ کریں گے یعنی اپنے آپ کو ان مادی اسباب کے ساتھ اس طرح وابستہ نہ کر لیں گے کہ جب تک مکمل اسباب حاصل نہ ہوں وہ کوئی کام ہی نہ کریں۔ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھ کر کام شروع کر دیں گے اور یقین رکھیں گے کہ جوں جوں ضرورت پڑتی جائے گی خداوند تعالیٰ ان کے لئے اسباب پیدا کرتا رہے گا۔

قرآن کے انقلابی نظریے کی ضرورت : انقلاب کے اس جدید نظریے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا سبب یہ ہے کہ عالم اسباب کی تمام قوتیں جن کے بل بوتے پر انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ ان انقلابوں کو حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ سب ان کے

خالقین (قصور کسری اور رؤسا مکہ اور رؤسا عرب) کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ اپنی کلمبائی ان اسباب ظاہری سے وابستہ کر لیں تو وہ کبھی حرکت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان بے بس اور بے کس لوگوں کو سکھایا گیا کہ دنیا میں کلمبائی حاصل کرنے کے اسباب صرف مادیات ہی کی سرحد پر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ حقیقی اور موثر اسباب ملوی سرحدوں سے پرے واقع ہیں۔

اگر دنیا میں کلمبائی کا آخری انحصار محض اور صرف اسباب ملوی پر ہوتا تو جن قوموں کو یہ ملوی اسباب کمال طور پر حاصل ہیں وہ کبھی نہ گرتیں اور محکوم اور غلام اقوام جو ان اسباب سے محروم ہوتی ہیں وہ کبھی ترقی نہ کر سکتیں۔ مگر چڑھی ہوئی قوموں کا کرنا اور گری ہوئی قوموں کا اٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ ملوی اسباب کے علاوہ بعض غیر ملوی اسباب بھی ہیں۔ جو قوموں کو گرانے اور اٹھانے میں اثر انداز ہو رہے ہیں۔ قرآن حکیم بنی اسرائیل کی گری ہوئی قوم کے متعلق کہتا ہے کہ:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا  
يَسْتَضِعُّ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَتَّبِعُ أَبْنَاءَ هُمْ وَيَسْتَضَحِّي نِسَاءَ هُمْ  
رَأَتْهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ  
اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

(القصص: 28: 5)

(یقیناً فرعون نے ملک میں بہت سرکشی کی اور اہل ملک میں فتنے ڈال کر تقسیم کر دیا پھر وہ ان میں سے ہر ایک کو کنزور کرنے لگا۔ چنانچہ وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو جیتی رکھتا تھا۔ یقیناً وہ بڑے مفسدین میں سے تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ملک میں ضعیف بنا دیا گیا تھا اور ان کو لیڈر بنادیں اور ملک کے وارث بنادیں)

پس ملوی اسباب سے کام لیتے ہوئے بھی خدا ہی پر بھروسہ کرنا ضروری ہے جو ان ملوی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور عوام سے کسی قسم کی ملوی اجرت طلب کرنے کے خیال سے قطع نظر کر کے محض خدا کی خاطر کام کرنا اس قرآنی تحریک کا طفرائے امتیاز ہے۔ اس تعلیم کے پیش نظر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رفقاء کو سکھایا کہ اگر

جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگوا۔ یعنی تمام اسباب کو مان کر اور استعمال کر کے بھی ان سے بے تعلق رہو۔ اور کامیابی کا انحصار ان بلوی ذرائع کے بجائے ان کی اصل پر رکھو۔ قرآن بلوی کا انکار نہیں کرتا بلکہ نظر بلند کر کے اسلام حسی تک پہنچاتا ہے جو بلوے کی اصل ہیں۔

گری ہوئی قوموں، بے بس جماعتوں اور اسباب سے محروم لوگوں کو اٹھانے کے لئے اس بلند فکری سے بہتر اور کیا حوصلہ افزا تعلیم ہو سکتی ہے؟

ع وادو ہے ضعیفوں کا لاغلب للاحو

اب بتایا جائے گا کہ اس تحریک انقلاب کی کامیابی کے لئے بہترین خطہ کونسا ہے۔

(9) (الف) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (وہ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے) انقلاب کی جولا لنگہ عرب کے مشرق و مغرب میں : اس انقلابی تحریک کا ملکہ عمل حقیقت میں عرب نہیں ہے۔ وہ قریش کے خلاف عدوت اور قتل کی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ انقلاب حقیقت میں اس علاقے کے لئے ہے جو عرب کے مشرق اور مغرب میں واقع ہے۔ یعنی دراصل کسریٰ ایران (مشرق) اور قیصر روم (مغرب) کو قرآن کے قانون کے ماتحت لا کر اس تحریک کو تمام دنیا میں پھیلانا مقصود ہے کیونکہ قیصر کسریٰ کے نظام انسانیت کے لئے بھلا کن ہیں۔ ان نظاموں نے متمدن انسانیت کے ایک بہت بڑے حصے کو ایسی اتھلوی اور ذہنی غلامی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ کسی انسان کو اپنی اصلی انسانی ضرورتوں پر غور کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ مشرق اور مغرب کے ان علاقوں میں انقلاب بپا کر کے انسانیت کو آزاد کرنا ضروری ہے اور عرب کو اس انقلاب کا ذریعہ بتایا جائے گا۔

یہ تحریک ایک خاص ذہنیت بھی چاہتی ہے جو نہایت سرد علاقے میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انقلابی تحریکیں اور مستقل اور پائیدار شہذیبیں کرۂ زمین کے اہمائی اور اہمائی

اب عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَيْسَ مَالٌ أَحَدُكُمْ رِيَّةٌ حَاجَةً، كُلُّهَا حَتَّى يُشَأَلَ شَيْعُ نَعْلِهِ إِنْ أَلْفَعَطَ (المنكوة المصاح)

(ہر شخص اپنی ہر ایک حاجت اللہ ہی سے طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے)

جنوبی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتیں اور نہ وہاں ان کے پنپنے کا سلسلہ ہے بلکہ اس قسم کی تحریکیں ہمیشہ اس منطقہ میں پیدا ہوتی رہی ہیں اور پیدا ہوتی رہیں گی جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ مثلی علاقے کے تمدن غیر طبعی ہیں اس لئے دیرپا نہیں ہوتے۔  
(ب) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا : اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کو اپنا کارساز مان)

اس علاقے میں نہ کسٹری کی حکومت رہنی چاہئے نہ قیصر کی ”خدائی“ ان کی جگہ خدائے وحدہ لا شریک لہ کا قانون جاری ہونا چاہئے۔ کیونکہ کائنات کا پروردگار یعنی ساری کائنات کو ایک خاص مجموعہ قوانین کے مطابق ترقی دینے والا دعی ہے یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ:

They will be done on earth as in Heaven (Math 6:10)

(خدا کی مشیت کرۂ زمین پر اسی جامعیت کے ساتھ پوری ہونی چاہئے جس کمالیت کے ساتھ زمین سے باہر کی ساری کائنات میں پوری ہو رہی ہے)

قرآن کا منشاء مصنوعی ”خداؤں“ کا خاتمہ : پس جس طرح خدا کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کا قانون — قرآن حکیم — انسانی معاشرے میں جاری کیا جائے اور تمام مصنوعی ”خداؤں“ کی ”خدائی“ ختم کر دی جائے اور بندگی صرف خدا کی کی جائے۔ یعنی انسان اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال و افعال اور خیالات میں خدا کے سامنے جوابدہ سمجھے۔ اس میں لوگوں کے دکھلوے یا حاکم کے فیصلے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فیصلہ خود ہر ایک انسان کو اپنے دل کے اندر کرنا ہوگا۔ جب تک انسان کا یہ یقین نہ ہو جائے کہ میرا یہ کام خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ اس کام کو اچھا نہ سمجھے یہ ہے خدا کی بندگی اس طرح جوابدہ سمجھنے کا قاعدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی ساری نوع کی یکساں خدمت کر سکے گا کیونکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی اس چلی کے حوالے کر دے گا جو انسانیت کے قلب پر پڑتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے تمام نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کرنی ہوگی۔ اس سورت میں قرآن کے انقلاب کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا انقلاب بہا کیا جائے جو انسان کے نوعی تقاضے پورے کرے گا نہ

کہ کسی خاص خطے یا قوم کی ضرورتوں کی کفیل ہو۔

جس موطن میں اعمال انسانی کے یہ فیصلے ہوتے ہیں اسے حکیمۃ القدس کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس مقدس مقام میں تمام انبیاء اور اعلیٰ طاقتیں جمع ہوتی ہیں ہر ایک چیز کا فیصلہ کرنے والی طاقت وہاں صرف تجلی الہی ہے۔ انسانیت کا نصب العین یہ ہے کہ اس مقدس مقام میں اپنے لئے جگہ حاصل کرے۔ یہ انبیاء کی انقلابی تحریک کی کے نتیجے کے طور پر انسان کو مل سکتی ہے۔

(10) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا :

(جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جا)

مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو : قریش جو پہلے قوی عربی انقلاب کا اور پھر بعد میں عمومی بین الاقوامی انقلاب کا ذریعہ بنیں گے وہ اسی اور ان پڑھ ہیں۔ انہیں قرآنی انقلاب کا مقصد ذہن نشین نہیں ہوا۔ ان کو سمجھانے کے تمام طریقے ابھی استعمال کرنے ضروری ہیں۔ سب کو سمجھانے کا ایک ہی طریقہ نہیں ہو سکتا اس لئے ہر شخص کو اس کی ذہنیت کے مطابق سمجھاؤ۔ ابھی ان سے لڑنے بڑے اور قتل کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور نہ تم اس کے لئے ابھی تیار ہو۔ اس لئے ابھی مخالفت کرنے والوں کی باتوں پر صبر کرو۔ اور ایسی حالت پیدا نہ ہونے دو کہ وہ ہاتھ پائی پر اتر آئیں۔

تیاری سے پہلے اقدام معطر ہوتا ہے : اگر تیاری سے پہلے اقدام کر دیا جائے تو انقلاب ناکام رہتا ہے چنانچہ ابتدائے نبوت سے عین سال تک تو حضرت نبی اکرم ﷺ اس طرح رہے کہ کسی کو کلاں کن خبر بھی نہیں ہوئی جس کو اپنے مطلب کا دیکھتے اس سے بات چیت کر لیتے اور جو چند لوگ ہم گھر ہوتے وہ رات کو کسی جگہ جمع ہو جاتے اور اس طرح دعوت اور تیاری جاری رہی۔

اب بھی جس ملک میں قرآن حکیم کے اصولوں پر انقلاب پیدا کیا جائے گا اسے پہلے اسی منزل میں سے گزرنا پڑے گا یعنی ذہنی تیاری کی منزل میں سے جس میں لڑائی کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ اس تیاری کی برکت تھی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وقت کے بعد قرآنی انقلاب کی تحریک متعدد ارتجاعوں (Reaction) میں سے گزرنے کے بعد اب تک زندہ

ہے۔



## سرمایہ پرستوں سے باز پرس

(II) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا : مجھے اور ان جھٹلانے والے قاصر الہل لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں تھوڑی سے مہلت دے)

مکذبین: کسریٰ و قیصر ہیں : الکذبین (جھٹلانے والے) سے مراد بین الاقوامی حلقے میں کسریٰ و قیصر ہیں۔ اور قوی حلقے میں مجازاً "قریش کے وہ سردار جو ان کی راہ چلتے تھے اور جو ان ہی کی طرح انقلاب کو برداشت نہ کرتے تھے۔ یہ لوگ اس انقلاب کے پروگرام (Revelutionary Programme) کو نہیں مانتے۔

سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی : اولی النعمۃ (قاصر الہل) وہ لوگ ہیں جن کے پاس انسانی ضروریات مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا سامان وافر موجود ہے جو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہے۔

اس قسم کے سرمایہ پرست مخالفین سے چند دنوں کے لئے اعرابیں کرو۔ اور لڑائی سے بچو۔ یہاں تک کہ تمہاری تیاری مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اس زندگی میں وہ جماعت ان سے باز پرس کرے گی جو قرآنی اصولوں پر خدا کے حکم کے مطابق انقلاب برپا کرے گی۔ یہ دنیا میں خدا کی عظیم یعنی قائم مقام ہے۔ دوسری زندگی میں خدا تعالیٰ براہ راست ان سے باز پرس کرے گا۔

حضرت مسیح کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں : یہ باز پرس تمام مذاہب کا مسلہ اصول ہے۔ چنانچہ متی کی انجیل باب 25 آیات 31-46 میں ہے کہ:

”جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑیوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور پھر بھیڑیوں کو اپنے واسطے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا کہ آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہت باد عالم کے وقت سے تمہارے لئے



بنادی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔  
میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔  
میں تنگ تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا تم میرے پاس  
آئے۔ تب راستہ باز جواب میں اس سے کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب  
تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ  
کر گھر میں اتارا یا تنگ دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر حیرے  
پاس آئے؟ بدوشہ جواب میں ان سے کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم  
نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کید  
اس لئے میرے ساتھ کید۔

پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعون! میرے سامنے سے اس  
بیشہ کی آگ میں چلے جاؤ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی  
ہے کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا  
پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا۔ تنگ تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور  
قیدی تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ جواب میں کہیں گے اے خداوند! ہم نے  
کب تجھے بھوکا پیاسا یا پردیسی یا تنگ یا بیمار یا قید میں دیکھ کر حیرتی خدمت نہ کی؟  
اس وقت وہ ان سے کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب سے  
چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کید۔ اس لئے میرے ساتھ نہ کید  
اور یہ بیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستہ باز بیشہ کی زندگی۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان : انہی معنیوں میں ایک روایت مشکوٰۃ شریف  
میں بھی ہے:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "يَا ابْنَ آدَمَ مَرَضْتُ  
فَلَمْ تَعْلَنْتَنِي" قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ  
الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرِضٌ فَلَمْ

نَعْلَهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوْ جَدْتَنِي عَنْهُ؟" يَا ابْنَ  
 آدَمَ اسْتَطَعْمَكَ؟ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ  
 أَطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ  
 اسْتَطَعْمَكَ عَبْدِي فَلَانُ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ  
 لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوْ جَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟" يَا ابْنَ آدَمَ  
 اسْتَسْقَيْتَكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ  
 وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فَلَانُ فَلَمْ  
 تُسْقِنَهُ أَمَا أَنْكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟"

(یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا لیکن تو نے میری خبر نہ لی؟ انسان کے گاہے میرے پروردگار کا تو نے تو ساری اقوام کا رب ہے۔ میری خبر گیری میں کس طرح رکتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا ملاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے بھوک میں تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ انسان کے گاہے اللہ تعالیٰ تو ساری دنیا کا پروردگار ہے تجھے کھانا کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہیں کہ میرے ملاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے نہ دیا۔ اگر تو اسے کھانا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے پیاسا ہو کر تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ انسان کے گاہے اللہ تعالیٰ تو تمام اقوام کا پروردگار ہے تجھے پانی کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے ملاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اسے دیا نہیں تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے پانی دے دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔

الغرض قیامت کے دن قوموں کا فیصلہ اسی مسئلے پر ہوگا کہ انہوں نے مسکینوں کو  
تیکسوں کو کھانا اور کپڑا دیا یا نہیں۔

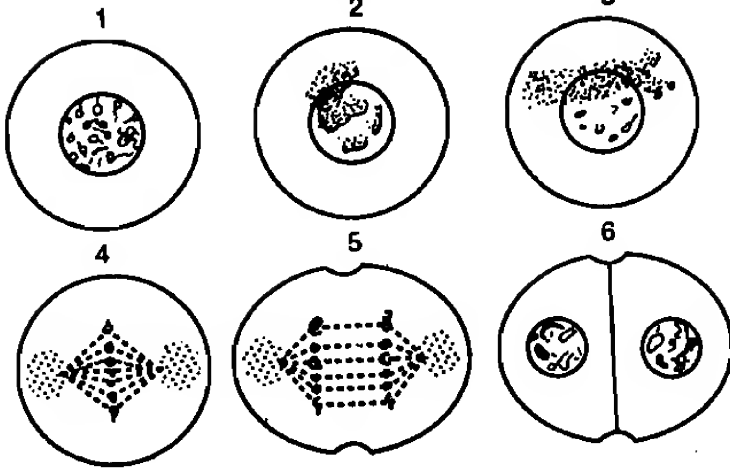
باز پرس کیوں ہوگی؟: امام الامامہ امام دلی اللہ نے اپنے ایک رسالے ”سطحات“ میں  
اس امر کی تشریح کی ہے کہ خداوند تعالیٰ کی جلیات میں سے ایک جلی جلی اعظم کہلاتی ہے  
جو ساری کائنات پر اثر انداز ہے۔ اس کا ایک کس یا نازل جلی عرش کہلاتی ہے۔ جس کے  
نیچے ہر ایک نوع حیوانات کا ایک نمونہ موجود ہے۔ ان میں ایک نمونہ نوع انسان کا بھی  
ہے۔ اسے امام نوع انسانی یا انسان کبیر کہا جاتا ہے۔ اس انسان کبیر کے نمونے ہی پر تمام  
انسان اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور انسان صغیر کہلاتے ہیں۔ اس انسان کبیر کی جو روح  
ہے وہ تمام افراد انسان کی روح ہے۔ اس انسان کبیر کے قلب پر عرش کی جلی کا کس پڑتا  
ہے۔ یہ گویا جلی اعظم کا تیسرے درجے کا نازل کس ہے۔ یا یوں کہو کہ ذات خداوندی کی  
ایک نازل جلی ہے یہ جلی حشر میں ہر ایک فرد انسانی سے متعلق ہوگی۔ تو گویا حقیقت میں  
انسانیت ہر ایک فرد سے متعلق ہو کر ان سے باز پرس کرے گی اس سے ظاہر ہے کہ  
قیامت کے روز انسانی افراد اور انسانی جماعتوں کا فیصلہ مجموع انسانی (as a whole  
Humanity) کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ جو فرد انسان کبیر یا انسانیت جامع کے طبعی  
تقاضوں کے جتنا قریب ہوگا یعنی ان کو جتنا زیادہ پورا کرنے والا ہوگا اتنا ہی نیک یا صالح قرار  
دیا جائے گا۔

افراد انسانی اور انسان کبیر کا تعلق : اس کی مثل ایسی ہے جیسے جسم انسانی کے  
خلیات (Cells) کہ ان میں سے بہترین ————— صالح ترین ————— خلیہ وہ ہے جو سارے  
بدن انسانی کے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتا ہے۔ اور دوسرے  
خلیات کے ساتھ مل کر بہترین مصالحت (Harmony) کے ساتھ کام کرتا ہے۔ جو خلیہ  
اس طرح کام نہیں کرتا وہ بیمار ————— غیر صالح ————— ہے۔ وہ خلیہ جسم انسانی کی خدمت

---

۱۔ انسانی جسم ————— بلکہ ہر ایک جاندار جسم ————— چھوٹے چھوٹے خلیوں یعنی خلیات (Cells) سے مرکب ہے  
جن میں سے ایک کی شکل ایچے موصوفہ پر دیکھیں۔ ایک خلیہ یا خانہ ایک ایچ کا 1/300 حصہ ہوتا ہے۔ اس کے  
بچ میں مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے اور اس کے گرد مادہ حیات (Protoplasm) بھرا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ  
ایک چار دیواری (Cell-wall) میں بند ہوتا ہے۔ یہ پھٹ کر بڑھتا ہے۔

# خلیے کی شکلیں



کرنے سے ہلسان حل ”سکر“ ہے یعنی ”کافر“ ہے اس خلیہ سے ”ہاؤرس“ ہوگی اور اس کی اصلاح کے لئے اس کا علاج کیا جائے گا۔

اسی طرح ہر فرد انسانی کی صالیت کا احسن اس نقطہ نگاہ سے ہوگا کہ اس کے دیگر افراد انسانی کے ساتھ مل کر کمال تک متناہ (Harmony) پیدا کی۔ جو انسان کبیر کی صحت کے لئے ضروری ہے اگر کسی فرد کے بدن میں کچھ اجزا خراب یا ناقص ہوں گے تو اس کی اصلاح کے لئے اسے جنم کے ”مخالفات“ میں جانا ہوگا۔

اب فرض کیجئے کہ ایک انسان کے پاس خوراک کا ذخیرہ اس کی ضرورتوں سے زیادہ ہے تو اس کی مثل ایسی ہے جیسے بدن انسانی کے خلیہ میں خون آتا ہے۔ اگر وہ فرد انسانی اس ذخیرہ خوراک میں سے اپنی ضرورت کے بادل لے کر دیگر افراد انسانی کو بھی اس میں سے ان کی ضرورت کے مطابق پہنچا دیتا ہے تو اس کی مثل ایسی ہوگی جیسے سدرست خلیہ خون کو دوسرے خلیات کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کا وظیفہ (Function) ہے اگر وہ فرد انسانی خوراک جمع کر رکھے تو وہ ایسا ہی جیسے خلیہ میں خون ”جمع“ ہو جائے تو جیسے اس صورت میں کہا جائے گا کہ خلیہ بیمار ہے۔ مثلاً اسے سو جن ہو گئی ہے ایسے ہی فرد انسانی کو بھی غیر صلیح — نامدرست، اخلاقی بیمار — قرار دیا جائے گا اور انسانیت (انسان) کے قلب پر جو جلی الہی پڑتی ہے وہ اس سے ہاؤرس کرے گی۔

صالیت کا معیار مساکین کی خدمت ہے : الغرض اس دنیا کی زندگی میں فرد کی صالیت موقوف ہے اس بات پر کہ وہ دوسرے کمزور اور مسکین افراد کی کھانے پینے اور کپڑے لئے سے کتنی مدد کی۔ اس دنیا کی زندگی میں انقلابی جماعت کی طرف سے جو انسان کبیر یا انسانیت عامہ کی نمائندگی کرتی ہے اور اس دنیا میں انسان کبیر کے قلب پر پڑنے والی جلی الہی کی طرف سے گویا براہ راست خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہاؤرس ہوگی۔ یہ انقلابی جماعت ان انسانیت فراموش افراد سے اس وقت ہاؤرس کرے گی جب وہ اپنی مرکزی طاقت مضبوط کر لے گی۔

(12) اِنَّ لَدُنْیَا اَنْکَا لَا وَجِیْنِمَا (13) وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ  
وَعَذَابًا اَلِیْمًا (14) یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ  
وَكَاْنَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّھْبِلًا : (پھٹک ہمارے پاس ہڈیاں، حیر

آگ، گلے میں اگلے والا کھٹا اور دردناک عذاب ہے جب زمین اور پہاڑ کپٹنے لگیں گے اور پہاڑ پھسلنے ریت کے ٹیلے بن کر رہ جائیں گے)۔  
 ان آیات میں آنے والے بہت بڑے خوفناک واقعے کا ذکر ہے اور اس میں "مکذبین" کے لئے جن کا لوہا ذکر آیا ہے ایک بہت بڑا ڈر لیا ہے۔

انقلاب اور قیامت : ہم دلی اللہ کی حکمت کے مطابق ان آیات میں آنے والی بڑی قیامت کے علاوہ چھوٹی دنیوی قیامت — انقلاب عمومی — کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قرآن درحقیقت آنے والے انقلاب سے ڈراتا چاہتا ہے اس کے لئے وہ قیامت کبریٰ کے واقعات کو جو تمام اقوام میں مسلمہ طور پر معلوم ہیں۔ عنوان بناتا ہے اگر قرآن حکیم محض عربوں کے لئے نازل ہوا ہوتا تو وہ عرب کی گزشتہ تاریخ کے واقعات مثلاً "علو و غمو" کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا مگر یہ عالمگیر صداقتیں لے کر آیا ہے۔ اس لئے اسے ان عالمگیر صداقتوں کے نہ ملنے والوں کی عبرت انگیزی کے لئے مسلمہ عالمگیر حلوٹ ہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے اس لئے قرآن حکیم نے ان آیات میں انقلاب عمومی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قیامت کے عالمگیر حلوٹ کو ذریعہ بنایا ہے۔

کھلنے پینے کے نظام کی اہمیت : اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کے پروگرام میں کھلنے پینے کے انتظام کو پوری اہمیت دینی چاہئے اور اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ سوئے جب اس اصول پر اصلاح شروع کی جائے گی تو اسے اپنے زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آئیں گے وہ اس گھر میں آرام سے نہ رہ سکے گا جس میں وہ اب تک غلامانہ انداز سے رہتا تھا۔ وہ اس گھر میں نہ رہ سکے گا اور اس ملک میں نہ رہ سکے گا جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو۔

فارغ البیل ظالم لوگوں کی سزا : جب کسی قانون کا کوئی باغی پکڑا ہوا آتا ہے تو اسے جھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے اسے وہاں بدترین غذا ملتی ہے اور تمام راحتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے دشمن کو بیڑیوں میں کس کر پہلے دنیوی قید خانے میں ڈالا جائے گا اور یہاں سے مرکز نکلتے ہی وہ جہنم کے قید خانے میں ڈال دیا جائے گا چو نکہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتا تھا اس لئے اسے دنیوی



# انقلاب کی منزل اول

## قومی انقلاب

قومی انقلاب کی دعوت : (15) اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَیْ فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا : (ہم نے تم عربوں کی طرف اسی طرح مگر نبی کر نے والا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا)

بین الاقوامی انقلاب کے چند اصول بیان کرنے کے بعد ان کو قومی انقلاب میں استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہ قومی انقلاب آگے چل کر بین الاقوامی انقلاب کی شکل اختیار کرے گا۔ اور قومی انقلاب لائوئلی جماعت ہی اس بین الاقوامی انقلاب کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی Working Committee) بن جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں : حضرت امام الامامہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ عرب کے لئے قومی نبی ہیں تاکہ اہل عرب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور ان میں قانون الہی جاری کریں دو سری یہ کہ آپ تمام اقوام عالم کے لئے نبی مکار بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امامؒ فرماتے ہیں کہ:

وَهَذَا الْاِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْاُمَمَ عَلَى مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتَنَاجُ اِلَى اَصُوْلٍ اٰخَرَى غَيْرِ الْاَصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ فَيَمَّا سَبَقُ مِنْهَا اَنْ يَدْعُو قَوْمًا اِلَى السُّنَّةِ الرَّاشِدَةِ وَيُرْكَبِيَهُمْ وَيُصْلِحَ شَأْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَذَهُمْ بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِ فَيُجَاهِدُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَيُفَرِّقُهُمْ فِي الْاَفَاقِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى : (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) وَذَلِكَ لِاَنَّ هَذَا الْاِمَامَ نَفْسَهُ لَا يَتَأَتَّى مِنْهُ مُجَاهِدَةٌ اُمَّةٍ غَيْرِ مُحْصُوْرَةٍ وَاِذَا كَانَ كَذَلِكَ وَجَبَ اَنْ تَكُوْنَ مَا دَةُ شَرِيْعَتِهِمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَنْهَبِ الطَّبِيعِيِّ لِاَهْلِ



الَّا قَالِیْمُ الصَّالِحَةِ عَرَبِهِمْ وَعَجَبِهِمْ ثُمَّ مَا عِنْدَ قَوْمِهِ مِنَ  
الْعِلْمِ وَالْإِزْنِ عَاقَاتٍ وَبُرَاعِیْ فِیْهِ حَالُهُمْ أَكْثَرَ مِنْ غَیْرِهِمْ  
(بحرہ اللہ المہذب جلد اول ص 118)

اس بین الاقوامی دعوت دینے والے نبی کی کامیابی کے اصول ان اصولوں سے  
تکلف ہوں گے جو ایک امام صرف اپنی قوم کے اندر دعوت کے لئے استعمال  
کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی امام اپنی قوم کو صحیح  
سنت کی دعوت دے گا اور انہیں پاک کرے گا اور ان کی حالت درست کر  
کے ان کو اپنا آلہ کار بنائے گا وہ ان کی مدد سے اپنی اقوام عالم سے لڑے گا اور  
ان کو چاروں طرف اپنی دعوت کا پیام دے کر بھیج دے گا چنانچہ قرآن حکیم  
کی آیت ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم امت عربیہ کا  
بہترین طبقہ ہو جو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو) اس کی وجہ یہ  
ہے کہ وہ امام تمام انہیں نفس نفس لائقہ اقوام کے ساتھ لا بیز نہیں سکے چو کہ  
صورت حل یہ بن جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے قانون شریعت کا  
جو ہر تمام اقوام کے لئے خواہ وہ عرب ہوں غیر عرب جو اچھی آب و ہوا کے  
خطوں میں بہتی ہیں بنزلہ مذہب طبعی ہو۔ ہاں ہمہ اس امام کی قوم کے علوم و  
ارتقاات کا دیگر اقوام کی بہ نسبت اس تعلیم میں زیادہ خیال رکھا گیا ہو)

یہ بین الاقوامی دعوت دینے والا امام اپنا کام بین الاقوامی دعوت سے شروع نہیں  
کے گا بلکہ سب سے پہلے اپنی قوم کے صلح حاضر کو جمع کر کے قومی انقلاب برپا کرے  
گا اور پھر اس قومی انقلاب کی مجلس نملہ (جو ارچہ) دو سری اقوام میں کام کرے گی اور ان  
کے اندر انقلاب برپا کرے گی۔

حضرت موسیٰؑ کی مثل : حضرت نبی اکرم ﷺ کی شاندار بین الاقوامی کامیابی اسی  
اصول طبعی کی پابندی کی رہن منت ہے۔ یہ اصول اس سے پہلے بھی برحق کی کوشش کی  
مکمل تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے فرعون کے بین الاقوامی مرکز سے کو توڑنے  
کے لئے اسی حربے سے کام لیا جب خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو دعوت

خسفی کی زیارت سپرد کی (جو بین الاقوامی دعوت ہے) تو بن کو نور بن کے رفیق کارِ حضرت  
ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ:

فَأَنبِئْهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ  
وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ لَنَا اتَّبِعِ الْهُدَىٰ  
عَلَىٰ (طہ: 20: 47)

(یعنی دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس کے کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے  
پیامبر ہیں اس لئے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور بن کو عذاب مت  
دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی کھلی کھلی نشانیوں لے کر آئے ہیں۔ اب  
جو ہدایت کی پیروی کرے گا وہی سلامت رہ سکتا ہے۔)  
چنانچہ خدا کے دونوں پیامبر فرعون کے پاس جاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام  
بطور نمائندہ گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

قَدْ جِئْنَاكَ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكَمُ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ  
(الحاق: 7: 105) (میں چھپتا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کھلی کھلی نشانیوں لے  
کر آیا ہوں۔ اس لئے اب بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کرو)

بالکل ایسے ہی حضرت نبی اکرم ﷺ نے پہلے قریش اور عرب میں بین الاقوامی کام کو  
قوی رنگ میں کرنا شروع کیا اور بن مظالم سے پاک کرنے کی کوشش کی جو وہ انسانیت پر کر  
رہے تھے۔ اور بن کو تعلق باللہ کا وہ سچی یاد دلایا جو وہ بھول چکے تھے۔  
(16) فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا  
(فرعون نے اس پیامبر کا کہنا نہ مانتا تو ہم نے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر

دیا)

فرعونی ملوکیت کا خاتمہ: فرعون کی ملوکیت بنی اسرائیل اور سب مصریوں سے ناجائز  
استغلال (Exploitation) کر رہی تھی۔ اس نے بن کو غلامی کی امتیازی ذلت میں مبتلا کر رکھا  
تھا۔ بن سے اتنی محنت و مشقت لی جاتی تھی کہ بن کو بیلوں اور گدھوں کی طرح تمام گھریلو  
کاموں کے لئے استعمال کیا جانے لگا تھا اہرام مصر (Pyramids) جیسی عظیم الشان عمارتیں

جن کی تعمیر میں لاکھوں من چٹری سلیس لگی ہیں سب مصریوں کے ہاتھوں بنوائی گئیں۔  
جب حکمران طبقہ اپنی قوم کو یوں ذلیل بنائے تو اسے کیوں زندہ رہنا چاہئے؟ وہ تو اپنی  
قوم کو آدمی ہی نہیں بنائے بنی اسرائیل کی ان کے ہاں کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ چنانچہ فرعون  
نے بھی بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ چلنے دینے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ  
نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آزادی کے پروگرام پر منظم کر لیا اور  
ان کو مصر سے نکال لے گئے اب خداوند تعالیٰ نے بھی بنی اسرائیل کی خاص مدد فرمائی۔ اور  
ان کے دشمنوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے برہلو کر دیا۔

چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ کسریٰ اور قیصر: اسی طرح چھٹی صدی عیسوی  
کے فراعنہ (Pharoas) کسریٰ ایران اور قیصر روم — کے لئے ایک نبی اعظم ﷺ آیا  
جس نے ان کو دعوت دی کہ وہ اسلام کا قانون — قرآن حکیم — قبول کر کے اسے  
راج کریں اگر وہ اس قانون کو رائج نہ کریں گے تو کسانوں پر جو ظلم وہ کر رہے ہیں اس  
کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ قیصر روم کو جو خط لکھا گیا اس میں یہ الفاظ خاص ہیں:  
اِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَاْعِیَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتَ نَسَلَمَ یٰوُزَیْکَ اللّٰهُ  
اَجَرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْبَیْرُیْسَیْنِ  
(الصبح البھاری باب دوم دہلوی)

(میں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر اسے مان لو گے تو دنیا میں  
بھی بچ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وکٹا اجر بھی دے گا اگر تم نے اس  
دعوت کو قبول نہ کیا تو تمہارے کسانوں پر جو مظالم ہو رہے اور وہ اپنی جماعت  
کے باعث جو ظلمیں کر رہے ہیں ان کے تم ذمہ دار ہوں گے)  
اس خط سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی انسان دوستی شروع ہی سے طوکیٹ  
پرستوں کے جوئے تلے دبے ہوئے لوگوں خصوصاً کسانوں کے ساتھ تھی کیونکہ ان ممالک  
کی غالب آبادی ان کسانوں وغیرہ ہی پر مشتمل تھی چنانچہ امام الامام ولی اللہ دہلویؒ نے  
حجتہ اللہ البالغہ (ص 105) میں اس طبقے کی زبوں حالی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت عبرت  
انگیز ہے۔

کسٹی و قیصر نے یہ دعوت قبول نہ کی نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح فرعون کو دنیا میں سزا دی گئی اسی طرح یہ دونوں سلطنتیں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد صحیح ثابت ہوا کہ هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ وَهَلَكَ قَبْصَرٌ فَلَا قَبْصَرٌ بَعْدَهُ (کسٹی و قیصر ہلاک کر دئے جائیں گے اور ان کے بعد ان کا کوئی جانشین نہیں ہوگا)

یہ تھا بین الاقوامی انقلاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ذریعے سے پیدا کیا اور جس کا قائدہ تمام کمزور جماعتوں کو پہنچا۔

(17) فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِجَابًا

(18) (الف) السَّمَاءُ مَنفُطَةٌ : (تم کس طرح بچ سکو گے اگر

تم نے انکار کیا اس دن کاجو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس سے آسمان پھاڑا جائے گا)۔

وہ یوم انقلاب آنے والا ہے اور جس طرح قیامت کبریٰ کا عذاب ایسا خوفناک ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیں گے اسی طرح چھوٹے بچے پر آنے والے ایام انقلاب میں تمام مخالفین کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس یوم انقلاب کے لانے کے لئے خدائے قدیر اور مدبر السموات والارض تدبیر کر رہا ہے اگر اسے قریب تر لانے کے لئے آسمانی قوتوں کو پھاڑنا (یا بقتل حضرت مسیحؑ) پڑے گا تو وہ بھی کر ڈالے گا۔ انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے طریقے : تدبیر الہی کے انہی اصول کار کی تشریح کرتے ہوئے امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا تَهَيَّأَتْ أَسْبَابُ هَذَا الشَّرِّ اقْتَضَتْ رَحْمَةُ اللَّهِ بِعِبَادِهِمْ وَلَطْفُهُ بِهِمْ وَعُمُومُ قُدْرَتِهِ عَلَى الْكُلِّ وَشُمُولُ عِلْمِهِ بِالْكُلِّ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي تِلْكَ الْقُوَى وَالْأُمُورِ الْحَامِلَةِ لَهَا بِالْقَبْضِ وَالْبَسْطِ وَالْإِحَالَةِ وَالْإِلْهَامِ حَتَّى تَقْضَى تِلْكَ الْجُمْلَةُ إِلَى الْأَمْرِ الْمَطْلُوبِ

یعنی جب عارضی قیامت کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور

اس کی مہینگی تقاضا کرتی ہے کہ اس عارضی قہاحت کو دور کر کے مصلحتِ عالمہ کے مطابق حالت پیدا کر دی جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر مہرِ راست رکھتا ہے۔ اور کائنات کے ذرے ذرے کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس غرض کے لئے وہ مخلوقات اور ان کی قوتوں میں تصرف کرتا ہے اس کے تمام تصرفات چار قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں:

(1) قبض : (یعنی جو قوتیں مصلحتِ کلیہ کے خلاف ہوں) ان کی قوتِ عالمہ روک دی جاتی ہے)

(2) بسط : (یعنی جو قوتیں مصلحتِ کلیہ کے لئے مفید ہوں مگر کمزور ہوں ان کو قوی مثالیہ سے مدد پہنچا کر طاقتور بناتا ہے)

(3) اعلیٰ : (یعنی مصلحتِ کلیہ کے قیام کی غرض سے اگر ضرورت پڑے تو ایک عنصر کو دوسرے عنصر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے)

(4) الام : (یعنی مصلحتِ کلیہ کے قیام کے اصول کی محبت یا اس کے خلاف قوتوں کی نفرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس کے حق میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کسریٰ و قیصر اور ان کے قبیح میں قریش کو انداز : الغرض ان مذاہب کے ذریعے سے قرآنی انقلاب لایا جائے گا اور کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی اور نہ مجاز میں کوئی غیر انقلابی رہے پائے گا اب اگر فرعون موسیٰ کی تحریک انقلاب کی مخالفت کر کے بچ نہ سکا تو قیصر و کسریٰ اور ان کے کئی اور مجازی جنہیں اس انقلاب سے جو قرآن حکیم لانے والا ہے کس طرح بچ سکتے ہیں؟

اس مدہنگوئی کی تصدیق : تاریخ شاہد ہے کہ یہ مدہنگوئی حرفِ بحرف صحیح نقلی اور اس اعلان کے حمزہ سل کے بعد جنگِ بدر میں ابو جہل اور اس کی جنہیں اور چند سل کے بعد ابرہہؑ اور رومی جنگوں میں کسریٰ ابراہیم اور قیصر روم ہلاک ہو گئے۔

(ب) کَانَ وَعَدَهُ مَفْعُولًا : (یہ بات ہو کر رہنے والی ہے) یہ انقلاب

ہو کر رہے گا اور کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی!

یہ اعلان جنگِ بدر سے حمزہ سل پہلے کیا گیا تھا اور بدر میں عین اس کے مطابق ہو کر

۴

انقلاب کا مطالعہ کرنے کی ضرورت : ہمارے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیر میں اس نکتے میں لکھیں جب قرآنی انقلاب دنیا کے اکثر حصوں پر چھا چکا تھا اور قرآنی نظام (Quranic Order) کے مطابق مسلمانوں کی زندگی کی تنظیم ہو چکی تھی اس لئے یہ مفسرین انقلاب کی وہ کیفیت سمجھنے سے معذور رہے جو صدر اسلام میں پیش آئی تھی اور جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے واقعہً زندگی بسر کی۔ اس لئے یہ مفسرین اکثر واقعات کو جو انقلاب کے نکتے میں پیش آیا کرتے ہیں اور جو واقعی قیامت کبریٰ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ قیامت کبریٰ ہی پر محمول کر کے خاموش ہو گئے۔ اس انقلاب کی حقیقت کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس قسم کا انقلاب دیکھا ہو ہم خود ہندوستان میں اس انقلاب کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو یورپین استیلا سے پیدا ہوا مگر ہم ایک واسطے سے اس انقلاب کے حالات جانتے ہیں۔ جب وہ حالات سنتے ہیں تو بدن پر دو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے انقلاب کی قریب ترین مثال روسی انقلاب کی ہے روس میں زار کے خاندان اور دیگر روسی اہرام کے خاندانوں سے جو جتنی وہ کچھ وہی خوب جانتے ہیں جو ان قیامت خیز و شہزادہ لوٹ سے دوچار ہوئے جو لوگ 1917ء ہندی کے بعد پیدا ہوئے وہ ان کی حقیقت سے کس طرح واقف ہو سکتے ہیں؟ اور صفحہ تاریخ وہ ملوچنگان مناظر کس طرح دکھا سکتے ہیں۔ جو آنکھوں نے 1917ء ہندی میں دیکھے اور اس سے تھوڑا سا فرق کر کے مثالی خلافت میں جو انقلاب آیا ہے اور شعی خاندان جس طرح بھیک مانگتے اور بری طرح اخلاقی نیچے پر مجبور ہوا۔ مسلمانوں کا کھانا پینا طبقہ وہ مسلمانوں کے سامنے نہیں آئے دنیا ورنہ مسلمانوں کے سامنے روس کے انقلاب کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ اور جتنی سزا جہنمیں کو دی گئی وہ ہمارے عوام سن لیں تو آنکھیں کھلی رہ جائیں!

۱۔ راقم الحروف کے استاد مولانا مفتی عبدالحمید صاحب لودیانوی تامل دہہ ہیں انہوں نے اپنے شعر (مردانہ) میں پیش آنے والے واقعات راقم الحروف کو سنائے ان کو سن کر دل دہل جاتا تھا اور راقم الحروف نے اپنے خاندانوں کے بزرگوں سے شورش مذکور کے جو حالات سنئے وہ زبان گھم لوار کرنے سے عاجز ہے۔

الغرض قرآن حکیم قیامت کبریٰ کے جس چھوٹے سے نمونے — انقلاب — کی خبر دے رہا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا اور کوئی ارضی و سبوی طاقت اسے روک نہ سکے گی

(19) (الف) اِنَّ هٰذِهِمْ تُزَكَّرُوْنَ : (یہ ایک یاد دہانی ہے)

قرآن متنبہ کرتا ہے : جو لوگ قرآن سوچتے ہیں قرآن حکیم ان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے اور جو لوگ اس کے خلاف ارتجاع (Reaction) سوچتے ہیں ان کو تنبیہ کرتا ہے۔  
(ب) فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا (اب جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ پکڑ لے)

اب کون بچے گا؟ : اس انقلاب نے اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ جو شخص چاہے یہ راستہ اختیار کر لے اور قرآنی تعلیم کو اپنا پروگرام بنا کر دنیا اور آخرت کے مذاہب سے بچ جائے۔ رسول اللہ کا فرض یہ ہو گا کہ بھولے بھٹکے لوگوں کو یاد دہانی کراتے رہیں۔ آپ کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم سے صحیح طور پر سوچنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انقلاب وہی کامیاب ہوتا ہے جس کے کارکن انقلاب کے اصولوں کو سمجھ کر اپنائیں اور پھر اپنی ذمہ داری پر کام کریں۔ جب تک کوئی شخص اپنے فیصلے سے انقلابی نہیں بننا انقلاب میں وہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ جو لوگ اچھی طرح سمجھ کر شامل نہ ہوں وہ بھی ارتحاشی بن جلیا کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن کے اصولوں کو سمجھا کر انقلابی بنانا ضروری ہے۔

نظر باز گشت : اس رکوع میں مندرجہ ذیل مضامین آگئے ہیں :

(1) قرآن حکیم کی تحریک عوام اور خواص دونوں میں جاری کی جائے تاکہ یہ اپنے انقلابی اثرات پیدا کرے۔

(2) اس تحریک کو آگے بڑھانے کے واسطے صرف خدا پر بھروسہ کر کے کام کرنا ضروری ہے۔

(3) اس تحریک کا ابتدائی مقابلہ بین الاقوامی میدان میں کسریٰ و قیصر کے سربراہ پرستانہ نظام سے پیش آئے گا اور قومی میدان میں ان لوگوں سے جن کی ذات سربراہ پرستانہ ہے۔

- (4) ابتدا میں انقلابی جماعت لڑنے سے باز رہے اور ممبر کے ساتھ تمام مصائب برداشت کرتی ہوئی تیار کرے۔
- (5) قرآنی انقلاب کی بنیاد مسکینوں کی خدمت پر ہوگی اور اسی مسئلے پر قیامت کے روز اقوام اور افراد کو فیصلہ ہوگا۔
- (6) عمومی انقلاب برپا کرنے سے پہلے اس کے پیشرو (Pioneers) تیار کرنے کے لئے قومی انقلاب پیدا کیا جائے۔





## انقلاب کی منزل دوم

### بین الاقوامی انقلاب

تمہید : انقلاب کی حقیقت ان کے ذہن نشین ہوگی۔ اب یہ اساتذہ — ائمہ انقلاب — اپنے اپنے گھروں پر لوگوں کو تیار کریں گے اس لئے شب بیداری کی وہ پابندی جو ایک سال پہلے لگائے گئی تھی کہ ایک تہائی نصف یا دو تہائی رات گئے تک کھڑے رہا کرو۔ غیر ضروری قرار دے دی گئی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسے قیامت تک کے لئے منسوخ کر دیا گیا۔ اس ”قول فہیل“ پر عمل کرنے کی تیاری کے لئے ضرور کم سے کم ایک سال تک بلاستیجلب (Intensive) مطالعے اور گہرے غور و فکر کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد بھی جب انہی اصولوں پر انقلاب بپا کرنے کی ضرورت ہوگی پھر یہی اصول قائم ہو جائے گا۔ اور یہ آیت دیر عمل آجائے گی۔ یہ قیام رسول اکرم ﷺ کے لئے ساری عمر ضروری رہا مگر عام لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(20) (الف) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحِصُواهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ : (بہک حیرا پروردگار جانتا ہے کہ تو اور میرے ساتھیوں میں سے ایک چھوٹی سی جماعت دو تہائی سے کچھ کم یا نصف شب یا ایک تہائی رات تک کھڑی رہتی ہے اور اللہ مقدار معین کرتا ہے رات اور دن کی وہ جانتا ہے کہ تم (بیش) اس حکم کی پیروی نہ کر سکو گے اس لئے اس نے تمہیں اس حکم کی فہیل سے بری کر دیا اب تم اتنا قرآن پڑھ لیا کہ جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکو)

قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا : یہ حکم تمام دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے دائمی حکم نہ تھا کہ وہ ایک تہائی یا نصف یا دو تہائی رات تہجد میں گزاریں جس میں

وہ قرآن حکیم پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ زمین کے بعض حصوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں جیسے ہاروے کے شمل میں ایک ماہ کی رات ہوتی ہے۔ اگر اتنی لمبی رات کا آدھا یا تہائی بھی کھڑا رہنا پڑے تو عملی طور پر یہ ناقابل عمل ہو گا ایسی تعلیم جس میں اس قسم کے حکم ہوں عالمگیر نہیں بن سکتی۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے انسان کی طبیعتی ضرورت کے مطابق قرآن حکیم کے احسن مطالبے کا حکم دیا جس پر عمل پیش ممکن ہے۔

### ترمیم حکم کے دوسرے اسباب

(۱) امراض (۲) سفر (۳) قتال : اس حکم کے بدلے میں رات دن کی کمی بیشی کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہیں۔ مثلاً :

(ب) عَلِمَ أَنَّ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرَضٌ : (وہ جانتا ہے کہ تم میں عنقریب بعض لوگ بیمار بھی ہو جائیں گے)

(۱) جو لوگ بیمار ہوں گے وہ اس طویل شہانہ طبیعتی مہلت کے محمل نہ ہو سکیں گے۔

(ج) وَالْآخَرُونَ يَضِيقُ فِي الْأَرْضِ يَمْتَنِعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ : (اور دوسرے لوگ سڑ کر ہیں گے زمین پر اللہ کے فضل کی تلاش میں۔)

(۲) بعض لوگ انقلابی ضرورتوں کے لئے سرحد جمع کرنے کی خاطر خواہ وہ اپنی ذات کے لئے ہو یا جماعت کے لئے راتوں کو سڑ کر ہیں گے۔

(د) وَالْآخَرُونَ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ : (اور دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتل کریں گے)

(۳) بعض لوگ اس انقلابی پروگرام کو زمین میں قائم کرنے کے لئے سرحد کی بازی لگا کر خدا کی راہ میں لڑیں گے۔

(ه) فَأَقْرَعُوا مَا تَبَيَّنَ مِنْهُ : (اس لئے انکا پڑھ لو جتنا آسانی سے پڑھا جاسکے)

یہ دائمی قاعدہ ہے کہ حسب ضرورت جتنا سہولت سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ مملکت (State) کی عظیم صرف علم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ تجارت اور تحفظ مملکت کی بھی ضرورت

پڑتی ہے۔ پس ہر شخص کو کوئی نہ کوئی منفعت بخش کام (Productive Occupation) اختیار کرنا چاہئے۔ جو سوسائٹی کے لئے مفید ہو اور جس کی قانون اجازت دے۔ انقلاب کا نتیجہ یہ ہے کہ انقلاب منظم کر کے عوام کو ارتقائی راستے پر لگا دیا جائے۔ اس وقت ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنا ہو گا تاکہ ملکی پیداوار بڑھے اور اس پیداوار کی تنظیم میں بھی انقلاب کا ایک فریضہ ہے۔ اسی کے بل بوتے پر انقلابی جماعت اپنے انقلاب کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ اگر ملک کی پیداوار منظم نہ ہوگی تو مختلف طاقتوں کے حملوں کو برداشت نہ کیا جاسکے گا اور از حجامی طاقتیں فتور پھا دیں گی۔ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر یہ افراد کے اختیار میں ہو گا کہ کونسا مفید پیشہ اختیار کریں۔ جو لوگ فن پیشوں کو اختیار کر لیں گے وہ نماز تہجد بطریق مذکور رات کو مقررہ طویل گھنٹوں میں نہ پڑھ سکیں گے۔ اس لئے قانون میں قدرے ترمیم کر دی گئی۔

الفرض اب اپنی سولت کے مطابق قرآن حکیم پر تدبیر جاری رکھو اور دیکھو کہ اس کے مطابق حکومت کس طرح چلائی جائے گی۔ اس قرآن غولنی کی عملی شکل کیا ہوگی۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

وَاٰخِرُوْنَ بِقَوْلٍ لِّمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ایک اہم نکتہ : قرآن کی تعلیم انقلابی ہونے کا ثبوت : یہ آیت نہایت اہم تاریخی چیز ہے۔ یہ بحث کے دوسرے سلسلے میں نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی جگہوں کی طرف نہایت صاف و صریح اور ناقابل تکوید الفاظ میں اشارہ موعود ہے اس سے قرآنی فکر کے انقلابی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ملتا ہے۔ انقلاب اگر سوچے سمجھے ہوئے پائیدار اصولوں پر مبنی کیا جائے تو اس کے بنیادی فکر میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی اگر قرآن حکیم انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے تو ضرور اس میں لڑنے کا فکر شروع ہی سے موعود ہونا چاہئے۔ گو لڑنا نہ لڑنا واقعی مصلحت کے مطابق ہو گا۔ یہ آیت اس فکر کی پوری پوری تائید کرتی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کو ناقابل تردید طور پر انقلابی ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں قتل کا جو فکر پیش کیا گیا ہے۔ وہ پہلا جرثومہ (Germ) ہے جس نے آگے چل کر انقلاب اور قویہ کی ترکیب اور جامعیت حاصل کر لی۔

اب انفل اور قویہ قرآن حکیم کی دو سورتیں ہیں جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل سے دیا گیا ہے۔

عدم تشدد طبعی اصول نہیں : نہ مل کا یہ سب سے اہم ستاک ملوہ ہے کہ عدم تشدد (Non-violence) کو جو انقلاب کی تیاری کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ سیاست کا لازمی اور دائمی جز قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ انسانی سیاست کی قلبی غیر طبعی ترجمانی ہے۔ قرآن حکیم اور اس کی بنیاد حکمت الہام ولی اللہ، اس سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ چونکہ انسان بہیت (Anima) اور عقلیت یا ملکیت (Persona) سے مرکب ہے۔ یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ انسان اجتماعی حیثیت سے اپنی اوقالی زندگی کے کسی دور میں بھی بہیت سے علیحدہ ہو جائے گا اس لئے جنگ اور قتل — جملہ — جس کے ذریعے سے ملکیت یا عقلیت، بہیت پر غالب آتی رہے گی انسانی معاشرہ (Society) کا لازمی جز رہے گا انسانیت فقط عدم تشدد (Non-violence) مصلحت (Compromise) سے کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ ہمیشہ انقلاب (Revolution) سے آگے بڑھتی ہے جس کے لئے تشدد اور عدم تشدد دونوں ضروری ہیں۔

تادمہ : ہماری شرعی اصطلاح میں جملہ کے لئے امیر، لشکر اور سلطان جنگ کی ضرورت ہے۔ یہ اجتماع سے حاصل ہو سکتی ہیں لیکن اگر اجتماع ٹوٹ چکا ہو اور سلطان جملہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے فتنہ ہر مرد اور عورت کو انفرادی طور پر بھروسے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ یہ ہے انقلاب۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ بات انہیں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ نے سمجھائی تھی ہماری قوم میں علی گڑھ پارٹی نے جس طرح جملہ میں سستی برتی ہے وہ نہایت قتل افسوس ہے اور مزید برآں گاندھی جی کا مستقل عدم تشدد کا نظریہ جہ کن ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی: ایک شبہ کا ازالہ : حضرت نبی اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کا ایک ہی محور تھا۔ انقلاب جس کے لئے قتل لازم ہے لیکن یورپ کے پراپیگنڈہ کرنے والے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں کہ آپؐ مکہ میں مسکنی کی زندگی بسر کرتے رہے مگر مدینہ پہنچنے ہی حالات کچھ سازگار ہوئے تو (نور اللہ) کل کھیلے اور قافلے لوٹنے شروع کر دیئے اور رفتہ رفتہ ایک ریاست (State) کے مالک بن بیٹھے۔ چنانچہ مشہور اہل قلم مسٹر جوزف ہل (Joseph Hull) اپنے مقالے ”الاستان العربیہ“ (der Arabes)

(Die Kultur) حرمہ جناب صلاح الدین خدا بخش صاحب ایم۔ اے بی۔ سی۔ ایل 'ہرٹر  
ایٹ لاؤپنڈ) کے صف 22-23 پر لکھتے ہیں کہ:

The man who just left Makkah and the man now entered Medina seem to be two different men. The former man an ideal preacher of a perfect religion who for his convictions, cheerfully endured scorn and persecutions and who sought no other distinction than that of being acknowledged a messenger of God. There is no trace of love of power in him-- nothing to indicate that he was striving to set up a state organisation at the head of which he wished to preside. Of social reform the one thing that he sought to achieve in Mekka-- supported by the doctrine of unity of God and the day of Judgment reinforced by the joys and horrors of Heaven and Hell--was the widening of the circle of duties beyond the tribe, to all faithfuls alike and to mankind at large in the event of their accepting the true faith.

He left Mekkah as a Prophet but entered Medina as the Chief of a Community. The "fugitives" constituted a tribe by themselves and as a corporate body were described under the name and style of Muhajirin. This change of position created fresh problems, set new tasks but Mohammed was quite equal to the occasion. The Prophet now retires into the background-- the diplomatist now comes forward. The Prophetship is now only an ornament of the ruler, an effective weapon establishing,

extending, maintaining power".

(یعنی جس شخص نے ابھی ابھی کے سے ہجرت اختیار کی اور جو اس کے بعد مدینے میں داخل ہوا ایک نہیں دو ہوا۔ اگلے اٹھاس معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا ایک کامل اور مکمل مذہب کا مبلغ تھا اس نے اپنے اعتقالات اور ایمانات کے سبب اپنے مخالفین کی طرف سے ہر قسم کا نفرت آمیز سلوک اور طرح طرح کی معیشتیں برداشت کیں۔ وہ خدا کا پیامبر بننے والے کے سوا اور کسی قسم کے امتیاز کا خواہی نہ تھا۔ قوت حاصل کرنے کا اسے خواب تک نہ آیا تھا اور یہ ہرگز نظر نہیں آتا کہ وہ اپنے ماتحت کوئی حکومت قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ اہل مکہ سے صرف اتنی اصلاح چاہتا ہے کہ وہ اپنے قبائلی فرائض کے حلقے کو وسیع تر کر کے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیں اور اگر تمام دنیا کے مسلمان اسلام لے آئیں تو ان سب کو اس حلقے میں لے لیں۔ وہ صرف اس غرض سے اہل مکہ کو توحید کا سبق دیتا ہے۔ اور یوم آخرت کے مطالب سے ڈراتا ہے۔ اور ثواب کی توقع دلاتا ہے۔

الفرض اس نے کہ چھوڑا تو وہ شخص ایک نبی تھا اور جب مدینے میں داخل ہوا تو وہ ایک گروہ کا لیڈر تھا جو لوگ ہجرت کر کے اس کے ساتھ آئے تھے ان کا معاشرہ بن کے نام سے ایک الگ فرقہ بن گیا۔ اس تبدیلی نے نئے مسائل اور نئے کام پیدا کر دیئے مگر (حضرت محمد ﷺ) ہر ایک مسئلے کو حل کرنے اور ہر ایک کام کو سرانجام دینے کا اہل تھا۔ اب نبی پس منظر میں چلا جاتا ہے اور اس کی جگہ سیاست دان (Diplomatics) آگے آ جاتا ہے۔ اب نبوت حکمران کے زور کے سوا اور کچھ نہیں جسے وہ اپنی ریاست قائم کر کے اسے وسیع دینے اور قائم رکھنے میں استعمال کرتا ہے)

در اصل مشنری لوگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبی اور مدنی زندگی میں اس قسم کی تفریق کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مدینے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا فکر (Idea) بدل گیا تھا جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی تعلیم انقلابی (Revolutionary) نہیں ہے جو اصول انقلاب کے مطابق نہیں بلکہ حالات کے تابع

تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ محملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس کا ثبوت آیت زیر بحث سے مل جاتا ہے۔ کئی زندگی میں قرآنی جماعت کو تباہ کیا تھا کہ آگے چل کر قل (War) ہوگئے چنانچہ اس کے چند سال بعد بدر سے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تک برابر جاری رہا اور ان کا تہہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں پیش آیا۔ جب قیصر و کسریٰ کے ممالک پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ جس کا فکر (Idea) کہ کرمہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں تکمیل تک پہنچا۔ منورہ کی زندگی درحقیقت اسی فکر کی توسیع تھی۔ چنانچہ امام الامامہ حضرت امام ولی اللہ "مطووس الحرمین" (ص 67) میں خلافت ہاطلہ اور خلافت ظاہرہ کی جو تشریح کرتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت ظاہرہ سے مراد سلطنت ہے اور خلافت ہاطلہ سے مراد بادشاہی ہے جو سلطنت پیدا کرتی ہے۔ یہ خلافت بادشاہ کہ کرمہ میں پیدا ہو چکی تھی۔ اسی کو قرآن حزب اللہ قرار دیتا ہے۔

(۵) وَأَقِمْو الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ : (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون : مسجد کی محفل کے ساتھ عام نماز محفل نہیں ہو سکتی۔ اسے ضرور قائم رکھو۔ یہ چلی چلی کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے مساکین کی خدمت جس کے لئے زکوٰۃ کا لوازم قائم کیا گیا ہے۔

مساکین کی خدمت کے لئے اپنی آمدنی میں سے انحصار نکالتے رہو کہ ان کا پیٹ بھر جائے۔ یہ انقلاب کلادی جز ہے۔ ورنہ غیر انقلابی کیفیت لوپر بیان ہو چکی ہے۔ یعنی جو لوگ مساکین کی مدد اور دیگر انسانی ضرورتوں کا مسئلہ حل نہیں کریں گے وہ سزا کے مستوجب ہوں گے۔ حکومت قائم ہو جائے تو مساکین کے کھانے پینے، وغیرہ کا معظم انتظام اس کا فرض اولین ہوگا۔ وہ عام مسلمانوں سے زکوٰۃ کا بھدر ضرورت لیں وصول کر کے مساکین پر خرچ کریں گی اگر آمدنی کی اس مد سے یہ خرچ پورا ہوتا رہے تو اچھا ہے۔ ورنہ دوسری مدت سے اس کام میں مدد دی جائے گی۔ اگر دیگر مدت بھی اسکی کفیل نہ ہو سکیں، تو مزید لیں لگایا جائے گا مگر یہ اختیار اس حکومت کو ہے جو اپنا حاسب قوم کے سامنے پیش کرے۔ اگر وہ دارالشوریٰ میں اپنا حاسب پیش نہیں کرتی تو اسے لیں وصول کرنے کا

کوئی حق نہیں ہے وہ جتنا لیتی ہے ظلم سے لیتی ہے  
(د) وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا : (اور اللہ کو لو عار دو بطریق احسن)

سرمایہ محدود کرنے کا قانون : زکوٰۃ کے علاوہ یہ قرضہ بھی قرآن کا قانون چلانے والی حکومت کو دیا جائے گا اور اس سے اس پر سود نہ لیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک شخص کو اپنا قاتلو روپیہ سرکاری بیت المال میں جمع کرانا ہو گا۔ جمل سے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور حکومت اس پر اپنی مرضی سے جس قدر چاہے نفع دے سکتی ہے۔ جس کی شرح دفیو پہلے سے طے نہ ہوگی یہ نفع دینا نہ دینا اور کس شرح سے دینا یہ سب باتیں حکومت کے اختیار تیزی پر چھوڑنا ہو گا۔

آج کل بینک آف انگلینڈ (Bank of England) نے تمام دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا نظام سود پر چلتا ہے ہمارے بینک ایسے نہیں ہوں گے ہمارے بینک امدادی بینکوں (Co-operative Societies) کے اصولوں پر ہوں گے جن میں ہلکا سود بھی نہیں لیا جائے گا۔ ان کے چلانے کے لئے سوائے اپنا طبعیہ انتظام کرے گی۔

(۱) وَمَا تَقْلَمُوا إِلَّا أَنْفُسَكُمْ مِنْ خَيْرٍ نَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ : (تم اپنی جو نیکی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے)

انفرادی اور اجتماعی مفاد کا تلازم : تم اپنے اجتماعی فائدے کے لئے جو کام بھی ان اصولوں پر کرو گے وہ ضائع نہیں جاسکتے۔ اگر ان سے براہ راست تمہاری ذات کو فائدہ نہ پہنچا تو تمہاری اولاد کو یا دوسرے عزیزوں کو یا اجتماع انسانی کے کسی فرد کو فائدہ پہنچ جائے گا اور دنیا میں قومی کاموں سے بڑھ کر بلند تر درجے پر کام کرنے کا حوصلہ دلائے گا اور اس کا جو اثر تمہارے نفس پر مرتب ہو گا وہ آئندہ زندگی میں بھی بلا اثر تمہارے لئے مفید ثابت ہو گا۔

(ج) هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا : (وہ اجر کے لحاظ سے بہت اچھا اور بہت بڑا ہے)

بین الاقوامی کام زیادہ شاندار کام ہے : بینک تم آج قومی درجے پر کام کر رہے ہو اور یہ کوئی بلند درجے کا کام نہیں ہے لیکن آگے چل کر تم اسی قومی کام کے نتیجے کے طور پر بین الاقوامی کام کرنے کے قابل ہو جاؤ گے جس کا اجر تمہیں اس سے بہت زیادہ اور



نہایت شاندار فعل میں ملے گا۔ پس اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔  
 (ط) **وَاسْتَغْفِرُوا لِلّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** : (پور اللہ سے معافی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے)

قیام ضبط کی ضرورت : اس قوی اور بین الاقوامی کام میں کبھی کبھار فطری ہو جاتا ہے کہ تو اسے اصول بنا کر نہ بیٹھ جاتو۔ بلکہ اصول دی ہیں جو قرآن حکیم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ فطری ہو جائے تو اس کو فطری سمجھ کر اس سے بازگشت کرو۔ از سر نو قرآن کے اصولوں پر قائم ہو جاتو اور اس طرح اپنی جماعت کا ضبط (Moral Discipline) نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رکھو اس طرح کرتے رہو گے تو فطریوں کے نتائج سے محفوظ رہو گے جو بعض اعتراضات تصور کر کے بلند درجہ حاصل کرنے کی کوشش میں چل بسا وہ ایسا ہی ہو گا جیسے اس سے کوئی تصور سرزد نہیں ہوا اور اسے دی اجر ملے گا جو اس کے ہمتیوں کو ملے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس قسم کی لغزشیں معاف کر دیتا ہے چنانچہ اس کا عام قاعدہ یہ ہے کہ **اِنْ تَجْتَنِبُوا كِبٰرًا نَّرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّنْجَلًا كَرِيْمًا** (النساء 4: 31)

(یعنی اگر تم بچے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں)



## خلاصہ الکلام

اس سورت (الزلزل) میں مندرجہ ذیل مضامین آئے ہیں:

- (1) قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی ہے اس لئے اسے خواص و عام دونوں بیک وقت پھیلا دیا جائے (آیات 2-7)
- (2) اس تحریک انقلابی میں کام کرنے والے صرف خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کریں۔ غیر قرآنی نظام والوں سے کسی رعایت و اعانت کی امید نہ رکھیں۔ (8-9)
- (3) اس تحریک کا مقابلہ قوی اور بین الاقوامی سطحوں میں سرایہ پرست اور طوکیست پرست لوگوں سے پیش آئے گا (11)
- (4) انقلابی جماعت شروع شروع میں تشدد اور جنگ سے پرہیز کرے گی۔ البتہ تیاری کے بعد وہ حسب ضرورت لڑ سکتی ہے۔ (نمبر 11)
- (5) انقلابی جماعت ان فوہل لوگوں سے جواب طلب کرے گی جو مساکین و یمو کی خدمت میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اسی اصول پر ہر ایک فرد سے جواب طلبی ہوگی (نمبر 11 تا 14)
- (6) انقلاب عمومی سے پہلے قوی انقلاب لانا ضروری ہے (نمبر 15)
- (7) ابتدائی کارکنوں (Pioneers) کو قرآن حکیم کا بلاستیبل (Intensive) مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ گو بعد میں اس قاعدے میں نرمی کی جاسکتی ہے۔ (آیات نمبر 2 تا 4 مع آیت نمبر 20)
- (9) اس انقلاب کی بنیاد تعلق باللہ اور عظیم مساکین پر ہوگی (نمبر 20)
- (10) یہ انقلابی تحریک اصولاً سرایہ پرستی کی مخالف ہوگی۔ اس لئے سود کو جائز نہ رکھے گی۔ (نمبر 20)
- (11) اس تحریک میں کام کرنے والے ہمیشہ اپنے کام کا جائزہ لیتے رہیں اور غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں اور اس طرح جماعت کا ڈسپلن (Discipline) قائم رکھیں (نمبر 21)



## تفسیر سورۃ مدثر

### بین الاقوامی انقلاب کے اصول

سورۃ مزمل کے ساتھ ربط : سورۃ مزمل میں محض ————— داخلی ————— انقلاب کا ذکر ہے۔ اور الفروی فکر کی اصلاح کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں بالخصوص کہا گیا تھا کہ :

(1) قُمْ الْبَيْلَ ..... وَذَرِ الْفُتْرَانَ تَنْزِيلًا

(2) وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَسْتَغْلِ الْيَهُ تَنْزِيلًا

(3) وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اس تعلیم کے مطابق حضرت نبی اکرم ﷺ لوگوں سے الفروی طور پر ملتے رہے اور ان کو قرآنی انقلاب سے روشناس کراتے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ اس انقلاب کو قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے وہ بھی اسی طرح کام کرتے رہے۔ لہٰذا بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ اس الفروی انقلاب کو اجتماع میں لائیں۔ چنانچہ سورۃ مدثر میں حکم دیا گیا ہے کہ :

(1) قُمْ فَاَنْذِرْ : (اللہ اور لوگوں کو اس آئے والے انقلاب سے ڈرا)

(2) وَذَرِكْ فَكَبِّرْ : (خدا کی بزرگی کا اعلان کر اس کا نتیجہ اس کے سوا

نور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآنی انقلاب اجتماع انسانی میں آجائے گا

(3) اِنَّهَا لَا اُحْصَى الْكُبْرُ ۝ نَنْبِئًا لِلْبَشَرِ : یہ انقلاب تاریخ

انسانی کے بہت عظیم الشان واقعات میں سے ہے۔ اور یہ ساری نوع بشر کے

لئے ڈرلوا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس ڈرلے کو عوام تک پہنچانا مقصود ہے۔ چنانچہ اب نبی اکرم ﷺ نے طلبہ تبلیغ شروع کر دی اور آپ عوام کو پیش از پیش تیزی کے ساتھ قرآنی انقلاب کی دعوت دینے لگے۔

سورۃ مدثر کا مضمون : قرآنی انقلاب جامع انسانی انقلاب ہے یعنی انسانیت اعلیٰ کے

جملہ قلعے پورے کرنے والا انقلاب ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد جن اخلاق پر ہے ان کی طرف شروع کی آیات (نمبر 2-10) میں اشارہ کرنے کے بعد اس انقلاب کے حاضنین کی ذہنیت کا تجزیہ (Psychological Analysis) منسلک ہوگی سے کیا گیا ہے۔ (آیات نمبر 11-25) اور پھر دکھایا گیا ہے کہ دنیا میں یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو دوسری زندگی میں اس کا ظہور کس طرح ہوگا (آیات نمبر 26-30)

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ قرآن کا عالمگیر انقلاب قوی اور بین الاقوامی منازل میں سے گزرے گا تو اس کی کامیابی کے اسباب کیا ہوں گے (آیات 36-49) اور جو لوگ اسے مان لیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی اور جو نہ مانیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی (آیات نمبر 50-56)

الغرض اس سورت میں قرآنی انقلاب کے اخلاق اور ابتدائی اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حاضنین کی ذہنیت کی تشریح کی گئی ہے اور اس انقلاب کی احتمالی کامیابی کی مددگاری کی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُنَافِقُونَ (اے مدثر)

مدثر کے معنی : لفظ منزل کی تشریح کے دوران میں بیان کیا جا چکا ہے کہ موطا لہم ہاگ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نام المہاجی بھی ہے جس کے معنی خود حضرت نبی اکرم ﷺ نے بتائے ہیں کہ يَمُحُّوْا اللّٰهَ بِئِى الْكُفْرِ (یعنی میرے ذریعے سے اللہ کفر کو محو کرے گا) چنانچہ انہی طور پر مدثر کے معنی اٹھک۔ (ہلاک کرنا) بیان کئے گئے ہیں جو بالکل المہاجی کے معنی کے حروف ہیں۔ پس مدثر کے معنی ہیں دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم و جور مٹانے والا۔ نبی اکرم ﷺ یہ کام ملت حنیفہ یعنی حضرت ابراہیمؑ کے اصول حیات کے دوبارہ زندہ کرنے سے کریں گے جو آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اور جس کے نمائندے قریش تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر ایک نکتہ : سیرت نبی (علیٰ صاحب) اچیت و السلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملت حنیفہ ابراہیمیہ کے قیام کے لئے جہاد

ہے تب تھے آپ کی تربیت بھی قریش کے لوہے گھراؤں میں ہوئی۔ جن میں اس ملت کی ابھی ابھی باتیں ہوتی تھیں۔ پھر وہ انقلاب کا لہر تھا قناتس اور روم آپس میں لڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا کیونکہ ان کے تہارتی تعلقات اور دونوں ممالک کے ساتھ تھے اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمدورفت تھی۔ چنانچہ قریش کا سمجھدار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا:

(1) ایک طبقہ قیصر کی طرف مائل تھا۔

(2) دوسرا طبقہ کسٹن ایرین کی طرف مائل تھا۔

(3) تیسرا طبقہ دونوں سے الگ تھا اور حیثیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بنے اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا نبی اکرم ﷺ میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خدو لولو استعداد بھی موجود تھی۔ آپ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لئے آپ سرگرداں تھے (وَوَجَدَكَ ضَالًّا) ۱۔ وہ خدو لولو تعالیٰ نے فراہم کر دی (فَهَدَىٰ) ۲۔

آپ قرآن حکیم کے ذریعے سے دیئے انسانیت میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں سے ہر قسم کا ظلم غلامی خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا بندوں کے باہمی تعلقات میں یعنی روحانی ہو یا اقتصادی سب مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریق پر تعلقات قائم کئے جائیں گے اور انسانیت میں معاشرت، معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائے گا۔ اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہوگی۔ بلکہ وسیع ترین معنوں میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہوگا۔

۱۔ یہ خیال تھا ہے کہ قریش اور اہل عرب المذبح کے دھبوں کی طرح بالکل وحشی لوگ تھے جن میں کوئی انسانی غلطی باقی نہ رہی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قریش اور اکثر اہل عرب میں ملت خلیفہ کا اچھا خاصہ حصہ باقی تھا۔ چہ آج کل مسلمانوں کی چہی کے باوجود ان میں اپنے بزرگوں کی بدست سی ابھی باتیں موجود ہیں تحصیل کے لئے دیکھو حمد اللہ الہیہ جلد اول ص 124) ۲۔ خدا تعالیٰ نے تجھے سرگرداں پایا ۳۔ پھر ہدایت دی۔

اسلام کا جامع انقلاب : دنیا میں اب تک جو انقلابات ہوئے ہیں وہ سب کے سب جزوی انقلابات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالمگیر اور جامع انقلاب نہیں ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری امام انقلاب ہیں۔ جسکی دعوت جامع عالمگیر انقلاب کے لئے ہے اور آپ نے اس جامعیت کا بہترین نمونہ سرزمین حجاز میں قائم کر کے دکھا دیا۔ جسے دنیا اب تک اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے آپ کے انقلاب میں اس وقت کی مہذب اقوام کا بیشتر حصہ آگیا۔ اور سب کو خدمت انسانیت کے ایک نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست کر دیئے۔ بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کر دیئے۔ اب جب کبھی کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی اسے آپ ہی کے نقش قدم پر چلنا ہوگا جو جماعت اس لائحہ عمل کے خلاف اور لائحہ عمل لے کر اٹھے گی وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ فرانس، جرمنی، ترکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی عین مثالیں ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کردہ حجازی انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر و کسریٰ کو بھی معصوم کر لیا۔

الغرض ہمارے نزدیک اللہ عز و جل کے معنی ہیں المحکم الکفر یعنی انسانیت میں سے ہر قسم کا کفر (انکار) نکالنے والا وہ انکار غلو خدا کے حقوق کے متعلق ہو یا انسانوں کے حقوق کے متعلق یہ انقلاب اسے انسانیت میں سے نکل باہر کرے گا۔ اس لفظ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا طبعی اور فطری عزم و استقلال ظاہر کرتا ہے جو اس کفر کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے بارے میں ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔

(2) قِم : (اللہ)

انقلاب میں اشاعت کی ضرورت : یعنی اب وہ کہہ کر تو دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم اور کفر مٹانے کا تہیہ اور ہمتہ عزم کئے ہوئے ہے۔ ہم سے ہدایت لے اور محنت سے کام کرے۔ اور جن لوگوں تک حیرتی آواز پہنچ سکتی ہے ان کو انسانی انقلاب کا یہ پیام سنا دے۔ اور ایسے لوگ تیار کر جو یہ انقلابی تعلیم دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔ ایسے خاص لوگوں کی مرکزی قوت راتوں کو کھڑے ہو کر قرآن حکیم کی تعلیم پر تدریس کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی

ہے جس کا ذکر سورہ منزل میں آچکا ہے۔ چنانچہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ اس شہنہ تعلیم نے وہ لوگ پیدا کر دیے جنہوں نے اس انقلاب کو قارس اور روم تک پہنچا دیا۔ اور پھر آگے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسے حبشوں ترکوں اور ہندوؤں تک پہنچا دیا۔ اب پھر یہ انقلاب پہلو بدل رہا ہے اور انشاء اللہ اس کی دعوت ہندوستان سے یورپ کی اقوام تک پہنچے گی۔

فَأَنْزِلْ (اور ڈرا)

قسم قسم کے ظلموں کی وجہ سے انسانیت جس جہی کے قار کی طرف جا رہی ہے اس سے لوگوں کو خبردار کر دے۔ وہ قافل ہیں اور بے خبر۔ اگر وہ بیدار نہ ہوئے تو وہ اپنے غلوں کے آپ ہی شکار ہو جائیں گے۔

(2) وَرَتَّكَ فَكَبَّرَ (اور اپنے پروردگار کی بڑائی بول)

انقلاب کا اصول لوگین انسانی قانون سے بغاوت : کوئی شخص اپنے گھر میں یا خاندان میں بڑا ————— کبیر ————— ہوتا ہے۔ کوئی اپنے شہر میں بڑا ہے کوئی اپنی قوم یا شہد بہت سی اقوام میں بڑا مانا جاتا ہے۔ لیکن تو ان میں سے کسی کو بڑا نہ مان بلکہ صرف خدوہ تعالیٰ کو بڑا مان ————— گھر میں 'خاندان میں' قوم میں اور تمام اقوام میں اس کے سوا کسی کو بڑا نہ مان۔ ہر جگہ اسی کی پوششی تسلیم کہ کوئی ایسی حکومت تسلیم نہ کر جو ایسے قانون کے ماتحت نہ ہو جو تمام انسانیت کے لئے یکساں ہو۔ خدا کی بزرگی کا اعلان ان معنوں میں کر کہ اس کے سوا کوئی کائنات کا مالک اور خالق نہیں۔ اس کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے اسی کا قانون نوع انسان میں جاری ہوگا۔ جب تو لوگوں کے سامنے خدا کی ہمہ گیر پوششی کا اعلان کرے تو کسی سے نہ ڈر۔ بلکہ جو لوگ خدوہ قدوس کو چھوڑ کر لوہوں کو اپنے لوہے حکمران مانتے ہیں۔ ————— مثلاً بزرگ خاندان 'سوسائٹی' 'ڈیر' 'استو' 'حاکم' پوشش ————— ان کو خبردار کر دے کہ ان کا یہ فعل انسانیت ملکہ کے لئے محض رسل ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ جو شخص خاندان 'شہر' قوم یا جمع اقوام میں بڑا ہے وہ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لا شریک ہی کا نائب سمجھے اور صرف اسی حیثیت سے کام کرے۔ یہ وہ روح ہے جو حقیقت انسانی سوسائٹی میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یعنی وہ چاہتی ہے کہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ملوکیت (Imperialism) اور علمی سرمایہ داری

(Brahmanism) کا قلعی خاتمہ کر دیا جائے اور ہر شخص کا خدا کے ساتھ برابری راست  
تعلق پیدا کر کے اسے انسانیت کا خلوں بنا دیا جائے۔

قرآنی سیاست کی تشریح : قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لئے جو سوسائٹی پیدا  
کی اس کا نام السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ  
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رکھا ہے (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان  
لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان ساتھیوں کی غلبہ کے ساتھ پیروی کی) یہ  
جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بیکار لیتی ہے۔ اور  
اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں قانون الہی کے تحت انتظام کرتا ہے۔  
لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ  
سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔ چنانچہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے  
ہیں کہ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَلِكْ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ (سب تعریف  
میرے ہی لئے ہے اور سب نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف میری ہی ہے اور اس  
میں میرا کوئی شریک و سہم نہیں ہے) قرآنی سیاست کے مطابق قوت رہنمائی ان لوگوں  
میں مرکوز ہوتی ہے جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور ساتھیوں کو لین کی پیروی کرتے  
ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے لئے مشورہ واجب تھا : امیر ان کے معرے ہی سے کام کرتا  
ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ وَشَارَوْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّا عَزَمْتُ فَتَوَكَّلْ  
عَلَى اللَّهِ (آل عمران) (اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ کر لیا کر اور جب تو پختہ  
ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر) علامہ جلال الرازی الحنفی اس آیت کی ذیل میں لکھتے  
ہیں کہ یہ مشورت نبی اکرم ﷺ کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ کا نظریہ : عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سُلِّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْمِ فَقَالَ مُشَاوَرَةً أَهْلَ الرَّأْيِ ثُمَّ اتَّبَاعَهُمْ (تیسرے میں بخیر و در مشور  
من این مردیہ)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آیت قرآنی  
فَإِنَّا عَزَمْتُ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ میں ”عزم“ سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے ارشاد



فرمایا کہ امیر کابل رائے سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (سورہ شوریٰ) (یعنی مسلمان اپنے تمام معاملات میں بھی مشورے سے کام کرتے ہیں)

حضرت عمر کا نظریہ: حضرت عمر فرماتے ہیں کہ لَا خِلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَشُورَةٍ (بجز اصل) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔

الغرض رَئِیْسُ فِکْرِ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے لوہہ حاکم نہ ملنے خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ (لَا طَاقَةَ لِمُخْلَوِّقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ) (جس بات میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہو اس میں کسی کی اطاعت انسان پر واجب نہیں ہے) اس لئے تمام حاکم اس کے تابع بن کر اس کا حکم چلا سکتے ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی ملک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا ہو گئی ہو۔ اور اس کا قانون ملنے پر مجبور ہو گئی ہو اس کی حالت تبدیل کرنے کے لئے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ اس ایک کارساز حقیقی کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا مان لے۔ کیونکہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے جن میں افراد و جماعت اور اقوام بلکہ ساری نوع انسان کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہو وہ جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جو اس منبع قانون کے ماتحت نہ کر

ضمنی قواعد (Bye-laws) نہیں بنائی۔

پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیر صالح نظام (Social Structure) کی جگہ صالح نظام (Unhealthy) کی جگہ صالح نظام (Healthy Social Structure) قائم کیا جائے جس کی محنت لو لیں یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوع انسان کے لئے قانون کا منبع ہے۔

خضوع یا اخبات لى اللہ: حکمت دلی الہی میں اسے خضعت خضوع یا اخبات کہتے ہیں اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اہدو، مرشدین، مطہین اور صالح حکام کی تعلیم کرتا ہے اور جب ان کے سامنے جانا ہے تو اپنے قلب میں ایک قسم کا گھوڑا

ان کے لئے ایک خاص قسم کی محبت اور عزت کے جذبات پاتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بزرگ مجھے کوئی حکم دے تو میں فوراً اس کی تعمیل کر کے اسے خوش کروں۔ اس احساس کا نام اخبات ہے۔

اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ : اگر انسان کائنات کی سلطنت پر غور کرے اور اس کے مجاہدات پر فکر و تدبر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے دل میں خضوع کا جذبہ محسوس کرتا ہے جس میں وہ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ اپنے آپکو اہل لوہ مرشدین و مطہین اور صلح حکام کی اطاعت کو بھی اسی خضوع کے تحت لے آتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ میرے بزرگوں کا حکم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت کرتا ہے اور اگر اسے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف پاتا ہے تو اطاعت نہیں کرتا۔ ایسے ہی وہ اپنے پادشاہوں اور حاکموں کے حکموں کو جانچتا ہے ان کی اطاعت اسی حد تک کرتا ہے جس حد تک وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ وہ اپنے بزرگوں اور حاکموں کی اطاعت اور نافرمانی کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

یہ اخبات الی اللہ انسانیت کا ایک طبعی جذبہ ہے اور انسان کا ایک بنیادی خلق ہے۔  
وَنِيَابِجَكَ فَطَهَّرَ (اور اپنا لباس پاک رکھ)

لباس کی پاکیزگی : اس انقلاب کے لئے کوئی خاص نشان (Emblem) یا وردی (Uniform) کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے جو ہر قوم میں ظاہر ہوگا۔ البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ لباس پاک ہو اور اخلاق کی پاکیزگی میں مدد دینے والا ہو۔ اس کا نتیجہ : لباس کی پاکیزگی بدن اور بیرونی ماحول کی پاکیزگی کو چاہتی ہے۔ بدن انسانی بعض چیزوں کو بےجا نجاست میں تبدیل کر دیتا ہے جیسے بول و براز ان فلاظتوں سے نفرت کرتا ہے۔ انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ انسان ان نجاستوں سے پاک ہو کر ایک قسم کی فرحت اور انبساط اسچے نفس کے اندر پاتا ہے اس احساس کا نام طہارت ہے جو حکمت ولی اللہی میں انسانیت کا ایک بنیادی خلق ہے۔

نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب : اسی طرح انسانی نفسیاتی فلاظتوں یعنی جوش غضب، بھوک، پیاس اور دیگر شہوات وغیرہ سے طبیعت کو پاک کر لے تو بھی ایک قسم کا

سکون اور سرور محسوس کرتا ہے۔ جو ان حالتوں کی موجودگی میں نہیں ہوتا ایسے ہی برے کلام، برے فکر اور برے فعل سے صحت مند انسان کو طبعی انقباض محسوس ہوتا ہے جسے وہ صحت مزاجی کے لئے دور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

اس کا نتیجہ : انسان طلق طہارت میں مکمل حاصل کر لے تو وہ عالم مثل کی قوتوں سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے فطری میں ایک قسم کی مستقل مسرت محسوس کرتا ہے اس سے اخلاقیات لیلیٰ اللہ کو تقویت ہوتی ہے۔

انقلاب صلح کی دوسری مد : لباس کی پاکیزگی جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے بدن اور ماحول کی پاکیزگی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ پس جو جماعت انقلاب قائم کرنے کی کوشش کرے وہ اس سہ گانہ پاکیزگی کو لازم جانے تمام ترقی والی جماعتیں طہارت کی حامل ہوتی ہیں اور جب وہ طہارت کے بلند مقام سے گر جاتی ہیں تو ارتجاع (Reaction) میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

قوی بنانے پر پاکیزگی کا التزام قوی مزاج کی صحت کی علامت ہے۔  
(5) وَالرَّجُزُ فَاهْجُرْ (اور گندگی سے دور رہو)

باطنی پاکیزگی : ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھ۔ اس ظاہری سے بھی غفلت کر۔

لام اللہ کے نزدیک برائی — اثم — کا معیار محض نہیں بلکہ نومی تھانا ہے۔ برائی وہ فعل ہے جسے عام مدرسہ انسانیت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ چنانچہ لام ولی اللہ سعادۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اعْلَمْ أَنَّ لِلْإِنْسَانِ كَمَالًا يَقْتَضِيهِ الصُّورَةُ النَّوَاعِيَّةُ وَكَمَالًا يَقْتَضِيهِ مَوْضُوعُ النَّوَاعِي مِنَ الْجَنَسِ الْقَرِيبِ وَالْبُعِيدِ وَسَعَادَتُهُ الَّتِي يَصْرِفُهَا فَعْلُهَا وَتَقْصُصُهَا أَهْلُ الْعُقُولِ الْمُسْتَنْقِصَةِ قَصْدًا مُؤَكَّدًا هُوَ الْآوَلُ (بحمد اللہ جلد اول ص 50)

(یعنی واضح رہے کہ انسان میں دو قسم کے کمالات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس کی صورت نوعیہ کے تقاضے سے پیدا ہوا۔ دوسرے وہ جو اس کی جنس قریب (یعنی حیوانیت) اور جنس بعید (یعنی عقلیت) کا تقاضا کرتی ہے لیکن سعادۃ جس کی

مردم موجودگی سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے اور جسے ہر صاحب عقل سلیم حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے وہ اول الذکر ہے (یعنی نومی قحطی کے مطابق)

پس قحطوت (بہمقصر اور برائی) وہ ہوگی جو انسان کے نومی قحطی کے خلاف ہو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں مکر قرار دیا گیا ہے انسانیت کے اندر یہ برائی خواہ شمشادیت (Imperialism) کے ذریعے سے آئی ہو یا ناسیت (Nazi-ism) کے ذریعے سے یا کسی اور ازم (ism) کے ذریعے سے۔ اس قبول کرنے سے یکسر انکار کر دینا انقلاب بگاڑنے والی عمارت کے لئے لازم ہے۔

انقلاب صلح کی تیسری مد : پس انقلاب بگاڑنے والی پارٹی کے پروگرام کی تیسری مد (Item) یہ ہے کہ وہ غیر صلح نظام کی روح کو بھی قبول نہ کرے۔ حکمت دلی الہی کی اصطلاح میں اسے صحت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام لائبرہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اصل میں ہمہ خلعت (یعنی شعبہ ہائے ساخت کہ مذکورہ شدہ ناقل) یک چیز است و اس غالب ہونے رائے کلی بودائی غیرہ، جمیعہ و از مباشرت افواج و شعبہ میں خصل۔ الخ (مط: مد 17)

(یعنی صحت کے تمام شعبوں کی اصل بنیاد ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ ہیئت اور اس کی تمام شکلوں پر انسان کے نومی قحطی (رائے کلی) غالب رہیں)

(6) وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ (اور ایمان نہ کر کہ احسان کرنے اور بدلہ زیادہ چاہے)

انتفاع کا اعتدال : جب تو کسی پر احسان کرے تو اپنے حق سے زیادہ معلوضہ طلب نہ کہ یہ ظلم عدالت کے متقابل ہے۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ تو ان کو جو تعلیم دیتا ہے اس کا اجر طلب کرے اور اپنے لئے مل و دولت جمع کرے۔ اپنے کسی مزدور کو چار آنے دے کر اس سے دس آنے کا کام لینا انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ آج سرمایہ دار طبقہ اپنی آمدنی میں مچھوں کا حق سمجھتا ہی نہیں بلکہ وہ مزدوروں کو اسی کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے مزدوروں کو کام پر لگا رکھا ہے اور انہیں بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مزدوروں کو صرف اتنی خوراک دیتا ہے جس سے وہ مریں نہیں اور سرمایہ پرست

کے سرمائے میں اضافہ کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ کوئی انقلابی جماعت اس قسم کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے دوسرے انسان کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھاتا اور قدر زائد (Surplus Value) پیدا کرنا تو ایک طرف رہا۔ ایسا احسان کرنے کی بھی سماعت کر دی جس کا بدلہ زیادہ لینے کی خواہش ہو۔

**انقلاب کا بنیادی اصول :** انقلاب صلح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانیت کو ظلم و ستم سے محفوظ کر کے اس میں رفقہ علمہ کے لوہارے قائم کئے جائیں نہ اپنے انقلاص (Exploitation) کا میضہ کھول لیا جائے اگر ہاپ اپنے بیٹے سے یا استوا اپنے شاگرد سے حد سے زیادہ کام لینے لگ جائے گا تو بیٹا یا شاگرد نافرمان ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر حکومت رعایا سے حد سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گی تو سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔

### سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی کے اسباب

**شلہ ولی اللہ کے نظریات :** کسی نظام حکومت کی بربادی کے عموماً دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں یعنی حکام کی عیاشی اور کام سے گریز اور ٹیکسوں کی بھربار۔ چنانچہ جتہ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ:

وَعَالِبُ سَبَبِ خَرَابِ الْبَلَدِ اِنْ فِیْ هَذَا الزَّمَانِ شَيْئَانِ  
اَحَدُهُمَا تَضْيِيقُهُمْ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ بِاَنْ يَّعْتَدُوا  
التَّكْسِبَ بِالْاِخْذِ مِنْهُ عَلَى اَنَّهُمْ مِنَ الْغَزَاوِ اَوْ مِنَ الْعُلَمَاءِ  
الَّذِينَ لَهُمْ حَقٌّ فِيهِ اَوْ مِنَ النَّبِيِّنَ جَرَتْ عَادَةُ الْمُلُوكِ  
بِصِلَتِهِمْ كَالزَّهَادِ وَالشُّعْرَاءِ اَوْ بَوَجْهِ مِنْ وُجُوهِ التَّكْدِي  
وَيَكُونُ الْعُمْدَةُ عَنْهُمْ هُوَ التَّكْسِبُ ثَوْنُ الْقِيَامِ  
بِالْمَصْلِحَةِ فَيَدْخُلُ قَوْمٌ عَلَى قَوْمٍ فَيَنْغُصُونَ عَلَيْهِمْ  
وَيَصِيرُونَ كَلًّا عَلَى الْمَدِينَةِ وَالثَّانِي ضَرْبُ الصَّرَائِبِ  
الَّتِي تَقْبَلُ عَلَى الزَّرَّاعِ وَالتَّجَّارِ وَالْمُتَحَرِّفَةِ وَالتَّشْدِيدِ  
عَلَيْهِمْ حَتَّى يَفْضِي إِلَى اجْحَافِ الْمَطَاوِعِينَ  
وَأَسْتِصَالِهِمْ وَالْإِثْمَانِ أَوَّلَى بِأَسْ شَدِيدٍ وَغَيْرِهِمْ

وَأَنَّمَا تَصْلُحُ الْمَدِينَةُ بِالْحَبَايَةِ الْيَسِيرَةِ وَإِقَامَةِ الْحَفَظَةِ  
بِقُدْرِ الصُّرُورَةِ فَلْيَسْتَنْبِطْ أَهْلُ الزَّمَانِ لِهَذَا التَّنْكِتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ  
(جنت اللہ المجلد اول ص 45)

یعنی آج کل جو شہر برباد ہو رہے ہیں تو اس کے دو بڑے سبب ہیں:

(1) ناحق مل بیورنا : لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف  
بہانوں سے روپیہ اٹھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں ہمیں پنشن ملنی چاہئے یا  
ہم زمو علم سے ہیں ہمیں کوئی جاگیر وغیرہ ملنی چاہئے یا وہ لوگ زاہد اور شاعر کی حیثیت  
سے آتے ہیں جن کو صلہ و بنا پادشاہوں کی علات میں داخل ہے یا اسی قسم کے اور بہانے  
بنتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بیت المال میں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بیت المال  
سے مشاہرے تو حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے عوض میں کوئی کام نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ  
اس قسم کے لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایک دوسرے کے لئے عقلی کا پامٹ  
ہو جاتے ہیں اور شہر پر بار بن جاتے ہیں۔

(2) گرل ہار ٹیکس : شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام  
کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری بھاری ٹیکس لگاتے ہیں۔ اور ان کی وصولی کے  
لئے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا  
استیصال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں  
اور بغاوت اختیار کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہر آسمن ٹیکسوں اور ضرورت کے مطابق معافین کا مقرر کرنے  
کی سے اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ اس نکتے سے تنبیہ حاصل کریں۔

ایک اور جگہ مدی اور ایرانی لوگوں کی حالت قلمبند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

کسری و قیصر کی بیہی کی مثل : اَعْلَمُ أَنَّ الْعَجَمَ وَالرُّومَ لَمَّا تَوَارَتْ  
الْخِلَافَةُ قَرُّوْنَا كَثِيرَةً وَخَاضُوا فِي لَذَّةِ الدُّنْيَا وَنُسُوا الدَّارَ الْآخِرَةَ  
وَاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ نَعَمَتْوْا فِي مَرَاغِقِ الْمُوَيْسِقَةِ  
وَتَبَاهَمُوا بِهَا وَوَرَدَ عَلَيْهِمْ حُكْمَاءُ الْأَفَاقِ يَسْتَنْبِطُونَ لَهُمْ دَقَائِقَ

المعاش ومرافقه فما ذالو يعملون بها ويزيد بعضهم على بعض ويتباهون بها حتى قيل انهم كانوا يعيرون من كان يلبس من صناديدهم منطقه او تاجا قيمتها دون مائه الف درهم اولا يكون له قصر شامخ وأبزن و حمام وبساتين ولا يكون له دواب فارقه وغلمان حسان ولا يكون له توسع في المطاعم وتجمل في الملابس وذكر ذلك يطول وماتراه من ملوك بلادك يغنيك عن حكاياتهم فدخل كل ذلك في اصول معاشهم وصار لا يخرج من قلوبهم الا ان تمزع وتولد من ذلك داء عضال دخل في جميع اعضاء المدينه وآفه عظيمه لم يبق منهم احد من اسواقهم ورستاقهم وغنيهم وفقيرهم الا قدس استولت عليه واخذت بخلا بيبه وعجزته في نفسه واهاجت عليه غموما وهموما لا ارجاء لها ذلك ان تلك الاشياء لم تكن لحصل الابدل اموال خطيره ولا تحصل تلك الاموال الا بتضعيف الضرائب على الفلاحين ولحجارو اشباههم والحضييق عليهم فان امتنعوا قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا اجعلوهم منزله الحمير والبقر يستعمل في النضج والدياس والحصاد ولا تقننى الا يستعان بها في الحاجات ثم لا تحرك ساعه من العناء حتى صاروا لا يرفعون رءوسهم الى السعاده الاخرويه اصلا ولا يستطيعون ذلك وربما كان اقليم واسع ليس فيهم احديهم دينه ولم يكن ليحصل ايضا الا بقوم يحكسيون بتهيئه تلك المطاعم والملابس والابنيه وغيرها ويحركون اصول

الْمَكَاسِبِ النَّبِيُّ عَلَيْهَا بِنَاءُ نِظَامِ الْعَالَمِ وَصَارَ عَامَّةٌ مَنِ يَطُوفُ  
عَلَيْهِمْ يَتَكَلَّمُونَ مُحَاكَاةَ الصَّنَادِيدِ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ وَلَا لَمْ  
يَحِلُّوا عَنْهُمْ حُظُوءٌ وَلَا كَانُوا عَنْهُمْ عَلَى بَالٍ وَصَارَ جَمُورُ  
النَّاسِ عِيَالًا عَلَى الْخَلِيفَةِ يَتَكَلَّفُونَ مِنْهُ نَارَةً عَلَى أَنْهُمْ مِنَ الْغَزَا  
وَالْمُتَبَرِّينَ لِلْمَلِكِيَّةِ يَتَرَسَّمُونَ بِرُسُومِهِمْ وَلَا يَكُونُ الْمَقْصُودُ  
دَفْعُ الْحَاجَةِ وَلَكِنْ الْقِيَامُ بِسِيرَةِ سَلَفِهِمْ وَنَارَةً عَلَى أَنْهُمْ شُعْرَاءُ  
جَرَتْ عَادَةُ الْمُلُوكِ بِصِلَتِهِمْ وَنَارَةً عَلَى أَنْهُمْ زُهَّادٌ وَفُقَرَاءُ يُقْبَحُ  
مِنَ الْخَلِيفَةِ أَنْ لَا يَتَفَقَّدَ حَالَهُمْ فَيَضِيقُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَتَوَقَّفَ  
مَكَاسِبُهُمْ عَلَى صُحْبَةِ الْمُلُوكِ وَالرَّفَقِ بِهِمْ وَحُسْنِ الْمُحَاوَرَةِ مَعَهُمْ  
وَالْتَمَلَقِ مِنْهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ هُوَ الْفَنُ الَّذِي تَتَعَمَّقُ أَفْكَارُهُمْ فِيهِ  
وَتَضَيِّعُ أَوْقَاتُهُمْ مَعَهُ (جنت اللہ الہدس ص 105-106)

ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی : جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے  
صدیاں گزر گئیں اور دنیوی قیام کو انہوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور آخرت تک بھلا بیٹھے  
اور ان پر شیطنت غالب آگئی تو اب ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں  
منہمک ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں ہر ایک شخص داو عیش دینے لگ گیا اور اس پر اتارنے  
لگ یہ دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے گوشے سے علماء اور حکماء ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے  
جو ان کے لئے سلطان عیش مہیا کرنے کے عجیب عجیب دقیقہ سنجیوں اور کتہ آفرینیوں میں  
مصروف نظر آنے لگے۔ اور اس سلسلے میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش  
اور ان اچھاووں پر فخر کرنے لگے حتیٰ کہ ان امراء اور سرملیہ داروں کا یہ حال ہو گیا کہ جس  
کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا پنکھا یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخیلی کا عار دلایا جاتا  
تھا۔ ایسے ہی انہوں نے علی شان سرینک محل آبرن اور حمام بے نظیر پائیں ہلج سواری  
کے نمائشی جانور، خوبصورت غلام اور حسین بانمیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے  
لیں۔ اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح دشام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں



جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دسترخوانوں پر بٹھے ہوں اور خود لباس کاغذ پہنے ہوئے ہوں۔

اٹھارویں صدی کی دہائی کی حالت : الغرض ان لوگ ایمانِ روم کی یہ داستانِ پاکستان کہاں تک بیان کی جائے تم اپنے زمانے کے پولشہن دہائی کی جو حالت دیکھتے ہو وہی ان لوگ ایمانِ رومہ کی حالت کا قیاس کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔

ان لوگ و امراء کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظامِ معاش کے اصل اصول بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہو گیا۔ اس کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں کھینچ کھینچ کر لوگوں کے دلوں میں سے نکال ڈالی جائیں۔ پولشہنوں اور امیوں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہو گئے جو حیاتِ معاشی (Life Social) کے ہر شعبے میں داخل ہو گئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہو گئی کہ دہائی کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی اور اس سے نہ ہزاری بچا نہ دہائی۔ نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب یہاں تک کہ ہر شخص اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر مطلق نہ پا کر عاجز آ گیا۔ اور بے حد ندامت ملی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھجوار : اس ہمہ گیر ملی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سلطان پیش کثیر دولت صرف کئے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور ملی خطیر کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے اور اگر ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اور اگر وہ لطافتِ شعاری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے رہتے تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا جن سے آہٹا، فصل کاٹنے اور گلہنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

عوام کی حالت : اس تنگ حالی اور بے سروسامانی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کھانے کے سوا اور کوئی کام کریں

نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ سعادت اخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں سے اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک کے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ ملوی اسباب کے حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر ملوی کائنات کے اصول حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

انسانی معاشرہ پر خطرناک اثر : اس فاسد معاشی نظام میں سائن معاشی جہاں مل خلیہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے وہاں ان کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان معاشیوں کے لئے طرح طرح کے کھانے اور معاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرنے اور لباس فائزہ پہننے اور عیالیشان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ جن کی وجہ سے پیشے رہ جاتے ہیں۔ جن پر انسانی معاشرے (Human Society) کی ہستی کا مدار ہے۔

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیہوں کے طبقے ہی میں برہ نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان امیہوں سے پڑتا ہے اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت : اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت پوشہ پر آ پڑتا ہے اور وہ اس سے روزیہ طلب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ تو جلد کئے بغیر چلہ بپ دلو کے نام سے وظیفہ خوری کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے بپ دلو کے نام کو کھاتے ہیں۔ ایک گروہ پوشہ لور امراء کی قصیدہ خوانی کر کے ان کے خزانہ کرم سے ذلہ رہائی کرتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بدلے ملی استحصال کرتا ہے۔

پھر ان لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے یہاں تک کہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ امراء کی مصاحبت اور غریبی چرب زبانی پر چلچلی رہ جاتا ہے۔ اور اب اہل فکر کے افکار انہی ”مفتون لطیفہ“ میں دقیقہ سخی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں اپنے اوقات عزیز ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔“

یہ وہ حالت ہے جب دنیا میں انقلاب آتا ہے اور یہی وہ لمحہ ہے جب قرآن نے انقلاب کی دعوت دی۔

(7) وَلَوْ يَشَاءُ رَبُّكَ فَيَكْنُزُكَ (اور اپنے رب پر مبرک)

انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت : صاحب اقتدار لوگ جن کے مستقل مفادات (Vested Interests) کو اس ”منافی“ پروگرام سے رک جھپٹنے کا اندیشہ ہو گا وہ اپنی طرف سے امتحانی کوشش کریں گے کہ جنہیں اس پروگرام سے ہٹادیں لیکن تم قرآن کے اس بین الاقوامی پروگرام پر ڈلے رہو۔ ہر مصیبت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کر اور کسی لالچ یا دھمکی میں نہ آؤ۔ اگر مخالفین جنہیں انقلاب کی تعلیم سے باز رکھنے کے لئے مشروط طور پر حاکم بھی بننے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی یہ ”موازنہ“ قبول نہ کرنا اور اگر جنہیں دھمکیاں دیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کام جاری رکھنا اور اسی کوشش میں لگے رہنا کہ تمہارے رب کا قانون بچد ہو۔

خلاصہ : حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ قُمْ فَأَنْذِرْ (اٹھ کر ان لوگوں کو ڈرو) اس کی تفصیل ختم ہو گئی اور ”ڈرنا“ کا مقصد واضح کر دیا گیا یعنی:

(1) خدوئے تعالیٰ کی تمام طاقتوں سے ہلا کر تسلیم کرو۔

(2) ہر قسم کی ظاہری طماعت (پاکیزگی) اختیار کرو۔

(3) اخلاق و اعمال اور خیالات کی پاکیزگی اختیار کرو۔

(4) اطلاق پسندی سے باز رہو۔

(5) اللہ اور صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس انداز کے معنی یہ ہیں کہ اخلاق اربعہ ————— اخبت، طماعت، ساحت اور عدالت ————— اختیار کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے وہ بچ نہیں سکتے۔

قرآن کے انداز کا نتیجہ : اس انداز (ڈرلوے) کے اعلان کے بعد دو قسم کے لوگ ہو جائیں گے۔

① انکار کرنے والے۔

② ماننے والے۔

اب پہلے نہ ماننے والوں کا حل بیان کیا جائے گا اس کے بعد ماننے والوں کی کامیابی کی کیفیت بیان کی جائے گی۔

جو لوگ اس انذار کی مخالفت کرتے ہیں ان کے درجے مختلف ہوں گے۔

(1) ایک آدمی اسے سن تو لیتا ہے لیکن وہ اسے سمجھتا نہیں اگر اسے سمجھایا جائے تو مخالفت ترک کر دے گا۔

(2) دوسرا شخص اسے سمجھتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ اگر میں نے اس مسلک کی پیروی کی تو میرے مفادات کو نقصان پہنچے گا اس لئے وہ پوری کوشش کے ساتھ اس انقلاب کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن اسے کافر قرار دیتا ہے۔ اگلی آجوں میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(8) فَإِنَّا نُنْقِرُ فِي النَّاقُورِ (جب بجلیا جائے ناقور (کو مکلی چن)

(9) فَذَا لِكَيْتُمْ مِّنْذِيَوْمٍ عَسِيرٍ (تو وہ دن مشکل ہے)

(10) عَلَى الْكَافِرِينَ عَذَابٌ عَسِيرٌ (مکروں کے لئے آسان نہیں)

قیامت اور انقلاب : مفسرین کرام ان آیات کو قیامت پر محمول کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ مگر جیسے ”الزلزلہ“ کی تفسیر میں دکھایا جا چکا ہے قیامت کبریٰ سے پہلے دنیا میں قیامت صغریٰ آئے گی اور وہ یوم انقلاب ہو گا۔ چنانچہ حجاز میں وہ دن آیا تو وہ اس انقلاب کے مخالفوں کے لئے آسان نہ تھا جب ان کے لئے موت کا صور پھونکا گیا تو ابو جہل اور اس کی جماعت کا جو حال ہوا اس کا اندازہ بدر کی جنگ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی خندق کی جنگ میں مخالفین کو جس طرح رولہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اور جس ذلت و خواری سے پہپائی کی اس کا اندازہ کچھ دینی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے (خدا اس مصیبت سے پہچائے)

الغرض وہ یوم انقلاب آنے والا ہے جب تک وہ آئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے استقامت اور استقلال کے ساتھ کلمے جہاد اور لڑنے بھڑنے کی طرح نہ ڈالو۔ کیونکہ تیاری کے ایام میں لڑنا اس تحریک کے لئے ضروری ہو گا۔

ان آیات کے بین السطور میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب اس تحریک کے مخالفین برباد ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس روز یہ مخالفین مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرائے جائیں گے اسی لئے اس سورت میں بھی روز اول ہی سے دینی زبان اور

مہم الفاظ میں آنے والی جگہوں کا ہلکا سا تصور دے دیا گیا ہے۔ اس فکر کی وضاحت اگلے  
 سہل نازل ہونے والی سورت ————— الزل — میں کر دی گئی اور کہہ دیا گیا کہ  
 وَالْآخِرُونَ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (علاوہ بریں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ  
 میں مصروف قتل ہوں گے) اس فکر قتل کی توجیح کے لئے آگے چل کر سورہ انفل اور  
 سورہ توبہ نازل ہوئیں جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تحصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔



## بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین

سرلیہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ : قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ وہ رجعت پسند (Reactionary) مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک نمونے کا عنصر لے لیتا ہے اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے اگلے آجوں میں قرآنی تحریک انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کر کے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھدار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور فلاح ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

(۱۱) ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (پھر ڈرو مجھے اور اسے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا)

تحریک قرآن کا ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے دل ہاپ کا اکلوتا بیٹا ہے درختوں میں اس کا کوئی شریک نہیں، لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے، وہ اپنے گھرانے میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پرورش پاتا ہے (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کر لے گا وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال پروا نہ کرو اسے میرے حوالے کر دو۔  
(وہ جو جعلت لہ ما لا مملوذا) (اور میں نے اسے پھیلا کر مل دیا)

وہ جو ان ہوتا ہے تو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے وہ ملوی ترقی میں لیاقت سے کام کرتا ہے تو اسے خوب بل و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

(۱۳) وَبَنِينَ شُهُودًا (اور بیٹے جو) (آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں)  
اس کی اولاد کے اس سامنے رہتی ہے کیونکہ اس کے کچھ کیرے بچپن میں کام کرتے ہیں اور کچھ کارخانوں میں لوہا پیسہ ایک کر رہے ہیں۔ یہ چھیل یا کلب روم (Club-room) میں دوستوں کی محفل میں بیٹھا اور اور کی گپوں میں وقت گزارتا ہے۔

(۱۴) وَمَهْنَتٌ لَّهُ تَمْهِيدًا (اس کے لئے بڑی فراخی پیدا کر دی)  
وہ اپنے سولے کی ترقی سے مطمئن ہے اگر کسی موقع پر فصل میں غلہ کم ہوتا ہے تو

کارخانے سے خوب لٹح ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مد کی کمی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے اور اس کا لٹح بدھتا رہتا ہے۔

ایک شخص ہے جو اپنے دل ہپ کا اگلوتا پٹا ہے اور ان کا تعاون وارث ہے بل و مثل سے سرفراز ہے۔ صاحب لولہ کثیر ہے۔ بہت سی مدت سے آمدنی کا مالک ہے ایسے شخص کی ذہیت سریہ پرستہ ہو جاتا ہے۔ انگریز نہیں اور ایسا ہی شخص اپنے قیلے کا سردار یا برلوری کا چہرہ ہی بھی بن جاتا ہے۔

(15) ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ (پھر وہ لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں)

بلو جو اتنی دولت ثروت کے وہ نالوں کے پھیر میں ہے۔ اس کی زندگی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت قسمی رہتا ہے کہ اس کے سریہ میں اضافہ ہوتا رہے اور اس کے منصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سریہ پرستہ ذہیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سریہ اور منصب میں ترقی کا خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمیوں کی لالچ کا نام تک نہیں لیتا اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

(16) كَلَّا طَرَأَ لَهُ كَانَ لَا يَنْبَغُ عَيْنِيْنَا ((ہرگز نہیں، وہ تو ہماری آنکھوں

کا مخالف ہے)

لیکن ایسے مخالف سریہ پرست کو ہرگز بدھنے نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ انقلابی پروگرام (Revolutionary Programme) کا مخالف ہے۔ بلکہ اپنی ارتحائی جماعت (Reactionary Party) کا رہنما بن کر اس بین الاقوامی انقلاب کی تحریک کی مخالفت میں نور لگے گا لیکن کیا وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آکر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (کلا) کیونکہ یہ تو اپنے اور اپنی لولہ کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ ملاحظہ انسانیت کا ہملا اس میں ہے کہ جو بحر ہو وہ انقلاب کا لیڈر بنے۔ یہ دنیا میں انقلاب کس طرح لائے گا یہ تو اپنے ہی دل کے تلخ کے بدھنے کی فکر میں ہے یہ انسانیت کی بہتری کے لئے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ تو بین الاقوامی انقلاب (World Revolution) ہے منہ موڑے ہوئے ہے جس کے نشانات صاف نظر آرہے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ لَآيْتِيْنَا عَيْنِيْنَا

(17) سَاَرْهِفُهُ صَعُوْنَا (اے چڑھالوں کا سخت چڑھائی)

5

(18) إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (اس نے سوچا اور دل میں اندازہ لگایا)

کمال تک ترقی کر سکے گی۔

(19) فَقِيلَ كَيْفَ قَدَرُّ (کہتے ہیں کیا اندازہ لگائی)

محض قبائلی یا قومی تحریک نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی تحریک ہے۔

(20) ثُمَّ قِيلَ كَيْفَ قُلُّرَ (خدا عزوجل نے فرمایا) کیا سوچا اس نے

ہلاک ہو جائے گا۔

دنیلوی زندگی میں نور پھر اس کے جزو ملتی۔۔۔ اخروی زندگی میں۔۔۔ ناکام ہو گا) مَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَفُوَّاهُ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ (سورہ بنی اسرائیل 72) (جو دنیا میں کور باطن رہا وہ دوسری زندگی میں بھی کور چشم ہی اٹھے گا) نور ناکامی نور نامرادی سے دوچار ہو گا۔ اس کی ارتقائی تحریک (Reactionary Movement) ناکام رہے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا



(21) ثُمَّ نَنْظُرْ (اس نے پھر نگاہ ڈالی)

رسول اکرم ﷺ کی انقلابی تحریک کا اندازہ لگانے کے بعد وہ پھر غور سے دیکھتا ہے کہ آیا اس تحریک کا کوئی پہلو میری نظر سے چلی تو نہیں رہ گیا؟

(22) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (پھر اس نے تیوری چڑھائی اور ترش رہا ہوا)

وہ اس انقلابی تحریک کے سالہ سالانہ (ظاہری ضعف اور کی سرمایہ) کو نظر حشرات سے دیکھتے ہوئے تیوری چڑھاتا ہے (عَبَسَ) اور جس طرح ابتدا میں ہر انقلابی تحریک پر لوگ ترشروٹی کا اظہار کرتے ہیں یہ بھی اس تحریک پر ترشروٹی کا اظہار کرتا ہے۔ (بَسَرَ)

(23) ثُمَّ أَكْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر بیڑہ پھیری اور غور کیا)

پھر اس تحریک کو کمزور سمجھ کر منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے ارتجاعی پروگرام (Reactionary Programme) کی کامیابی کے خیال سے پھولا میں ماتا (استکبر)

(24) فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَنَزَرُ (پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو

ہے جو چلا آتا ہے)

مختلفانہ پراپیگنڈہ : اب وہ اس انقلابی تحریک کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کرتا ہے اور جو لوگ اس تحریک کے پروگرام کو قبول کر کے اس نئی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں ان کے متعلق کہتا پھرتا ہے کہ یہ لوگ سحر زدہ ہیں یہ تحریک جو کچھ عوام کو اٹھاتا چاہتی ہے اس لئے عوام ہی اس میں زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاکت زدہ لوگ ایک خوش آمد مستحق کے تصور کے سحر میں مبتلا ہیں۔ جو کبھی شرمندہ تصدیق نہ ہو سکے

(25) إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (اور کچھ نہیں یہ ایک انسان کی بھٹی

ہوئی بات ہے)

وہ اس انقلابی پروگرام کے خلاف یہ بھی کہتا پھرتا ہے کہ یہ پروگرام الہامی تھوڑا ہی ہے جو انسانیت کے لئے مستقلاً مفید ہو۔ اس کے پیچھے خدائی لہجہ بھی نہیں ہے کہ یہ ضرور کامیاب ہو۔ بلکہ یہ تو اس انسان (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کا خود ساختہ پروگرام ہے جو اس شخص اور اس کے خاندان ہی کے کام آئے گا یعنی یہ شخص اپنے یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے حق میں انقلاب پیدا کر کے بیٹھ جائے گا یہ کہہ کر وہ عوام کو اس

تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اسے انسانیتِ عامہ کی تحریک سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے مفادات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اس انسان کا تعلق ہوا پروگرام ہے اس قسم کا ہم بھی بنا سکتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی دعوت تمام اقوام میں پھیل جائے گی اور ان سب پر غالب آجائے گی اور یہی اس دعوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے لیکن مخالفین اس تحریک کو ایک عام وقتی تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عام بات ہے ایسی تحریکیں اٹھای کرتی ہیں ہم بھی اس قسم کا پروگرام بنا سکتے ہیں یہ مخالف جب اس دنیا سے کوچ کرے گا تو سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(26) سَأُصْلِيْهِ سَقَرَ (مترجم: اے آگ میں ڈالوں گا)

ارتجاع کا انجام : اس ارتحالی (Reactionary) کے لئے اس ظلم اور بداخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے جو وہ اپنے لئے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس میں ڈالا جائے گا ایسے ہی انقلاب لانے والی پارٹی اسے دنیا میں سزا دے گی۔ وہ زندہ رہا تو ان کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔

(27) وَمَا آخِزَاكَ مَا سَقَرُ (اور تو کیا سمجھے کہ آگ کیسی ہے)

انسان ابھی اس جہنم کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(28) لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ ہٹا رکھے۔ نہ چھوڑے)

یہ آگ نہ تو میدانِ مقابلہ ہی میں رجعت پسندوں (Reactionaries) کو رہنے دے

گی اور نہ آئندہ زندگی میں ان کا چہرہ چھوڑے گی۔

(29) لَوْ اَنَّ لِلْبَشْرِ (جس دینے والی آدمی کو)

جہنم کی حقیقت : یہ جہنم جس میں یہ سرلیہ پرست ڈالا جائے گا عجیب مقام ہے اس کی حقیقت سے انسان ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہے اس میں جس آگ سے واسطہ ہو گا وہ انسان اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتا ہے جس طرح بدنِ انسانی کے اندر صفراء، سودا، بلغم اور خون چار خلطیں ہیں اور انکی غریبی (مزاج) سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان کا جسم جھلسا جاتا ہے ایسے ہی انسان کے نسیمی جسم (Nismic Body)

میں جو اس ملوی جسم کے اندر پرورش پا رہا ہے انسان کے برے اخلاق اور برے اعمال کے نتیجے میں جو رہے ہیں وہ مختلف قسم کے ”ذہریلے ملوے“ جو انسان کے بدن میں اکٹھے ہو رہے ہیں جب یہ انسان جہنم میں جائے گا وہیں وہ خاص خاص قسم کے ”آگ“ کے ذخیروں کے پاس سے گزرے گا تو جس قسم کا ذہر جس قسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو سکتا ہے اس قسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر بھڑک اٹھے گا اور اس کی سوزش و رولنی کا اثر نسمہ انسانی پر ظاہر ہو گا۔ چنانچہ سورۃ الحمزہ میں اس آگ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا گیا ہے نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۖ فَمِنْ عَمْدٍ مُّسَدَّدَةٌ ۖ

یہ خوفناک حالت ہوگی جس سے بچنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے کو تیار ہوگا لیکن وہیں کچھ نہ بن سکے گا اور اسے اپنے کئے کی پوری پوری سزا بھگتی پڑے گی اور جس طرح بدن انسانی کے اندر سے سارا ذہر خارج ہوئے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نسمہ انسانی میں سے ذہریلے اخلاق کا اثرات خارج ہوئے بغیر صحت روحانی حاصل نہ ہو سکے گی۔ پس انسانیت کے مصلح کلیہ (Human Weal) اور رفقہ عامہ (Public Weal) کے مخالفین کے لئے قوانین انسانیت کی خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہیں۔ جو لوگ فطرت انسانی کی خلاف ورزی کریں گے ان کو یہ آگ جلائی رہے گی۔

(30) عَلَيْهِمُ آتِسَّةٌ عَشْرٌ (اس پر انہیں ہیں)

ایک نفسیاتی نکتہ : انسان کی روح میں انہیں مرکز ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ اپنی تکمیل کرتی ہے جو لوگ روحانی سلوک کے عامل ہیں وہ انہیں خوب جانتے ہیں ان انہیں مراکز کے مطابق جہنم میں بھی اصلاح کے انہیں مراکز ہیں اور ہر ایک مرکز کا ایک ہدایت گاہ ”محکمہ“ سمجھنا چاہئے۔ ہر روحانی ”مرکز“ کی خرابی کی ہدایت گاہ سزا ہوگی۔

۱۔ انہیں مراکز یہ ہیں (۱-۵) حواس خمسہ ظاہری (۶-۱۰) حواس خمسہ باطنی یعنی حس شہوانہ، دماغ، عقول، حافظہ اور قوت محرکہ (۱۱) قلب (۱۲) قوت مددک (۱۳) سر یعنی قلب اور عقل کے مابین (۱۴) روح (۱۵) عقل یعنی عقل السر (۱۶) عقل یعنی عقل الخفی (۱۷) انجیہ کبریٰ (۱۸) نور القدس (۱۹) البحر البہت یعنی اہمیت کبریٰ اور نور القدس کا مابین جو عقل الہی کا نمونہ ہے ان کی تحصیل کے لئے جنت الاسلام امام ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(3) (الف) وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً (اور ہم نے

دوزخ کے جو داروغے رکھے ہیں وہ فرشتے ہیں)

اس ”آگ“ کے جو انیس مہتمم ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہیں جن کی قوت کا یہ مخالفین انقلاب اندازہ نہیں لگا رہے۔ چنانچہ پہلی ہی آگ جو بدر کے مقام پر بھڑکی اس میں انسانوں کے دوش بدوش فرشتوں کی مثلی قوتوں نے بھی مخالفین انقلاب کو فنا کر کے رکھ

دیا۔

(ب) وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا اور ان کی جو

کتنی رکھی ہے تو وہ ان مکرہوں کے جانچنے کے لئے ہے)

اس تعداد کا ذکر مکرین کے فہم کے امتحان کے لئے ہے کہ آیا وہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور تحریک انقلاب کو قبول کرتے ہیں یا مذاق اڑا کر عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔

(ج) لَيْسَتَيْنِ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (ناکہ وہ لوگ جن کو کتب مل

چکی ہے یقین حاصل کریں)

لیکن یہ تورات اور انجیل کو ملنے والی جماعت اور ایسے ہی ہر وہ جماعت جس میں الہامی علوم پائے جاتے ہیں جن میں مثلی قوتوں کا ذکر آتا ہے ایسے ہی جو لوگ اس انقلابی تحریک کو دل بھان چکے ہیں ان کی عقل و دانش اس کی تائید کرتی ہے وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے چنانچہ ہندو فلاسفی اور ایرانی حکمت میں بھی ان قوتوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔

(5) وَيَزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا (اور جو لوگ اب (نئی شریعت پر)

ایمان لائے ہیں وہ اپنے یقین میں بڑھیں)

اور یہ حکیمانہ اشارے قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام پر ایمان کی زیادتی کا باعث ہوں گے اور ان کو اپنے پروگرام کی کامیابی کا اور بھی پختہ یقین ہو جائے گا۔

(6) وَلَا يَزْنِ تَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ (اور وہ لوگ

جن کو کتب دی جا چکی ہے اور وہ لوگ جو اب (اس شریعت پر) ایمان لائے

ہیں وہ کسی شک میں نہ پڑیں)

پہلی کتاب جماعت کے صحیح علوم رکھنے والوں اور نئی انقلابی جماعت کے ارکان کے  
دلوں میں اس انقلاب اور دنیوی اور اخروی نتائج کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اہل  
کتاب ایک انقلابی لیڈر — حضرت موسیٰ علیہ السلام — کی رہنمائی — کے  
نتیجہ دیکھ چکے ہیں اور اہل عرب — اسی گروہ — جو اس رسول انقلاب کے  
پیرو بن رہے ہیں۔ وہ بھی اس پروگرام کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔

(و) وَلَيَقُولَنَّ (الایہ) (اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور

جو لوگ منکر ہیں وہ کہیں گے کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا فہم

ہے؟)

اس کے برخلاف ایک تو وہ لوگ جن کو اس انقلابی پروگرام کی کامیابی کا پورا یقین  
نہیں ہے اور ان کے دلوں میں اس کی رفتہ رفتہ بڑھی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر حسد کی بیماری  
پیدا ہو گئی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس پروگرام کے کھلم کھلا مخالف ہیں کیونکہ یہ  
پروگرام ان کے خاص مفادات (Vested Interests) کا مخالف ہے۔ یہ دونوں قسم کے  
لوگ اس انقلابی پروگرام میں کمزوری ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس  
انہی کے حدود کی تمثیلی بیان سے کیا فرض ہے؟ حلاکتہ انہیں کم سے کم اتنی موٹی سی بات تو  
معلوم ہونی چاہئے کہ ہمارے اخلاق اور اعمال کی خرابیوں کے مطابق جہنم میں ان کے  
علاج کا انتظام ہونا چاہئے اور جب حکیم علی الاطلاق انہیں بتاتا ہے کہ انہیں قسم کے محکمہ  
ہائے علاج جہنم میں موجود ہیں تو انہیں یقین آ جانا چاہئے کہ یہ درست ہے لیکن یہ مخالفین  
چونکہ انقلابی ذہنیت نہیں رکھتے۔ اس لئے سوسائٹی کی اصلاح کا فکر ان کے ذہنوں میں آتا  
ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے اور  
جو لوگ اس میں انقلاب بہا کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں ان  
کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔

(ج) كَذٰلِكَ يُفْضِلُ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ (یوں اللہ جسے چاہتا ہے مگر وہ کر دیتا

ہے)

یہ لوگ مگر وہ ہو گئے ہیں یعنی انسانیت کی ترقی کی تدابیر سوچنے کے بجائے لوہر اوہر کی  
باتوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان کی کج فہمی کا ان کی اس شامت اعمال کے

ہمٹ خداوند تعالیٰ اب ان کو کسی نئی حکمت سے سرفراز نہیں کرے گا۔  
 قرآن کی انقلابی تعلیم سب کے لئے کھلی ہے ہر شخص اسے قبول کر کے اصلاح حاصل کر  
 سکتا ہے لیکن جو اس انقلاب میں حصہ نہ لینا چاہے اور انیس بیس کی کج بحثوں میں پڑ  
 جائے تو خدا کی مشیت اسے مزید روشنی دینا نہیں چاہتی جو روشنی دی گئی ہے اسے استعمال  
 کر کے جو شخص راہ راست پر چل نکلتا ہے مشیت ابزدی اس کے لئے مزید رہنمائی کا  
 سلطان بہم پہنچا دیتی ہے۔ ورنہ وہ ایک گمراہی سے دوسری گمراہی کی طرف نکلتا چلا جاتا ہے۔  
 اور رفتہ رفتہ منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

(ط) وَنَهَيْتُ مَنْ يَشَاءُ (اور جسے چاہتا ہے راہ دیتا ہے)  
 جو لوگ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لیں گے مشیت الہی ان کی مزید دھیری کرے  
 گی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمادیا ہے کہ  
 الَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہماری طرف  
 آنے کے لئے سرگرم سہی ہو جائیں گے ہم ان کو اس راہ پر چلنے کے لئے کئی  
 راستے کھول دیں گے)

یعنی جب کوئی انسان خدا کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے تو مشیت الہی اس کی دھیری  
 کرتی رہتی ہے اور جہاں اس کے راستے میں کوئی پتھر آجاتا ہے اس کے ہٹانے یا اس کے  
 اوپر اوڑھنے سے ہو کر گزر جانے کی راہ تادیتی ہے۔ وہ علم اور عمل کی روشنی میں برابر چلتا  
 رہتا ہے اور ہر مشکل سے بچ نکلتے کے راستے نکالتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی  
 انقلابی تعلیم اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کا ہمٹ بنی رہتی ہے۔  
 (ی) وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (اور میرے رب کے لشکروں کو  
 اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)

یہ لوگ خواہ مخواہ انیس کے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ  
 انیس تو مدبرِ اعلیٰ ہیں ان کے علاوہ پورے عالم کے لشکروں کی تعداد اس قدر ہے کہ  
 اسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ فرشتوں کی کل تعداد غیر متعین ہے اور یہ سب  
 طاقتیں اس عظیم انقلاب کی تائید میں ہیں۔

(ط) وَمَا رَهَىٰ إِلَّا ذِكْرًا لِلْبَشَرِ (اور یہ) (جہنم) تو انسانوں کے لئے

یاد دہانی ہے)

انسان اپنی زندگی کو نلے سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ زندگی چاہتا ہے تو نلے کا پائندہ ہو کر رہنا پڑے گا۔ نلے کے ساتھ وابستگی اس پر کون سے فرائض عائد کرتی ہے؟ نبی کی تعلیم یاد دلاتی ہے کہ انسان پر نلے کی روح کے مطابق انقلاب میں حصہ لینے کی ذمہ داری عائد ہوئی ہے۔ کتب الہیہ اسے یاد دلاتی ہیں کہ دیکھو اپنی فطرت کو مت بھولو۔ فرد کا ذرا سا تقاضا اسے موت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

آج نلے ہم سے ایک نئی قسم کے اجتماع کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہ کہ ہر فرد سوچ سمجھ کر اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں حصہ لے۔ ہم پرانے نلے کو نئے بیٹھے ہیں۔ جب ایک آدمی سینکڑوں افراد پر حکومت کرتا تھا اب نلے چاہتا ہے کہ افراد خود فیصلہ کر کے آگے بڑھیں اور مل کر کام کریں۔ جو لوگ نلے کی اس دعوت پر لبیک نہیں کہیں گے وہ بہرہ ور ہو جائیں گے قرآن حکیم کی دعوت پہلے ان ہی سے اس قسم کی یاد دہانی کراتی ہے چنانچہ وہ ہر مسلمان کے لئے قرآن کا سمجھ کر پڑھنا ضروری قرار دیتا ہے۔ الغرض قرآن ہر ایک مسلمان کی بے سمجھ زندگی کو فلاح قرار دیتا ہے اور یہی تقاضا آج کے نلے کا ہے۔

## آگے بڑھنے کی دعوت

(32) کَلَّا (ہرگز نہیں)

ار تجلج غالب نہیں آسکتا : یہ سرہیلہ پرست جو تحریک قرآنی کی مخالفت کرتا ہے (اُدبیر) خیال کرتا ہے کہ اس کا مسلک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریک پر غالب آجائے گا وہ اس پر ایٹھ رہا ہے۔ (اُدبیر) یہ اس نے غلط سمجھا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہوگا۔ (کَلَّا)

وَالْقَمَرِ (قسم ہے چاند کی)

انقلاب کی پہلی منزل عرب پر قبضہ : قرآنی انقلاب کی تدریجی ترقی کو قمری روشنی کے بدھنے پر قیاس کرنا چاہئے۔ یہ پروگرام مختلف منازل میں سے گزر کر پہلے تو سرزمین عرب میں ہلال سے بدریں کر چکے گا اور عرب قوم کو بین الاقوامی انقلاب کی سنٹرل کمیٹی (Central Committee) بنادے گا۔

(43) وَاللَّيْلِ إِذَا أَدْبَرَ (اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیر لے)

پھر یہ چاند رات گزر جائے گی یعنی قومی انقلاب پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

(34) وَالصُّبْحِ إِذَا أَصْفَرَ (اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے)

بین الاقوامی منزل : اور اس کے بعد اس عرب پارٹی کی کوششوں سے بین الاقوامی انقلاب کی صبح نمودار ہوگی۔

(35) إِنَّهَا لَا تَخْذِي الْكُبُرَ (یہ واقعہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان

واقعات میں سے ہے)

رفتہ رفتہ آئلب عالمی کی خواب رہا اور بیدار کن روشنی کی طرح یہ عالمگیر انقلاب بھی ساری انسانیت کو بیدار کر دے گا اور ہر کہ دمہ اس سے فیضیاب ہوگا۔ یہ انسانیت گیر انقلاب (World Revolution) کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان انقلابوں میں سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انقلاب کا آغاز پہلے عرب میں ہوا قریش کی کامیابی سے عرب اس



اقتلاب میں شامل ہو گئے اور عرب مل کر بین الاقوامی اقتلاب کی ایک منزل کے قائلہ سلاار بنے۔

(36) نَذِيرًا لِلْبَشَرِ (یہ نوع انسان کو ڈرانے والا ہے)

عالمین کو جنگ میں سزا ملے گی : یہ بین الاقوامی اقتلاب کا پہلا گرام کسی خاص خطہ زمین یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے کہ وہ ملک یا خطہ اس کے ذریعے سے اپنا تقویٰ (Imperialism) قائم کر کے دوسرے ممالک یا اقوام سے انکلا (Exploitation) شروع کر دے۔ بلکہ یہ انقلابی تعلیم ساری نوع انسان کے لئے ہے اور جو اقتلاب اس کے مطابق پیدا کیا جائے اس میں تمام انسانوں کے مفادات جو اسے تسلیم کر لیں محفوظ رہنے چاہئیں اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیا جائے لہذا ہر زمانے اور ہر ملک کے خود پرست جاہل و ظالم حکمرانوں کو اس انقلابی تعلیم سے ڈرنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کر لینا چاہئے۔ تاکہ وہ اقتلاب کے دیہوی خطرناک نتائج اور انحرافی عذاب سے بچ جائیں۔

اس آیت میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت لطیف اشارہ شکل انذار موجود ہے جو اس تعلیم کے انقلابی ہونے کی بین دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اعلان : چنانچہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو اس آنے والے اقتلاب کے نتائج سے ڈرائیں تو آپ کو مقام پر تشریف لے گئے۔

فَهْتَفَ يَا صَبَاةُ فَقَالُوا مَنْ هَذَا؟ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِي؟ قَالُوا مَا جَرَيْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا فَقَالَ إِنِّي نَذِيرٌ بَيْنَ يَدَيِ عَذَابٍ شَدِيدٍ

آپ نے بلند آواز سے فرمایا یا صباہ (فریاد فریاد) لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا یہ کون ہے؟ خیر پھر سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ سنتے ہو۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری بات سچ مان لو گے؟ سب نے کہا ہم نے آج تک تجھے جھوٹ بولتے نہ سنا دیکھا اس پر آپ نے فرمایا کہ ”تو میں تمہیں آنے والے خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔“

جن لوگوں نے ”آنے والے خوفناک عذاب“ سے بچنا چاہا وہ آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے اور جو اس میں شامل نہ ہوئے وہ اس عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور دوسری زندگی میں اس عذاب کے زیادہ شدید تسلسل میں جا پھنسے۔

(37) لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ (اب یہ تم سے ہر ایک کے لئے ہے کہ وہ آگے بڑھے یا پیچھے ہو)

انقلاب میں آگے بڑھو : اب یہ فیصلہ خود تمہیں کرنا ہے کہ تم اس انقلاب کی صف اول (Vanguard) میں جگہ لینا چاہتے ہو یا پیچھے رہنے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ فیصلہ انسان کو خود اپنی رائے سے کرنا چاہئے جو فیصلہ اپنی رائے سے انقلابی نہیں بناتا وہ انقلابی نہیں کہلا سکتا۔ انقلاب سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ اس انقلاب کی صف اول میں جگہ لیں گے ان کو تکلیف پیش آئیں گی لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائیں گے لیکن جو اس تحریک میں حصہ لینے میں پیچھے رہ جائیں گے وہ شکست کھا کر خِزْیٰ فِی الْحَیٰوِۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرْکَبُونَ اِلَیْ اَشَدِّ الْعَذَابِ کے مصداق ٹھہریں گے۔ (یعنی دنیاوی زندگی میں سخت ذلت (ظلامی) کا عذاب اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدت کا احساس عذاب) چنانچہ جن لوگوں نے تقدم اختیار کیا ان میں سے صدیق اکبرؑ، فاروق اعظمؑ، عثمان غنیؑ اور علی مرتضیٰؑ اور حضرت حمزہؑ اور سیدہ روئےؑ ہیں۔ ان کی کامیابی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور جو پیچھے رہے ان میں سے ابو جہلؑ اور ابوسلبؑ اور ابوسلبؑ کی بیوی و بیٹے ہیں جو دنیا سے ناکام گئے اور مرنے کے بعد ان کی یہ ناکامی اور ان کے دیگر مظالم ان کے ساتھ گئے جنہوں نے ان کے لئے کھل عذاب جہنم پیدا کر دیا ہے اب آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ نمبر 48 تک چلا گیا ہے سب سے پہلے نمبر 38 میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے۔

(38) كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (ہر ایک جاندار اپنے کئے میں پھنسا ہے)

پیچھے رہنے والے برہلو کر دیئے جائیں گے : انسان کی ساخت ایسی ہے کہ جو کام کرتا ہے اس کی پوری جوہری کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا پس جو شخص پیچھے رہے گا اسے اپنی اس فطری کاغیانہ بھگتنا پڑے گا اس کی یہ رجعت پسندی (Reaction) اور انقلاب دشمنی اس کے نفس پر ایسی چھا جائے گی کہ وہ اپنی اس ذہنیت کے نتائج سے کبھی بھٹکارا نہ پاسکے گا۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ان کو ان کی فطرت کے مطابق کام میں لا کر جلاوی جائے جو شخص ان قوتوں کو جلا نہیں دیتا بلکہ فطرت کاروں کے نیچے دبا کر صلح ترقی سے روکتا ہے اسے اس کا نقصان پورا کرنا ہوگا اور عذاب برداشت کرنا ہوگا اس کے یہ ارتجائی اعمال بے نتیجہ نہ رہیں گے۔

### انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں

ہام ولی اللہ کا نظریہ : حمد اللہ علی الارض الامم الامم لام ولی اللہ محدث دہلوی (امام اللہ برہانہ) فرماتے ہیں کہ:

إِعْلَمَنَّ أَنَّ الْأَعْمَالَ النَّبِيُّ يَقْضِيهَا إِلَّا نَسَانُ قَضَا مُوَكَّلًا  
وَالْأَخْلَاقَ النَّبِيُّ هِيَ رَاسِخَةٌ فَبِئْسَ تَنْبِيْهُتُ مِنْ أَصْلِ النَّفْسِ  
النَّاطِقَةِ تَمَّ نَعُوْدُ إِلَيْهَا ثُمَّ تَنْشَبُتُ بِكَلْبِهَا وَتُحْصِي عَلَيْهَا (حمد  
اللہ الہد مس 28)

(یعنی واضح رہے کہ جس قدر کام انسان اپنے ہمتہ ارادہ سے کرتا ہے اور جس قدر اخلاق انسان میں ہمتہ ہو جاتے ہیں ان کا ج پہلے تو انسانی روح ہی میں سے نکلتا ہے اور پھر پھیلنے کے بعد انسانی روح ہی کی طرف واپس آ جاتا ہے (جو نکلنے کے وقت وہ جچ چھوٹا ہوتا ہے اور واپس ہونے تک وہ پھیل چکا ہوتا ہے اس لئے وہ واپس میں) روح کے دامن سے ملتی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ چٹ جاتا ہے۔“

گویا ہر شخص کے اعمال انکے نسمہ میں محفوظ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد جب ہادی بدن اتر جائے گا تو یہ اعمال نہایت واضح شکل میں اسے محسوس ہونے لگ جائیں گے پس

ہر شخص کو اس انقلاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے قومی کو فطری ترقی دے سکے اور ایسی سوسائٹی پیدا کر سکے جس میں وہ کردہ اچھے اعمال اپنے نئے کے اندر جمع کر سکے۔ اب ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جنہوں نے آگے بڑھ کر کام کیا۔  
 رَاۤلَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (سوائے ان کے جو دائیں طرف والے ہیں)

انقلاب کے پیشرو : جو لوگ دنیا میں قرآن حکیم کا انقلاب برپا کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ سابقین (Pioneers) تو کامیاب ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ ان کے دست راست بننے والے بھی بچنے نہیں رہتے وہ بھی کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور سند کامیابی اپنے دائیں ہاتھ میں پاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کا حق لیا کیا یعنی اللہ نے جو قوتیں عطا کی تھیں ان کو حق کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا۔

ان کے مقابلے میں ایک جماعت اصحابِ شمال کی ہے جو ناکام رہتی ہے۔ السابقین اور اصحابِ الیمین کی کامیابی کا راز معلوم کرنا ہو تو ان ناکام رہنے والوں کی کامیابی کے اسباب خود ان کی زبانی سن لیں تاکہ کامیاب انقلابی پروگرام کی مدات۔۔۔۔ واضح ہو جائیں۔  
 جو لوگ پیچھے رہ گئے ان کا تذکرہ آگے نمبر 48 تک آتا ہے۔

## بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

(40) رَفِیْ جَنَّتْ یَتَسَاءَلُوْنَ (وہ ہفتات میں ہیں پوچھتے ہیں)

(41) عَنِ الْمُجْبِرِ مِیْنِ (مجرموں سے)

ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ : اسباب عین جنت میں پہنچ جاتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات پالیتے ہیں اس کے بعد وہ غور کرتے ہیں کہ اب جو لوگ مذاب میں جلا ہیں وہ کیوں مذاب میں جلا ہیں چنانچہ وہ جہنمیوں سے ان کی ناکامی کے اسباب دریافت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ:

(42) مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرٍ؟ (تم کو اس دوزخ میں کس چیز نے لا

ڈالا؟)

تم اس ناکامی کے مذاب میں کس وجہ سے جلا ہوئے؟ کچھ سمجھ بھی؟ اس مذاب کو دیکھ کر جس کی خبر ہمیں پہلے دی گئی تھی اب تو سمجھ آگئی ہوگی؟

قائدہ : جس مجرم کو اس کی سزا ملنے کے وقت یہ علم نہ ہو کہ اسے کس جرم میں سزا مل رہی ہے اسے اس سزا سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جہنم میں پہنچ کر مجرم خود ہی جان لیں گے کہ انہیں کس کس جرم کی سزا مل رہی ہے سزا اور جرم میں خاص مطابقت ہوگی۔ چنانچہ مجرم اپنے جرائم آپ بتاتے ہیں کہ: (43) قَالُوا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (وہ کہنے لگے کہ ہم نماز میں پڑھتے تھے)

(1) تعلق باللہ کی ضرورت : وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نماز میں پڑھتے تھے یعنی سعادت انسانی کے اس پروگرام پر عمل نہ کرتے تھے جو احمق فکر، اجماعیت اور مساوات وغیرہ بیسیوں بھلائیوں سکھاتا ہے اور جس کا اعتدالی معراج تعلق باللہ ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے قلب میں خدا شناسی کی جو قوت مضمر ہے اسے نماز ترقی دیتی ہے تو انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اس آئینے میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یہ تجلی جو اس کے قلب میں اسے نظر آتی ہے انسان کبیر ————— لام نوع انسانی ————— کے قلب کی تجلی کا پرتو ہوتی ہے یہاں تک ترقی کر جاتے کہ نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ انسان انسانیت کے تقاضوں کو خدا کا حکم سمجھنے لگ جاتا ہے اور اپنے آپ کو خدا کا اپنی مسکینوں اور کمزوروں کا خادم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسے کسی دوسرے بڑے کے حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پس وہ ہر وقت خدمت انسانیت کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اسے خدا کی مہلت کا جزو جانا ہے۔

اس کی مزید کیفیت سورہ ماعون میں بیان کی گئی ہے۔ جہاں فرمایا: **فَقَوْلُ** **لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآؤْنَ ۝ وَتَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝** (یعنی جو لوگ اپنے پیسوں اور بے کس مسکین مسایوں کو (جن کا ذکر ماعون کی ابتدائی آیتوں میں آیا ہے) برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے۔۔۔ مفت نہیں کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ ادھار۔۔۔ وہ اپنی صلوٰۃ (تعلق باللہ) کے مقصد سے غافل ہیں اس لئے اب جو وہ نماز پڑھتے ہیں تو یہ محض دکھلوے کی نماز ہے)

(44) **وَلَمْ تَكُنْ تُطْعَمُ الْيَتَامَىٰ** (اور ہم کسی مسکین کو کھانا نہیں کھاتے تھے۔)

(2) مساکین کی تنظیم کی ضرورت: جب ہم اپنے نفس کی ضرورت۔۔۔ تعلق باللہ۔۔۔ کو بھلا بیٹھے تو پھر دوسروں کی ضرورت کا بھی احساس ہم میں مودہ ہو گیا نماز کے ذریعے سے اپنے خالق کے ساتھ تعلق نہ جوڑا۔ خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کیا۔ دوسروں کا ہاتھ پکا کر اپنے برابر کرنے کی کوشش نہ کی اور عام لوگوں کی بلوی اور عقلی ضرورتیں پوری کرنے کا جتنا سلسلہ ہم کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس مذاہب میں جلا ہو گئے۔

مسکینوں کو کھانا کھانا کے معنی یہ نہیں کہ بھک مٹگے پیدا کئے جائیں بلکہ یہ کہ بیکار لوگوں کو تسلیہ اور کام کے ذرائع بہم پہنچا کر سوسائٹی کے مفید رکن بنایا جائے۔

(45) **وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ** (اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر بحثیں کیا کرتے تھے)

ا۔ ان دونوں آیتوں کے مضمون۔۔۔ نماز اور احسان مسکین۔۔۔ کو قرآن حکیم میں **أَقِمْوَا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ** کے جملے کے ذریعے سے بیگانوں مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

بیکار مہلچے : ہم انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے فلسفیانہ موشگافوں اور  
دوراز کار بحثوں میں پڑ گئے اور کمزوروں کو کمزور رکھ کر ان کا خون چسنے کے فلسفے کے جواز  
میں بیڑی بیڑی بھینس کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ بیکاروں (unemployed)  
(The) کو کام پر لگانے کے ذرائع پر غور کرتے اور جو لوگ خدا سے تعلق جوڑنا بھول گئے  
ہیں ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور انہیں علم دیتے۔

(46) وَكُنَّا نَكْتَبُ بِيَوْمِ الدِّينِ (اور ہم جزاءِ اعمال کے وقت کا انکار  
کرتے تھے)

(3) اعمال کی ذمہ داری سے انکار : یہ سب کچھ اس لئے کر گزرتے تھے کہ ہم اس  
کمزور محتاج اور مظلوم کی اپیل کے نتائج اور آخری فیصلے کے دن کا یقین نہ رکھتے تھے اور  
ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ نہ سمجھتے تھے اگر کوئی ہم سے  
اس ذمہ داری اور جوابدہی کا ذکر کرتا اور یاد دلاتا تو ہم اسے جھٹلاتے تھے۔  
(47) حَتَّىٰ آتَيْنَا النَّبِيَّ بَيِّنَاتٍ (یہاں تک کہ آئی جینی بات)

ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بچے میں ہیں ان سے جس طرح چاہیں کام لیں اور  
ہماری اس حالت میں کبھی انقلاب نہ آئے گا لیکن انقلاب تو جینی تھا مگر ہم اسے جینی نہ  
جانتے تھے آخر موت و ہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔  
(48) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ : (ایسے لوگوں کو شفاعت  
کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی)

چونکہ فطرتِ مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں اس لئے  
جب تک وہ تمام زہر جو جسمہ میں گھس گیا ہے خارج نہ کیا جائے ترقی محال ہے اس سلسلے  
میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔

دوبارہ انداز : اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ  
سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔

(49) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ؟ (پھر کیا وجہ ہے کہ یہ

لوگ اس یاد دہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کر رہے ہیں)

پہلی آیت میں جو آیا تھا کہ قُمْ فَأَنذِرْ اس کے مطابق یہ انداز (ڈرلوا) ہے اور

انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل جائے گا یہ ہو کر رہے گا اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی ان کو چاہئے کہ اسے فوراً قبول کر لیں اور اس سے اعراض کر کے نقصان نہ اٹھائیں۔

(50) كَاٰتِهِمْ حُمُرٌ مَّسْتَنَفِرَةٌ (گویا گدھے ہیں بدکنے والے)

انقلاب کی تمثیل : یہ ارتحالی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے منہ میں جانے کے برابر سمجھتے ہیں۔

(51) فَزَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (بھگتے ہیں شیر سے)

یہ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس انقلاب سے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو کیا یہ رک سکتا ہے؟ پھر مساکین اور یتیموں کی حالت کی اصلاح کرنا انسانیت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھگتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیری پیدا کر دیتی ہے وہ ہر چیز کھاتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے۔

نہ خود شیر نیم خوردہ سگ در ز سختی بہبود اندر غار  
قرآن حکیم ان کو خود سوچنے کی دعوت دیتا ہے اس سے اعراض کرنا گدھا پن ہے مگر جو جموٹا کھانے کی غلاط میں جٹا رہتا چاہیں۔ اور خود خوردہ نگر نہ کریں وہ بھلا قرآن حکیم کی کیا قدر کر سکتے ہیں؟

(52) بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ اَنْ يُّوْتٰى صُحُفًا مِّنْشَرَّةٍ

(بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے)

نزع پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا : صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نظام میں منسلک کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لئے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگرام یا چارٹر (Charter) دیا جاتا تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر آکر انقلاب بپا کرنا چاہتے ہی نہیں کیونکہ اس انقلاب سے ان کی ذات خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نزع (Anarchism) ہے اور یہ نزعی (Anarchists) اس اجتماعی پروگرام کو قبول



نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور یہ اپنے لئے ذرا اندوڑی۔  
 ---- اور انفلع کا چارٹر (Charter for Exploitation) چاہتے ہیں۔  
 کَلَّا (ہرگز نہیں)

انہیں کوئی انفلوئی پروگرام نہیں دیا جاسکتا یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ یہ قوف اتنا  
 نہیں سمجھتے کہ اس سے زواج (Anarchy) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی منظم انسانی معاشرہ  
 (Organised Human Society) پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ فرد کی ترقی کا راستہ اجتماع  
 سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لئے تعلیم ایسی ہونی چاہئے جس سے اجتماعیت (Society) پیدا  
 ہو۔ اور اسے ترقی حاصل ہو ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے تو یہ  
 انفلوئی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے؟

فائدہ : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم پارٹی بنانا چاہتا ہے وہ ایک ایک انسان کو  
 الگ الگ سمجھنے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔  
 بَلْ لَا يَخَافُونَ إِلَّا خَيْرًا (بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے ہیں)

یہ لوگ جو انفلوئی انفلع (Individual Exploitation) کا چارٹر (Charter)  
 چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نفسی ضروریات (Necessities  
 Psychological) سے غافل ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کے ساتھ تعلق قائم  
 نہ کر کے اور مساکین اور غریبوں سے ناجائز انفلع (Exploitation) کر کے اپنے نفس کے  
 اندر ایسے خوفناک زہر جمع کر رہے ہیں جو مرنے کے بعد پھوٹ نکلیں گے اور انہیں اس  
 طرح عذاب میں مبتلا کر دیں گے جس طرح آتشک یا سوزاک یا جذام کا زہر جسم میں جمع ہو  
 تو حالات سازگار ہوتے ہی جسم میں سے پھوٹ نکلتا ہے اور مریض کی زندگی کو جھلنے  
 عذاب کر دیتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنے جسموں کے اندر انسانیت کشی کے علفِ اعمال کے  
 ذریعے سے جو زہر جمع کر رہے ہیں وہ جہنم کی موافق ”آب و ہوا“ میں ان کے جسموں سے  
 پھٹ نکلے گا اور ان کی زندگی ایک دائمی عذاب بن جائے گی جس طرح مرنے کے بعد ان  
 سے فطرت انسانی جواب طلبی کرے گی اور انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اسی طرح اس  
 دنیا میں انقلابی جماعت ان سے جواب طلبی کرے گی اور ان کو جلاء عذاب کرے گی۔

انقلابِ سوسائٹی کے اندر سے پیدا ہوتا ہے : کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آنے

ولا انقلاب جہونی اثرات کا نتیجہ ہوگا؟ یا آئے والا مذاہب جنم ان کے نفسوں کے باہر کی  
قوتیں پیدا کریں گی؟  
(54) کَلَّا (ہرگز نہیں)

بلکہ وہ انقلاب خود ان کے اپنے نفسی حالات پیدا کر رہے ہیں اگر ان کی ذہنیت  
درست ہوتی اور یہ سب کے ساتھ انصاف کرتے ہوتے تو یہ انقلاب نہ آتا۔  
إِنَّهُ تَذَكُّرٌ (اب بھی قرآن حکیم جو آیا ہے تو ان کی یاد دہانی کے لئے آیا  
ہے)

قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت : اگر یہ لوگ اپنی خفیہ انسانیت کو بیدار کر  
لیں اور انقلاب کی عملیت میں اٹھ کھڑے ہوں تو ان کے لئے اچھا ہے۔ قرآن حکیم ان کو  
ان کی بھولی ہوئی انسانیت یاد دلانے آیا ہے اور وہ بتاتا ہے کہ انسانیت کے متعلق ان کے  
کیا فرائض ہیں۔

(55) فَمَنْ شَاءَ ذَكِّرْهُ (جو کوئی چاہے اسے یاد کرے)  
عیاں راجح بیان۔ انسان آج بھی انسانیت کو بھولے کار لا کر دیکھ لے تو اسے معلوم ہو  
گا کہ قرآن کی تعلیم اس کے لئے کس قدر مفید ہے اور اس کی زندگی روح کے کس قدر  
مناسب حل ہے۔ جب وہ دنیا میں اس تعلیم کے نتائج حاصل کر کے کامران ہو سکتا ہے تو  
یہی نتائج زیادہ واضح طور پر حیات بعد الموت (The Life Hereafter) میں اسے  
حاصل ہو جائیں گے اس لئے جو محض دنیوی مصلح اور اخروی مصلح حاصل کرنی چاہتا ہے  
وہ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لے جو کسی خاص انسان یا خاندان کی ترقی کا کفیل نہیں  
ہے بلکہ ساری نوع انسان کی سعادت کا ذمہ دار ہے۔

(56) وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (مگر اس سے وہ اسی صورت  
میں نصیحت پاسکتے ہیں کہ اللہ چاہے)

جو لوگ اس یاد دہانی سے قائمہ اٹھا سکتے ہیں وہ حیثیت الہی اور حکمت الہی پہلے سے  
محسوس کر چکی ہے وہی اس کام کو بجالائیں گے جو لوگ قرآن کی ہدایت سے ہدایت یاب  
ہوتے ہیں وہ اتفاقاً نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن اشخاص میں فلاں  
فلاں باتیں ہوں گی وہی ہدایت پائیں گے پس انسان کو اپنے اندر وہ شریں پیدا کرنی چاہئیں

تب وہ ہدایت پاسکتا ہے۔

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہ تقویٰ کا اہل ہے اور وہ

مغفرت کا اہل ہے)

انقلابِ عدل قائم کرے گا : اس کی حیثیت اور حکمت کے مطابق یہ وہ قسم کے لوگ ہدایت پاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ تقویٰ کے معنی ہیں یہ آیت:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

(وہی اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ اور فحشاء اور منکر سے اور بغوت سے منع کرتا ہے)

اس آیت کی رو سے تقویٰ میں عدل شامل ہے۔

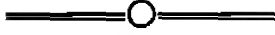
پس جو لوگ اپنی استعداد کے مطابق عدل کرتے ہیں وہ جب عدلِ کامل کی تعلیم پاتے ہیں تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں مگر اپنے ظلموں پر اصرار نہیں کرتے جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ باز آجاتے ہیں یہ اہل مغفرت ہیں۔

قرآن حکیم ان دو قسم کی ذہنیات کے لوگوں کو بیدار کرے گا۔

خداوند تعالیٰ سے ہرگز یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ انصاف کو چھوڑ کر کسی انسان کو بخش دے گا کیونکہ وہ خود اہل تقویٰ یعنی عادل ہے۔ البتہ اگر انسان ایک جگہ للطی کرے مگر متنبہ ہو کر دوسرے موقع پر اعلیٰ درجے کی نیکی کرے تو وہ اسے بخش دیتا ہے یہ اس کی عدالت کے معنی میں ہے پس اللہ سے معافی مانگنے کے لئے انسان اپنی للطی کا ازالہ کرے اور کوئی بہتر نیکی کرے تو وہ بخش دیا جاسکتا ہے۔

## خلاصہ الکلام



- ① صلح انقلاب پسند کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کو ترقی دینے والے قانون کے خلاف جو غیر صلح نظام موجود ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ (نمبر 1-3)
- ② صلح انقلاب پسند ہر قسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اس کا آغاز لباس کی پاکیزگی سے کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بدن اور ماحول کو بھی پاک رکھتا ہے۔ (نمبر 4)
- ③ صلح انقلاب پسند کسی قسم کی خیالی اور علمی ٹپاکی کو قبول نہیں کر سکتا اس لئے وہ ہر غیر صلح نظام کا انکار کر دیتا ہے۔ (نمبر 5)
- ④ صلح انقلاب پسند ہر قسم کے انفعاع (Exploitation) کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کسی انسان پر کسی قسم کا ظلم نہ خود کرتا ہے اور نہ اسے برداشت کرتا ہے۔ (نمبر 6)
- ⑤ صلح انقلاب پسند علوم مرگ محض خدا پر بھروسہ کر کے کام کرتا ہے اور مشکلات سے گھبرا کر اپنے لائحہ عمل پر شک کرنے نہیں لگ جاتا۔ (نمبر 7)
- ⑥ قرآن کا انقلاب سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ (نمبر 8 تا 25)
- ⑦ اس ذہنیت کا انجام دنیا میں ناگہانی ہوگا اور مرنے کے بعد کی زندگی میں دردناک طواہ۔ (نمبر 26 تا 31)
- ⑧ قرآن کی تعلیم بین الاقوامی تعلیم ہے۔ (نمبر 31 تا 36)
- ⑨ یہ بین الاقوامی تعلیم قومی درجے سے ترقی کر کے بین الاقوامی درجے پر پہنچے گی اور مساکین کی عظیم کسے گی اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کرے گی۔ مخالفین ہاکم رہیں گے۔ (نمبر 37 تا 56)



## نظر باز گشت

### مزل اور مدثر کا قتل

یہ دونوں سورتیں — للزل اور المدثر — مکی دور کی ابتدائی سورتیں ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے منصب نبوت پر قائم ہونے کے پہلے ہی سال میں اتری ہیں۔ ان دونوں کے مضامین باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کا تتمہ معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو چیزیں مزل میں مفصل ہیں ان کی طرف مدثر میں اجمالی اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور جو مزل میں مجمل بیان ہوئی ہیں ان کو مدثر میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس انقلابی تعلیم کو روئے زمین پر ممکن کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے مزل میں آپ کو رفقہ کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لئے نماز تہجد — قیام شب — مقرر کی گئی تاکہ ان رفقہ کی تیاری تعلیم و مصاحبت سے کریں اس کے بعد دوسری سورت میں ترمیل — تیاری رفقہ — کی غرض بیان کر دی گئی۔ یعنی یہ کہ آپ دنیاۓ انسانیت سے ہر قسم کے ظلم کو محو کریں گے اور معاشرہ انسانی کو ہر قسم کی پاکیزگی سے معمور کریں گے۔ انسانی زندگی کو بین الاقوامی معیار پر بلند کرنے کے لئے چار اخلاق انسانوں کے اندر پیدا کئے جائیں گے۔ یعنی

(1) اللہ کی طرف اخلاص (مخلصانہ)

رَّحُكْ فَكَتِيرٌ

(2) طہارت

وَتِيَابِكْ فَطَهَّرْ

(3) سلامت

وَالزُّجْرَ فَاهْجُرْ

(4) عدالت

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ

ان اخلاق اربعہ کے علاوہ شعائر اللہ — وہ چیزیں جن میں تجلیات الہی کا ظہور ہوتا ہے — سے تعلق قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ لَرَّتْكَ فَاَصْبِرْ جس سے مراد یہ ہے کہ تعلق باللہ اپنے وسیع ترین معنوں میں صرف قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کے آنے والے انقلاب کا مجمل خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔

یہ انقلاب، جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سرلیہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ سورۃ منزل میں اس کا اعلیٰ ذکر وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ اُولٰٓئِكَ النُّعْمَةُ مِنِّي کیا گیا تھا لیکن مدثر میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیات نمبر 11 تا نمبر 25 میں کیا گیا ہے اور سرلیہ پرستانہ ذہنیت کا نہایت باریک نفسیاتی تجزیہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ اس ذہنیت کا انسان قادر الہل ہونے کے باوجود ذرا اندوڑی کرتا ہے اور ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے اور جہاں کسی تحریک سے جو عوام کے فائدے کے لئے جاری کی جائے اس کے ذاتی مفادات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ اس تحریک کے خلاف عملی اقدامات شروع کر دیتا ہے جس کا آغاز غلط فہمی پیدا کرنے والے پراپیگنڈا سے ہوتا ہے اور انجام عملی مسئلہ پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس تحریک عوام (Mass Movement) کو روکنے کے لئے متوازی تحریک (Parallel Movement) کے پروگرام بھی وضع کرنے کی کوشش لیتا ہے لیکن انقلاب صلیح کی تحریک صحیح خطوط پر چل رہی ہو تو مختلف تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی اور مخالفین مرنے کے بعد اپنے ساتھ دلیغ بٹائی لے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کے لئے سوہن روح بنے رہتے ہیں اور دوسری زندگی میں ان کے لئے المناک عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

کوئی انقلابی تحریک خواہ کتنی بھی عالمگیر نوعیت کی کیوں نہ ہو اول دور میں بین الاقوامی عناصر کو جمع نہیں کر سکتی۔ اس کی طبعی رفتار یہ ہوتی ہے کہ ایک خطے کے افراد جو ایک زبان بولتے ہیں ایک صاحب فکر کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مضبوط جماعت بن جاتی ہے۔ یہ بین الاقوامی کلام کی مرکزی جماعت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ منزل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اور مدثر میں اجمال کے ساتھ قرآنی تحریک کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہاں ہم دونوں سورتوں میں اس تحریک کے اصلی رنگ — بین الاقوامیت — کی طرف صریح اشارے موجود ہیں۔

دونوں سورتوں سے بین الاقوامی تحریک کے جو اصول کار نکلتے ہیں وہ حسب ذیل معلوم

ہوتے ہیں۔

(1) تبلیغ و تحظیم

(2) تعلق باللہ کا قیام

- (3) مساکین کی عظیم خدمت
  - (4) ظاہری پاکیزگی کا احترام
  - (5) خیالات و افعال کی پاکیزگی کا استمرار
  - (6) سرمایہ پرستی کا ہر شکل و صورت میں استیصال خواہ وہ ذہنی ہو یا صوری
  - (7) انفرادیت کی اجتماع کے ساتھ وابستگی۔
  - (8) انسان میں اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری کے احساس کی بیداری۔
  - (9) ہر شخص اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں شامل ہو۔
  - (10) دنیا میں بین الاقوامی انصاف و عدل قائم کرنے کا تہیہ۔
- کیا قرآنی انقلابی تحریک کے سوالور بھی کوئی تحریک کامیاب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔  
 قرآن ہر ایک انسان کو اس کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔  
 فہل من مذكّر؟ کوئی ہے جو خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس انقلاب میں قدم  
 رکھے؟







# قرآنی جنگ انقلاب

سورہ محمد ﷺ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مروم)

محکم دلائل و براہین سے مزین

32، میلنگن روڈ، ایچ کے بی بی سنٹر، چوک اے جی افس، لاہور

فون: 7239138



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

### مقدمہ

دنیا میں جب مادہ ترقی کرتے کرتے شعور کا تصور سامانہما کرنے لگتا ہے، تو اس میں زندگی کی کھینچ تانی یا کشش (Struggle for Existence) شروع ہو جاتی ہے، چنانچہ جانداروں کی سب سے نیچے درجے کی شکل ایما (Amoeba) ہے، جو ایک خلیے کا جاندار (Monocellular Organism) ہے اسے بھی اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ حرکت اور کوشش کرنی ہی پڑتی ہے۔ جانداروں میں جوں جوں جسمانی بناوٹ کی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے، خوراک کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی کی کشش زیادہ شدید ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ شیر بڑے بڑے جانوروں کو پھاڑ کھانے کو اور وہیل مچلی بڑی بڑی مچلیوں کو گل جانے کو لپکتی ہے۔

ان حیوانوں میں جہاں تک اپنی حیوانی ضرورتیں حاصل کرنے کے لیے لڑنے اور مارنے کا تعلق ہے، دم یا انصاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ فطرت نے انہیں ان باتوں کے سوچنے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن جو نئی حیات (زندگی) حیوانیت سے ذرا اوپر اٹھتی ہے اور اس میں عقل کا نور روشن ہوتا ہے، زندگی کی کھینچ تانی صرف حیوانی اصول پر کام کرنے کی جگہ عقل کے نیچے آ جاتی ہے اور انصاف اور دم کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بے عقل حیوانی طبقے میں ہمارا اصل (Survival of the Fittest) کا قانون جاری تھا، تو حیوانوں کے ہنگام طبقے یعنی انسانوں میں ہمارا عقل یا اللع (Survival of Best) کا قانون اس کی جگہ لے لیتا

اسی بات کو ذرا کھول کر بیان کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیوانوں میں زندگی کی جو  
 کشش جاری ہے اس میں فقط وہی حیوان زندہ سمجھے ہیں جو اپنے ارد گرد کے حالات  
 سے زیادہ مناسب رکھتے ہوں، جسمانی طاقت اور دشمن سے بچنے کے ذریعوں کے مالک  
 ہوں، دوزمو کی زندگی میں چالاک، پھرتی اور ہوشیاری سے رہنے کے لائق ہوں اور  
 بھوک سنے کے لحاظ سے دوسرے جانوروں سے بہتر ہوں۔ لیکن انسانی سوسائٹی میں  
 زندگی کی کھیچا تلی صرف اوپر تلی ہوئی چیزوں میں گہری ہوئی نہ رہی بلکہ عام لوگوں کی  
 بھلائی کی خاطر کام کرنے، انصاف قائم کرنے، خوبصورتی سے محبت اور اپنے آپ کو  
 بری عادتوں سے پاک کرنے کے خیال کو بھی اس کھیچا تلی میں دخل ہو گیا۔ اس لیے  
 اب یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ حیوانی زندگی کی کھیچا تلی انسانی اصول کے نیچے آگئی۔  
 اس لیے انسانی جماعتوں میں سے وہ جماعت انسانی حیثیت سے ----- حیوانی  
 حیثیت سے بلکہ انسانی حیثیت سے ----- زیادہ دیر تک زندہ رہے گی جس میں  
 عام انسانوں کی بھلائی اور خدا کے سامنے جوابدہی کے ڈر سے انصاف کرنے کا جذبہ  
 خوبصورتی سے محبت اور اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنے کا خیال زیادہ ہو گا اور  
 جس میں ان باتوں پر زیادہ زور ہے اور زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ کام ہوتا ہو  
 گا۔ ایسی قوم زیادہ متقی ----- اعلیٰ ----- کھلائے گی۔ جب کوئی انسانی سوسائٹی  
 کشش کے فقط حیوانی اصول پر اتر آتی ہے وہ انسانیت کے اونچے درجے سے گر جاتی  
 ہے اور بہتر انسانی اصول پر کام کرنے والی جماعت (جماعتِ اعلیٰ) یا تو اسے بالکل فنا کر  
 دیتی ہے یا اسے اپنے اندر ہضم کر لیتی ہے۔ چنانچہ جب کسی انسانی سوسائٹی میں زندگی  
 کی ضرورتیں تمام افراد کو انصاف کے ساتھ بہم پہنچائی جانے کی جگہ سمٹ کر ایک  
 چھوٹے طبقے کے قبضے میں چلی جاتی ہیں اور وہ طبقہ بڑے طبقے کو ان سے محروم کرتا

ہے، اس سوسائٹی میں انقلاب (Revolution) آ جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں ہوتا کہ وہ جماعت جس کے پاس زندگی کے سامانوں کی کثرت ہو باقی رہے، بلکہ یہ جماعت انقلابی قوتوں (Revolutionary Forces) کے مقابلے میں آ کر فنا ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے بس اور بے کس لوگ (Havenots) غالب آ جاتے ہیں جن کے پاس زندگی گزارنے کے اسباب گھٹے ہوئے ہیں لیکن وہ انہیں آپس میں انصاف کے ساتھ بانٹ کر کھاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں وہ اچھی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں قیصر روم اور کسریٰ ایران کے ساتھ عربوں کی جو جنگیں ہوئیں وہ اس نکتے کی بہت اچھی مثال ہیں۔

ان جنگوں میں ایک طرف قیصر روم اور کسریٰ ایران تھے۔ ہر قسم کے دنیاوی سامان کے مالک تھے۔ لیکن عدل و انصاف نہیں کرتے تھے، بلکہ غریبوں کا خون چوس کر پیش کرتے تھے۔ دوسری طرف عرب تھے۔ ان کے پاس جنگی سامان تو ایک طرف، کھانے پینے کی عام چیزوں کی بھی کمی تھی۔ لیکن یہ لوگ قرآن حکیم کی وہ تعلیم لے کر آئے تھے، جس میں عوام کی بھلائی خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین، انصاف، حُبِ جمل، اور تہذیبِ نفس کے بہت اچھے قاعدے تھے۔ عرب کے لوگ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ نتیجے کی تاریخ گواہ ہے کہ اس ٹکڑھل میں اونچے درجے کے اصولی شخص مادی سامان کی زیادتی پر غالب آئے۔ کہ یہی انسانیت کا نقصان ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اجتماعی انقلابی تعلیم ہے۔ اس کا قاعدہ انسانیت کے کسی خاص طبقے کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کا قاعدہ ساری انسانیت کو ایک جیسا پہنچتا ہے، اس لیے اس کے اصول پر ہر ایک قوم مجدد انقلاب کا آنا ضروری ہے۔ وہ خدا پرستی کو انسانیت کا

ایک لازم جز ٹھہراتی ہے۔ لیکن اس کے لیے کسی ہمدست طبقے (Ptienthood) کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وہ معاشیات کی عادلانہ تقسیم کی مدی ہے، جس کا عام لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ انسان کی طبعی ضرورتیں۔۔۔ کھانا، پینا، کپڑا لکڑ، مکان، تعلیم اور صحت کے انتظامات تمام انسانوں کے لیے ایک جیسے ہوں۔ جس سوسائٹی پر قرآن حکیم حکمران ہو گا، اس میں کوئی شخص بھوکا نہیں سوئے گا، کوئی شخص تنگا اور بے گھر بے در نہ ہو گا، اور نہ جاہل اور بے علم رہے گا ایسے ہی کوئی شخص دانا نہ ملنے کی وجہ سے اینٹیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرے گا۔ فرض جہاں وہ خدا کو پہچاننے اور اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے موقع ہر ایک انسان کو ہم پہنچاتی ہے، وہاں وہ ہر ایک انسان کی طبعی حیوانی ضرورتیں فراہم کرنا سب انسانوں کا فرض قرار دیتی ہے اور اسے خدا کی محبت کا ایک جز بناتی ہے جو شخص خدا کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی محبت کا دم بھرنے کے بعد اس کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے اور کمزور انسانوں کی مدد کرنے میں سستی، کالی، غفلت یا بے رخی دکھاتا ہے وہ قرآن حکیم کی نگاہ میں مجرم اور خدا کے سامنے گنہگار ہے۔ اس سے دنیا میں قرآنی حکومت جواب طلبی کرے گی اور مرنے کے بعد کی زندگی میں خدا تعالیٰ خود ایک دن مقرر کر کے جواب طلبی کرے گا۔

یہ ہیں وہ باتیں جنہیں دنیا میں چلانے کے لیے قرآن حکیم اپنی جماعت کا سیاسی غلبہ چاہتا ہے۔

انسانی تاریخ کا یہ سب سے الناک حادثہ (Tragedy) ہے کہ یہ اونچے درجے کے اصول، جنہیں قائم کرنے کے لیے حجاز کا پہلا بڑا انقلاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ہوا، ہوتے ہوتے بادشاہوں کا کھلونا بن کر رہ گئے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دین کو سیاست سے الگ کر دیا۔ قرآن کریم کی آیت اخذیت من القلۃ اللہ خزینۃ سورۃ بقرہ ۲۵۴ (۲۳) (کیا حق نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنا لیا؟) میں وحیت کی اسی غرابی کی طرف اشارہ ہے۔ ان بادشاہوں اور امیروں کے نزدیک دین کیا تھا؟ یہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسئلے باقی رہی حکومت اور اس کے متعلق چیزیں، جیسے ٹیکس وصول کرنا، بیہ جمع کرنا، فوجداری اور دیوانی انتظام کرنا، خانوں کے ساتھ جنگ یا صلح کرنا اور معاہدے کرنا، یہ سب سیاست کی باتیں ہیں، ان میں بادشاہ اور امراء اپنی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور صرف اسی مصلحت کا خیال رکھتے تھے، جس کا تعلق ان کی ذات یا خاندان کی حکومت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس لیے یہی لوگ ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنا لیا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر جہاد اور عدل قائم کرنے میں لگے رہے۔ نماز، روزہ وغیرہ فرض ادا کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا زیادہ تر وقت انہی ”دنیاوی“ باتوں میں گزرتا تھا۔ قرآن کی اشاعت ہے، باہر سے آنے والے دفعوں سے ملاقاتیں ہیں، بادشاہوں کو قرآن کی طرف دعوت ہے، مقدموں کے فیصلے ہیں، لشکروں کی تیاری ہے، جو حکمران آپ کی دعوت نہیں مانتے اور اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں ان پر لشکر کشی ہے، مالیات کی جمع ہے، تعلیم کا انتظام ہے، غریبوں اور بے کسوں کی خبر گیری ہے، ان کے قرضوں کے ادا کرنے کا انتظام ہے، قیصوں کی جانیدادوں کا اہتمام ہے بیواؤں کی گمرانی ہے۔ فرض ہر وہ کام ہے جسے بعد میں ”سیاسی“ قرار دے کر اور دین سے الگ کر کے بادشاہوں کے لیے خاص کر دیا گیا اور جس سے علماء نے ہاتھ اٹھا لیا۔ پس اگر سیاست ”مذہب“ یا ”دین“ سے الگ کوئی

چیز ہے اور سیاست کا فطری "دنیا داری" کے ساتھ ہے تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور برکت والی زندگی "مدہمی" کی بہ نسبت "دنیا داری" زیادہ تھی۔

اس مجازی انقلاب کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ تعمیری زمانے میں انقلاب کی روح کو بہت مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ تعمیر اوجھری رہ جاتی ہے۔

حکمتِ ولی اللہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے، کہ حکومت اجتماعی (Social) ہو گی اور مشورے سے کام کرے گی اور غیر راستی (Anti-capitalistic) ہو گی اور لوگوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ دوبارہ راستیت یا سرمایہ داری (Capitalism) پیدا کر لیں۔ دوسرے درجے کا قانون (Laws) مکمل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ جب حکومت دیکھے کہ لوگوں نے قانون کی صورت قائم رکھتے ہوئے راستیت (Capitalism) یا سرمایہ داری پیدا کرنی شروع کر دی ہے، تو وہ نیا سرمایہ شکن (Anti-Capitalist) قانون بنا دے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قانون دان مجتہدین میں سے ایک جماعت مرکز میں جمع رکھی جائے۔ یہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جس زمانے سے مسلم علماء نے دین اور سیاست کی علیحدگی کو برداشت کیا اسی زمانے سے بادشاہوں نے مسلمانوں کے بیت المال جس کو اپنے ماں باپ کی میراث (ترکہ) سمجھ کر عیاشیوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور عام لوگوں کا دخل حکومت اور بیت المال کے انتظام میں ختم ہو گیا۔ اب سب مالی معاملات بادشاہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت میں عالموں کی ایک جماعت بھی موجود ہے۔ شیخ الاسلام کا مددہ بھی قائم ہے جو گویا "دینی" باتوں میں بادشاہ کو "مشورہ" دیتا ہے۔



دنا ہے لیکن کوئی عالم اجتہادی قوت کا مالک نہیں تھا جو زمانے کی ضرورت کے مطابق قانون بنا سکے۔ بادشاہ اقتصادیات اور سیاسیات کے مالک بن بیٹھے اور انہوں نے عالموں کو ان دونوں میں دخل دینے سے روک دیا (لَا تَأْتُوا) اور عالم لوگ صرف نکاح اور میراث کے مسئلے بیان کرنے کو رہ گئے چونکہ انہوں نے سوسائٹی کی عملی زندگی کی باتوں یعنی روزمرہ کے اقتصادی اور سیاسی مسئلوں سے بحث کرنی بند کر دی اور دین اور اس کے مسئلے حکومت کے عہدوں، روزمرہ کے انتظام اور عملی فرائض سے علیحدہ کر کے رکھنے لگے، اس لیے ان کی علمی قوت کمزور ہو گئی، اب انہیں بین الاقوامی سیاسیات کی خبر ہی نہ تھی اقتصادیات کی اگر عالم لوگ روزمرہ کی عملی سیاسیات اور پیداواری اور تقسیمی اقتصادیات میں دخل دیتے رہتے تو آزادی خواہ لوگ حکومت کے معاملوں میں دخل نہ دیتے تگتے اور وہ عوام کے حقوق کا مطالبہ کرتے اور شاہی خاندان کے لوگوں کو بیت المال سے کوئی خاص حقوق حاصل نہ کرنے دیتے۔ یہ ان بادشاہوں اور امیروں پر بہت بھاری گزرتا جو اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنائے بیٹھے تھے۔ اس لیے انہوں نے علماء سے وہ طاقت ہی چھین لی جو ان میں بلند فکر اور مہر کی تدبیر کرنے کی طاقت پیدا کر سکتی تھی۔ بلکہ عالموں کے اثر کو کم کرنے کے لیے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ اب دین میں کوئی بختہر پیدا ہی نہیں ہو سکتا جن عالموں نے اس پراپیگنڈے میں بادشاہوں کی طرفداری کی وہ بادشاہوں پر اعتراض کرنے میں سب سے زیادہ چپ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہوتے ہوئے مسلمانوں سے انتہائی فکر ہی نکل گیا۔ یہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے، یہ ظاہر کے لحاظ سے ہے۔ باطن کے لحاظ سے یہ صورت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کے اندر دینی جیسے

کائنات کے اس مثال سے کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے جو عالم مثال کے اس حصے میں اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اسلام میں جو نقطہ احسن استعمال ہوتا ہے 'وہ عالم مثال کے ساتھ دلوں کے اسی تعلق کو ظاہر کرتا ہے جیسے ہم نے مرکز کے لیے ایسی جماعت کی ضرورت بتائی ہے جو قانون بنا سکتی ہو 'دیے ہی اہل احسن کی ایک جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ جس کا کائنات کے روحانی مرکز کے ساتھ تعلق ہے

قیصر کے دور میں انقلاب کی مدح کے ساتھ ربط قائم رکھنے سے یہی دو باتیں مراد ہیں۔

اوپر جو بات ہم نے قمریوں سے لفظوں میں بتائی ہے اسے کھل کر بیان کریں تو یہیں کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کے اس حصے میں جو فضائی کرنوں (Cosmic Rays) کے پیدا کرنے والے خطے سے بھی زیادہ لطیف ہے اور جو عالم مثال کے سب سے اونچے حصے میں ہے 'وہ عقلی قوتیں جمع ہوتی ہیں جو اس مادی کائنات کو کنٹرول کرتی ہیں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی اصطلاح میں اس جگہ کو حَظِیرَةُ الْقُدُس (Sanctus Permagnum) کہتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عقل کا ایک عکس (پرتو) آتا ہے جسے حضرت امام محمد اعظمؒ فرماتے ہیں۔ یہ عقلی ساری کائنات پر اثر ڈالتی ہے۔ مادی کائنات کے تمام بڑے بڑے حادثے (Events) پہلے حَظِیرَةُ الْقُدُس ہی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہیں اللہ تعالیٰ کی ہر ایک نئی شان (Phase) ظاہر ہوتی ہے وہ احسانی جماعت جس کا تعلق حَظِیرَةُ الْقُدُس کے ساتھ ہوتا ہے 'شانِ انہی کے ہر نئے ظہور کو محسوس کر لیتی ہے اور بنا سکتی ہے کہ واقعات کا آئندہ رخ کیا ہو گا۔ ان اہل احسانیت کے انکشافات کی مدد سے ملنی اجتہاد کے مالک عالم اللہ تعالیٰ کی ہر نئی شان

کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون میں تبدیلی کرتے رہیں گے اس طرح انقلابی تغیر رجعت پسندی (Reaction) سے محفوظ رہ کر ترقی کرتی رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ رجعت پسندی یا ارتجاع پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب لوگ مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ایک عرصے تک غافل رہیں۔

اسلامی زمانے میں یہ کام اہل اصلاح و احسان سے متعلق تھا۔ اب ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان قرآن حکیم سے منہ موڑ کر اپنے مرکز کو مجتہدین اور اہل احسان سے خالی رکھ کر اور خدا کی طرف توجہ کیے بغیر کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں مغربی ملکوں میں یہ فرض اجتماعی سائنسدانوں کے سپرد ہے۔ وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے عام رجحانات کے متعلق اعداد و شمار جمع کرتے ہیں اور پھر ان کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور مختلف پہلوؤں کا مقابلہ کر کے نتیجے نکالتے ہیں جو بہت حد تک صحیح ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق حظیرۃ القدس کے ساتھ نہیں ہے اس لیے ان کے نتیجے کمزور، ناقص اور نامکمل رہتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کافی مضبوط اجتماعیت پیدا کر لی ہے۔

حق یہ ہے کہ جو قوم کل کی فکر نہیں کرتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

قرآن حکیم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْتَعِظُوا نَصَائِحَهُمْ إِنَّكُمْ أَنتُم مِّنْكُمْ (۱۸/۵۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور چاہیے کہ ہر ایک تم سے دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے کیا فراہم کیا ہے

پس جو شخص اللہ کی نشانیوں کا آنکھیں کھول کر مطالعہ کرے اس کے سامنے

اسلام کا مستقبل بالکل روشن ہے۔ ہر ایک قوم قرآنی انقلاب کو اپنے اندر کامیاب بنا

سکتی ہے۔ کیونکہ اس انقلاب کا سرچشمہ یعنی قرآن حکیم موجود ہے۔ حضرت محمد  
 رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے جس طرح اسے پہلی مرتبہ  
 حجاز میں کامیاب بنا کر دکھا دیا۔ وہ نمونہ قیامت تک کے لیے کافی ہے بر عظیم پاک و  
 ہند میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی شخص پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو سمجھنے والا  
 اور مجاہدی انقلاب کے سب واقعات کا عالم ہے، اس کا نام ہے امام ولی اللہ دہلوی (اللہ  
 کی رحمتیں ہوں اس پر) حضرت امامؒ نے قرآن حکیم کی انقلابیت کو حضرت عثمانؓ کے  
 دور تک منحصر کر دیا ہے۔ اور بر عظیم پاک و ہند کے مطلق امید ظاہر کی ہے کہ یہی  
 انقلاب یہاں دہرایا جائے گا۔

اب مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس امام کی کتابیں پڑھیں اور قرآن کے  
 انقلاب کو سمجھیں، بعد میں آنے والی سورت۔ سورۃ ”ثقل“ ”یا محمد“۔ کی تفسیر  
 حضرت مولانا عبید اللہ سندھی شارح امام ولی اللہ دہلویؒ نے اسی انقلابی رنگ میں کی  
 ہے اور دکھایا ہے کہ قرآنی انقلاب کس طرح قوی بنانے سے ترقی کر کے کل قومی  
 انقلاب بن جاتا ہے اور کل قومی میدان میں اس انقلاب کا نصب العین (Ideal) کیا  
 ہے۔ ضرورت ہے کہ یہاں بھی حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا مطالعہ کر کے  
 اس کی بنیاد پر ایسی سرمایہ شکن (Anti-Capitalist) جماعت پیدا کی جائے جو  
 قرآنی حکیم کی غیر راستی تعلیم کو اپنائے اور اس ملک میں اس انقلاب کو کامیاب

بنائے۔ وَالْخُرُوجُ عَلٰٓی اَنۡ لِّلْحَمْدِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

الَّذِیْنَ اَنۡ مَّکَنَهُمۡ اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ یَقِیۡمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ  
 الزَّکٰوۃَ وَہُمۡ یُؤْتِنُوْنَ

وَالصَّلٰوۃَ وَالسَّلَامَ عَلٰی رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ دَعْوَةِ الْاِنۡقِلَابِ  
 الْعَمُوْمِیِّ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْہُ فِی سَاعَةِ الْعَصْرِ کَمَا اَتَّبَعُوْہُ  
 فِی سَاعَةِ الْفَتْحِ وَالَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْہُ بِاِحْسَانٍ اَلْہَمۡ اجْعَلْنَا مِنْہُمْ اٰمِیْن

(ہماری آخری بات یہی ہے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام قوموں کو پالنے اور ترقی دینے والا ہے۔ اچھا انجام انہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈر کر عدل قائم کرتے ہیں۔ اگر اللہ انہیں کسی ملک میں حکومت دے دے تو وہ نماز کی شکل میں اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرتے ہیں اور خدا کی غریب مخلوق کی خدمت کے لیے اپنی کمائی میں سے کچھ حصہ نکال کر اسے پاک کر کے کھاتے ہیں اور اس بات کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام کاموں کی جوابدہی کرنی ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو اس بنی اعظم پر جو کل قومی انقلاب کی دعوت دینے کے لیے آیا اور اس کے ساتھیوں پر جنہوں نے تنگی کے دنوں میں بھی اس کی پیروی کی اور فتح کے دنوں میں بھی اس کے قدموں کے نقوش پر چلے اور ان لوگوں پر بھی جو ان انقلابی مجاہدین کی پوری طرح پیروی کریں خدا یا ہمیں ان انقلابیوں کا ساتھی بنا۔ آمین۔ المرتب۔

بشیر احمد۔ بی اے، لودیالوی

## انقلاب

انقلاب! اے انقلاب!

خواجہ از خونِ رگِ مزدور ساز و لعلِ ناب  
از جنائے وہِ خدایاں رکتِ ریتاں خراب  
انقلاب!

انقلاب! انقلاب!

شیخِ شمر از رشتہٗ تیغِ مددِ مومنِ بدام  
کافرانِ سادہٗ دلِ رابرِ من زناں ناب  
انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

رہبر و سلطانِ نو پانہٗ کھجینِ شیں و غل  
جانِ حکوماں زنِ مُردندہٗ حکوماں بخواب  
انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

(اقبال)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 سورۃ قتال یا سورۃ محمد  
 قرآنی انقلاب اور جنگ

نام سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دسرا نام سورۃ قتال بھی ہے یہ مبنی سورت ہے۔ یعنی مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے بعد طحری میں اتری۔  
 پچھلی سورت سے رابطہ۔ اس سورت سے پہلے تم والی سورتیں ہیں جو سب کی سب مکتی ہیں۔ ان میں مالکیر کل قومی انقلاب کی تیاری کے متعلق قوی بیانے پر کام کرنے کے لیے تعلیم دی گئی ہے۔ جو روح کے اعتبار سے خینی ہے۔ یعنی اس کے بنیادی اصول وہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت سے پیدا ہوئے۔ ان کی بنیاد ایک خدا کی عبادت اور سرمایہ شکنی (Anti-Capitalism) ہے۔ یہی انسانیت کی بنیاد ہے۔ اس انقلاب کی تیاری عیہ سال تک مکہ مکرمہ میں ہوئی رہی۔ ہجرت کے بعد یہ انقلاب ایسے بیانہ پر آگیا کہ اسے جماعتی حلقے سے نکال کر قوی بیانے پر چلایا جائے 'چنانچہ سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا قتال میں ہمیں اس انقلاب کے لیے قومی جنگ کے متعلق چند قاعدے بتائے گئے ہیں۔

اگلی سورت کے ساتھ رابطہ

اس سورت کے بعد سورۃ فتح آتی ہے جس میں قومی انقلاب کے پورے ہو جانے کے بعد جس کا اظہار صلح حدیبیہ میں ہوا اس کا کل قومی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ جیسے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے 'اس سورت میں جنگ کے متعلق چند احکام دیئے گئے ہیں۔ قرآن کا جنگ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسلام کوئی انفرادی اور رہبانی تحریک نہیں ہے جس کا تعلق

نقطہ چند اونچے درجے کے انسانوں کے ساتھ ہو، بلکہ یہ اجتماعی تحریک ہے، جس کا تعلق ساری انسانیت کے ساتھ ہے۔

## اجتماعی تحریک کی دو قسمیں

اجتماعی تحریکات کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔

(ا) - ارتقائی تحریکات (Evolutionary Movements)

(ب) - انقلابی تحریکات (Revolutionary Movements)

## ارتقائی تحریکیں

ارتقائی تحریکات میں تحریک کے پھیلنے کا ذریعہ نقطہ پراپیگنڈہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی تحریکوں میں جنگ بطور ایک آلے کے بالکل شامل نہیں ہوتی۔ اور نہ اس میں جماعت بندی ہوتی ہے۔

## انقلابی تحریکیں

انقلابی تحریک میں ایک نصب العین (Ideal) ہوتا ہے۔ اس پر جماعت بندی ہوتی ہے۔ وہ جماعت اپنے پروگرام (Programme) کو ملک میں چلانے کے لیے حکومت کی کل پر قبضہ کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ اس لیے جنگ بھی اس کے پروگرام میں ضرور شامل ہوتی ہے۔ انقلابی لوگ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ سوسائٹی کو رجعت پسندوں (Reactionaries) سے بھی پاک کریں وہ اس کا انتقام نہیں کر سکتے کہ رجعت پسند ان پر حملہ کریں جبھی ان کے حملہ آور ہونے کا جواب دیں۔ وہ ضرورت پڑنے پر رجعت پسندوں پر حملہ کر کے ان کی حملہ آور ہونے کی طاقت چھین لیتا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً ”سورہ فتح میں جس میں کل قومی جنگوں کی طرف اشارہ ہے صلح حدیبیہ



کے بعد ہی خیر پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا گیا ہے۔ کیا وہ جنگ مدافعتہ (Defensive) تھی؟ تاریخ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تحریک ارتقائی نہیں انقلابی تحریک ہے۔

جن لوگوں نے اسلامی جنگوں کو مدافعتہ قسم ی میں بند کر دیا ہے۔ انہوں نے اجتماعی تحریکوں کے اس فرق کو ذہن میں نہیں رکھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ایک عالمگیر کل قوی انقلابی تحریک ہے جس میں مدافعتہ جنگیں بھی ہوتی ہیں اور جارحانہ جنگیں بھی۔

### انتقامی جنگ

البتہ جنگ کی ایک اور قسم بھی ہے جو گری ہوئی انسانی سوسائٹیاں کرتی رہی ہیں اور آج کل بھی اس قسم کی جنگیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک قوم دوسری قوم کو غلام بنا کر اس سے اقتصادی فائدے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس قسم کی جنگ کو ہم انتقامی جنگ کہتے ہیں۔ Exploitation یہ منڈیاں حاصل کرنے یا امپیریل فائدے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں کسی خاص صالح فکر کے پھیلانے اور انسانی سوسائٹی کو فائدہ پہنچانے کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم اس قسم کی جنگ کا ہرگز حامی نہیں ہے۔ وہ فقط ایک صالح فکر کی حفاظت اور اشاعت کے لیے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ اس میں وہ مدافعتہ اور جارحانہ حملوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ ہمیں اس قسم کی جنگوں کے لیے چاہے وہ مدافعتہ ہوں یا جارحانہ کسی عذر خواہی (Apology) کی ضرورت نہیں۔

### قرآن کا فکر

قرآن حکیم انسانیت کی ترقی کے لیے ایک صالح فکر پیش کرتا ہے۔ جس میں

انسانیت کے سب پہلو آ جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کی معاشی اصلاح بھی ہوتی ہے اور میعادِ تیاری بھی۔ اس فکر کو ماننے والی جماعت دنیا میں سر بلند ہو کر انسانی سوسائٹی میں عدل قائم کرتی ہے۔ وہ غریبوں اور بے کسوں کی ہر قسم کی انسانی ضرورتیں پوری کرنے کا ذمہ لیتی ہے اور انہیں تمام معاشی مصیبتوں سے بچاتی ہے۔ تاکہ انسان کا خدا تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے۔ اس انصاف اور خدا پرستی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کا رستہ صاف ہو جاتا ہے اور اس کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔ یہ جماعت اپنی بڑی ذمہ داری صرف اس لئے اپنے سر لیتی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ انسانیت کی خدمت خدا پرستی کا جزو ہے اور خدا دوستی کا لازمی نتیجہ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس خدمت کا بدلہ دنیا کے مال و دولت یا عزت کی شکل میں لینا اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتیں۔

### کافر کون ہے؟

اب اگر کوئی سرمایہ پرست جماعت اس سرمایہ شکن فکر کو اپنے سرمایہ پرستانہ فائدوں کے خلاف پا کر اس فکر کے خاکے کی کوشش کے لیے اٹھے، تو سرمایہ شکن قرآنی جماعت کی اصطلاح میں اسے کافر کہا جاتا ہے اور یہ قرآنی جماعت اپنا فرض سمجھتی ہے کہ کافر گروہ کے ہاتھ سے طاقت چھین کر اسے اتنا کمزور کر دے کہ وہ مرنے اٹھا سکے۔ قرآن حکیم کافروں سے جنگ اس لیے ضروری قرار نہیں دیتا کہ وہ اس کے فکر کو نہیں مانتے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ طاقت پیدا کر کے لوگوں کو انسانیت کے راستے پر چلنے سے نہ روکیں، جس کی دعوت قرآن دیتا ہے اور اپنے راستے پر چلنے کے لیے کسی کو مجبور نہ کر سکیں۔

اسلامی انقلاب کے اس دور میں جب یہ فکر غالب حیثیت سے دنیا میں حکمران

تھا اس کے نیچے وہ لوگ بھی رہتے تھے جنہوں نے اس فکر کو قبول نہیں کیا تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس انسانیت کی خدمت کرنے والے فکر سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اس حالت میں انہیں اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ بلکہ قرآنی جماعت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔

### ”کافروں“ سے لڑنا کیوں ضروری ہے؟

یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ اسلام اپنے سب مخالفوں سے لڑتا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ اسلام کو انقلابی تحریک نہیں سمجھا گیا۔ واقعی اگر اسلامی تحریک ارتقائی تحریک ہوتی تو اسے لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، لیکن جیسے اوپر دکھایا جا چکا ہے، وہ ایک انقلابی تحریک ہے اس لئے وہ رجعت پسندوں Reactionaries کو، اگر وہ عملاً مخالفت کریں، اپنے حلقہ اثر میں نہ بھی زندہ رہنے دے سکتی ہے اور نہ اپنے اصول چھوڑ کر ان سے مصالحت (Compromise) کر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر رجعت پسندوں کو طاقتور رہنے دیا جائے، تو ملک میں فزاج Anarchy پیدا ہو جائے گا۔ البتہ مخالفین میں سے جو لوگ قرآنی تحریک کے خلاف عملی اقدام چھوڑ کر اس کے نظام کے اندر رہنا چاہیں، انہیں بعض پابندیوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے۔ اس حالت میں قرآنی حکومت ان کی حفاظت بھی کرے گی اور ان کے جائز قانونی حقوق کی حمایت بھی کرے گی اور ان کے ساتھ انصاف کا پورا پورا معاملہ کرے گی۔

### اسلام اور جنگ

تاریخ اسلام کے کسی بھی زمانے میں جب اسلامی حکومت کسی نہ کسی شکل میں موجود

- ن قانون کے کسی ماہر یا قرآن حکیم کے کسی تفسیر کرنے والے نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا کہ جہاد اور قتال اسلامی تعلیمات کا جز نہیں تعجب کی بات ہے کہ جب سے 'مصرفیو پر یورپی طاقت کا غلبہ ہوا - یہ نیا فلسفہ گھڑ لیا گیا ہے کہ اسلام میں جنگ نہیں ہے قتال نہیں ہے جہاد سے مراد قتل اور ذہنی تبلیغ ہی ہے اور بس -

### یورپ کا فریب

حقیقت یہ ہے کہ 'یورپ نے مشرق کی عام کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پہلے تو اسلامی ملکوں میں یہ پراپیگنڈہ کیا کہ اسلام کٹوار کے زور سے پھیلا ہے 'یعنی اس میں خود عقلی اور روحانی قوت نہیں ہے - اس کی جواب دی کے لئے چند عقلمند تیار ہو گئے - انہوں نے سمجھایا کہ اسلام ایک عقلی اور علمی مذہب ہے - مگر یورپ کے فکری حیلے سے وہ بھی پورے طور پر نہ بچ سکے اور ان سے بھی یہ سکوا لیا گیا کہ اسلام میں فقط مدافعتیہ جنگ (Defensive War) کی اجازت ہے ' حالانکہ خود یورپ اس وقت جارحانہ جنگ (Aggressive War) تو ایک طرف وہ انتقامی جنگ (War Exploitative) میں مصروف تھا - یورپ نے مسلمانوں سے مدافعتیہ جنگ کی عذر خواہانہ دستاویز تیار کرا کے اسے خوب شہرت دی -

### رجعت پسندوں کا ایک فریب

اس دور میں مسلمانوں میں جو رجعت پسند (Reactionaries) جنگ کو اسلام میں سے نکال نہ سکے ' انہوں نے اسلام کی انتہائی روح کو فنا کرنے کے لئے ایک اور چال اختیار کی - انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ قتال امیر کے بغیر ہو نہیں سکتا - اور اس کی وہ شریعی بیان کر کے خاموش ہو گئے جن کے پورا ہونے بغیر قتال نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ جہاد اور قتال کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے '

جو بد قسمتی سے ہم اس وقت قائم نہیں کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اس سے آگے سوچنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ قتل کی یہ شریعی پوری نہ ہو سکیں تو کیا کیا جائے؟ اگر ان کی آرام طلبی اس سوال کا جواب دھونڈھنے کی تکلیف اٹھائی تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جماد فرض کفایہ ہے۔ اس کا جہاں یہ مطلب ہے کہ بہت سے جماد کرنے والے موجود ہوں، تو بعض لوگ جو کسی وجہ سے اس میں حصہ نہ لے سکیں، ان کا مدد کرنا لیا جاسکتا ہے، وہاں اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر کوئی بھی اس میں حصہ نہ لے، تو سب کے سب مسلمان مجرم ہیں اگر وہ اس طرح سوچتے تو وہ ضرور اس بات کی کوشش کرتے کہ ایسا نظام پیدا کیا جائے جس میں جماد ہو سکے۔

### دوسرا فریب

ایک اور جماعت نے جماد کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے اسے مہدیؑ کی آمد کے ساتھ لگا رکھا ہے۔ ان روایتوں کو صحیح مان لینے کے بعد بھی جن میں مہدیؑ کے آنے کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں، یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کا کل قومی غلبہ کسی مہدی یا پیغمبر کی آمد سے بددعا ہوا نہیں ہے۔ یہ تعلیم اپنے آپ کو غالب کرنے کی آپ ذمہ دار ہے۔

### نمونے کی جماعت

فرض جب انتہائی جماعت انسانیت کے خلاف نظام کو برپا کر کے اس کی جگہ صحیح انسانی نظام قائم کرنے کے لئے تیار ہو جائے، تو یہ جماعت سب کارکن جماعتوں کے لئے نمونہ بن جاتی ہے۔ یہ جماعت قتل کا حکم دیتی ہے اور اس کے ذریعے غلبہ باقی ہے۔ اس حالت میں حق کی پیروی یہی ہوتی ہے کہ قتل کیا جائے۔ یعنی جو شخص

قَالَ میں شریک ہو یا کوئی ایسا کام کرے ' جو قَال کے حق میں ہو ' اس کے موافق ہو اور اس میں مدد دینے والا ہو ' تو ملام اعلیٰ کی دعائیں اس کے حق میں ہوتی ہیں اور خدا کی رحمت اس پر اترتی ہے اور جو شخص قَال کی مخالفت کرتا ہے یا ہڈر معذرت کر کے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ' ملام اعلیٰ سے اس پر ناراضگی اترتی ہے اور وہ منافق مٹا جاتا ہے ۔

### منافقین کا اخراج

انقلابی جماعت کو سب سے زیادہ خطرہ ان منافقوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ اس جماعت کے اندر رہ کر اس میں پریشان خیالی پھیلاتے ہیں ۔ اس لئے لڑنے والی اسلامی جماعت میں سے منافقوں کا نکالا جانا ضروری ہوتا ہے ' لیکن یہ کام ہوشمندی کے ساتھ کرنے کا ہے ۔

اسلامی مجاہدی انقلاب نے کامیابی کی سب منزلیں بڑی جلدی طے کر لیں اور اس کی جماعت نے تیاری کرنے اور لڑنے کی طاقت پیدا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی ۔ پھر بھی اس میں منافق گھس ہی آئے ۔ شروع شروع میں مصلحت یہی تھی ' کہ منافقوں پر تشدد نہ کیا جائے ۔ کیونکہ عام مسلمان انقلابی اپنے علم سے منافق اور غیر منافق میں تمیز نہ کر سکتے تھے ۔ اس لئے کسی شخص کے منافق ہونے نہ ہونے کا فیصلہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کر سکتی تھی ایسی حالت میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں پر تشدد کرنے کا اشارہ کر دیتے ' تو یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی ' کہ آپ جس شخص کو پسند نہیں کرتے ' اسے منافق قرار دے کر مٹا دیتے ہیں ۔ اس طرح یہ بات کسی قانون کے نیچے نہ آتی ؟ بلکہ ایک شخص کے فیصلے پر رہ جاتی ۔ حالانکہ جماعت کی ترقی کے لئے بعض فیصلے کی جگہ باقاعدہ قانون کی ضرورت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے عام طور پر

ہیچے رہے کہ جماعت کی کسی بات کو اپنی ذاتی رائے سے چلائیں۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ جماعت کے عوام میں اللہ کے قانون کی پیروی کا جذبہ مساوات کے ساتھ پیدا ہو اور وہ سمجھ لیں کہ قانون کے سامنے چھوٹا آدمی ہو یا بڑا آدمی سب برابر ہیں۔ فقط قرآن کے سمجھنے کے لئے آپ کی ذات پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔ یہ سب باتیں آپ نے اپنے ان ساتھیوں کو جو ہر وقت اور ہر حالت میں آپ کے ساتھ شریک رہے، سکھا دیں اور انہیں علم میں پکا (رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ) بنا دیا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کی جماعت میں قانون الہی کی پیروی کا جذبہ پیدا نہ ہوتا۔

غرض مہم والی سورتوں میں کل قوی انقلاب کے لئے عربی مزاج کو ڈھالنے کی جو کوشش کی گئی تھی اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ جو لوگ اپنے اندر یہ ذہنی تبدیلی پیدا کر لیں اور اس تعلیم پر پورا پورا ایمان لے آئیں۔ وہ ان لوگوں سے الگ ہو جائیں جو اس تعلیم کو نہ مان کر جود اور شرک میں پھنسے رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ترقی پسند انقلابی طبعیت رکھنے والے لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں جمع ہو گئے۔ یمن اور نجد کے باشندے اور عراق اور شام کے قریب بسنے والے لوگ پہلے پہل اس جھگڑے سے الگ رہے اور دیکھتے رہے کہ ان میں سے کون غالب آتا ہے اس کے ساتھ معاملہ کر لیں گے۔ لیکن حجاز میں رجعت پسندوں اور انقلابیوں کے جو دو گروہ بن گئے تھے ان میں جنگ ہونی لازم تھی۔

### حجازی انقلاب کی منزلیں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حجاز کی انقلابی جماعت کے رہنما تھے اور جنہوں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کل قوی انقلاب کا پکا ارادہ کر رکھا تھا:

(۱) سب سے پہلے قتلگوں کو اپنے پروگرام کی طرف بلایا

(۲) پھر انقلاب کے لئے ایک مضبوط جماعت تیار کی

(۳) کوشش کی کہ مخالفین آپ کی تعلیم قبول کر لیں

(۴) جنگ کی تیاری کی

(۵) مہم منورہ میں مرکز قائم کیا

(۶) مدینے والوں اور ارد گرد کے رہنے والوں کی قوت جمع کی

(۷) جنگ کی

(۸) مخالفوں کو ان کے مرکز سے نکال دیا

(۹) ان پر غلبہ پایا اور

(۱۰) اپنا قانون ماننے اور نہ ماننے والوں پر چلایا۔

یہ فتح درجہ بدرجہ کل قومی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اور یہ کامیابی قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق انقلاب کرنے والوں کے لئے رہتی دنیا تک نمونہ رہے گی اس سورت میں اسی پہلی انقلابی جنگ ————— بدر ————— کا ذکر ہے۔

(۱) الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَاصْنَعْ لَهَا لَهُمْ

زمرہ = جن لوگوں نے صرف دشمنی کرنے کی خاطر اس تعلیم کو ماننے سے انکار کیا اور لوگوں کو

اللہ کی راہ پر چلنے سے روکا (اللہ نے ان سب کے اعمال اکارت کر دیے۔

آیت نمبر (۱) الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے دشمنی کی راہ سے انکار کیا (سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآنی انقلاب کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر دیا اور سوچ سمجھ کر اس کی مخالفت کرنے لگے۔

وَصَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (لوگوں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکا) انہوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے والے انقلابیوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے کی کوشش کی



’کہ وہ اس تعلیم پر آزادی کے ساتھ عمل نہ کر سکیں۔ مثلاً ان کے خلاف طرح طرح کی افواہیں اور فلفلہ فمیں پھیلائیں انہیں تکلیفیں دیں‘ ان کا ہینکاٹ کیا‘ انہیں قید کیا‘ بعض کو قتل بھی کر دیا۔ جب یہ انقلابی ان معیبتوں سے بچنے کے لئے اپنے گھر بار اور وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلے گئے تو وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور وہاں سے بھی گرفتار کر کے لانے کی کوشش کی۔

### کافروں کی ناکامی

اَحْسَنَ اَعْمَالِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے رحمت پسندوں کے اعمال اکارت کر دیئے) یہ لوگ اپنی ان کارروائیوں سے‘ جو ان مسلم انقلابیوں کے خلاف کر رہے تھے‘ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ اور قرآن حکیم پر لوگوں کے اجتماع کو روک نہ سکے۔ اب جو انہوں نے جنگ کے ذریعے سے انقلاب کو روکنے کی کوشش کی ہے‘ تو یہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوں گے اگر رحمت پسندی کے مقابلے میں یہ انقلابی طاقت نہ ہو تو رحمت پسندی تمام دنیا پر چھا جائے اور انسانیت کو چاہ کر دے۔

### کافروں سے مصالحت کی ایک ہی صورت

قرآنی جماعت‘ جو ان لوگوں سے جنگ کرے گی‘ تو اس لئے نہیں‘ کہ وہ اس کی بات نہیں مانتے‘ بلکہ اس لئے کہ وہ اس کی بات کو آگے بڑھنے دینے سے روکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآنی تحریک کا مقابلہ نہ کریں اور اس کے نیچے امن چین سے رہیں‘ تو ان سے کوئی جنگ نہیں ہے اسلامی فتوحات کے زمانے میں جس قوم نے اپنی حکومت چھوڑ دی اور اسلامی حکومت کے نیچے رہنا مان لیا اسے کچھ نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حفاظت کی گئی اور اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا گیا۔ قرآن حکیم صرف یہ چاہتا ہے کہ انسانیت میں سے رحمت پسند قوتوں کے غلبے کو توڑ دے اور اپنا

تکاب قائم کر دے۔

آیت نمبر (۴) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ  
عَلَيْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ ۝

ترجمہ = اور جو لوگ ایمان لائے۔ اور اس (ایمان کے مطابق) نیک عمل  
کیے۔ اور ایمان لائے اس چیز پر جو محمد پر اتاری گئی۔ اور وہی ہے یہی بات  
ان کے رب کی طرف سے (اللہ نے) ان کی برائیاں ان سے دور کیں اور  
ان کا حال سنوارا۔

### ایمان دار کون ہیں؟

وَالَّذِينَ آمَنُوا (جو لوگ ایمان لائے) : یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حنیفیت کے  
عام قاعدے مان لئے اور پورے یقین کے ساتھ ان کی کامیابی کے لئے اپنا جان و مال  
اور سب کچھ قربان کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ یہ ایمان کا عام درجہ ہے، اور اس میں  
تمام تعلیمات شامل ہیں، جو انبیاء کرام لے کر آئے۔ ان کی ترقی یافتہ اور صاف شکل  
حنیفیت ہے۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (انہوں نے نیک کام کیے) : کاموں کی اچھائی اور بھلائی کی جانچ  
یہ ہے کہ وہ کہاں تک ان کے ایمان کے مطابق ہیں۔ اگر وہ ان کے ایمان کے  
مطابق ہیں تو صالح ہیں ورنہ نہیں۔

وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (انہوں نے اس تعلیم کو مان لیا جو محمد پر اتری) :

### نبی اکرمؐ کی دو حیثیتیں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حنیفیت کی تحریک کے داعی ہیں،  
وہاں اس کے آخری درجے کے مستقل امام (Leader) بھی ہیں۔ اور وہ اس کا کل

قوی درجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت تیار کی ' وہ قرآن حکیم کو عالمگیر درجہ پر کامیاب بنائے گی۔

فَوَهَّوَالْعَلَفَ مِنْ لَدُنْهُمْ (یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے) : یہ تعلیم تمام پہلے انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اور انسانیت کی بنیاد ہے۔ اس لئے یہ اصل چیز ہے ' اور پائیدار دائمی تعلیم ہے۔ اس کے خلاف چل کر کوئی انسانی جماعت کسی زمانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب اسے کل قوی درجہ پر انسانیت میں حکمران بنایا جائے۔

كَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاصْلَحْنَا لَهُمْ دِينَهُمْ (ان کی لغزشوں کی چھاپ دی جائے گی۔ اور ان کے حال کی درستی کر دی جائے گی)

### لغزشوں کی معافی

جب کوئی جماعت وسیع پیمانے پر انقلاب بپا کرنے کے لئے اٹھتی ہے تو اس سے لغزشوں کا ہو جانا طبعی بات ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ جان کی بازی لگا دیتی ہے اور حق کو حق سمجھ کر قبول کرتی ہے ' اور جہاں اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے فلاں غلطی ہو گئی ہے ' وہ فوراً اس سے باز آ جاتی ہے اور اس کا بدلہ اتارنے اور درستی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور پھر حق پر قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی پہلی لغزش توجہ کے قائل نہیں رہتی۔ مثلاً "ایک دہائی ہے وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ اسے انسانیت کے صحیح اصول سمجھا دیئے۔ جاتے ہیں۔ اور رجعت پسند طاقتوں کا جو طریقہ ہے۔ وہ بھی اسے بتا دیا جاتا ہے اتنی سی تعلیم ایک آدمی کو چند منٹ میں دی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد اسے آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ حق کی نمائندگی میں اپنی جان دے دے۔ وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے ' اور آخر دم تک اس پر قائم رہتا ہے۔ ایسے شخص

میں بہت سی ظاہری کمزوریاں ہیں وہ شاید غلطیاں بھی کرتا ہے۔ مذہب افراد اور متدین قومیں اس میں ہزار عجیب ٹکال سکتی ہیں۔ لیکن انتہائی قانون میں یہ تمام غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ایسے لوگوں کی حالت درست کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ تہذیب اور شائستگی کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ جس کے بعد تہذیب اور شائستگی کا اور کوئی معیار دنیا قبول نہیں کرتی۔ اس طرح وہ باتیں جو کچھ عرصہ پہلے ”مذہب“ لوگوں کی نظروں میں عجیب تھیں، اب مذہب کہلانے کے لئے اچھی قرار پاتی ہیں۔

غرض جو لوگ اس انتہائی قانون کے پابند ہوں، اس کے غلبے کی کوشش کریں، خدا تعالیٰ کو اپنا مددگار اور مالک قبول کریں۔ ان کی حالت درست ہو جاتی ہے۔ اور انہیں دنیا میں امن، عزت اور راحت حاصل ہوتی ہے، وہ دنیا میں حاکم بن کر رہتے ہیں۔

آیت نمبر (۳) ذَلِكْ يَاقَ الْذٰلِمِيْنَ كَسَبْتُمْ اَنْفُسَكُمْ فَاتَّبِعُوا الْاِحْطٰى وَاَنْ الْذٰلِمِيْنَ اَتَّبِعُوا الْحَقَّ مِنْ قَبْلِمْ كَذٰلِكَ يُضَيِّرُ اللّٰهُ فَيَقْ سِ اَمَنَاتِهِمْ ۝ زمرہ = یہ اس لئے

’کہ جو عکس اور دشمن ہیں وہ جھوٹی بات پر چلے۔ اور جو ایماندار ہیں انہوں نے اپنے رب کی طرف سے سچی بات مان لی۔ یوں اللہ لوگوں کو ان کے مال بتاتا ہے۔

### کامیابی کی گارنٹی

رجعت پسند کافروں نے اس انتخاب کو مٹانے کے لئے لاؤٹکر تیار کیا اور بہت بڑی فوجی جمعیت اور سامان فراہم کر لیا۔ ان کے مقابلے میں انتہائی مومنوں کی حالت بہت کمزور تھی۔ ان کے پاس نہ پورا سامان جنگ تھا، نہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ البتہ انہیں یقین تھا کہ ہم سچائی پر ہیں، اس لئے وہ مضبوطی سے اڑے رہے، اور فتح نے



وہ تم کو ایک دوسرے سے جانچتا ہوتا ہے ؟ اور ہر لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ان کے

میں ہرگز خلع نہیں کہہ گا۔

(۱)۔ فَلَا إِذَا تَقَاتَلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا فَتَضَرَبَ الْقَتْلَ (جب اس تحریک کے نہ ماننے

والوں سے تمہاری جگہ اور مقابلہ ہو، تو ان کی گردنیں مارو)

**رجعت پسندوں کا خاتمہ کرو**

انقلاب کا یہ لازم جز ہے کہ رجعت پسندوں کے قلعے کو پوری طرح توڑ دیا جائے

۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جگہ میں ذرا بھی نرمی اختیار نہ کی جائے۔

(ب) **وَإِذَا تَقَاتَلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا فَتَضَرَبَ الْقَتْلَ** (جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو ان پر بدھن مضبوط کر لو یہاں تک کہ لڑائی اپنے  
اختیار ڈال دے

**رجعت پسندوں کی تنظیم توڑ دو**

مخالفین کی اپنی سرکوبی کرو کہ ان کے دلوں میں سے انقلابی جماعت کے خلاف

کھڑے ہونے کا ارادہ نکل جائے۔ جب وہ لڑنے سے رک جائیں تو انہیں گرفتار کر لو

اور ان کی پوری پوری نگرانی کرو کہ وہ اپنی تحریک کو زندہ نہ کر سکیں۔ ان کی اشاعت

اجتماع اور تنظیم کو روکنے کے لیے بدھشیں لگا دی جائیں، یہ بدھشیں اور سختیاں اس

وقت تک جاری رہنی چاہئیں جب تک ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور انقلاب

کے مقابلے میں کوئی رجعت پسندانہ حرکت نہ کر سکیں اور لڑنے کا خیال قطعاً ان کے

ذهنوں سے نکل جائے۔

(ج)۔ **فَإِذَا تَقَاتَلُوا فَتَضَرَبَ الْقَتْلَ** (پھر بعد میں احسان کرو یا معاوضہ لو)

## قیدیوں کے متعلق احکام

انقلاب میں جو قیدی گرفتار ہوں، ان کے متعلق دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)۔ انہیں معاوضے کے بغیر بطور احسان چھوڑ دیا جائے۔

یہ ان لوگوں کے متعلق ہو سکتا ہے، جو رجعت پسندی سے باز آجائیں اور جن کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ واقعی آئندہ ہمارے مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔

(۲)۔ معاوضے لے کر چھوڑ دیا جائے۔

اس کی چار شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)۔ دشمن کے کوئی بے غلغلہ طور پر لے لیے جائیں۔

(۲)۔ مسلمان قیدیوں کے معاوضے میں رہا کر دیا جائے

(۳)۔ روپیہ لے کر رہا کر دیا جائے

(۴)۔ مکاتبہ صلہ کر لی جائے۔

یہ سب قواعد حالت جنگ کے لیے ہیں۔

## کیا اسلام میں غلامی نہیں ہے؟

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ دلیل لی ہے کہ اسلام میں ”غلامی“ نہیں ہے۔ ان کا یہ بیان ہے کہ ”قرآن حکیم صرف جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے پھر یہ بھی حکم دیتا ہے کہ ان قیدیوں کو معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ چھوڑ دیا جائے۔ وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انہیں ہمیشہ غلام بنا کر رکھا جائے۔ ان کی اولاد کو بھی غلام بنانا تو ایک طرف رہا۔ یہ جاہلیت میں کی رسم تھی کہ غلام بنانے کے بعد انہیں رہانہ کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے غلام بنانے کی جاہلی رسم کو قلعاً موقوف کر دیا۔

اور حکم دے دیا کہ مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں انہیں رہا کر دیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یورپ نے غلامی کی آزادی میں جو کچھ کیا وہ اسلام کی پیروی میں کیا۔

ہمارے نزدیک ان لوگوں کے نکالے ہوئے نتیجے پر ایک تاریخی اعتراض آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے پہلے دور میں اس پر عمل نظر نہیں آتا حالانکہ خلفاء راشدین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس آیت پر ان معنوں میں سب سے پہلے عمل ہوتا چاہیے تھا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ غلامی کی تہذیب کے مصلحت جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے بہت سی مبالغے سے کام لیا ہے خاص کر اس آیت سے دلیل لینا کہ غلامی منسوخ کر دی گئی ہے، 'تکلف سے خالی نہیں'۔

### قیدیوں کی رہائی کی شکلیں

اس آیت میں جو فداء (معاوضہ لے کر) آیا ہے اس سے نقطہ یہی مراد نہیں ہے کہ ان قیدیوں کی رہائی کے معاوضے کا روپیہ لے لیا جائے یا قیدیوں کا آپس میں اولاد بدلا کر لیا جائے، بلکہ ہمارے نزدیک اس میں مکاتبت بھی داخل ہے۔ ایک آدمی گرفتار ہو کر قید ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی مالی وارث نہیں ہے کہ اس کے فدیہ کا روپیہ دے کر رہا کرالے اور نہ دشمن کے پاس مسلم قیدی ہیں کہ ان میں سے کسی کے بدلے میں اسے رہائی ملے اور نہ اس کی ایسی حالت ہے کہ اسے بطور احسان چھوڑ دیا جائے۔ ایسا جنگی قیدی یقیناً غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ ایسے غلاموں کے مصلحت سورہ نور میں جداگانہ حکم موجود ہے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔



وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكَسْبَ بِمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

تَعْنِي لَا تَكُونُوا الَّذِينَ يَنْتَهِزُونَ مِمَّا قَالُوا هَذَا حَالُ الْوَدَعِ الْفَسَادِ

تمہارے لوہڑی غلام میں سے جو مکاتبت چاہیں ان کو مکاتبت دے دو، بشرطیکہ تم ان میں بھلائی دیکھو اور اللہ کے مال میں سے جو اس نے نہیں دے رکھا ہے انہیں کچھ دے دو۔

### کن قیدیوں کو رہا کیا جائے؟

یہاں ”بھلائی“ سے مراد یہی ہے کہ وہ رہا ہونے کے بعد مسلمانوں سے جنگ نہ کریں یا اگر وہ مسلم سوسائٹی میں رہنا پسند کریں تو اس پر کسی طرح سے بار نہ ہوں جب تک کسی شخص کے حلق یہ ثابت نہ ہو کہ وہ جنگ ہے باز آ جائے گا یا مسلم سوسائٹی کے لیے منفی بار ثابت نہ ہو گا اسے عمر بھر قید رکھنا جائز ہے لیکن جب اس کی ”بھلائی“ کا یقین ہو جائے تو اس سے مکاتبت کر لی جائے اور اس سے اس کا زر فدیہ قسطوں میں وصول کر لیا جائے۔ اگر وہ دہیہ ادا نہ کر سکے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس قیدی کی مالی مدد کریں اگر مسلمان اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اس کی مدد نہ کر سکیں تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے جمع کیے ہوئے مال سے اس مکاتب کو دے۔

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جنگی قیدیوں کے معاملے میں قرآن حکیم نے جو قوانین دیئے ہیں ان میں خود ان قیدیوں کی بھلائی کا بھی بہت حد تک خیال رکھا گیا ہے۔ اس کی طرف ان لوگوں کی توجہ نہیں ہوئی جنہوں نے غلامی کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق سیدنا عثمان کی شہادت تک کے زمانے میں ایک

واقعہ بھی نہیں ملتا کہ کسی جنگی قیدی نے مکاتبت چاہی ہو اور اس حق سے محروم کیا گیا ہو۔ اس دور میں اس قانون پر برابر عمل ہوتا رہا۔ مگر بنی امید کے نالے میں اس قانون سے غفلت شروع ہوئی البتہ اس نالے میں مسلمان عالم اس غفلت پر تنبیہ کرتے رہے مگر بعد کی صدیوں میں امیر طبقے نے غلامی کو باقاعدہ جاری کر لیا جو بے حد افسوسناک ہے۔

### قید کے طریق

- اصل بات یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ (۱) مرد اور (۲) عورتیں۔ انہیں رکھنے کے بھی دو طریق ہو سکتے ہیں۔
- (۱)۔ جداگانہ قید خانے بنا کر جیسے آج کل دستور ہے۔
- (ب)۔ اپنی آبادی کے ساتھ مخلوط کر کے مہرانی میں لے لیا جائے۔

### جداگانہ قید خانے

- قیدیوں کو جداگانہ قید خانوں Concentration Camps میں رکھنے سے بہت سی خرابیاں اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔
- (۱)۔ قیدیوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ اور نہایت گندے کناہ مشابہت و مدمت (Sodomy) جاری ہو جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی انسانیت فنا ہو جاتی ہے اور وہ کسی اچھی سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں رہتے۔
- (۲)۔ ان قیدیوں سے قید خانوں میں نہایت سخت مشقت لی جاتی ہے۔
- (۳)۔ جو لوگ ان قیدیوں کی مہرانی کرتے ہیں وہ ان پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔

(۴) - یہ قیدی انقلاب کو کبھی قبول نہیں کر سکتے اور اپنے دلوں میں اس کے خلاف جذبات کو پرورش کرتے ہیں۔

یہ فرامیاب انگلستان، جرمنی اور دوسرے یورپی اور امریکی ملکوں کے قید خانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دوسری بڑی جنگ ۱۹۳۹-۱۹۴۵ء میں یورپی ملکوں نے اپنے دشمنوں کے قیدیوں سے جو وحشیانہ سلوک کیے ہیں ان کے ذکر سے دو ٹوٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

### خاندانوں کے اندر قید

اسلامی قانون حکومت کو اجازت دیتا ہے کہ جنگی قیدیوں کو جنگی قید خانوں میں رکھنے کے بجائے ذمہ دار خاندانوں میں تقسیم کر دے۔ اس نظام میں انہیں باقاعدہ طور پر گھروں میں جگہ دی جاتی ہے اور وہیں وہی کھانا اور لباس پاتے ہیں جو گھروالوں کو ملتا ہے۔ ان کے ساتھ سختی کا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ان سے سخت مشق لی جاسکتی ہے۔ اس خانگی نگرانی میں وہ نکاح، تجارت اور صنعت و حرفت بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ قیدی اسلامی سوسائٹی میں ضم ہو جاتے ہیں۔ وہ گھروالوں سے اچھے اخلاق اخذ کرتے ہیں اور اسلام کی انتہائی تعلیم کو عملی شکل میں نہایت قریب سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے امکان ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت اس تعلیم کو قبول کر لیں اور اسلامی سوسائٹی کے باقاعدہ رکن بن جائیں جیسے اوپر لکھا جا چکا ہے اسلام کے پہلے دور میں ان قانونوں پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا رہا۔ بعد کی خلاف ورزیاں انہیں منسوخ نہیں کر سکتیں۔

## کافروں کے لیے غلامی ایک رحمت ہے

فرض اسلام میں غلامی انقلابی روح کا نتیجہ ہے ایک محض انقلاب کی طاقت کو نفا کرنے کے لیے میدان جنگ میں آتا ہے اور شکست کھا کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ قانون کی نظر میں واجب القتل ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس کی زندگی اس خیال سے بخش دیتا ہے کہ شاید وہ انقلابیوں کی نگرانی میں رہ کر اور قریب سے ان کا مطالعہ کر کے انقلاب کی حقیقت سمجھ لے۔ اور اس کی مخالفت ترک کر دے لیکن جو محض اس انقلابی تحریک پر ایک غیر انقلابی کے نقطہ نگاہ سے نظر ڈالتا ہے، اس کے نزدیک تو انسانیت کو ظلم سے بچانے کے لیے انقلاب کرنا ہی ناجائز ہے۔ وہ اس انقلاب کے دشمنوں کو دشمن کی حیثیت سے کس طرح دیکھ سکتا ہے اور ان دشمنوں کو واجب القتل کس طرح قرار دے سکتا ہے؟ اور جب وہ انہیں واجب القتل ہی نہیں سمجھتا تو ان کی جان بخشی کر کے اصلاح کی نیت سے انقلابیوں کی نگرانی میں دیتا جسے عرف عام میں ”غلامی“ کہا جاتا ہے کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے؟ لیکن اس میں سارا قصور اس کی غیر انقلابی ذہنیت کا ہے۔ جب وہ اس معاملے پر انقلاب اور اس کی ضرورت کے لحاظ سے نظر ڈالے گا۔ تو وہ دنیا کا بہترین حکیم ہونے کے باوجود اسلام کے نظام نگرانی سے بہتر نظام تجویز نہ کر سکے گا۔ اسلام محض ”بلند“ نظریات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ عملی زندگی کے لیے بہترین نظام عمل بھی ہے۔

## غلامی کے منکروں کی غلطی

جو لوگ اسلام میں سے نام نہاد غلامی کا جز نکال کر اسے مغربی ملکوں کے نزدیک پیاری شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اگر

ملکوں میں بھی انقلابی موجود ہیں۔ جو اسلام کے ان ”بھی خواہوں“ کی وجہ سے اس عملی مذہب سے اس لیے نفرت کر سکتے ہیں کہ یہ انقلابی نقطہ نگاہ سے عمل کے قابل مذہب نہیں ہے۔ ایسے مذہب سے صرف انتہا پسند (Reactionaries) ہی خوش ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ پرست رجعت پسند مغربی اقوام نے غلاموں کو جو فرضی آزادی بخشی ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ گوری قوموں کو قانوناً ”غلامی“ سے مستثنیٰ کر کے رنگ دار قوموں کو غلام بنانا شروع کر دیا۔ اور اب تو گورے افراد کے متعلق بھی ملائیے کما جاتا ہے کہ سرمایہ دار ممالک میں ان ”آزاد“ مزدوروں کی حالت غلاموں سے بدتر ہے یہ ان حالات پر کوئی مذہب قوم فخر نہیں کر سکتی۔

(د) ذَلَّكَ (یہ ہے قانون)

(ہ) وَكَوَيْتَآءُ اللّٰهِ لَا تُغْنِيْكُمْ عَنْهُ (اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا) یعنی خدای اسباب پیدا کر کے انہیں سزا دیتا۔ ”جلا“ ”زلزلہ“ ”طوفان“ ”دباؤ“ ”تباہیاں“ وغیرہ کے ذریعے سے ظالم طبقات کو فنا کر دیتا۔  
وَكَوَيْتَآءُ اللّٰهِ لَا تُغْنِيْكُمْ عَنْهُ (لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے بعض کو بعض کے ذریعے سے)

تمہیں جنگ کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ تمہیں امتحان میں سے گزارا جائے۔ اور حقیقی انقلابیوں کو جو اس کی تعلیم کو سب سے اونچے درجے پر قائم کرنے کے لئے اپنی جان و مال سب کچھ اس پر قربان کر دینا چاہتے ہیں۔ ڈیگیں مارنے والوں سے جدا کر دیا جائے۔

(و) وَالَّذِيْنَ قَلَّوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قُلْ سَيَّلَ اللّٰهُ لَكُمْ (اور جو لوگ قتل ہوئے اللہ کے رستے میں وہ ان کے عمل ہرگز ضائع نہیں جانے دے گا)

شہید کی محنت ضائع نہیں جا سکتی :- اس طریقے میں یہ بات بھی پیش آئے گی کہ بعض حق پسند انقلابی شہید ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اگر وہ خود اپنی محنتوں سے قائد نہ اٹھا سکیں گے تو دنیا میں ان کی حلیں ان کی کوششوں سے قائد اٹھائیں گی۔ اور ان کی ہم خیال جماعت حکومت و عزت پائے گی۔ اور مرنے کے بعد شہیدوں کو جنت میں بے حساب ترقی کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے گی۔

(۵) سَيِّدُكُمْ وَ نَبِيُّكُمْ (اُمیں راہ دے گا اور ان کا حال سنوارے

گا)

چونکہ یہ لوگ حق کی حفاظت میں اپنی جان دے رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی جماعت کو ترقی کی راہ پر لگا دے گا۔ اور ان کی حالت اس زندگی میں ہی درست کر کے انہیں اونچے درجے پر پہنچا دے گا۔ اور مرنے کے بعد ان کی ترقی کا یہ سیدھا راستہ قائم رہے گا۔ اور وہ اس زندگی میں بھی اونچے درجے حاصل کرتے رہیں گے۔

آیت نمبر (۶) وَيُذْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَنَّا كَنِتْزًا ○ اور اُمیں جنت میں داخل کرے گا جو اُمیں

معلوم کرا دی ہے۔

### جنت کا تصور مادی زندگی میں

اللہ تعالیٰ کی نعمت تو اوپر سے ایک ہی شکل میں آتی ہے لیکن مختلف مواطن (طبقات) (Stages) میں سے ہر مواطن (Stage) میں اس درجے کے مطابق شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسے بارش کہ وہ کہہ ہوا کے ٹھنڈے طبقے میں اولوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے نچلے طبقے میں پانی کے قطروں کی صورت میں اور جب زمین پر آتی ہیں تو زمین کے ہر ایک قطعے کے موافق مختلف تاثیریں پیدا کر لیتی ہے۔ حضرت امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا یہ بنیادی قانون ہے۔

ایک شخص اس دنیا کی زندگی میں سوسائٹی کے خاص قاعدوں کے مطابق عمل کرنے سے جو اثر اپنے نفس میں لیتا ہے وہ اپنی جگہ آپ طوفانی پیدا کرتا ہے۔ یہی خوشی اور اطمینانِ بشت میں اس موطن (Stage) کی نعمتوں کی شکل لے کر وہاں کی خوشی اور راحت کا سامان بہم پہنچائے گی۔

ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حکومت کرنے والے گمرانے میں پودرش پاتا ہے کیا وہ مصر کے بنی اسرائیل کی طرح نچلے درجے کی زندگی پر راضی ہو سکتا ہے؟ پس حکومت کی بھی ایک لذت ہوتی ہے جسے حاکم قوم ہی سمجھ سکتی ہے۔ حکومت قوم اس لذت سے محروم ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جنتیوں میں سے بعض چھوٹے درجے کے جنتی ایسے ہوں گے جنہیں وہ نعمتیں نصیب ہوں گی کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی ان کا دسواں حصہ نصیب نہ ہوا ہو گا اب جس قوم نے دنیا میں حکومت کی لذت نہیں چکھی، ہمیشہ دوسروں کی غلامی اور ٹھکوری ہی میں ٹٹا ہو گئی۔ اور اپنے معاشی، معاشرتی اور روحانی ترقی کے قانون پر عمل کر کے اپنے اندر ان قانونوں کے مطابق کیے ہوئے عملوں کے جوہر نہ لے گی وہ جنت میں یہ مزے کیسے پائے گی؟ غرض آزادی، حریت اور فتح سے حاصل ہونے والی خوشی اور راحت کی لذت بشت میں وہی قوم پائے گی جو دنیا میں قرآن حکیم کے قانون کو غالب کر کے اس کے نیچے آزادی، حریت اور کامرانی کی زندگی بسر کر چکی ہو گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیا میں اللہ کی اس نعمت کی لذت اور راحت معلوم کرا دی گئی ہو گی جو وہ آگے چل کر بشت میں پانے والے ہوں گے۔ پس جب مسلمان دنیا میں حکومت اور کامیابی کا احساس و عرفان پالیں گے تو بشت میں بھی اس لذت سے انتہائی حد تک مزہ پائیں

ٹے۔ ہمارے نزدیک مَرَّتْ لَمْ تَمُتْ کے یہ معنی ہیں (باقی صحیح بات اللہ ہی بہتر جانتا ہے)

آیت نمبر (۷) لَا يَأْتِيَنَّكَ الَّذِينَ آمَنُوا لَات تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكَ وَبَيْنَكَ

أَفْئَاتِكَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں

بتا دے گا۔

### کامیابی کی شرط

جب مسلمان تمام قوموں میں سے ظلم اور جمالت دور کرنے کا پکا ارادہ کر لیں اور اس پر اپنی جان کی بازی لگا دیں تو وہ ضرور غالب آئیں گے یہی انقلاب ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان کی انقلابی جماعت چاہے وہ چھوٹی ہی ہو، بہت بڑی اجتماعی طاقت پر غالب آجائے گی کیونکہ اس انقلاب کی بنیاد علم، عقل اور عدل پر ہے۔ یہ انقلاب سب لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا۔

وَبَيْنَكَ أَفْئَاتِكَ ○ (تمہارے پاؤں مغبولی سے گاڑ دے گا)

### پائیداری کی شکل

جب تک کوئی چیز سوسائٹی کے صرف فائدہ طبقے میں رہتی ہے اور عوام میں نہیں آتی۔ وہ پائیدار نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ عوام میں گھر کر لیتی ہے وہ پائیدار اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا انقلاب کسی خاص طبقے کے لیے نہیں ہے۔ اسے عوام میں جائے گیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی انقلاب جس جس علاقے میں سرایت کر گیا وہاں اب تک اس کا اثر باقی ہے۔

آیت نمبر (۸) وَالَّذِينَ كَفَرُوا قَتَلُوا النَّفْسَ الَّتِي نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُّوحِ اللَّهِ ○

ترجمہ: اور جو لوگ اس کے منکر ہوئے وہ ان کے دل کے مرنے اور ان کے کام ٹھہرے۔



## مخالفین کی ناکامی

جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے وہ ناکام رہیں گے اور ان کے عمل اکارت جائیں گے وہ اپنی کوششوں سے جو نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ پیدا نہ ہو گا چونکہ وہ دنیا میں فلاح پر دوگرام چلا رہے تھے۔ اس لیے مرنے کے بعد بھی وہ اپنے صحیح مقام پر نہ پہنچ سکیں گے۔

آیت نمبر (۹) ذَلٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَخْبَطُوا عَمَلَهُمْ

ترجمہ یہ اس لیے کہ اللہ نے جو امارہ انہیں پسند نہ کیا مگر اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسا پروگرام دیا ہے جو تمام انسانیت کے لیے مفید ہے اور قرآن کو ماننے والی جماعت اس تعلیم کو کامیاب بنانے اور انقلاب کرنے کے لیے اٹھی ہے اس کے مقابلے میں جو ارتحالی ہیں وہ محدود طبقوں کے فائدے کے لیے لڑ رہے ہیں اس لیے یہ انقلابیوں کے مقابلے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مستقبل انقلابیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی کامیاب ہوں گے۔

## ناکامی کی تاریخی شہادتیں

اگلی آیتوں میں قرآنی انقلاب کی کامیابی پر تاریخی شہادتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

آیت نمبر (۱۰) اَقْلَمُوا بِسَيْرِؤْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا تِلْكَ اَمْثَلُ مَا كَانَتْ عَاوِلَةُ الدُّنْيَا

مِنْ قَبْلِهِمْ وَتَقَرَّرَ اِنَّهُ عَلَيْهِمْ وَاللَّكْرِيفُ قَدْ نَشَأَ

ترجمہ کیا وہ ملک میں پڑتے نہیں کہ دیکھیں کہ جو ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا اللہ

نے انہیں برباد کر دیا اور عہدوں کے لیے ایسی سزائیں ہیں۔

قرآنی انقلاب کے مخالفین گزشتہ اقوام کی تاریخ اور آثار کا مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس تحریک کی بنیاد عوام کی بھلائی اور اللہ کے ساتھ تعلق پر ہو وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی رہی ہے اور اس کے مخالفین ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ عرب میں حضرت صالح علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی مخالفت کرنے والی قوموں کے آثار موجود ہیں جب ان قوموں نے صالح انقلابی جماعت کا مقابلہ کیا اور ناکام رہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس انقلاب کی دعوت دے رہے ہیں اس کے مقابلے میں یہ اورتجائی کس طرح ٹھہر سکتے ہیں؟ یہ یقیناً ناکام رہیں گے اور برباد کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب میں قرآنی انقلاب پوری طرح کامیاب ہوا اور پھر بہت ہی بڑے کل قوی پانے پر تمام دنیا پر غالب آیا۔



## جنگ کا انجام

آیت نمبر (۱۱) ذَلِكُمْ بِأَنَّ اللَّهَ مَعَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْغُلَامَ لَا يَخَافُ

ترجمہ: اس لیے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کا حق خدا تعالیٰ ہے اور جو لوگ انکار

کرتے ہیں ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

انتھائیوں کی کامیابی اس لیے یقینی ہے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ وہ اس تحریک کو عوام تک پہنچانے کے لیے مومنوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ ارتجائی (Reactionaries) نظام رہیں گے۔ کیونکہ ان کی تحریک عوام کے لیے مفید نہیں۔ اس لیے اللہ اسے پھیلنے سے روک دے گا۔

آیت نمبر (۱۲) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَدَوْهُمُ السَّبِيلَ إِلَى جَنَّةٍ نَجْوَى

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ لَا يَمَسُّوْنَهَا يَكْفُرُوا بِالْآيَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَدَوْهُمُ السَّبِيلَ إِلَى جَنَّةٍ نَجْوَى

ترجمہ: اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے (اس ایمان کے مطابق) اچھے کام کیے

یقیناً باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے لیے نریں بہتی ہیں اور جو نکر اور دشمن ہیں وہ اپنے

فائدہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چھوٹے کھاتے ہیں اور ان کا کمر ٹک ہے۔

## کافر و مومن کا مقابلہ

قرآن حکیم کے ہات کئے کا یہ عام طریقہ ہے کہ وہ مومن اور کافر کا مقابلہ کر کے ایک کی برتری اور دوسرے کی ناکامی کا اثر پیدا کرتا ہے۔ اس آیت میں بھی مومن اور کافر کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور کافروں کو ہمت گری ہوئی حالت میں دکھایا گیا

ہے جو لوگ قرآن حکیم کی انتہائی تعلیم کو مان کر اسے عمل میں لانے اور اسے پھیلانے اور غالب کرنے میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہیں وہ مومن ہیں ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو اسی تحریک کو اپنے ذاتی فائدوں کے خلاف سمجھتے ہیں ان لوگوں کا مطمح نظر یا نصب العین حیوانیت سے اونچا نہیں تھا وہ دنیا کو فقط اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہم اس سے کہاں تک لطف اٹھا سکتے ہیں مثلاً "لباس" مکان، کھانا اور دوسرا سامان عیش کتنا جمع کر سکتے ہیں اور اس سے کتنا مزہ پا سکتے ہیں۔ لیکن ایک حکیم جانتا ہے کہ حیوانی نصب العین کو ترقی دینا انسانیت کے اصلی فائدوں کے بالکل خلاف ہے۔ جو قوم حیوانی نصب العین میں ترقی کرتی ہے وہ اپنے نفوس کے اندر ایسی گندی اور گرے ہوئے درجے کی عادتیں جمع کر لیتی ہے جو مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لیے جہنم پیدا کر دیں گی جو قوم دنیا میں قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرتی ہے وہ اس دنیا میں بھی انسانیت کی خدمت کرنے والی اونچے درجے کی حکومت پیدا کر کے عزت حاصل کر لیتی ہے وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اپنے نفوس کے اندر اس تعلیم و تربیت سے ایسی عادتوں کے نتیجے لے جاتی ہے جو اس کے لیے بہشت کی زندگی پیدا کر دیں گے۔

ان باتوں کو نہ سمجھتا اور دنیاوی لذتوں میں پھنس کر آخرت کی زندگی تباہ کر لینا نری حیوانیت ہے۔

آیت نمبر (۳) وَكَانَ اَوَّلُ قَوْمٍ مِّنْ لَّدُنَّا نَافِلًا  
اَمْ تَرَ اَنَّا جَعَلْنَا لَكَ تَحْتَ عَرْشِكَ مَلَكًا يُدَبِّرُ لَكَ مَا تَشَاءُ وَيَسْمَعُ لَكَ مَا تَدْعُو

زمین اور ساری سماجیات جس جو اس نئی سماجی سے جس نے تجھے نکالا، زیادہ زور دے

جس نے اسی عمارت کو بنا۔ پھر ان کو کوئی مددگار نہ ہوا۔

## مخالفین انقلاب کو تنبیہ

کے والوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جو انہیں اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تعلیم دیتے تھے اتنا تنگ کیا کہ انہیں اپنے فکر کی حفاظت کرنے اور پھیلانے کے لیے مکہ معظمہ سے نکل جانا پڑا اور ایک نیا مرکز قائم کرنا پڑا۔ کیا دنیا کی تاریخ میں یہ الوکھا واقعہ ہے؟ نہیں کے والوں سے بھی زیادہ مالدار طاقتور اور مضبوط سوسائٹیاں اور حکومتیں دنیا میں ہو چکی ہیں جو انسانیت سے گر کر اور حیوانیت میں ترقی کر کے بے احتیاط زندگی بسر کرتی تھیں جب انہیں ان کی انسانیت یاد دلانے والے لوگ ان میں پیدا ہوئے تو انہوں نے ان نیک انسانوں کی مخالفت کی، نتیجہ دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں محفوظ ہے۔ نمرود، فرعون وغیرہ طاقتور تھے۔ لیکن ان کے مقابلے میں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وغیرہ باوجود کمزور ہونے کے کامیاب ہوئے۔ ان ”طاقتوروں“ کی جہاں کا وقت آیا کسی طاقت نے ان کی مدد نہ کی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی طاقت ظالم کو ہمیشہ اونچے مقام پر رکھ نہیں سکتی۔ ظلم کو آخر گرنا ہے۔ تو یہ بے چارے مکہ والے کب اس انجام سے بچ سکتے ہیں؟ یہ ایسی جماعت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جو نہیں معلوم کتنے عظیم الشان کل قومی انقلابوں کی پیشرو (Pioneer) ثابت ہو گی۔

آیت نمبر (۴۴) اَمَّا مَنْ اَتَىٰ عَلَىٰ يَهْتَوٰى فَمِنْ رَّحْمَةِ رَّبِّهِ لَئِنْ لَّمْ يَنْقُصْ عَمَلُهُ

وَابْتِغَا اَهْوَاٰهُمْ ۝

ترجمہ۔ بھلا جو لوگ اپنے رب کے واضح راستے میں ہیں، ان کے برابر ہو سکتے ہیں جنہیں ان کا

برا کام بھلا دکھایا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں؟

ایک جماعت انقلاب کی بنیاد کو اپنی عقل سے صحیح جانتی ہے اور اپنے دل کی شہادت سے مانتی ہے اس کے برخلاف دوسری جماعت ہے جو اجتماعیات کے اس انقلابی اصول کو محض بناوٹ سے مانتی ہے ورنہ اصل میں اس کے افراد عوام سے انتفاع کے اصول پر جمع ہو گئے ہیں ان کا اجتماع ظاہری ہے ان کے عملوں کی جو اصل حقیقت ہے 'یعنی انتفاع (Exploitation) وہ نہایت گھٹاؤنی ہے۔ لیکن پراپیگنڈہ کے زور سے اسے قوم پروری 'خدمت وطن و فیرو کے نہایت شاندار الفاظ سے ظاہر کر رہی ہے جیسے موجودہ زمانے میں یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں کا حال ہے۔ کہ ان کے آئین اور قانون کی بنیاد اصل میں تو انتفاع (Exploitation) پر ہے 'لیکن جمہوریت کا ڈھونگ رکھایا ہے اور عام لوگوں کو وہ نظام اچھا کر کے دکھایا جاتا ہے لیکن جب اس قسم کا نظام ایسے انقلابی سے ٹکراتا ہے جس کی بنیاد صحیح انسانیت پر ہو تو اس "فوشنا نظام" کا ٹوٹ جانا لازم ہے۔ فرعون 'نمود' قیصر و کسریٰ کے نظام اسی قسم کے تھے وہ ٹوٹ چکے آئندہ بھی ایسے نظاموں کا یہی حشر ہو گا۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے۔  
(پلچے ہیں اپنی خواہشوں پر) وَالْجَنَّةُ أَهْوَىٰ هُمْ ۝

یہ لوگ فقط اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں جن کی بنیاد حیوانیت پر ہے 'ان کی کوئی عقلی یا اجتماعی بنیاد نہیں ہے۔ اگر ان کا پروگرام کامیاب ہو گیا تو یہ سرمایہ پرست جماعت اپنے فائدے کے لیے حکومت قائم کر کے بیٹھ جائے گی۔ اور عوام سے ناجائز انتفاع (Exploitation) کا سلسلہ پہلے کی طرح جاری رہے گا۔

آیت نمبر (۱۵) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ

الْأَسْنِ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلْشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ

مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ هِيَ تَجْهَرُ

هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاهُمْ

ترجمہ: اس بہشت کا حال جس کا وعدہ حقینوں سے ہوا ہے اس میں دیا جتے ہیں جن کے ہانی  
میں نہ نہیں ہے اور نرس ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں بگڑا اور نرس ہیں شراب کی جس میں مزہ  
ہے پینے والوں کے لیے اور نرس ہیں شد کی جھاگ اتارا (صاف کیا) ہوا اور ان کے لیے وہاں  
سب طرح کے میوے ہیں اور معانی ہے ان کے رب سے 'کیا یہ برابر ہیں ان کے جو آگ میں  
سدا رہے اور انہیں کوئی پانی پلایا جائے تو کات نکالے ان کی آنتیں؟

### بہشت کا تصور قومی نقطہ نگاہ سے

مرنے کے بعد کی زندگی 'امام دلی اللہ دہلوی' کی تحقیقات کے مطابق 'مثالی زندگی' <sup>صلیہ</sup>  
ہے۔ اس میں مادیات کا جو ہر موجود ہے لیکن وہ مادی خواص سے بالکل پاک ہے۔  
اس زندگی میں انسان کے عمل ہی مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کر کے مختلف  
لذتیں اور عذاب کی صورتیں پیدا کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ جنت  
اللہ الباقیہ (طبع معر جلد اول صفحہ ۳۷) میں فرماتے ہیں کہ  
”حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گی، وہ اس شخص کے حق  
میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی۔ اس لیے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ میری امت کے عذاب کا اکثر حصہ قبول میں پورا ہو جائے گا (یعنی میری  
امت چونکہ کمزور ہے۔ اس لیے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں بنیں گی۔ لوگ تھوڑی  
ہی سی بات سے جلد سمجھ جائیں گے)

حشر میں بعض کاموں کی شکلیں ظاہر ہوں گی جنہیں تمام روصیں یکساں طور پر سمجھ  
سکیں گی۔ مثلاً ”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بعد  
جو فیض و ہدایت آپ کے ذریعے سے پھیلی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہو گی  
(یعنی لوگوں نے دنیا میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فیض حاصل کیا اور

اسے آگے بڑھانے میں جدوجہد کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی جس میں پانی ہو گا یہی حوض کوثر ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادے کا مظہر ہے) اور ان کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترازو میں تھلیں گے اور اچھے کمانوں ' خوبصورت عورتوں ' عمدہ لباسوں اور اچھے گھروں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔"

ایسے ہی تفصیلات اپنے (مطبوعہ ڈابھیل) جلد اول صفحہ ۲۵۵ - ۲۵۳ میں

فرماتے ہیں

"اس منزل (یعنی مادی دنیا نہ مرتب) سے گزر جائے۔ تو وہ ایک اور عالم میں داخل ہوتا ہے ' جسے شرع کی زبان میں حشر کا دن کہتے ہیں اور اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوس ارضیہ کی بہت سی انفرادی باتیں جو عضروں کے باہمی ملاپ اور کثیف مادے سے پیدا ہوئی تھیں ' جاتی رہتی ہیں۔ اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نوعی امور کا عکس پیش کرتا ہے اور اس پر نوعی تقاضے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ مادی دنیا میں انسان کی صورت نوعیہ تقاضہ کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مادے میں دو دو اعضاء پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اس وقت جو بچہ پیدا ہوتا ہے ' وہ لہجہ ' لنگڑا یا کانہ یا بوچہ ہوتا ہے۔ اس ناقص الخلقیت بچے کی پیدائش میں قصور مادے کا ہے نہ کہ صورت نوعیہ کا۔"

ایسے ہی غیر مادی زندگی کے امور میں صورت نوعیہ کے تقاضے ہوتے ہیں مثلاً "وہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان کے اندر ایسی عقل سلیم ہو کہ وہ ادہام کی غلاطی سے ناپاک نہ ہوگی ہو اور اس پاکیزگی کے سبب سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح علوم لے سکے۔ اور وہ یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ انسان کی قوت متعلیہ صحیح ہو۔ تاکہ وہ چیزوں کو عالم مثال کی کیفیت کے مطابق شکل دے سکے۔"



الغرض اس موطن میں جا کر انفرادیت کے احکام چھٹ جاتے ہیں اور نومی تقاضے غالب آ جاتے ہیں اور عقل اور خیال کی قوتوں کے لحاظ سے نومی تقاضے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور فرد انسانی نومی تقاضوں کو ایسی پوری طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس سے ممکن نہیں ہوتا یہ وہ کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ  
فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (بے شک ہم نے تیرے پردے اتار دیئے ہیں اس لیے آج تیری نگاہ تیز ہے۔ ۲۲/۵۰)

چنانچہ اس موطن میں نفس انسانی کو بعض واقعات پیش آتے ہیں مثلاً ”میزان“ حساب، ”جلی الہی“ حوض کوثر، اعمال ناموں کا اذکر وائیں بائیں ہاتھ میں آ جانا، ہاتھ پاؤں کا انسان کے اعمال کی شادیت دینا۔ پل صراط سے گزرتا۔ چروں کا سفید یا سیاہ ہو جانا اور رسولوں کا شفاعت کرنا۔ ان میں سے میزان سے مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں انسان کے اچھے برے اعمال ایک خاص مقدار اختیار کر کے ظاہر ہوں گے اور ان کی خاص قسم کی تاثیر ظاہر ہوگی۔ اور یہ مقدار اور تاثیر عالم مثال کے ”مادے“ کے مناسب حال ہوگی۔ مثلاً ”ترازو وغیرہ جو عالم مثال اور عالم مادی کے بین بین ایک قسم کے مادے سے ظاہر ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ مادی اجسام مثالی قوتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ حوض سے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر تجلی اعظم سے جو ہدایت نازل ہوئی اور آپ کے قویٰ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلی اور وہ وہاں حوض کوثر کی مثالی شکل میں ظاہر ہوگی اور اس حوض میں جو پانی پینے کے برتن ہوں گے وہ تمام مسلمانوں کی قبول کردہ ہدایت ہوگی جو برتنوں کی شکل میں ظاہر ہوگی اس عالم میں خدا کے خاص مقرب بندوں کو چشمہ تسنیم سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی کیا ہو گا؟ یہ مجردات اور اک سے حاصل شدہ عقلی لذات ہوں گی جو پانی کی شکل میں انہیں پلائی جائیں گی۔“

ظاہر ہے کہ یہ شہادتیں ہر قوم کے لیے مختلف ہوں گی۔ یعنی ایک ہی نیک عمل ایک قوم کے لیے ایک شکل اختیار کرے گا اور دوسری کے لیے دوسری چونکہ قرآن حکیم نے عربوں کو اپنے انقلاب کا آلہ کار بنایا اس لیے اس نے ان مشہدات کا بیان عربوں کی طبیعت کے مطابق کیا ہے۔ چنانچہ عرب ایک خشک اور گرم ملک ہے جس میں صاف بے یو پانی اور دودھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت شمار ہوتی ہے اور انہیں صحرا میں شد بھی ملتا تھا بھی ان کے نزدیک بہت بڑی نعمت ہے وہ بعض پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور ان کی بہت قدر کرتے ہیں پس عرب کے جو لوگ قرآن حکیم کا انقلاب دنیا میں قائم کرنے کے لیے اپنی جان اور مال اس پر قربان کریں گے اور اس کوشش میں شہید ہو جائیں گے ان کے اچھے عمل بہشت میں ان نعمتوں کی شکل اختیار کر کے ان کے لیے لذت اور راحت کا سامان بہم پہنچائیں گے۔

جب انقلاب آتا ہے تو اس میں ہر درجے کے عوام شامل ہوتے ہیں اس لیے اس انقلابی جماعت سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ حق قائم کرنے کے لیے اٹھتے ہیں۔ اس لیے جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سے غلطی ہو گئی ہے

تو وہ اس پر اڑ نہیں جاتے۔ بلکہ اس سے باز آ جاتے ہیں اور اس پر التماس کرتے ہیں اور آگے کو اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح اس جماعت کی معمولی لغزشیں (غلطیاں) اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ کامیابی ہو جانے کے بعد معمولی غلطیاں خود بخود دھل جاتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک طالب علم امتحان دیتا ہے وہ اپنے جوابوں میں چند غلطیاں بھی کرتا ہے لیکن جب اس کی کامیابی کا اعلان ہو جاتا ہے تو اسے ترقی مل جاتی ہے اور اس کی غلطیوں کی وجہ سے اسے روک نہیں لیا جاتا اور نہ اسے ان کی وجہ سے برا بھلا کہا جاتا ہے اسی طرح

جو مسلمان انقلاب کی راہ میں اپنا جان و مال دے کر کامیاب ہو گئے ان کی معمولی (مخصوص) غلطیاں ان کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ اس جماعت کی لغزشیں انقلاب کی کامیابی کی وجہ سے دنیا بھول جاتی ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں وہ کسی شمار میں نہیں لائی جاتیں اور وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ اس آیت میں ان کی غلطیوں کی معافی کا اعلان کر کے ایک تو انقلابیوں کی حوصلہ افزاء کی گئی ہے کہ لغزشوں کے خوف سے انقلاب سے پیچھے نہ رہیں اور نہ ان منافقوں کی بات سنیں جو ان غلطیوں کا خوف دلا کر انقلاب کو ناجائز کہہ رہے ہیں۔ دوسرے ان کی غلطیوں کی معافی کا اعلان کر کے مسلمانوں کے دلوں کا اطمینان پورا کر دیا گیا ہے تاکہ بے خوف ہو کر انقلاب کو کامیاب بنائیں۔

انسان جب ماریات سے الگ ہو کر بہشت میں جائے گا تو اس کی فطرت بدل سیں جائے گی بلکہ اس کے حیوانی جذبات، نفس کی خواہشیں اور عقلی مطالبات اس کے ساتھ جائیں گے لیکن ان میں ترقی کا سلسلہ قائم رہے گا یہاں تک کہ انسان آخر کار اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ بہشت کی زندگی کا یہ سب سے اونچا مقام ہے۔

حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ اپنے والد ماجد (شیخ عبدالرحیم) کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ان کے والد شیخ وجیہ الدین دہلویؒ نے خواب میں جنت دیکھی، جس میں ہر قسم کی نعمتیں موجود تھیں۔ وہ رونے لگ گئے۔ جنت میں جو لوگ متعین تھے وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس جگہ رونے کا کیا کام؟ یہ تو آرام اور خوشی کا مقام ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھی ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی حاجت نہیں۔ ہمیں تو اور ہی چیز چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیوں کا دیکھنا ان موکلوں کو الہام ہوا کہ ان سے کہو کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ هَذَا نَزَقْنَاهُمْ يَقُولُ الَّذِينَ (الواقفہ ۵۶/۵۷)

یہ آخرت میں ان کے اترنے کا مقام ہے۔ یعنی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے مہمان پہلی مرتبہ آکر ٹھہرتے ہیں۔ یہاں ذرا سستا کر ہمارے مشاہدے کے لیے ترقی کو۔ حضرت شیخ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

غرض بہشت کی زندگی زیادہ تر ہمارے دنیاوی عملوں کا نتیجہ ہے لیکن اس کی جو نعمتیں قرآن حکیم بیان کرتا ہے، انہیں دنیاوی چیزوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے بلکہ وہ معنوی لذتیں ہوں گی۔ یہی حال جہنم کا ہے۔ وہ انسان کے برے عملوں کا نتیجہ ہے۔ یہاں اسے بھی عرب کی ذہنیت کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ گرم پانی کے ذریعہ جو صحراؤں میں ملتا ہے۔ انہیں جہنم شافیت کرواتا ہے۔ کسی دوسری قوم کا حکیم انہی باتوں کو اپنی قوم کی ذہنیت کے مطابق بیان کرے گا۔

وَعَمَّنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ اس کی طرح جو آگ میں ہمیشہ رہے گا

اس کا اعطف اَفَنَ كَانَ عَلَى بَيْتِهِ پر ہے۔ بدینہ پر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ جس شخص کے عمل اسے بھلے کر کے دکھائے گئے ہیں وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

### مخالفین انقلاب کی حالت

یہاں تک اس انقلاب کے غلبے کا ذکر تھا۔ یہ بادشاہوں کے غلبے کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کے پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اور راستے کی منزل ہے۔ آیت نمبر ۱۲ سے آخر تک ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو اس انقلاب سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

آیت نمبر (۱۰) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَعْجِلُ الْبَلَاءَ كَقُلُوْا اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِندِكَ

## منافقین

وہ لوگ جو انقلاب کے مخالف ہیں ' یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تحریک کیا چاہتی ہے؟ لیکن ان کا یہ رجحان وقتی ہوتا ہے۔ وہ جھٹ اور طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بعض مسلمانوں سے باتیں ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نہایت بد فذوقی کے ساتھ۔ ان کا اصل خشاء یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس انقلاب کی حقیقت معلوم کریں۔ بلکہ محض اپنے فائدوں کی حفاظت چاہتے ہیں وہ ان نازک جذبات سے بالکل کورے ہیں۔ جو انسان کو گرے ہوئے طبقات کی مدد کے لیے اکسائیں۔ اب ان میں سمجھنے کا مادہ ہی نہیں رہا وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ چھوٹی چھوٹی جنگوں سے یہ انقلاب عرب پر کیسے قابض ہو جائے گا۔ اور پھر ایک بین الاقوامی تحریک بن کر نمودار ہو گا۔ اس بے سمجھی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا رہبر بنا رکھا ہے۔ وہ قانون کی پابندی کرنا نہیں چاہتے اس لیے وہ اس عظیم الشان انسانیت گیر انقلاب کے نتیجے سمجھ نہیں سکتے۔ یہ لوگ ایک قسم کے فحاش میں مبتلا ہیں۔

اپنی خواہشوں کی پیروی یا تو جاہل لوگ کرتے ہیں۔ یا وہ مالدار جو خدا کو یاد نہیں کرتے۔

آیت نمبر (۷۱) اَلَّذِينَ تَلَذُّوْا اْلَاٰثَ هُمْ هٰذٰلِكَ قَوْلُ الْمُنْكَرِ لِقَوْلِهِمْ

اور جو لوگ راہ پر آئے انہیں اور وہی سوچ اور پرہیزگاری

### مومنین کی حالت

ان منافقوں کے برخلاف وہ مومن ہیں جو اس انقلاب کو خوب سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ تحریک انسانیت کی خدمت کرنے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے انہیں جب اس سلسلے میں کام کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ جھٹ اسے سمجھ لیتے ہیں اور کام پر لگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا اور جب ملک میں ظلم غالب آجائے تو اسے دور کرنے والے لوگ کھڑے ہو جائیں وہ اس حقیقت کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے وہ اس حقیقت کو بھی جانتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو جگہ کا جو حکم دیا گیا ہے، تو یہ انسانیت میں سے ظلم دور کر کے حق قائم کرنے کے لیے ہے اور حق قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

### تقویٰ کیا ہے؟ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف

تقویٰ سے مراد انسان کا وہ صحیح وجدان ہے جو ظلم کو پہچان لیتا ہے اور اس میں پہننے سے اس لیے ڈرتا ہے کہ خدا کے سامنے جو ابدی کئی پڑے گی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی مشہور تعریف ”غیت الطالبین“ میں تقویٰ کی تشریح اس آیت سے کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَمُكِّرُ بِالْغَنِيِّ وَالْاِحْسَانِ وَالْاِيْمَانِ ذٰلِكَ الْقَوْلُ وَيَنْهٰى عَنِ الْاِثْمِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل قائم کرنے " اجماع انسانی میں اسانی حالت پیدا کرنے اور

زنجیروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش اور عکر اور بناوت سے منع کرتا ہے۔

اس آیت میں عدل سے مراد اجتماع انسانی میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تاکہ ہر ایک فرد کی زندگی کی ضرورتیں آسانی کے ساتھ حاصل ہوتی رہیں۔ احسان سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم اس طرح بجالائے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ یا کم سے کم اس یقین کے ساتھ بجالائے کہ وہ ہر لمحہ انسان کی نگرانی کر رہا ہے اور ایک دن اس سے جواب طلبی کرے گا۔ ایثار ذی القربیٰ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی انسان کو جس سے قریبی تعلق ہے بھوکا نہ سولے دے۔ ننگا نہ رہنے دے۔ لقمہ مکر اور بیعتی غافلانی کے تین درجے ہیں۔ پہلے تین اجزاء 'عدل' احسان اور ایثار ذی القربیٰ ثبت ہیں اور آخری تین اجزاء۔ لقمہ مکر اور بیعتی۔ منفی ہیں۔ ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ سے مراد عدل اور ذمہ داری کا احساس ہے۔ پس اَلْهَمُّ تَقْوٰهُمْ (میں تقویٰ دیا) سے مراد یہی عدل اور احساس ذمہ داری کا پیدا کرنا ہے جس جماعت کے افراد میں یہ چیز پیدا ہو جائے وہ ظلم کا ایک ذرہ بھی برداشت نہیں کر سکتی خواہ اپنی طرف سے ہو یا کسی کی طرف سے اور چاہے اس کے اپنے اندر ہو یا کسی اور اجتماع کے اندر۔

قرآن کا اختلاط اجتماع انسانی میں یہی تقویٰ کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اجتماع میں سے ہر ایک قسم کا ظلم دور کرنے کے لیے اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے عملوں کی جوابدہی کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

آیت نمبر (۱۸) فَتَنَ يَتَخَوَّفُونَ (لَا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَتَقْذِفَهُمْ اَسْرَاطُهُا

ترجمہ: اب یہ اس گمراہی کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر اچانک آنکڑی ہو اس کی نشانیاں آجکی

ہیں۔

## الساعة سے کیا مراد ہے؟

الساعة سے مراد پہلے درجے میں اس دنیا میں انقلاب کی گھڑی ہے اور کامل درجے میں انسانیت عامہ کے اس انقلاب کا وقت ہے جب ساری نوع انسان کو خدا کی جلی کے سامنے جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے، پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔

اس سے پہلی آیت میں جس تقویٰ کا ذکر ہے اسے اگر اس الساعۃ سے ملایا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ اجتماع انسانی میں کل قوی بیٹے پر تقویٰ قائم کرنے کی جس انقلابی گھڑی کا انسانیت کو انتظار تھا۔ اس کی نشانیاں آگئی ہیں۔ اب اپنے آپ کو اس انقلاب کے قبول کرنے کے لیے تیار کر لو۔ یعنی اس انقلاب کے حصہ دار بن جاؤ تو بچ جاؤ گے نہیں تو ہنس جاؤ گے۔

ہمارے نزدیک قرآن حکیم کے بین الاقوامی انقلاب کی آمد کی خبر دینے والی پہلی سورت ”النمل“ ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ اَلَاۤ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (اللہ کا امر آگیا ہے۔ جلدی مت کرو) (۱۸۱)۔ اس میں بھی اَمْرُ اللّٰهِ سے عالمگیر انقلاب (World Revolution) مراد ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

هُوَ الَّذِيۡۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْحَقِّ وَدٰنِیَۡنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥٓ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

سورة فتح (۳۸) سورة صف (۲۲۱) (۹)

خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر اس لیے بھیجا ہے کہ اسے تمام ظالمات کا تخت یعنی اداان پر غالب کرے۔ (مرتب)

اب جب مومنین اسی انقلاب کو کامیاب کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور انہوں نے وہ شرمیں پوری کر لی ہیں جو اس انقلاب کے لیے ضروری ہیں، ان کی کامیابی کی گھڑی جو انقلاب کی ساعت ہے، اچانک ہی آجائے گی۔ چنانچہ جب



مکہ فتح ہوا تو مکہ والوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی اور انقلابی فوجیں یا یک مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئیں۔

(ب) قَالِ لِهَيْبَتِهَا نَجَاةٌ لِّمَنْ يُّؤْمِنُ ۝

ترجمہ: ہر کس صیب ہو گا انہیں جب آجائے گی ان کی یاد دہانی؟

جب انقلاب کی گھڑی آ پہنچی اور مومنوں کا غلبہ اور کافروں کی شکست اٹل ہو گئی تو اس وقت یاد دہانی کا وقت نہیں ہوتا۔ اس لیے ان لوگوں کو ابھی سے سمجھ جانا چاہیے اور انقلاب کی قوتوں کو مضبوط کرنے کے لیے ان کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ پس ڈالے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۹ (الف) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ہیں تو جان لے کہ اللہ کے سوا کسی کی ہندگی نہیں اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے۔

### اس انقلاب کی غرض

یہ انقلاب اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ نہ کہ کسی خاص شخص یا خاندان کی۔ چاہے وہ شخص نبی اکرم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور وہ خاندان بنی ہاشم ہی کا خاندان کیوں نہ ہو۔ انقلاب بادشاہوں اور عام سیاسی لوگوں کے تجویز کیے ہوئے انقلابوں جیسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان انقلابوں میں وہ لوگ اپنی اپنی غرض حاصل کرنے کا کوشش کیا کرتے ہیں اور یہ انقلاب عوام پر ہونے والے ظلموں کو دور کرنا چاہتا ہے۔

جو لوگ اس قرآنی انقلاب میں حصہ لے رہے ہیں ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ جو چاہیں کر گزریں۔ وہ تو اللہ کے ظلام ہیں۔ ان سے حساب لیا جائے گا۔ البتہ ان سے جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ انہیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کی نیکیوں کا اجر اللہ

اپنے پاس سے دے گا۔ وہ دنیاوی اجر کی خاطر کام نہیں کر رہے۔  
 نئی قانون کی آخری اپیل کا مقام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی طرف قانونی غلطی تو  
 منسوب نہیں ہو سکتی۔ اس لیے نئی اکرم قانون کے لحاظ سے تو غلطیوں سے پاک ہیں  
 لیکن اپنی جماعت کے لیڈر ہونے کی وجہ سے ان غلطیوں کے ذمہ دار ہیں جو انقلاب  
 کے دوران میں آپ کے ساتھیوں سے ہوئیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے  
 ساتھیوں کی غلطیوں کی بھی تلافی کریں جو ان کی معافی کا سبب بن جائے (اس مسئلے پر  
 مزید روشنی سورہ فتح میں ڈالی گئی ہے)

(ب) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ خُصْمَکُمْ وَمُؤْمِنَکُمْ ترجمہ اللہ تمہارے دشمن کی جگہ اور تمہارا جاننا ہے۔

تم اس انقلاب میں کس نتیجے پر جا کر ٹھہرو گے اور راستے میں تمہیں کیا کیا وقتیں  
 اور تکلیفیں پیش آئیں گی؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ تم اپنا کام کیجئے جاؤ اللہ تعالیٰ  
 تمہاری منزل کی تیاری تم سے کراتا رہے گا۔

## منافقوں کی حالت

آیت نمبر ۲۰ (الف) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا تَوَلَّيْنَا سُنَّةَ

ترجمہ: اور ایمان والے کہتے ہیں کہ ایک سورت کیوں نہ اتنی؟

### مومنین اور قتال

مومنوں کی ایک جماعت انقلاب کی پہلی صف میں آنے کے لیے بے تاب ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ جنگ کا حکم ملے اور وہ ارتجاعیوں (Reactionaries) کا سرکچل ڈالیں۔

(ب) فَلَاذًا تَزِلُّ سُنَّةَ مَنْ هُمْ فِيهَا الْوَقَاتِ

ترجمہ: جب ایسی سورت اتنی جس میں جنگ کا ذکر آگیا اور وہ ذکر بھی ایسا صاف ہے کہ اس کے سوا اور کوئی سنی نہیں ہو سکتے۔

ترقی کن انقلابی مومنوں کی جماعت جنگ کے لیے آمادہ ہے اس کی خاطر جنگ کی سورت - سورہ قتال - نازل ہو گئی ہے۔ اس سورت میں جنگ کا حکم ایسے الفاظ میں آگیا ہے کہ ان سے مراد فقط میدان جنگ میں جا کر لڑنا ہے۔ پھر یا مارنا ہے یا مرنا ہے۔ اس کے سوا اس کی اور کوئی تاویل ہو نہیں سکتی۔ اس سورت کی چوتھی آیت جس میں جنگ کا ذکر ہے ایسی ہی آیت ہے۔

(ج) زَايَتِ الدِّينِ فِي قُلُوبِهِمْ فَتَرَى فِيهَا لَنَافِكٍ يَنْفَرُونَ

ترجمہ: تو دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں غلامی ہے وہ حتیٰ طرف اس طرح دیکھتے ہیں گویا ان پر سوت کی سی غشی طاری ہو گئی ہے۔

## منافقین اور جنگ

یہ جنگ کا علم سن کر منافقوں پر جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، موت کی سی فشی چھا جاتی ہے کیونکہ ان کی خواہش تو یہ ہے کہ انقلاب برپا ہو جائے اور وہ حکومت قائم کر لیں لیکن لڑنا نہ پڑے کیونکہ اس میں جان اور مال جانے کا خطرہ ہے۔ انسانیت کے تمام طبقے یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں کئی قسم کے لوگ ہیں ہر گروہ اپنے عقیدے پر قائم ہے۔ ان کے درمیان بے شمار قسم کے جھگڑے ہیں۔ اگر انقلابی جماعت اپنے مخالف ارتجاعیوں (Reactionaries) کو سہلت دے، انہیں غلط پروگرام پر رہنے دے اور قتل نہ کرے تو وہ ارتجاعی (Reactionaries) اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انقلابی جماعت کمزور ہے اور وہ ارتجاعی جرائم پا کر انہیں تباہ کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں کیا اس صورت میں جنگ کے بغیر انقلاب آ سکتا ہے؟ اگر انقلابی جماعت لڑائی نہ کرے تو بھی ارتجاعی (Reactionaries) ضرور جنگ کی طرح ڈالتے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو جماعت اس حالت پر راضی رہتی ہے اور جنگ و قتل کا نظام اپنے اندر قائم نہیں کرتی وہ کبھی اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ اب یہ انقلابی چاہتے ہیں کہ انہیں جنگ کی اجازت مل جائے لیکن ان میں جو منافق ہیں وہ جنگ سے گھبراتے ہیں۔ جنگ کی اجازت آتے ہی ان پر موت کی سی فشی چھا گئی۔

(د)۔ فتویٰ فقہ ترمذی حضرت توحیدی ہے ان کے لیے

اگر یہ لوگ اپنی حالت درست نہ کر لیں۔ اور اپنے آپ کو جنگ کے لیے تیار نہ کر لیں۔ تو ان کا انجام اچھا نہ ہو گا اور یہ لوگ ہوتے ہوتے ارتجاعی (Reactionary) بن جائیں گے جو کفر ہے۔

آیت نمبر ۲۱ مَلِكًا وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَلِذَا عَزَمَ الْأَمْرَ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَخَانَتْ خُبْرًا لَّمْ يَكُنْ  
ترجمہ: حکم مانا ہے اور بھل بات کہیں 'بھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر اللہ سے سچے رہیں تو ان کا بھلا ہے  
(الف) ظاہر و قول 'معروف ترجمہ: حکم مانا اور بھل بات کہنا)

جو شخص اطاعت اور قول معروف پر بیعت کر کے مسلمانوں کی جماعت میں داخل  
ہو جائے 'اس سے پہلے ہی دن جواب طلبی کی جاسکتی ہے۔

### قول معروف کیا ہے؟

جماعت کے منظور کیے ہوئے قاعدوں کے اندر جو حکم دیا جائے وہ قول معروف  
ہوتا ہے۔

اگرچہ ظاہر میں ان لفظوں سے کوئی خاص بات سمجھی نہیں جاسکتی۔ لیکن  
فرمانبرواری کا پکا وعدہ اور جماعت کے فیصلے کو ہر حالت میں مان لینے کا پکا ارادہ ایک  
سچے انسان کو جنگ میں حصہ لینے پر مجبور کر سکتا ہے 'یہی انقلاب ہے۔

(ب) لَمَّا عَزَمَ الْأَمْرَ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَخَانَتْ خُبْرًا لَّمْ يَكُنْ ⑩

ترجمہ: جب تاکید ہو کام کی 'تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو ان کے لیے بہتر ہے

مومنوں کی انقلابی جماعت اس بات پر جمع ہو جائے کہ جنگ کا وقت آگیا ہے تو  
اس وقت قول معروف یہی ہے کہ ان کی اجماعی بات کی اطاعت کی جائے کیونکہ بیعت  
کی شرط یہی ہے۔ اب اگر اپنی بیعت کے قول کو صدق اور صفائی کے ساتھ پورا کر  
دیا جائے تو یہ اچھا ہے کیونکہ کون کہہ سکتا ہے کہ جنگ میں جان بچے گی یا نہیں اور  
اگر جنگ میں کامیاب ہو گئے تو انقلابی حکومت کا قیام یقینی ہے۔ حکومت تک پہنچانے  
کے لیے بیعت کے قول کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس وقت جنگ سے جی چرانا سخت  
جرم اور گناہ ہے۔

آیت نمبر ۲۲ قَدْ كُنَّا غَنِيًّا اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اِنْ تَعْبُدُوا فَاِذَا الْاَرْضُ مُسْتَقْلِلَةٌ

اِنْ جَامَعْتُمْ

ترجمہ: ہم تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں غریبی ڈالو گے

اور تمہیں کاٹو گے۔

## منافقین کو کوئی ذمہ دار پوزیشن نہیں دی جاسکتی

جو لوگ آج جنگ میں جانے سے جی چراتے ہیں اور جنگ کے قانون کی پیروی نہیں کرنا چاہتے وہ امن کے زمانے میں قانون کی پابندی کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس وقت عام ملکی قانون کی خلاف ورزی نہ کریں گے؟ ہسپتالوں اور ہم وطنوں کے حقوق پامال نہ کریں گے؟ فطری رشتے کاٹ نہ ڈالیں گے؟

ایک آدمی جو قانون کے اندر رہ کر میدان جنگ میں جاتا ہے اور اپنے افسر کی ماتحتی میں نیک نامی سے فارغ ہوتا ہے۔ وہ اخلاق کی سند لے کر آتا ہے اگر اسے امن کے زمانے میں حاکم بنا دیا جائے تو وہ قانون کو خوب چلائے گا اور اعلیٰ پیمانے پر ضبط قائم رکھے گا اور اپنے افسران اعلیٰ کی پوری پوری اطاعت کرے گا۔ لیکن جو لوگ قانون کے اندر رہ کر لڑائی میں حصہ لیتا نہیں چاہتے وہ حاکم بنتے ہیں تو عام طور پر شہوت رانی اور جذبات انتقام پورا کرنے کے لیے حکومت کرتے ہیں جو لوگ جنگ کے وقت گھروں میں گھس کر بیٹھ جاتے ہیں اور لڑائی سے جی چراتے ہیں۔ وہ امید رکھتے ہیں کہ لڑائی کے بعد جب موقع آئے گا تو انہیں حکمران بنا دیا جائے گا یہ لوگ بہت بڑی حماقت میں مبتلا ہیں۔ اگر یہ لوگ حکومت کریں گے تو ہر قسم کے سماجی فسادات پیدا کریں گے پس جو لوگ قرآن کی اطاعت کا عہد توڑیں گے اگر انہیں

حکومت دی گئی تو وہاں بھی کسی قانون کی پابندی نہیں کریں گے۔

یہ منافقوں اور کمزور دل لوگوں کی ذہنیت کا تجزیہ (Analysis) ہے۔ اسے تاریخ اسلام کے کسی خاص عہد سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت نمبر ۲۳۳ اُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَاصْفَهُمْ وَأَعْلَىٰ أَبْصَارِهِمْ

ترجمہ۔ ایسے ہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر انہیں برا کر دیا اور ان کی آنکھیں موند دیں۔

### منافقین کی غلط ذہنیت

مسلمانوں کی جماعت میں جو ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کی داعی ہے۔ شامل ہونا اور اللہ کے کمزور بندوں کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کے ہاں سرخروئی حاصل کرنا بہت بڑی رحمت ہے لیکن جو منافقین جنگ سے جی چراتے ہیں۔ وہ اس نعمت سے محروم ہیں وہ جب دیکھیں گے کہ جنگ سر پر آگئی ہے وہ اس جماعت سے الگ ہو جائیں گے یہ بے وقوف اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انقلاب انسانی معاشرے کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہے اس سے ارتجائی (Reactionary) قوتیں چھٹ جاتی ہیں اور ترقی کن طاقتیں برسرِ اقتدار آ جاتی ہیں۔ یہ ہے قرآن حکیم کی حکمت یہ تا سمجھ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے وہ نہ مسلمانوں کی طرف سے سمجھانے کو سمجھتے ہیں۔ نہ اپنی آنکھوں سے دنیا کے حالات دیکھ کر سمجھ حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے کے اکثر علماء اس غلط ذہنیت کے مالک ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا کام فقط فتویٰ اور حکم دینا ہے۔ لڑنے والی جماعت اور ہونی چاہیے۔ لیکن یہ نفس کا دھوکہ ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں ایک شخص تھا جسے قرآن حکیم

سب سے زیادہ یاد تھا جب وہ لڑائی پر جانے لگا تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ جنگ پر نہ جائیں اور یہیں رہ کر تعلیم دیں اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جاننے والوں میں سب سے برا میں ہوں کیونکہ ایسے موقع پر پیچھے رہنے کی خواہش صرف بزدل لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم اپنے لیے یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتا کہ جنگ کو فرض جان کر بھی جنگ میں شریک نہ ہو یا جنگ کی تیاری نہ کرے اور وعظ کتا پھرے

### انقلاب اور جہاد

اب آیت نمبر ۲۴ سے ۲۸ تک ان مرتدین کا ذکر آتا ہے جو جنگ سے بھاگتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۴ اَقْلًا يَتَذَكَّرُونَ الْغُرَابِ آم عَلَى قُلُوبِ الْفَاقِلَةِ ○ ؟

ترجمہ: کیا یہ قرآن میں دھیان نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قلع لگ رہے ہیں ؟

جو لوگ قرآن حکیم کے صریح احکام کے باوجود جنگ یا اس کی تیاری سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے دلوں سے رفتہ رفتہ قرآن حکیم کی سمجھ نکل جاتی ہے (خدا اس سے بچائے) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر آپ جنگ میں شہید ہو جاتے تو تحریک اسلام کو کتنا خطرناک نقصان پہنچتا ؟ پھر بھی آپ ہمیشہ جنگ میں شرکت فرماتے رہے اور کبھی اس سے جی نہ چرایا یہاں تک کہ سورہ توبہ کے الفاظ میں آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ اِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلٰی جَبَنَیْ اللّٰہِ ۴۹ (اگر یہ جنگ میں نہ جائیں تو اکیلے جنگ پر جاؤ اور لڑو۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے) تو کیا ہمارے عالمان قرآن اسے نہیں سمجھتے ؟ یہ کیوں اس سے جی چراتے ہیں ؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس



ہات کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتے ان پر خدا کا غضب ہے جس فرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بری نہیں ہیں اس سے کون بری ہو سکتا ہے پس ہر ایک عالم و عامی کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کو غالب کرنے کے لیے لادنیّت کی ہر شکل کے خلاف انقلاب لانے کی پوری پوری کوشش کرے۔ اور اگر اس میں اسے مال و جان کا نقصان برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرے۔

آیت نمبر ۲۵ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰزَكُوا عَلٰی اٰذَانِهِمْ فَمِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی الْقَيِّظُونَ سَمِعُوْا وَاٰمَنُوْا لَهٗمْ

ترجمہ: جو لوگ سیدھی راہ دیکھ لینے کے بعد پیچہ دکھا گئے۔ ان کے دلوں میں شیطان نے کوئی بات باغی ہے اور ان سے دبر کے دھڑے کیے ہیں۔

### نماز، روزہ، اور قتال

جو لوگ مسئلہ قتال (جنگ) کی تشریح ہو جانے کے بعد تاویلیں کرتے پھریں اور اس فرض سے بچنے کے لیے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈیں مثلاً ”کہیں“ کہ ہماری سرحد پر جنگ نہیں ہے یا ملک میں مسلمانوں کا کوئی رہبر نہیں ہے۔ مسلمان بے حد کمزور اور پر آئندہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ انہیں حقیقت میں شیطان نے دھوکہ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز، روزہ وغیرہ فرائض تو مسلمان ہونے کی شرطیں ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہونے اور رہنے کے لیے یہ شعار (خاص نشان) کی طرح ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی چیز کو ترک کر دیتا ہے یا پابندی کے ساتھ بجا نہیں لاتا۔ اس کی وقاوتی اس جماعت کے ساتھ پکی نہیں جا سکتی۔ اس جماعت کی تنظیم میں داخل ہونے کا جو اصل مقصد ہے اور جس کے لیے نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تسلیم کرنا اور پابندی کے ساتھ بجا لانا پہلی شرط ہے وہ یہ ہے کہ دنیا

بے ظلم دور کیا جائے۔ وہ چاہے کسی شکل میں ہو اور اسے دور کر کے قرآن حکیم کی حکومت پیدا کی جائے مثلاً ہمارے زمانے میں معاشی ظلم انتہاء کو پہنچ چکا ہے اور یہاں عدم توازن کی وجہ سے عام لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اکثر لوگ غذا نہ ملنے یا ناقص غذا ملنے کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہیں اور صحیح تعلیم نہ ہونے کے سبب سے اپنے انسانی فرائض ادا نہیں کر رہے اور نہ ادا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ انہیں اس حالت سے نکال کر ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ فکر معاش سے نجات پا کر اللہ کی یاد میں لگ سکیں۔ ہر ایک اس شخص کا فرض ہے۔ جو قرآن حکیم کی تعلیم کو مانتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ جان اور مال کی قربانی کے بغیر نہیں ہو سکتا جب وہ لوگ جنہوں نے قرآن حکیم کو سمجھا اور اس میں یہ بات پائی تو ان میں سے اکثر بیچے ہٹ کر نظم نماز، روزہ وغیرہ اچھے اخلاق کی تلقین پر قناعت کر کے بیٹھ گئے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر غور کرتے اور آگے بڑھنے کا راستہ نکالتے مگر یہ لوگ لڑائی کا نام تک نہیں سن سکتے اگر یہ لوگ اس بات پر اڑے رہیں اور ظلم کو دور کرنے کے لیے جنگ نہ کریں یا کم سے کم اس کی تیاری نہ کریں اور اس کا راستہ صاف نہ کریں تو قرآن حکیم کی زبان میں وہ مرتد ہیں گویا وہ اپنے نماز روزے کے باوجود اسلام کو چھوڑے ہوئے ہیں ان کے یہ عمل بھی کام نہ دیں گے اس کی مثال یوں سمجھیں چاہیے جیسے کوئی کاشتکار زمین میں مل چلائے اور بیج ڈال دے لیکن کھیت کو پانی نہ دے ظاہر ہے کہ اس ایک عمل کے نہ ہونے سے اس کے پہلے سب اچھے عمل اکارت جائیں گے۔ کیونکہ وہ پہلے سارے اعمال اس ایک عمل کے لیے تھے اگر یہی نہیں تو وہ کس کام کے؟ اسی طرح جب خوشے نکل آئیں تو ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اگر اب یہ کام نہ کیا تو پانی دینے تک سب عمل بے کار

جائیں گے اس پر اگلے باقی کاموں کو سوچ لینا چاہیے۔

اسی طرح اسلام میں ایک عمل کر کے اس کے بعد دوسرا عمل نہ کیا تو پہلے سارے عمل بیکار ہو جاتے ہیں مثلاً ”نمازیں پڑھیں لیکن جماد نہ کیا یا کم سے کم اس کی تیاری نہ کی اور مظلوموں کے ساتھ انصاف نہ کیا یا انصاف کرنے والا نظام پیدا کرنے کی کوشش نہ کی تو سب عمل اکارت گئے دنیا کا نظام اسی قاعدے پر چل رہا ہے کہ اگر ایک عمل کے بعد دوسرا زور دار عمل نہ کیا جائے تو پہلے عمل کا نتیجہ بھی اکارت چلا جاتا ہے بس جہاں انسان ٹھہر جاتا ہے وہیں سب عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ زندگی چلنے اور آگے بڑھنے کا نام ہے اس میں جمود کا نام موت ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیہ کی صلح کی (جس کا ذکر اگلی سورت میں آتا ہے) تو عرب میں آپ کی پوزیشن مضبوط ہو گئی۔ اس کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی اس قومی انقلاب کی منزل سے اگلی منزل۔ کل قومی انقلاب۔ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ آپؐ نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کی طرف خط لکھ کر انہیں دھمکایا کہ اگر وہ اس انقلاب میں شریک نہ ہوں گے تو وہ برباد کر دیئے جائیں گے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے قَاۡزَاۡ فَرَّغْتُ فَاَنْصَبُ (الم نشرح۔ ۹۴ء) (جب تو ایک کام سے فارغ ہو جائے تو پھر محنت کے لئے اٹھ کھڑا ہو) یعنی ایک کام سے فارغ ہوتے ہی دوسرا زور دار کام شروع کر دو۔

آیت نمبر ۳۶ ذٰلِكَ لَا تُصَلِّۡۤ اَقۡلًاۤ مَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡكَ فَاۡتَوَاۤ اِلَیَّ فَاۡنۡصَبۡۤ اِلَیَّ فَسَمِعُۤ لَكَۤ اٰیٰتِیۡۤ اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ عَٰلِیۡمٌ

الَاٰخِرُ وَالۡاَوَّلُ ۝۱۰۰

ترجمہ: یہ اس واسطے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب سے بیزار ہیں

کہا کہ ہم تمہاری بات بھی مانیں گے یعنی کاموں میں اور اللہ ان کا خیر مشورہ کرنا جانتا ہے۔

## منافقین اور کفار کا سمجھوتہ

یہ منافقین اور کمزور دل لوگ قرآن حکیم کو ہاتھ میں لے کر جنگ سے گریز کرتے ہیں تو اس کا بھید یہ ہے کہ ان منافقوں نے قرآن حکیم کے مخالفوں سے سازش کر رکھی ہے انہوں نے ان کافروں سے سمجھوتہ کر رکھا ہے کہ ان کی تھوڑی بہت مخالفت کرتے رہیں گے لیکن میدان جنگ میں جا کر ان کے خلاف لڑیں گے نہیں۔

آیت نمبر ۲۷ قُلْ كَيْفَ اِذَا نُفِثَ الْمَلٰٓئِكَةُ بِصُرٰٓتِہُمْ وَنُجُوہِہُمْ وَاِذَا رَءٰہُمْ

ترجمہ: پھر کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے، ان کے منہ اور پیچھے ہارے جاتے ہوں گے۔

یہ لوگ جو حق کا راستہ چھوڑ کر جھوٹ کا راستہ اختیار کر رہے ہیں یعنی باطل کے خلاف میدان میں نہیں آتے، یہ مرنے والے تو انہیں سخت عذاب دیا جائے گا اس وقت یہ لوگ کیا کریں گے۔

آیت نمبر ۲۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ رَفَعُوْا اِلٰہًا سِوٰہِ اللّٰہِ وَكَفَرُوْا بِرِضْوَانِہٖ

فَاَخِیْطَ اَعْمَالُہُمْ

ترجمہ: یہ اس لیے کہ وہ چلے وہ راہ جس سے اللہ ہزار ہے اور انہوں نے اس کی خوشنودی مانہند کی۔ چنانچہ اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

انہیں موت کے وقت یہ دردناک عذاب اس لیے ملے گا کہ یہ لوگ اس بات سے بھگ گئے جو خدا کو پسند تھی۔ اب ان کے تمام نام نماندیک اعمال بے نتیجہ ہیں۔ اب ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مشرق کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن مغرب کی طرف رخ کر کے چل دے وہ چلے گا بھی فاصلہ بھی ملے کرے گا اپنے بدن کو

تھکائے گا بھی لیکن اصل منزل پر نہ پہنچ سکے گا اس لیے اصل منزل کے لحاظ سے یہی کہا جائے گا کہ اس کے سفر کا عمل اکارت گیا حالانکہ مغرب کو چلنا بجائے خود ایک عمل ہے اگر وہ صبح سمت کو کیا جاتا تو نتیجہ پیدا کرتا لیکن سمت بدل جانے سے نتیجہ خیز نہ رہا ایسے ہی نام نہاد مسلمانوں کے اچھے عمل نتیجہ خیز نہ ہوں گے کیونکہ یہ انسانیت میں سے ظلم دور کرنے کے لیے جنگ میں شریک نہیں ہوتے۔

### صوفیاء کا فریضہ

ہم نے ہند کے مسلمانوں کی طرف سے پہلی عمومی جنگ ۱۸۰۳ء میں صہ لے کر بعض باتیں اپنے تجربے سے دیکھیں جن کا ہمیں اپنی پڑھنے پڑھانے کی زندگی میں کبھی سامان گمان بھی نہ ہوتا تھا اس تجربے سے ہم یہ جان چکے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے دینی علوم اور ارشاد و احسان بہترین عملوں میں سے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان عملوں سے کسی حالت یا کسی شکل میں کافروں کی مدد نہ ہوتی ہو نہیں تو اللہ تعالیٰ ان نیک عملوں کو بھی بے کار اور بے اثر کر دیتا ہے۔ مثلاً "اگر کوئی صوفی اپنے مریدوں کو اللہ اللہ کرنے میں لگا رکھتا ہے۔ کہ وہ انہیں قرآن حکیم کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے تیار نہیں کر سکتا اور اس طرح کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے" تو ان نیک عملوں کے فائدے مند ہونے میں شبہ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد اور امر بالمعروف کے مسئلے میں فقیہ رازیؒ نے "احکام القرآن" میں نہایت اچھی طرح کھول کر بات کی ہے۔ ہمارے لئے وہ کافی اور شافی ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے طریق پر انتہائی روح قائم رکھی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد ہم نہیں دیکھتے کہ حنیفہ کے لئے قرآن حکیم کی انتہائی تحریک سے

بیچے رہنے کا کوئی عذر باقی رہ گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۹۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَقْرَضٌ اَنْ لَّنْ يَخْرُجَ اللّٰهُ  
اَضْعَافًا كَثُفًا؟

ترجمہ :- کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ ان کے کئے کا ہر نہ

کرے گا؟

کیا ان منافقوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ان کی خیانت، ان کی بے ایمانی  
اور بد دینائی ظاہر نہ کی جائے گی۔ ایک نہ ایک دن ان کی دوستی دشمنی کا فیصلہ  
کرنا ہو گا، ان کی خفیہ سازشیں ہرگز قائم رہنے نہیں دی جاسکتیں۔

آیت نمبر ۳۰۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَآتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ فَهَيَّاهُمْ بَيْنَهُمْ وَلَتَتَرَفَعَنَّهُمْ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ  
يَعْلَمُ اَعْمَالَهُمْ ۝

ترجمہ۔ اگر ہم چاہیں، تو تجھے وہ لوگ دکھا دیں اور تو انہیں ان کے چہروں  
سے پہچان لے (اور اب بھی) تو ان کی بات کے ڈھب سے انہیں پہچان  
لے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔

اگر خدا چاہے، تو آپ کو ان لوگوں کی شناخت ان کے چہروں سے ہو جائے لیکن  
وہ چاہتا ہے کہ آپ کو ان منافقین کی کوئی ایسی عام نشانی بتا دے، کہ وہ قاعدے میں  
آئیں۔ مثلاً ان کی بول چال اور لب و لہجہ سے آپ جان سکتے ہیں کہ کس طرح  
جنگ کی بات ٹال جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۱۔ وَلَتَبْلُوَنَّ كَثْرَةً مِّنْ عَذَابٍ مُّجْتَمِعَةٍ لِّمَنَاجِدُ الْمُجَاهِدِينَ يَنْكُفِرُ وَالطَّيْرُ يَنْزِلُ وَتَبْلُوَنَّ اَنْخَارًا كَثُفًا

ترجمہ :- اور ابھی ہم تمہیں جان بھی دے گا کہ معلوم کر لیں کہ تم میں لڑائی کرنے والے اور

قائم رہنے والے کون ہیں اور تمہاری خبریں تحقیق کر لیں۔

## منافقوں کا اخراج

اور اگر کمزور لوگ اپنی حالت درست نہ کر لیں اور جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیار نہ ہو جائیں ' تو منافق بن جاتے ہیں۔ انقلاب کی حالت میں جنگ کے وقت مجاہدین اور منافقین کی تمیز لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبردار کر دیا۔ اور وہ اپنے اجتہاد سے انہیں پہچان لیتا ہے۔ اور انہیں مسلمانوں کی پہلی لائن سے نکال دیتا ہے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں ﷺ

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانے میں فرمایا تھا کہ اب جب مسلمان مضبوط ہو گئے ہیں۔ ہم منافقین کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کر سکتے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔

منافقین کو پہلی لائن سے نکال دینا اسی وقت ممکن ہوتا ہے ' جب حکومت منظم ہو جائے۔ شروع شروع میں حکومت منظم نہ تھی ' کہ انہیں باہر نکال دیتی یا انہیں سزا دیتی۔ حکومت منظم ہو جانے کے بعد منافقین کو صرف نکالا ہی نہیں جائے گا ' بلکہ ان کے ساتھ وہ معاملہ ہو گا ' جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس وقت کسی کو ان کے حق میں بولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہم انقلابی جماعت کے لئے یہ شرط مقرر کرتے کہ وہ منافقین کو ہرگز جماعت میں قبول نہ کرے۔ اور جب وہ شامل ہو جائیں ' تو انہیں اس وقت تک نہ نکالے جب تک تنظیم مکمل نہ ہو جائے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صبر سے کام لے۔

آیت نمبر ۳۲ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدَّقُوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی لَنْ يَصْحَبُوْا اللّٰهَ شَيْئًا وَیَحِطُّ اَعْمَالُهُمْ

ترجمہ نہ جو لوگ سکر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا اور مخالف ہو گئے 'سیدھی راہ ظاہر ہو چکے کے بعد' وہ اللہ کا کچھ نہ پاؤں گے اور وہ اکارت کر دے گا ان کے سب کام۔  
جو لوگ قرآنی انتخاب کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی کوششیں ناکام رہیں گی۔

### مومنوں سے خطاب

آیت نمبر ۳۳ لَا يَهْدِي اللَّهُ الْفَاسِقِينَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ○  
ترجمہ نہ اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر چلو، اور رسول کے حکم پر چلو اور اپنے عمل ضائع مت کرو۔

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے معنی

مسلمانوں کو اپنی تمام توجہ قرآن حکیم کی پیروی پر لگائے رکھنی چاہیے اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن حکیم کے نظام کے لئے لڑتے رہے تم بھی انہی کے قدموں کے نشانوں پر چلو۔ اور جو لوگ آگے بڑھنے سے رک گئے یا پیچھے ہٹ گئے ان کی اطاعت کر کے اپنے عملوں کو برباد مت کر لو تم جو نماز، روزہ وغیرہ اچھے اعمال کر رہے ہو، وہ اس مقصد کی تمہید تھی۔ جب یہ مقصد کہ قرآن حکیم غالب آئے اور اللہ کے بندوں میں سے ظلم دور کیا جائے بھول گئے، یا تم اس کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ تو پہلے کیے ہوئے سب کام بے فائدہ ہو جائیں گے۔

آیت نمبر (۳۴) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَتَرَاهُمْ

وَهُمْ يَخْصَمُونَ فِتْنَةً يَخْتَرِلُ اللَّهُ لَهُمْ

ترجمہ نہ جو لوگ سکر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا۔ پھر مر گئے اور وہ سکر

ی رہے، تو اللہ انہیں ہرگز نہ بچے گا۔



## کفار کا انجام

جو لوگ قرآن کی حکومت اور اس کے نظام کے قیام کی مخالفت پر اڑے رہے اور لوگوں کو اس نظام پر چلنے سے روکتے رہے، لڑکر پراپیگنڈہ کر کے یا کسی اور طرح مجبور کر کے، تو اگر وہ اسی حالت میں مر گئے اور انہوں نے اس انقلاب میں حصہ نہ لیا، تو مرنے کے بعد کی زندگی میں ان کی ترقی رک جائے گی۔ اور وہ جہنم کے جس گڑھے میں پڑیں گے، اسی میں پڑے رہیں گے۔

آیت نمبر (۳۵) قُلَّا تَهْتَفُوا وَتَذَعُّوا إِلَى التَّلَافُوتِ وَاتَّبِعُوا الْأَعْلُونَ وَاللَّهُ مَعَكُم

وَلَن يَبْرِكَنَّ اَعْمَالُكُمْ

ترجمہ: تم بڑے نہ ہوئے جاؤ۔ کہ پکارنے لگو صلح اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دے گا تمہیں تمہارے کاموں میں۔

## پائیداری کی ضرورت

تمہیں چاہیے کہ بڑے پن کا اظہار کر کے ”صلح!“ مت پکارنے لگو۔ بلکہ پائیداری اور بہادری کے ساتھ جنگ کرو۔ اللہ کی تمام قومیں تمہارے ساتھ ہیں۔ تم یقیناً کامیاب ہو گے۔ دوسری جگہ ہے۔ کہ وَإِنْ جَعَلُوا لِلَّهِ مَا فِي جُحُودٍ ۖ إِلَّا نَقْلُ ۖ ۸۸ (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں، تو تم بھی جنگ جاؤ) یعنی اگر مخالفین صلح کی درخواست کریں، تو اس وقت صلح کا ہاتھ بڑھانا چاہئے۔ لیکن خود کمزوری دکھا کر صلح کرنے سے موت بہتر ہے۔ اگر تم قرآن حکیم کو بلند کرنے یا اسے بلند رکھنے کے لئے لڑو گے۔ تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر مرد، عورت، بچہ، بوڑھا میدان جنگ میں جائے مگر یہ

ضروری ہے کہ ہر ایک شخص کسی نہ کسی شکل میں جنگ میں حصہ لے (تفصیل سورۃ فتح میں آئی ہے)۔

آیت نمبر (۳۶) اِنَّا الْخَلْقُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَاٰتٍ تُلْمِضُوْا وَتُثْمِنُوْا  
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُنُوْا رٰسِدٰتٍ لِّمَنۡ اٰمَنُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ: دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم یقین لاؤ گے اور سچ کر چلو گے (یعنی عدل کرو گے) تو اللہ تمہیں تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال نہ مانگے گا۔

### مال خرچ کرنے کی ضرورت

ادنیٰ درجے کی زندگی یعنی حیوانی زندگی جو عقل کے ماتحت نہ ہو اور جس کی غرض انسانیت کو ترقی دینا نہ ہو لغو اور بے ہودہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لیے تم سے کچھ نہیں مانگتا لیکن تمہاری جان اور تمہارا مال خود تمہارے اپنے صحیح نظام کے قیام پر خرچ ہونا ضروری ہے۔ اگر تم اس نظام کو مان کر انصاف اور عدل قائم کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ گے تو اس سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ خدا تو غنی ہے۔ اسے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہیں ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق جنگ میں حصہ لے۔

غرض اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے ہی سے انقلابی تحریک کو ترقی ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳ اِنۡ يَنْتَظِرْكُمْ مُّوَسٰى فَيَنْفِقْكُمْ فَيَنْتَظِرْكُمْ رَبُّنَا فَيَخْلُقْ لَكُمْ اٰمَنًا مِّنۡكُمْ

ترجمہ: اور اگر وہ تم سے مل جائے اور پھر تم کو نکال کرے تو تم بھل کرے گے اور وہ ظاہر کر دے تمہارے دل کی غمیاں۔

انتخابی پارٹی اپنے مبسوط کا سارا مال طلب نہ کرے ورنہ یا تو وہ چھپا لیا کریں  
گے یا ان کے دلوں میں میل آ جائے گا اور وہ تحریک میں پوری خوشدلی کے ساتھ  
حصہ نہیں لے سکیں گے ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے مال میں سے بقدر ضرورت  
رکھ لے اور باقی مال تحریک کے لے دے دے۔

آیت نمبر ۳۸ ہمارے ہلالہ ٹذعوت لیتھقوا فی سبیل اللہ  
فونکومن یبقل ومن یبقل فاما یبقل عن قلیہ واللہ العلی  
وانشیہ العسراء وان تنزلوا یستبدلون قومًا غیرکم ثم لا یكونوا انما کم

ترجمہ:- سنئے ہو تم! لوگ نہیں جانتے ہیں۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کو بھرتم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ خرچ کتنا نہیں چاہتا جو شخص بخل کرے گا وہ اپنے آپ سے بخل کرے گا۔ اللہ تو بے نیاز ہے تم ہی محتاج ہو۔ اگر تم بھرجاؤ گے تو بدلے گا اور لوگ تمہاری جگہ بھر وہ تمہاری طرح کے نہ ہوں گے۔

تحریک کا تقاضا ہے کہ تم اپنا مال اس میں خرچ کرو۔ اگر تم بخل کرو گے تو یہ تحریک برباد ہو جائے گی اور دشمن تمہیں ذلیل کر ڈالیں گے اور تمہارا سارا مال لے جائیں گے۔ خرچ کرو گے تو فتوحات حاصل ہوں گی اور زیادہ مال و دولت ملے گا۔

واللہ العلیٰ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ (اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، تم ہی محتاج ہو) خدا تعالیٰ کو تو تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود تمہاری اپنی قومی ضرورتیں ہیں۔ جو مال کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں۔ اگر تم اللہ کی راہ میں یعنی قومی ضرورتوں میں مال خرچ کرو گے، تو خدا تمہیں اتنی دولت دے گا کہ تم بے نیاز ہو جاؤ گے۔

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَتَّبِعِ الْكُفْرُ دَاخِرًا مِّنْكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ سَبِيلُ الْمُجْرِمِ (اگر تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور قرآن حکیم کو غالب کرنے کی تحریک میں جان و مال سے کوشش نہ کی تو کوئی دوسری جماعت اس کام کے لیے تیار ہو جائے

کی جو مال بھی خرچ کرے گی اور جان بھی لڑائے گی وہ تم جیسی ست اور کامل اور جان و مال سے دریغ کرنے والی جماعت نہ ہوگی مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کا انٹرنیشنل نظام بہت بڑی قربانی کا طالب ہے اس راہ میں بہت خطرے ہیں لیکن آخر کار بین الاقوامی غلبہ اور عزت ہے۔

### نبی کریم صلعم کی جماعت اور اللہ کی راہ میں خرچ

اللہ کے فضل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کی ہوئی جماعت نے جان اور مال سے کسی جگہ بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جماعت کل قومی انقلاب کا مرکز بن گئی اور وہ انقلاب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مکمل ہو گیا۔

اس کے بعد جب عربوں نے اس بین الاقوامی تحریک کو قومی بنا لیا اور رفتہ رفتہ جان و مال سے دریغ کرنے لگے تو عجمی قومیں غالب آ گئیں۔ قرآن کی سرمایہ شکن طاقت بہر کیف غالب رہنی چاہیے جب اس کی سرمایہ شکنی میں فرق آئے گا اور سرمایہ پرستی پیدا ہوگی، ضرور انقلاب آئے گا اور کوئی نہ کوئی سرمایہ شکن طاقت اوپر آ جائے گی

### موجودہ دور کی ضرورت اور امام دلی اللہ دہلویؒ

اب جبکہ دنیا کے کسی خطے میں بھی سرمایہ شکن خدا پرست طاقت برسر اقتدار نہیں ہے۔ ضروری ہے اور انسانیت کا طبعی تقاضا ہے کہ سرمایہ شکنی اور خدا پرستی کے مجموعی پروگرام پر انقلاب برپا ہو۔ یہ انقلاب کس خطے میں ہو گا؟ کچھ کہا نہیں جاسکتا لیکن حجتہ الاسلام امام دلی اللہ دہلویؒ کی دور بین نگاہ جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ انہوں نے تفصیلات الیہ وغیرہ میں بیان کر دیا ہے۔

بہر کیف اس سورت میں قرآن حکیم کے جس انقلاب کی طرف دعوت دی گئی

ہے وہ ساری انسانی نوع کے لیے مفید ہے اور آج بھی جب انسانی سوسائٹی راسمالی (Capitalist) اور غیر راسمالی (Anti Capitalist) کیپوں میں غنی ہوئی ہے۔ قرآن کریم ہی کی تعلیم صحیح معاشیات پیدا کر کے پائیدار امن پیدا کر سکتی ہے تاکہ اسلام کا مکمل نظام دنیا میں نافذ ہو۔ ضرورت پڑے تو یہ رجعت پسند طاقتوں کو قوت کے ذریعے سے ختم کرنے کا دای ہے لیکن رجعت پسندی کو کسی حالت اور کسی شکل میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔  
حواشی

۱۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ (۱۳/۲۹) (خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈر کر عدل کے قانون کی زیادہ پیروی کرتا ہے) میں اسی اصول کی طرف اشارہ ہے سیدنا عبدالقادر جیلانی تقویٰ کے معنی میں یہ آیت پیش فرماتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ يُكْرِمُ الْمُتَّقِلَ وَالْإِحْسَانَ وَالْإِيَّائِي وَبِالْقُرْبَى (الآیہ) پس عدل قائم کرنا تقویٰ کا سب سے ضروری نتیجہ ہے۔ (مرتب)

۲۔ امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: چونکہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں انسانی سوسائٹی خدا تعالیٰ کی توحید کو بھول چکی تھی اس لئے حضرت ابراہیم توحید کی اشاعت ہی کے لئے آئے۔ چنانچہ انہوں نے طہارت، نماز، حج، زکوٰۃ روزہ اور ذکر کی عبادتیں جاری کیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملتوں ..... میں گڑ بڑ چکی تھی اور ان کے ارتقاات (معاشی زندگی) خراب ہو چکے تھے اور یہ خرابی اس خرابی سے کہیں زیادہ تھی جو حضرت ابراہیم کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو جہاد قائم کرنے، عبادتوں کی اشاعت کرنے، اور ان کے اوقات معین کرنے کے لئے بھیجا اور حکمت الہی نے فیصلہ کیا کہ رومی اور ایرانی امپریلزموں کو برباد کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک بین الاقوامی حکومت پیدا کی جائے۔ (تفہیمات الہیہ جلد اول صفحہ ۶۰)

۳۔ مجتہد وہ عالم ہے جو اپنی تعلیم و تربیت اور تحقیق اور ایمانداری کی وجہ سے اس قابل سمجھا جائے کہ وہ اصول سے ضمنی قاعدے نکال سکے۔  
(مرتب)

۴۔ فرض کفایہ یہ ہے کہ چند ایک آدمیوں کے ادا کرنے سے سب جماعت کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص بھی اسے ادا نہ کرے تو سب مجرم قرار پاتے ہیں اس کے مقابلے میں فرض عین ہے جو ہر ایک شخص کو ادا کرنا ہوتا ہے۔

۵۔ حکومت کا فحش وغیرہ سے جحجیح کیا ہوا خزانہ

۶۔ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بڑا عالم جو سرکاری طور پر بادشاہ کو

ذہنی معاملات میں مشورہ دینے کے لئے مقرر ہوتا تھا۔ (مرتب)

۷۔ خطیب بغداد جو حضرت امام ابو حنیفہ کا بڑا سخت مخالف ہے تاریخ بغداد میں کئی موقعوں پر لکھتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی مجلس مشاورت کے چالیس ممبر تھے۔ بھپ کوئی اہم مسئلہ سامنے آتا تو آپ امام قاسم بن معن لغوی، امام عبد اللہ بن مبارک محدث، امام ابو یوسف قسبہ، امام زفر جیسے بزرگ اور حضرت امام داؤد ابن نصیر طائی جیسے سر تاج صوفیاء کی موجودگی کو لازم سمجھتے تھے۔ (مرتب)

۸۔ کیا عجب، کہ تاریخ نے زمانہ حال میں جو پلٹا کھایا ہے وہ اس کا پیش

خبرہ ہو اور پاکستان آنے والے انقلاب کا پیش رو ثابت ہو۔ (مرتب)

۹۔ جیسے مغربی قومیں ایشیاء اور افریقہ میں کتنی رہی ہیں۔ (مرتب)

۱۰۔ ”حق“ کے بنیادی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جو چیز انسانی

فطرت کے مطابق اور موافق ہوتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے۔ (مرتب)

۱۱۔ امام ولی اللہ دہلویؒ اپنی کتاب بدور البازغہ (صفحہ ۸۰) میں فرماتے ہیں

کہ ولکن ادل نظره الی قعر الاعداء و تفریق اجتماع و بین قلوبهم و الیاس

من البتاء۔ (امام کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ اس

کا غلبہ دشمن پر رہے وہ ان کا کوئی اجتماع نہ ہونے دے ان کے دلوں کو کمزور کرتا رہے اور انہیں کبھی اس بات کا موقع نہ دے کہ وہ نجات پا سکیں۔ (مرتب)

۱۲۔ قیدی کا کما کر اپنی رہائی کا معاوضہ ادا کر دینے کا معاہدہ۔ (مرتب)

۱۳۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں اسلام

پھیلایا۔ اس سے عین پہلے جو زمانہ تھا اسے جاہلیت کا زمانہ کہتے ہیں۔

(مرتب)

۱۴۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار خلفائے

صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علیؓ۔ (مرتب)

۱۵۔ مثالی زندگی سے مراد ہے عالم مثال کی زندگی جو بادے سے مادراء

ہے۔ (مرتب)

۱۶۔ اعمال کا خاص خاص فکلیں اختیار کر کے ظاہر ہونا۔ (مرتب)

۱۷۔ حضرت ابی بلتعہ کی مثال اس سلسلے میں پیش کی جاسکتی ہے یہ ایک

صحابی تھے جنہوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم مکہ معظمہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت ابی بلتعہ نے مکہ

والوں کو ان تیاریوں کی خبر دینے کے لئے ایک خفیہ خط لکھا جو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے پکڑا گیا۔ لیکن حضرت ابی بلتعہ کو ان کی

جنگ بدر کی خدمات کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ (مرتب)

۱۸۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے :- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا لیکن

تو نے میری خبر نہ لی؟ انسان کہے گا اے میرے پروردگار تو تو ساری اقوام کا

رب ہے تیری خبر گیری کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے خبر

نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا۔ لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی؟ اگر تو

اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔





# تفسیر سورۃ الصف

سورہ الصف کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مروم)

محکم دلائل و براہین سے مزین

32، میلنگن روڈ، ایچ کے بی بی سنٹر، چونکے جی انسٹیٹیوٹ

فون: 7239138

۱۹۔ حضرت مولانا سندھیؒ ۱۹۱۵ء میں اپنے استاد محترم حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گئے۔ اور جلا وطنی کے تیس چوبیس سال گزار کر ۱۹۳۹ء میں پر عظیم ہند میں واپس آئے۔ انہوں نے اگست ۱۹۳۳ء میں وفات پائی۔ (مرتب)

۲۰۔ ارشاد: خدا کے حکموں کی طرف رہنمائی۔ احسان: تصوف کے اعمال (مرتب)

۲۱۔ احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص: پیدائش ۳۰۵ھ (۹۱۹ء) وفات ۳۷۰ھ (۹۸۰ء) بلند پایہ حنفی امام۔ ”احکام القرآن“ (تین جلدوں میں) ان کا شاہکار ہے۔ (مرتب)

۲۲۔ اس مسئلے پر الجصاصؒ کے خیالات سورۃ فتح کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

۲۳۔ اس موضوع پر مزید بحث سورۃ فتح میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

## سورۃ الصف

(مدنی سورت ہے)

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

#### سورۃ مُتَمَحَنَہ کے ساتھ ربط

سورۃ مُتَمَحَنَہ میں جو تعلیم دی گئی تھی اسے تعلقات خارجیہ سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ بعید نہیں۔ غیر مسلم جماعتوں کے دھمے ہوں گے (1) وہ دشمن جن کے ساتھ دوستی میں کئی چاہئے۔

(2) ایسے لوگ جو دشمنی نہیں کرتے ان کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا ممنوع نہیں اس سورہ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ تعلقات منقطع کرنے کے کیا درجے ہیں جن سے تعلقات منقطع کر لئے جائیں ان کے ساتھ بھی انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہئے جس طرح تعلقات منقطع کرنے کے بعد ہم اپنے حقوق جو وزارت خارجہ (Foreign of free) کی پالیسی (Policy) معین کرتی ہے۔

#### وزارت حربیہ کا کالم

وزارت خارجہ کے بعد وزارت حربیہ (War Office) کا کالم آتا ہے۔ جس جماعت یا قوم کو وزارت خارجہ دشمن قرار دے دے اور جن سے تعلقات منقطع کرے ان کے ساتھ لڑنے کی پوری تیاری کرنا حکومت ہلانے والی پارٹی کے لئے ضروری ہے حکومت کے قیام کے بعد اس کو وزارت حربیہ کہا جائے گا۔

#### سورۃ صف کا مضمون

چنانچہ اس سورت الصف میں لڑائی کی تیاری کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں اور

مسلمانوں کو بڑی بڑی جنگوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔  
 آیت نمبر 1: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ  
 الْحَكِيْمُ ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور  
 وہی غالب حکمت والا ہے۔

### قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جنگ کرنے کا حکم کہ اللہ کا قانون یعنی اللہ کی کتب دنیا میں ماحکمہ انداز سے کامیاب  
 ہو اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدا تعالیٰ اس کا محتج ہے۔ (سبح) بلکہ اس لئے کہ وہ ایک  
 قوم کو حکومت چلانے کی ذمہ داری سکھاتا چاہتا ہے (یہ حکیم کے اسم کی تائید ہے) اور اس  
 طریقے سے دنیا میں معزز بناتا چاہتا ہے (یہ اسم عزیز کا مطلب ہے)  
 اللہ کا محتج نہ ہونا زمین و آسمان کی حکومت چلانے سے ظاہر ہے آسمانی سیارے اور  
 ستارے ایک خاص نظام میں حرکت کر رہے ہیں اور اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دے  
 رہے ہیں ایسے ہی زمین کے مختلف موالید اور جن سب اپنے اپنے فرائض پورے کر رہے  
 ہیں اور اس قانون کے اندر چل رہے ہیں جو اللہ نے اس کے لئے بنا دیا ہے۔ اگر اسے  
 بڑے نظام کے چلانے میں خدا کسی کا محتج نہیں ہے تو وہ انسانوں کے اندر ایک خاص قسم  
 کی حکومت چلانے میں کسی کا محتج کیوں ہونے لگا؟  
 آیت نمبر 2: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ  
 ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔

### جبری خدمت

حزب اللہ قائم ہونے کے بعد جماعت میں یہ استعداد آگئی کہ وہ اپنے فرائض خود ادا  
 کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کریں۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنا اس  
 نظام کو نبھانے کا یہ ہمارا ایمانی فرض ہے اب ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہماری  
 رہنمائی کی جائے اور ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ فرائض جو ہو سکتے ہیں وہ بتائے جائیں تو انسان کو  
 حکومت بنانے میں سب سے مشکل فرض جو پیش آتا ہے وہ عمومی فوجی خدمت ہے۔  
 (Concription) ہے جو لوگ اتنی مشکل سے گہرائیں وہ اس آیت کی ذیل میں آتے

ہیں۔

آیت نمبر 3: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

ایک قوم پارٹی کے پروگرام کے اندر رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ فرض کے ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو یہ اچھی طرح سمجھ لیتا چاہئے۔ کہ جو لوگ اس فرض کے ادا کرنے میں سستی کریں۔ وہ سخت سزا کے مستوجب سمجھے جائیں گے اگر وہ اس فرض سے کوتاہی کی شکل میں یہ سخت سزا برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو ان کی باتیں فقط ڈینگیں ہیں عملی تقدّم نہیں ہے۔

پس اس آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ یہ تم جانتے ہی ہو۔ کہ اعلیٰ فرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا اس کے ترک کرنے پر سزا برداشت کرنے کی تیاری ہے اور سزا سخت سے سخت دی جائے گی خدا کے ہاں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم۔۔۔ آمادگی ظاہر کرو اور پھر کام نہ کرو۔

### ہمارے علماء کی غلطی

جب کوئی جماعت اعلیٰ فرائض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے اور سمجھ لے کہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی پر اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو اس میں ضبط (Discipline) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ڈسپلن کے بغیر کوئی فوج دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ فنی زندگی کا عملی تجربہ نہ ہونے کے باعث ہمارے علماء کے دماغ خراب ہو چکے ہیں۔ (اللہ ماشاء اللہ) اس لئے وہ ان آیات کا مطلب سمجھنے میں بہت دور ہیں وہ قرآن حکیم کی آیتوں کے لفظی ترجمے ہی میں لٹکے رہتے ہیں اور قصے بیان کر کے ہی گھر پورا کر دیتا چاہتے ہیں مگر اپنے نفس پر یہ فرض کر کے کہ کیا میں اس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہوں جو قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے کے سلسلے میں مجھ پر عائد ہوتی ہے فوراً ہی نہیں کرتے۔ جب تک وہ اس طرح غور نہیں کریں گے ان کو کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا انہوں نے اس بے فکری سے قوم کی ذہنیت مردہ بنا دی ہے جیسے کوئی دوسری قوم اگر ان کو سلطنت بنا کر دے دی گی۔ قرآن حکیم پڑھنے والے آدمی کے لئے اس قسم کا خیال ڈوب مرنے کے قاتل ہے۔

### برطانیہ کی سب سے بڑی قباحت

ہمیں یورپ میں انقلابی جماعتوں کے دیکھنے کا موقع ملے وہ لوگ جنگ کے بغیر انقلاب کا تحیل ہی نہیں رکھتے۔ گاندھی جی نے جو پروپیگنڈا شروع کیا وہ اسے نہیں ملتے ان کے ہاں انقلاب کے ساتھ ملٹریزم (Militarism) شامل ہے یورپ میں ملٹریزم انتہا تک ترقی کر

چکا ہے۔ ایک یورپی انقلابی ملٹریزم کا اعلیٰ لیڈر اپنے آپ کو انقلابی نہیں کہتا ان کے انقلابی نظام سب کے سب زندگی بخش ہیں وہ ہر وقت موت کے منہ میں جانے کے لئے آگاہ رہتے ہیں اسی سے ان میں زندگی پیدا ہوتی ہے ہمارے ہاں ایک معیبت تو یہ تھی کہ برٹش کورنمنٹ نے برطانوی رعایا کے برابر حقوق نہ دیئے ہم اسے اس ایپارٹ کی سب سے بڑی قباحت مانتے ہیں۔ ہمارے ملک سے اس سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی جتنی خود برطانیہ کی کمائی کرنے والی جماعت سے ٹیکس حاصل کیا جاتا مگر ہمارے ملک کے ہشمدہائیوں کو تعلیم اور ملٹریزم میں کوئی حق نہ دیا جاتا حالانکہ یہ ہمارا قدرتی حق تھا ہم پر ظلم کیا گیا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے ہر ایک آدمی کو تعلیم یافتہ اور سولجر (Soldier) بنائیں، برٹش کورنمنٹ مجبور ہو کر ڈومینین سٹیشن دے گی اور ہم اس مصالحت پر راضی ہیں اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ کے شریک رہ کر اپنی قوم کو تعلیم اور فوجی تربیت میں یورپ کے برابر بنائیں۔

### انقلاب اور حریت

اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی حکومت پیدا ہی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی پارٹی انقلابی ہو سکتی ہے جب تک اس کا ایک ایک فرد فوجی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے پورا پورا آگاہ نہ ہو جائے۔ اور فوجی ڈیوٹی ادا کرنے اور اس کے لئے قوم کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس ڈیوٹی سے تعلق رکھے اسے گولی سے اڑا دیا جائے یہ چیز پہلے ہی دن انسان کو سمجھ لینا چاہئے کہ مجھے یہ سزا دی جائے گی اس صورت میں ڈسپلن پیدا ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے علماء کے دماغ پر جوں تک نہیں ریگلتی۔ (اللہ اعلم) آیت 4: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنَيَانٌ مَّرصُوعُونَ

ترجمہ: بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

### بنیان مرصوص کا مطلب

صف باندھ کر لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رخنہ نہ آنے دیا جائے جو صف دشمن کے مقابلے میں جانے اس میں سے جتنے آدمی شہید ہوں ان کا رخنہ فوراً پُر کر دیا جائے اس طرح اپنی جگہ پوری کرتی ہوئی یہ صف آگے بڑھے۔

## بنیان مرصوص کی حقیقت

فوجی نظام میں یہ علوم متعارفہ کے درجے کی چیز ہے کہ جو افسر شہید ہو جائے اس کے نیچے کا آدمی فوراً خود بخود اس کی جگہ لے لیتا ہے اس نظام کا کوئی عمدہ آخری دم تک کبھی خلی نہیں رہتا فتح اسی تنظیم کی صورت ہی میں ہو سکتی ہے بعض اوقات حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ صف میں ایک آخری آدمی ہلتی رہ جاتا ہے کہ وہ جاتا ہے تو فتح حاصل ہو جاتی ہے وہ ساری جماعت کی فتح شمار ہوتی ہے جب تک مرنے والوں کی جگہ زندہ لوگ سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں کسی فوجی نظام کا کام تک نہیں لیتا چاہئے اس کا حاصل یہ ہو گا کہ چاہے ہم سو آدمیوں کا دستہ دشمن کے مقابلے میں بھیجیں مگر اس دستے میں جو کسی ہوتی رہے اسے پورا کرنے کا انتظام پیچھے سے ہوتا رہے گد یوں تک کہ سو آدمیوں کا دستہ آگے بڑھتا ہوا دشمن کو شکست دے دے اس کے لئے اگر پیچھے ساری قوم تیار نہیں ہے تو وہ سو آدمیوں کا دستہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا جو لوگ اس طرح بنیان مرصوص بن کر لڑتے ہیں۔ اللہ ان سب سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یعنی اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ ساری قوم بنیان مرصوص بن کر کام کرے۔

## عورتیں اور فوجی خدمت

قرآن حکیم کو ماننے والی جماعت اپنے رب کی حُب حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی جبر کے یہ جبری ڈیوٹی (Conscaption) اپنے ذمے لے لے گی۔

مسلمانوں میں اللہ کے فضل سے اب تک یہ صلاحیت موجود ہے مگر جیسے سیاسی نظام پیدا کرنے کے میدان میں ان کے لیڈروں نے ان کو ہدایہ کر رکھا ہے ویسے ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علماء ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علماء اور ان کے بزرگوں نے ان کو بے عزت کر دیا ہے۔ ان کے بڑے علماء اور بڑے بزرگ سب سے زیادہ بڑبڑل اور سب سے زیادہ عورتوں کے غلام ثابت ہوں گے۔ (آلہامشاہ اللہ) تجربہ کر کے دیکھ لو یہ عورتوں کی غلامی کا مسئلہ مولانا شہیدؒ کے زمانہ میں بھی پیش آچکا ہے اور میں خود بھی اسے دیکھ رہا ہوں۔ یہ لوگ عورتوں کے غلام ہیں یہ کبھی گھر سے نہ نکلیں گے۔ حضرت مولانا اسلمیلؒ کے خط میں ایک فقرہ آتا ہے ”در فرج زہل مشغول ہستند“ (سوانح احمدیہ)

ہمارا بھی یہی تجربہ ہے ہمارے بہترین شاگردوں نے اس لئے جواب دے دیا کہ وہ عورتوں کی غلامی سے نہ نکل سکے اس لئے ہمارے دماغ پر یہ خصوصی اثر آیا ہے کہ جب

تک ہم عورتوں کو میدان میں نہ لائیں گے یہ بے ایمان مردہ طاقت حرکت میں نہیں آئے گی اس لئے ہم میدان جنگ میں آنے کے لئے مرد اور عورت کی کوئی شرط نہیں لگاتے۔ چنانچہ ہماری ہر ایک عورت اور ہر ایک لڑکی میدان میں آئے گی اور جو اس کی مخالفت کرے گا جب ہم کو نظام پر قبضہ مل گیا ہم اسے فوراً گولی سے اڑا دیں گے۔ ہم گاندھی جی کے طریق انقلاب کے داعی نہیں ہیں ہم اسی طریق انقلاب کو فقط تیاری کے لئے مفید سمجھتے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مقید رہے تھے۔ ہم کسی عالم کو اس مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے کہ عورتوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا اس قسم کے مفصل اور بزدلی سکھانے والے لوگ اسلامی سوسائٹی سے جن کر مار دینے چاہئیں۔

### مخزنین اور مرجعین کے استیصال کی ضرورت

حجتہ اللہ البالغہ جلد دوم ص 175 میں ہے ”مفصل اور مرجع کو مجاہدین کی صف سے نکل دیا جائے۔“ پس ہم ان کو ختم کر دیں گے بلکہ ان کو قوم ہی سے نکل دیں گے انہوں نے ہماری مسجدیں منبر سنبھالے ہوئے ہیں اور مدارس پر بھی ان کی حکومت چل رہی ہے ہماری زبان سے جتنا سب و شتم لکھا ہے اس میں ہدف بھی لوگ ہیں اور وہ بھی ہماری جماعت کے علماء۔

### مسلمان اور فوجی خدمت

جیسے ہماری سیاسی زندگی میں یہ ایک ضروری مرحلہ ہے جسے طے کرنا پڑے گا ویسے ہی ہماری ایمانی زندگی میں قرآن حکیم کی حکمت کو سمجھ کر اس کی پابندی کرنا ضروری ہے ہم اسے قبول نہیں کر سکتے کہ جب ایک مسلمان اپنے ملک پر اپنی حکومت پیدا کرتا ہے تو وہ کس طرح اپنی ذات کو اور اپنے اہل کو جس میں اس کے لڑکے اور لڑکیاں مل اور بیوی بھی شامل ہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر سکتا ہے؟

### فوجی خدمت کی وسعت

فوجی خدمت فقط یہ نہیں ہے کہ میدان میں لڑیں فوج کے متعلق کوئی سا کلام پورا کرنا فوجی خدمت ہے مگر ایک چیز سب میں مشترک رہے گی اور وہ یہ کہ ہر ایک شخص شہید ہونے کے لئے تیار رہے گا اور صف اول میں رخنہ پر کرنے والے آدمی موجود رہیں گے اس مسئلے کو حل کئے بغیر یہ کہنا کہ ہم... ہندوستان میں اپنا مستقل نظام چاہتے ہیں پاگلوں کا کلام ہے۔



## انقلاب اور ڈیلو میسی

ہم ان عقلمندوں کی صف میں جانا گوارا نہیں کرتے جنہوں نے اپنی مجبور یوں سے منظر ہو کر اپنے آپ کو پاگل بنا رکھا ہے انقلاب اور اس کی روح اس سے انکار کرتی ہے اور اپنے حقیقی فکر کو چلائکیوں سے چھپایا جائے حکومت پیدا کرنے کے بعد بے شک ڈیلو میسی سروس برداشت کرنی پڑے گی مگر حکومت پیدا کرنے والی ایک انقلابی پارٹی ڈیلو میسی استعمال نہیں کر سکتی اسے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔

آیت نمبر 5 : وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تَقُولُونَ نَبِيًّا فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ : اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں جس مکالمے کا ذکر ہے اس کا تفصیلی ذکر تورات میں موجود ہے حضرت موسیٰ دو آدمی جاسوسوں کے طور پر دشمنوں میں بھیجا چاہتے تھے ان لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا: اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَارِئَا اَنَا هَاهُنَا قَاعُونَ ۝ (آئندہ 5: 20)

یہ ہے وہ ایذا جس کی طرف موسیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے یہ ہماری تفسیر ہے) ہوا یہ کہ موسیٰ کے حکم سے دو سرے دو آدمی کھڑے ہو گئے اور وہ دشمن کے کیمپ کی خبریں لے کر زندہ واپس آگئے جو لوگ بیٹھ رہے تھے انہوں نے موسیٰ پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ ہمیں قتل کرانا چاہتے ہیں جب وہ جاسوس زندہ واپس آگئے تو اللہ نے موسیٰ کو اس الزام سے بری کر دیا وہ دو آدمی قتل نہ ہوئے موسیٰ اس الزام سے بری ہو گئے یہ ترجمہ ہے اس آیت کا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آخَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۝

### جملوں سے انکار کا انجام

جب وہ پھر گئے یعنی جملوں میں آگے بڑھنے سے (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے  
ہات بگھنے سے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر آیت نمبر 5 میں آیا ہے یہی الفاظ سورۃ المائدہ میں آئے ہیں  
جملوں یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَاَفِرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ  
الْفٰسِقِیْنَ ۝ (المائدہ: 25)

### مسلمانوں کے لیے درس عبرت

یہودیوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ جملوں کے مسئلہ میں  
آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے کا کام نہ لیں ورنہ وہ بھی قرآن حکیم کی سمجھ سے محروم کر دیئے  
جائیں گے۔

آیت 6 : وَاِذْ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْ اِسْرٰٓئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ  
اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا لِّرَّسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ  
مَّبْعَدِیْ اَسْمِعُوْهُمْ اَحْمَدًا فَلَکُمْ اِجَابَةٌ اَنْتُمْ اَلْوَاہِدُ الَّذِیْنَ سَلِّحُوْهُمْ قَبْلَیْنَ ۝

ترجمہ : اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ کا تمہاری  
طرف رسول ہوں تو رات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک  
رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا پس جب  
وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جملوں ہے۔

جیسے موسیٰ نے جملوں کی بنیاد ڈالی اور صفیں ہاندھ کر دشمن سے لڑنے کا طریق شروع کیا  
اس کو قائم رکھنے والے انبیاء رسول اللہ ﷺ تک پیدا ہوتے رہے موسیٰ اور حضرت نبی  
اکرم ﷺ کے درمیان حضرت عیسیٰ ابن مریم ایک بڑے اولوالعزم نبی آئے جن کے  
ذریعے سے بائبل کی اشاعت ہوئی وہ عیسیٰ بن مریم اور ان کے حواری ہیں۔

بنی اسرائیل میں شاندار حکومت کا مرکز پیدا کرنے کا درجہ ملے ہو چکا ہے۔ اب اگر  
بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں بھی اپنا ایمان اور فکر اس طرح کا بنالیں تو وہ بھی اس

برکت کی مستحق ہو سکتی ہیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حکومت میں اشتراک پیدا کر سکتی ہیں مگر موسیٰ کے متفق یعنی یہود اسے قبول نہیں کرتے۔

### اس تحریک میں عیسیٰ کا مقام

حضرت مسیحؑ نے اس تحریک کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی مگر یہود ان کے رد میں اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔ ہاں ہمہ حضرت مسیحؑ کے حواریوں نے اپنا سلسلہ قائم رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بائبل دنیا کی تمام قوموں میں پھیل گئی ہر قوم کے مفکرین کو جنہوں نے بائبل کے اصول کو مان کر اس تحریک میں حصہ لینا چاہا مسیحؑ کے حواریوں نے ان کو مسلولی درجہ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ قوموں کی قومیں عیسائیت میں داخل ہونے لگیں اور پھر ان میں بھی حکومت آگئی اس طرح مسیحؑ نے تورات کی بین الاقوامی اشاعت میں خاص حصہ لیا ان کی نبوت بھی بنی اسرائیل میں ایک مستقل شان رکھتی ہے۔

### حضرت مسیحؑ کی پیش گوئی دوبارہ فار قلیط

مسیحؑ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جیسی بین الاقوامی حکومت تورات کے اصول پر بنی جائے وہ ان کے حواریوں کی کوشش سے نہیں بن سکے گی بلکہ اس کے لئے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی پیدا ہو گا وہ اسے مکمل کرے گا اس لئے انہوں نے اپنے حواریوں کو وصیت کی کہ تم اپنا کام جاری رکھو تا آنکہ فار قلیط ہمارے پاس آجائے میں جا رہا ہوں میرے گئے بغیر نہیں آئے گا میں اسے بھیجوں گا وہ میری بات کے گواہ کام خدا کرتا ہے میں تمہیں اپنے نام سے کہتا ہوں یعنی بھیجے گا تو اسے خدا ہی ہمارے لئے ایک وجہ قسلی ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ اگر اس کی تصدیق کرے گا تو تم اپنے کام کو اطمینان سے جاری رکھ سکو گے۔

### نکتہ اشتراک

حضرت مسیحؑ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے کام میں نقطہ اشتراک بین الاقوامی حکومت ہے مسیحؑ کے حواری تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی اشاعت دے دیں گے مگر اس کی حکومت قائم کرنے کے لئے جتنے حوصلے اور طاقت کی ضرورت ہے وہ یہ حواری پیدا نہیں کر سکیں گے اس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بنی اسرائیل میں مبعوث ہوں گے اور اپنی قوم سے طاقت پیدا کر لیں گے۔ جو اسی حکومت کی پشتپابی کرے گی۔

## حضرت مسیح کا شاندار کارنامہ

حضرت مسیح نے تورات کے علم کو رسول اللہ ﷺ تک ملانے میں بڑے شاندار واسطے کا کام دیا ہے۔ اگر وہ تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی طاقتوں میں منتشر نہ کر سکتے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا آسان نہ ہوتا۔ ممکن تھا کہ جیسے بنی اسرائیل میں موسیٰ کے ساتھیوں نے تعلیم پانے کے بعد اسے محدود کر دیا ایسے ہی بنی اسماعیل بھی پوری طرح تیار کرنے کے بعد اپنے مشن کو محدود کر دیتے۔ مگر چونکہ تورات کی تعلیم حضرت مسیح کے توسط سے عام طور پر پھیل چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو دوسری قوموں کی مخلوق اس حد تک حاصل ہو گئی کہ وہ تورات کی فکر سے جسے بنی اسماعیل حکومت میں لانا چاہتے تھے آشنا ہو چکی تھی اس لئے رسول اللہ کی جماعت کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا نسبتاً آسان ہو گیا۔

## یہودی علماء کی کور باطنی

اب اگر تورات کے عالموں کو جملہ کے متعلق بصیرت حاصل ہوتی تو وہ دوسری قوموں کی اس ذہنیت سے کہ وہ تورات پر اپنے نظریات درست کر چکے ہیں فائدہ اٹھاتے مگر یہودی اس درجے کے فراعزل نہیں تھے کہ ان کی مثل ہندوستان کے برہمنوں اور بنی اسماعیل کے بعض فرقوں میں پائی جاتی ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

یعنی میں بائبل کے اس حصے کو جسے حمد قدیم کہا جاتا ہے ٹھیک مانتا ہوں مگر اسے دوسری قوموں میں پھیلانا چاہئے یہ کام میں اچھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں پس میری بات سنو اور مانو۔ مگر میں تم میں یہ قابلیت نہیں پاتا کہ تم اس بین الاقوامی تعلیم کی خلافت پیدا کر لو گے۔

وَمُبَشِّرًا بِرُسُولِي يَا نَبِيٍّ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

مہنگوئی کی تحریف

میں تمہیں یقین دلانا ہوں کہ ایک رسول آئے گا جو میرے کام کی اساس پر بین الاقوامی خلافت پیدا کرے گا اس کی بنیاد تورات ہوگی اس نبی کا نام احمد ہوگا یعنی فار قلیط کا ترجمہ ہے آگے تحریف کر کے یہود نے اس کے سچے بدل دیئے اور اس کا ترجمہ قسلی دیئے والا وغیرہ کر دیا یہ یہود کی عام علوی حکمتیہ لوگ الفاظ کے بھوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے انہیں دوسرے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ جس معنی کو ہمیں بدلنا چاہئے اس میں

دو سری قرات پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد حسین ٹٹاوی نے "شاعت السنہ" میں فار قلیط پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ کیسے اس کے چبے بدلے گئے اور کیا کیا معنی پہنائے گئے اس سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر کی اس لفظ پر بحث کر چکے ہیں موجودہ انجیل میں یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے اس حصے پر سرسید احمد خان نے "مطلبت احمدیہ" میں بہت اچھی بحث کی ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

یہود کی غلطی

وہ احمد آگیا تو یہود اس کا انکار کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ بین الاقوامی حکومت کیسے بن سکتی ہے؟

یہ کوئی جلد ہے؟ حکمران تو ایک ہی ہو گا اور وہ ہم میں سے ہو گا ہم ابراہیمؑ اور داؤدؑ کی نسل سے ہیں پس بلاشلہ ہمیشہ ہمارا ہی ہو گا ہم کسی دوسرے کی بلاشلی قبول نہیں کر سکتے اس میں ان کی غلطی یہ ہے کہ حکومت اصل میں قانون کی ہوتی ہے یا شخص کی؟ اگر قانون کی حکومت ہے تو دوسری قوم سے لوگ بھی بلاشلہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ اس قانون کو چلائیں پھر یہود کا اصرار کہ ہمارے سوا کوئی بلاشلہ ہو ہی نہیں سکتا ٹھیک نہیں۔

پیغمبر علیہ السلام کی وصیت حجتہ الوداع میں

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی بلاشلی کی دعوت دی اور اس کو قائم کر دکھایا اور اپنے بعد جو چیز چھوڑ گئے وہ فقط قرآن ہے حجتہ الوداع میں جو خطبہ دیا وہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود ہے آپ نے فرمایا میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اس سے آگے فرمایا کہ وہ القرآن ہے۔ ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا امیر چھوڑے سردالا جی ہو مگر یَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِذَا تَبِعُوهُ یہ ہے وہ کلام جو احمد مرسل ﷺ کر گئے تمام دنیا کی قومیں اس کی تعریف کریں گی تورات کا قانون صحیح تھا اسے تمام قوموں میں جاری کر دکھایا۔

روایت الائمة من القریش

جیسے یہودیوں میں یہ فکر تھا کہ ہمارے سوا کوئی بلاشلہ نہیں ہونا چاہئے۔ ویسے ہی قریش بھی ایک جماعت تھی اور اب تک ہے پہلا دور قریش کی حکومت کا یقیناً گزر چکا

ہے اس لئے مسلمانوں میں **اَلَا بُرْہَ مِنَ الْقُرَیْشِ** کا فقرہ مسلمانوں کے ذہنوں میں رائج ہو گیا ہے یہ حدیث کس درجے کی صحیح ہے اس سے ہم بحث نہیں کرتے مگر یہ متفق علیہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بغداد کے خاتمے تک قریش ہی کی سرمداری رہی اس پانسو برس کی مدت میں جو چیز علماء و حکماء اور سیاسی جماعتوں میں مستحکم رہی وہ یہی ہے کہ امامت قریش کی ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے مستقل قانون ہی بنا لیا ہے ایک زمانے کے لئے یقیناً قانون تھا لیکن جو لوگ اسے مستقل قانون کا درجہ دیتے ہیں ان کی ذہنیت یہود کی ذہنیت کے مشابہ ہے ان لوگوں کا فکر یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والی جماعت خواہ جشہ سے پیدا ہو یا ایران سے ہند سے پیدا ہو یا یورپ سے امامت ہر صورت میں قریش ہی کے لئے مخصوص ہے۔

حکومتوں میں طاقت قوی فوج کے زار سے ہوتی ہے جب امیر ایسا ہو کہ فوجی طاقت طبعی طور پر اس کی معلومت نہ کرتی ہو تو اس اہم عمل جوڑے سے کبھی مضبوط حکومت دنیا میں چل نہیں سکتی اس لئے پناہ پڑے گا کہ جس قوم میں قرآن کی حکومت چلانے کی اہلیت ہے اور جس کی قوی فوج اس کی تائید کے لئے تیار ہے اس میں سے امیر رہی ہو گا جو قرآن کی حکومت چلائے گا اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اس امیر کی اطاعت کا حکم اور قریش کو بھی اس امیر کی تابعداری کرنی چاہئے تب رسول اللہ ﷺ کا مشن دنیا میں کامیاب سمجھا جائے گا۔

جب ہم حدیث پڑھ چکے تو **اَلَا بُرْہَ مِنَ الْقُرَیْشِ** پر ہمیں اطمینان تھا مگر ہمارے استدلال دولت عثمانیہ کے خلیفہ کی حمایت سکھاتے تھے۔ اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ یہ تو قریش نہیں ہیں ان کی اطاعت کیوں کی جائے ہم نے اپنے استدلال سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ اگر قریش میں حکومت سنبھالنے کی اہلیت نہ ہو تو کیا پھر بھی **اَلَا بُرْہَ مِنَ الْقُرَیْشِ** ہوں گے؟ ہمیں ہمت سمجھ میں آئی اب ایک مثل سے واضح کرتے ہیں۔

ایک مثل : حدیث میں ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اب ایک ایسا شخص فرض کو جسے فاتحہ نہیں آتی تو فقہ حنفی میں طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ قرآن حکیم کی کوئی سورت پڑھ لے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی چونکہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن میں رائج تھا اس لئے استدلال کے مختصر جواب سے سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔

## خاتمیت قرآن کی تحقیق (1) تبدل قومی اور خاتمیت

جب اس طرح پر تمام قوموں کو جو قرآن کی تعلیم جاری کرنے کے لئے کھڑی ہو جائیں مسلولی حق دیتا ہے تو اب ہم یہ چیز بھی مان سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی اس لمبی مدت تک قرآن حکیم کے جاری رہنے میں جو چیز مانع ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک قوم اپنی طاعت ختم کر چکی ہے یا ایک نظام اپنی طاعت ختم کر چکا ہے (مثلاً ہولشی نظام) اگر قرآن حکیم اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ ہے تو یقیناً اسے بھی اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ مان لینا پڑے گا۔

پہلے ہزار سال میں جن جن قوموں نے اسلام کی خدمت کی ان میں ہولشی نظام تھا دوسرے ہزار سال سے ششی نظام ٹوٹنا شروع ہوا اور اب جمہوری نظام دنیا پر حکومت کر رہا ہے اگر یہ چیز مان لی جائے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کسی خاص قوم یا نظام کے ساتھ پابند نہیں ہے تو کتنا پڑے گا کہ جو کسی قوم یا جو نہا نظام قرآن حکیم کی حکومت چلائے گا تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت کرنی ہوگی چاہے قریش ہوں یا غیر قریش اس قسم کی بات مان لینے کے بعد اس امر کے بطور کرنے کا کافی موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔

اس کے بالعکس قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے خاص قوم یا خاص نظام معین کر دیا گیا تو قرآن کی عمر اس قوم یا اس نظام کی عمر تک ہی چل سکتی ہے اس کے بعد قرآن حکیم کو قطعی طور پر ختم ہو جانا چاہئے۔

ایک قوم سے حکومت ہولشی دو سری قوم میں چلی جائے اور دو سری قوم بھی قرآن کا حکم قائم رکھے اس طرح پر اسلام کی عمر لمبی ماننے والے اکثر علماء مسلمانوں میں موجود ہیں وہ قرآن کو کسی قوم کے ساتھ مقید نہیں مانتے پہلے عربوں نے قرآن حکیم کی حکومت کی پھر ایرانیوں نے کی پھر ترکوں اور ہندیوں میں آئی تو اہل علم ان سب کی خدمت کی قدر کرتے ہیں مگر یہ سارے نظام شامل تھے سب قوموں کے تبدلات میں نظام ایک ہی رہا۔

### تبدل نظام اور خاتمیت

اب جس حالت میں پہلا نظام بدل گیا تو دوسرے نظام سے بھی قرآن کی خدمت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ایسے عالم تو ملیں گے جو یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ دوسرے نظام سے

بھی حکومت ہونی چاہئے ورنہ قرآن کی حکومت قیامت سے پہلے ختم ماننی پڑے گی۔  
جملہ معترضہ یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں ایک قوم کی عقل قرآن کی خدمت کرنے سے عاجز آجاتی ہے وہ اپنا اطمینان اس طرح کر لیتی ہے کہ اب قیامت آگئی درحقیقت ان کی اپنی موت آگئی ہوتی ہے اگر اس جملے میں صداقت ہے تو فظ اتنی کہ اس قوم کی قیامت آجاتی ہے اسے تمام قوموں کی قیامت ملنا احتمالہ خیال ہے چونکہ اکثر مقدس لوگ پہلے خیال کے حاوی ہیں اس لئے انہیں کچھ کما نہیں جاسکتا حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ قومیں بڑھ رہی ہیں اور مسلمانوں کی جگہ لے رہی ہیں مگر نہیں دیکھتے۔

ایسے ہی اگر ایک نظام ختم ہو جائے گا تو اس نظام کے متبعین بھی شور مچانے لگ جائیں گے کہ قیامت آگئی اس کے بغیر ان کی طبیعت مطمئن ہو ہی نہیں سکتی یہاں بھی اس طرح سمجھ لیتا چاہئے کہ اس نظام کی موت یا قیامت آگئی یہ صحیح ہے لیکن اگر دوسرا نظام اس کی جگہ لے رہا ہے تو اسے نوع انسان کی قیامت کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ (جملہ معترضہ ختم ہوا)

الغرض اس بات کو ماننے والے اکثر اہل علم موجود ہیں جو قوموں کی تبدیلی سے قرآن کی تعلیم جاری رہنے کے قائل نہیں اور ایسے ارتجائی (Reactionary) بھی موجود ہیں جو اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو قرآن کا علوم نہیں دیکھ سکتے۔

اب جس زمانے سے یہ نظام بدل گیا ہے اہل علم ضرورت تو سمجھتے ہیں کہ کوئی نیا نظام ہونا چاہئے جس سے قرآن کی خدمت ہو اور جس سے کامیاب قرآنی حکومت بنائی جائے مگر کوئی نظام پیش نہیں کر سکتے ہماری سمجھ یہ ہے کہ خدا نے شہ ولی اللہ کو اس کام کے لئے خاص طور پر منتخب کیا ہے اس نظام کے تبدیل ہونے سے پہلے اسلام کے لئے نیا نظام پیش کرتے ہیں اس تبدیلی نظام کے بعد بھی قرآن کی حکومت کی عمر لمبی ہو سکتی ہے ہم اس پر مطمئن ہیں اور ہم اس چیز کی طرف اہل علم کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

### قرآن حکیم اور جمہوری دور

قرآن حکیم کی بین الاقوامی حکومت کا ایک دور شکی نظام کے ماتحت ختم ہو چکا اب جمہوری نظام پر انٹرنیشنل ازم کے ماتحت قرآن حکیم دنیا پر حکومت کر سکتا ہے اس لئے پہلے مسلم اقوام میں جمہوریت آنی چاہئے پھر یہ جمہوریتیں مل کر ایک انٹرنیشنل مرکز پیدا کریں ہر ایک جمہوریت میں اور اس انٹرنیشنل مرکز میں قرآن حاکم ہو۔



## شلہ ولی اللہ اور جمہوری نظام

جس قدر مواو شلہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملے گا جو وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت تک کے دور سے استنبط کرتے ہیں وہ اس نئے دور میں کافی ہے ان کو بعض مسائل میں جمہور اہل علم سے مقابلہ کرنا پڑا ہے اس لئے ان کی پلٹ آسانی سے لوگوں میں شائع نہ ہو سکی صاف لفظوں میں کہا جائے تو بات یوں ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے دور کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیتے ہیں اس میں وہ نرم نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں تاکہ یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ اگر ہماری طرح وہ بھی صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیتے تو ان کی کتاب پڑھی بھی نہ جاتی اور آج بھی اہل علم کا دلخانا جلد ہے کہ وہ اس حقیقت پر غور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر حضرت علیؓ کا دور جو حقے کا زمانہ تھا قرآن حکیم کی تعلیم کا صحیح مصداق ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن حکیم نظام کی پابندی میں سکھاتا۔ حضرت ابوبکر اور سیدنا عمر کے زمانے میں نظام تھا تو بھی قرآن کی حکومت ہے حضرت علیؓ کے زمانے میں نظام نہیں ہے تو بھی قرآن کی حکومت ہے اس سے آج کل کے اہل علم کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم براہ راست کوئی نظام نہیں سکھاتا۔ اسی لئے ترکی میں لادینی حکومت پیدا ہو گئی ہے اور کل کو مصر میں ہو کر رہے گی اور مصر عربی ممالک کا دلخا ہے ایرانی آدمی سے زیادہ لادینی حکومت پیدا کر چکا ہے۔ افغانستان ترکی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس طرح جس قوم میں جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کا نظام چلانے کے لئے کوئی عقلمندی باقی نہیں رہی ان کے علماء ان کو براہ راست چلانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں مگر جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم چلے گا تو فقط شلہ ولی اللہ کا بنایا ہوا نظام چلے گا۔

### قرون ثلاثہ اور حضرت علیؓ کی خلافت

جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کو چلانے کی سمجھ پیدا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو قرون ثلاثہ مشہود بہا الخیر سے خارج کر دیا جائے اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہی تسلیم کر لیا جائے اور اسی کو قرون ثلاثہ المشہود بہا الخیر کا مصداق قرار دیا جائے پھر اس دور کے مندرجہ ذیل تین درجے ہوں گے۔

① رسول اکرم ﷺ

② سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کا زمانہ

③ سیدنا عثمانؓ کا زمانہ۔

یہ امام الہند ولی اللہ کی تعلیم ہے جس میں ہم نے تھوڑا سا تصرف کیا ہے۔ شلہ ولی اللہ

اور سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کو ایک ساتھ ملاتے ہیں ہم نے سیدنا ابوبکرؓ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا دیا ہے یہ ہماری ذاتی رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے نظام کو نہیں بدلا۔ بلکہ ویسا ہی قائم رکھا اس لئے سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور کو ایک سمجھنا چاہئے۔ سیدنا عمرؓ نے اس نظام میں قدرے تبدیلی کی اسلئے ان کے دور کو دو سرا دور کہنا زیادہ موزوں ہے لطف یہ ہے کہ اگرچہ سیدنا عمرؓ نے نظام میں کچھ تبدیلی کی لیکن بعد میں اس تبدیلی پر خود ہی افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش میں یہ تبدیلی نہ کرتا تو اچھا تھا اور ابوبکرؓ کے درجے پر کام نہ ہوتا تو بہتر ہوتا پس سیدنا عمرؓ کے دور کو دو سرا دور قرار دینا زیادہ موزوں ہوگا۔

### خلافت صدیقی اور حکومت فاروقی کا فرق

سیدنا ابوبکرؓ کے زمانے میں سرملیہ داری کا کوئی احساس قائم نہیں ہونے دیا گیا ساری جماعت مجاہدین ایک درجے پر بقدر ضرورت و عینہ پائی رہی چنانچہ جس کے زیادہ بچے تھے اسے زیادہ مل جاتا تھا اور جس کے کم تھے اسے تھوڑا مل جاتا تھا کام کرنے والوں کے اندر بھی کوئی مراتب قائم نہیں کئے گئے تھے۔ بینہ یہی حال حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا پس قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کرنے کا یہی معیار ہے سیدنا عمرؓ نے درجے مقرر کر دیے اور اسی طرح سرملیہ داری کی بنیاد پڑ گئی۔ گو تیزاً عمرؓ نے اسے غلط طریقے پر جانے نہیں دیا اور پھر آخر میں علوم ہوئے اسی کے بعد سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ایک تقسیم پر اور اضافہ ہوا بنو ہاشم اور بنو امیہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن گئے اس لئے سیدنا عثمانؓ کی حکومت تیسرے درجے کی حکومت ہے مگر اس عہد میں بھی سرملیہ داری سوسائٹی کی اساس نہ بن سکی شلہ صاحب اس کے بعد کسی دور کو قبل تقلید نہیں مانتے۔

### حضرت علیؓ کا مقام

ان حالات میں شلہ صاحب کے لئے حضرت علیؓ کا مسئلہ بہت پیچیدہ بن جاتا ہے خوارج حضرت علیؓ کے اس اخراج پر بہت خوش ہوں گے مگر شلہ صاحب اس پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں اس لئے شلہ صاحب نے حضرت علیؓ کو آئندہ تمام انقلابات کا امام مان لیا ہے۔ اول امام الانقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسرے درجے پر امام الانقلاب حضرت علیؓ ہیں شلہ صاحب اس مسئلے پر ضخیمات الہیہ (جلد اول ص 76 ص 11 جلد اول ص 245) اس طرح انقلاب خلافت راشدہ کا جز بن جاتا ہے اب کسی اسلامی نظام کو انقلاب سے

علیحدہ کر کے مستقل درجہ دینا غلط ہو گا یوں حضرت علیؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ میں شمار کی جائے گی۔

### شاہ ولی اللہ کی امامت

الغرض بین الاقوامی نظام کو قائم کرنے والی تعلیم جو قرآن حکیم ہے اس پر ہماری آج تک کی معلومات کی بنا پر شاہ ولی اللہ کو امام بنائے بغیر اس دوسرے ہزار سال میں عمل تقریباً ناممکن ہے۔ پس اس کے لئے حضرت شاہ صاحب کو امام بنانا پڑے گا اور اسلامی جمہوریتیں قائم کر کے حجاز مقدس میں بین الاقوامی جمہوری نظام قائم کرنا ہو گا۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

### بیعت کیا ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تصدیق تورات کی آیتوں سے اور انجیل کی آیتوں سے صاف واضح ہوتی ہے جیسا کہ سرسید احمد کی ”خطبات احمدیہ“ میں تصریح کی گئی ہے یہ بیعت ہیں۔  
قَالُوا هَذَا سُحْرٌ قَبِيضٌ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

### سحر سے کیا مراد ہے؟

حضرت نبی اکرم ﷺ وہی پروگرام لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ لے کر آئے تھے یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ بھی بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس پر حکم خداوندی حاکم ہو مگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پروگرام کے تحت بین الاقوامی حکومت کا پیدا ہو جانا جادو گری ہوگی موسیٰ کے طریق کار کا کام نہ ہوگا یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو اس سلسلے کا منہمق نبی قبول ہی نہیں کرتے۔

(7) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ : اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے ملامتہ اسلام کی طرف اسے بلایا جا رہا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

کتاب الہی کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا ہی اسلام ہے۔ قرآن حکیم توریت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے گویا وہ اسی اسلام کی دعوت دیتا ہے جسے موسیٰ اور عیسیٰ قائم کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اگر کوئی جماعت جو ان کے اجتہاد کی مدعی ہو اس کا انکار کر دے تو اس

سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہو سکتی ہے؟ انصاف کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ خدا کے قانون کی بے رادہ رعایت اطاعت کی جائے۔ خدا کا وہ قانون جو ابراہیمؑ کے ذریعے سے پھیلا اور موسیٰؑ کی کتاب میں ضبط کیا گیا تھا اسی کی دعوت رسول عربی ﷺ دیتے ہیں اس کے انکار کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ مخالفین خدا کے نام پر انصاف کرنا نہیں چاہتے یہی سب سے بڑی بے انصافی ہے یہ لوگ ابھی تک اس کے ہتھکڑیوں میں ہیں کہ ایک قسم نبی آئے جو توریت اور انجیل کے احکام پورے کر دے اس کے بلوغت اس نبی اعظم کو نہیں ملتے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اس بے انصافی اور ظلم کے بعد جو انہوں نے قرآن حکیم کے ساتھ برتی ان کا کوئی حق نہیں رہتا کہ خدا سے یہ امید رکھیں کہ کوئی اور نبی ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جائے۔

### ار جماعتیں

ان آیتوں کے قضاے سے ہم جس قدر سمجھ سکتے ہیں اس کا یہی حاصل ہے کہ جس نبی کا انتظار یہودی کر رہے ہیں یا عیسائی کر رہے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ تھے ان کے تشریف لانے کے بعد کسی نبی کا انتظار قطعاً غلط ہے وہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے اور انتظار کئے جلتے ہیں ان جیسی ار جماعتیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئی ہیں ان کے ہاں یہ فکر کہ کوئی اور شخص آکر دینی تعلیم کو مکمل کرے گا مسلسل پایا جاتا ہے اس کا کوئی اور مطلب ہو اور قدرت الہی کوئی آدمی پیدا کر دے تو اسے ہم ممکن مانتے ہیں مگر یہ کہ انسانوں کو تعلیم دینے کے لئے کوئی اور شخص آئے گا اسے ہم قطعاً غلط مانتے ہیں۔

(8) يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ الْاَللّٰهِ بِاَقْوَاهُمْ وَاللّٰهُ مُتِمِّمٌ نُّوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْاَكْفَرُونَ

ترجمہ : وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مومنوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

ان کی کوششیں یہی ہیں کہ نور الہی قرآن حکیم بجھا دیا جائے اپنے پرائیگنڈا کے نور سے اس کی تعلیم کو ناہم بنا دیں مگر اللہ اس تعلیم کو کامیاب بنا کر چھوڑے گا مخالف لوگ ناہم رہیں گے مگر ان کو جبراً "مظلوم" ہو کر رہنا پڑے گا۔

(9) هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ مُكْلَمًا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ : وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ٹپسند کریں۔

کسریٰ و قیصر کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس دین کا غلبہ تمام ادیان پر محقق ہو گیا۔ اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں بیان فرمائی ہے۔  
 اَلْهُدٰی اَفْرَادُ نَوْعِ الْاِنْسَانِیِّ کُو اللّٰہ تَعَالٰی کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کرنے کے لئے جس ہدایت کی ضرورت ہے وہ الہدی ہے۔

رَدِّیْنِ الْحَقِِّ اجتماعی قانون جو بین الاقوامی پوزیشن حاصل کرنے کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔ دین الحق ہے۔ یہ بھی قرآن میں دیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن کا قانون نوع انسان کے لئے بہترین طبعی قانون ہے اس لئے اس کا تمام ادیان پر غلبہ ہونا چاہئے یہ انسانیت کی طبعی ضرورت ہے۔

اَلْمُسْتَبْرَكُوْنَ جن لوگوں نے خدا کے سوا کسی اور کو حاکم مان لیا اور خدا کے قانون کے سوا کسی اور نظام قانون کو بین الاقوامی درجہ دیا وہ مشرک ہیں ان کو مجبور ہو کر اس بین الاقوامی قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا یہی وہ عظیم الشان انقلاب ہے جس کی قرآن حکیم دعوت دیتا ہے جب یہ نور دنیا میں پھیل جائے اور اپنی قوت کا ثبوت ایک مرتبہ دے دے تو اب کسی اور نبی کا انتظار بے سود۔ اسی پروگرام کو انقلابی رنگ میں چلائیے۔

### بین الاقوامی غلبے کا پروگرام

رسول اللہ ﷺ کے عمل سے سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے زمانے میں اہلکار دین ہو جائے گا یہ ایک مخصوص جماعت کی کوشش کا نتیجہ ہو گا جسے حزب اللہ کہتے ہیں۔ یہ ایک مثل ہے اب آئندہ اس مثل کے مطابق کام ہونا چاہئے۔ اسی طرح ہمیشہ ایسا غلبہ متحقق ہوتا رہے گا اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے وہ پروگرام کیا ہے جو رسول اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کے عمل سے مستنبط ہوتا ہے؟ اس کا ذکر آیات نمبر 10-13 میں آتا ہے۔

(10) كَيَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدْلٰكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

ترجمہ : اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے

## عذاب الیم کیا ہے؟

ایک مذہبی جماعت کا غیر مذہبی حاکم کی اطاعت پر مجبور ہو جانا عذاب الیم ہے۔

هَلْ أَتَاكُمْ عَلَىٰ تَبَازُؤٍ يُنَجِّيكُمْ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ  
 تمہیں ایک معاملہ بتائیں جیسے ایک تاجر سوچ سمجھ کر اپنی مرکزی طاقت بڑھا لیتے ہیں تم  
 بھی ایک کام اپنے ہاتھ میں لے لو تو اس عذاب سے ہمیشہ نجات پاؤ گے اور کوئی غیر طاقت  
 جو خدائی قانون کو نہ مانتی ہو تم پر غالب نہ آ سکے گی۔

(II) تَوْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُولِهِ وُتَبَا هَلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وُ  
 أَنْفُسِكُمْ ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

ترجمہ : تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی  
 جانوں سے جملہ کوئی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تَوْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُولِهِ

عذاب الیم سے بچنے کے لئے پہلا کام

### ① ایمان

کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن عظیم پر ایمان لاؤ اور اس کی تشریحات جو رسول  
 اللہ ﷺ نے دیں اور جن کے مطابق آپ نے لائحہ عمل بنایا اس پر ایمان لاؤ۔ اس کے  
 متعلق ایسا یقین پیدا کر لو کہ کسی اور چیز کے متعلق نہ ہو۔

تَبَا هَلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

دوسرا کام

(2) جہاد :-

یہ قانون ہی سبیل اللہ ہے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے مل دینے اور سر دینے کی  
 ضرورت ہے۔ یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے کہ سب کچھ حزب اللہ کے نظام کے اندر  
 ہو گا۔ اس طرح مل اور سر کی بازی لگا کر کام کرتے رہو۔ یہی جہاد ہے۔

ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ يَهْتَرِنَ طَرِيقَهُ

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تمہیں معلومات دنیا کے اتار چڑھاؤ اور قوموں کے تزل و تزل کا  
 علم ہو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔

(12) يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
وَمُسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فَمِنْ جَنَّاتٍ عِلْيَنَ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ : وہ تمہارے لئے تمہارے گنہ بخش دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانات میں ہمیشہ رہنے کے ہانوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

(13) وَأَخْرَىٰ تَجِبُونَهَا نَصْرًا مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِيرٌ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ : اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدے۔

### کلام کا نتیجہ

اس طرح کلام کرنے سے انسانیت کی دونوں ضرورتیں پوری ہو جائیں گی یعنی

① تعلق باللہ کی اصلاح

② دنیا میں غلبہ

### (1) تعلق باللہ کی اصلاح

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللہ اور بندے کے تعلقات اس کے پروگرام۔ جلد فی سبیل اللہ سے درست ہوں گے جو الہدی کا نتیجہ ہے۔ (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ) (آیت 9) اس میں شہ ولی اللہ نے خیر کثیر میں کافی بحث کی ہے۔

نَصْرًا مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ جلد فی سبیل اللہ کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دین سب ادیان پر غالب آجائے گا۔ (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْبَيْنِ كُلِّهِ) (نبرہ 9)

وَبَشِيرٌ الْمُؤْمِنِينَ ان کو اس بات کی بشارت دو کہ جب وہ اس ایمانی طریق پر کلام کریں گے ہمیشہ غالب رہیں گے۔

### حضرت مسیح کا نمونہ

رسول اکرم ﷺ کی جماعت نے ایک مرکزی قطعہ زمین پر نمونہ قائم کر دیا اسے ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرنا پڑے گا جو حضرت مسیح نے حواریین کے ذریعے سے قائم کیا۔

## ① بین الاقوامی مرکز

حواسین کو مسخ کا دیا ہوا پروگرام یہ تھا کہ وہ مسخ کا پیام دنیا کی قوموں میں نشر کریں۔  
 تاہم قوموں میں اس پیام کی اشاعت کے بعد ایک جماعت تو ایسی پیدا ہو جائے گی جو اسے ماننے  
 کی اور ایک مختلف جماعت پیدا ہو جائے گی اس قوم کی ماننے والی جماعت اپنی مختلف  
 جماعت کو شکست دیتی رہے گی اس طرح یہ قانون دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔  
 اسی طرح قرآن کا غلبہ دنیا میں متحقق کرنے کے لئے اگر ایک مرکزی عظیم الشان شہلہ  
 قوت پیدا ہو جائے اور اس کی پشت پر بہت بڑی فوجی طاقت ہونی چاہئے جو انٹرنیشنل غلبہ  
 حاصل کر سکے مگر اس میں وقت یہ ہے کہ جس مرکز میں اتنی اعلیٰ فوجی طاقت پیدا کی جائے  
 گی وہ خود اصلی قاعدہ چھوڑ بیٹھے گا اور اپنا تغلبہ جمائے گا اس طرح اس کے اندر ہدائی  
 کا درجہ قائم ہی نہ ہو گا کہ اس کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھ سکے وہ اپنے مخالفوں پر غلبہ  
 حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قوت جمع کرے گا چاہے وہ جائز ذرائع سے جمع ہو یا غیر  
 جائز ذرائع سے یہ بات تجزیوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

## ② ایک قوم میں مرکز ہدایت

اس کے برخلاف دوسرا طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ قوم میں اپنا اپنا مرکز ہدایت قائم کیا  
 جائے اس قوم کو قومی زبان کی تعلیم دے کر قومی مرکز قائم کر دیا جائے۔ وہ اپنی قوم کے  
 مرکز پر غلبہ آجائے اس کے لئے بہت زیادہ فوجی قوت کی ضرورت نہ ہوگی جیسے پہلی  
 صورت میں ضروری تھی۔ چونکہ یہ قومیں ایک ہی پروگرام پر قائم ہو چکی ہیں۔ وہ باہمی  
 مشورے کے لئے ایک مرکز بنا سکتی ہیں اس کے لئے حج کی تحریک بہت کام دے سکتی ہے  
 تمام قوموں کے مسلمان وہاں مل کر بین الاقوامی اجتماع بنالیں گے۔ اس میں زیادہ تر قوت  
 تعلیم اور ہدایت کی ہوگی جس میں لوگ حج کے لئے جمع ہوں وہ جنگ کا مرکز نہیں ہے وہ فقط  
 خدا یاد کرنے اور صحیح علم پھیلانے کا اجتماعی مرکز ہے۔ فوجی قوت ہر ایک قوم اپنے اپنے گھر  
 کے مخالفوں سے پنپنے کے لئے اپنے گھر میں جمع کرے گی۔

## مرکزی فوجی طاقت کا نقصان

یہ وہ فکر ہے جو ہم آج کل کی انٹرنیشنلسٹ جماعتوں سے سمجھ سکے ہیں ہمارے خیال  
 میں حج کی تحریک اور جملہ کے قومی پروگرام اس فکر کو پورا کرتے ہیں مگر ہماری تاریخ میں  
 اکثر ایسا ہوا ہے کہ جس فوجی قوت پیدا ہوئی وہیں شہنشاہی پیدا ہو گئی گو اس سے واقعی طور



پر قائمہ پہنچا کر مستقل طور پر قرآن کی قبیل کی (Agency) پیدا نہیں ہو سکی۔

### دور جمہوریت میں نشر قرآن کا طریق

اب اس دوسرے ہڑتال میں جب شہی پروگرام ختم ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ جمہوریتیں لے رہی ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ اگر مسلمانوں میں یہ بیداری آجائے کہ وہ شہی حکومت کی جگہ قوی حکومتوں کے ذریعے سے قرآن حکیم کی خدمت کرنے پر آمادہ ہوں تو تمام دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت براہ راست پھیل سکتی ہے اس کے لئے ہر زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہونا چاہئے جس کے ساتھ قرآن حکیم کے اٹھاپی پروگرام کی تشریح بھی ہو۔ اس کے لئے شاہ ولی اللہ کی حکمت بہت کلام دے گی۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے تحفظ کے لئے فوری طاقت خود جمع کرے انٹرنیشنل مسائل کے سوچنے کے لئے جج سے بہتر کوئی تحریک پیدا نہیں کی جاسکتی۔ مگر ان رسوم کے اندر جو روح تھی اس کے غائب ہو جانے سے وہ نتیجے نہیں نکل رہے؟ اور نہ نکل سکتے ہیں جن کی خاطر یہ قوانین من جانب اللہ سکھائے گئے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِّلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمْنَتْ ظَلَامَةُ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ ظَلَامَةُ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُلُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جولو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

کُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ یعنی حزب اللہ کا نظام اپنی اپنی قوموں میں پھیلاؤ۔  
نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ہم تمہارا پروگرام دنیا کی قوموں میں پہنچاتے ہیں چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے بنی اسرائیل ہی کو لیا۔

فَأَمْنَتْ ظَلَامَةُ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل کے ایک طائفے میں ایمان آ گیا۔  
وَكَفَرَتْ ظَلَامَةُ دُوسرے طائفے نے اس پروگرام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔  
فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُلُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝ بنی

اسرائیل کے مومنوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔  
حضرت مسیح کے حواریں کا یہ طریق عمل، ایک مثل (کَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ  
مَرْيَمَ لِّلْحَوَارِیِّیْنَ) قرآن حکیم کی تعلیم بھی دنیا کی قوموں میں اسی طرح جاری ہو  
سکتی ہے۔

### اُسوہ مسیحی کی کامیابی

حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے جماعت تیار کی تو اسے پہلے پہل عدم  
تشدد کا پابند بنا دیا مگر یہ علم ایک محدود زمانے کے لئے تھا جب تک لڑنے والی طاقت تیار نہ  
ہو عدم تشدد ہی تیاری کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر لڑنا جائز ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت مسیح نے  
بھی ایک موقع پر فرمایا کہ میں لڑنے اور لڑانے کے لئے آیا ہوں۔ اسی طرح رسول اللہ  
ﷺ کو مکہ معظمہ میں عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تیار کر لیا اور مدینہ منورہ میں لڑنے کا  
پروگرام دیا۔ پس یہ نسخہ پہلے بنی اسرائیل میں پھر بنی اسماعیل میں استعمال کیا جا چکا ہے اور  
اس کے طفیل عربی طاقت نے کسریٰ و قیصر پر غلبہ حاصل کیا۔

### اُسوہ محمدی کی کامیابی

شاہ ولی اللہ کی تحقیقات میں حجاز کی فتح کا نتیجہ عرب پر غلبہ تھا پھر عراق اور شام پر عربی  
طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل ہوا اس کے بعد عراقی طاقت سے ایران پر اور شاہی طاقت سے  
روی سلطنت پر غلبہ حاصل کیا گیا محنت بر محنت انٹرنیشنل غلبہ حاصل ہو گیا اسی طرح دنیا  
میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ حزب اللہ کا آخری پروگرام ہے۔



# قرآنی عنوان انقلاب

سورہ فتح کی حکیمانہ انقلابی  
تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مصحفی دارالکتب

32، میکلیگن روڈ، ایچ کے بی بی سنٹر، چوک اے جی اے اے فور

فون: 7239138



## مقدمہ

ضبط کی ضرورت : قرآن حکیم کل قوی بنانے پر انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے اس کا ایک نصب العین یا مرکزی فکر ہے۔ وہ اس فکر کو ایک جماعت کی مکمل تیاری کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کے ایک حصے اور بلک کے ایک خطے میں خاص شکل میں قائم کرنا چاہتا ہے مگر ظاہر ہے کہ کوئی جماعت ضبط (Discipline) کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی اور جتنا بڑا انقلاب ہوتا ہے زبردست ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلامی جماعت میں ضبط : جو جماعت بہت سخت ضبط کی مالک ہوتی ہے وہ صلح اور جنگ میں اپنی مرکزی جماعت کے فیصلے کی پوری پوری فرماہم داری کرتی ہے حضرت عمر رسول اللہ ﷺ نے جو جماعت پیدا کی وہ جنگ میں ضبط کے مظاہرے کئی بار کر چکی۔ صلح کرنے میں ضبط کے بہترین مظاہرے کا موقعہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے کمزور دشمن کی بدترین شرطیں صرف اس لئے مان لیں کہ وہ غیلاوی طور پر ان اصول کی حفاظت چاہتا تھا جن کی حفاظت کے لئے یہ انقلاب برپا کیا جا رہا تھا یعنی دین حنیف کے مرکز۔ کعبۃ اللہ کا احترام۔ آپ کی جماعت نے اس اصول کو پوری طرح سے سمجھتے ہوئے بھی اس صلح کو صرف اس لئے مان لیا کہ وہ ایک زبردست ضبط میں آئے ہوئے تھے اس ضبط کی اہمیت یہ تھی کہ جب آپ نے اس جماعت سے موت پر بیعت لینی چاہی تو ہر ایک شخص نے ٹھنڈے دل کے ساتھ یہ سمجھ کر بیعت کی کہ یہ موت یقینی ہے اور جو شخص بھی اس وعدے کو توڑے گا اسے ضبط توڑنے کی بڑی سے بڑی سزا بھی مل سکتی ہے۔

اس ضبط کا مقصد : اس اونچے بنانے کا ضبط پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس سورت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم اس ضبط کو سرلیہ حکم بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے تاکہ خدا پرستی قائم ہو۔

انقلاب کی طبعی رفتار : اس بات کو کھول کر بیان کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کا انقلاب ایک مضبوط ضبط جماعت کے ذریعے سے عمل میں آیا جس نے اپنا

کام عرب میں شروع کیا اس انقلاب کی طبعی رفتار یہ تھی۔

(1) ذاتی انقلاب (2) محدود جماعت کی تیاری (3) قومی انقلاب (4) بین الاقوامی انقلاب۔

(1) ذاتی انقلاب : کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ:

(ا) قُلْ إِنِّ صَلَّاتِنِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَا لِكُ أُمْرَتِي وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ (النعام 6: 162-163)

یعنی تو کہہ دے کہ میری بدنی اور مالی عبادتیں میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ ہی کے راستے میں ہے۔ اس کا کوئی سماجی نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

(ب) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (حریم 6: 66)  
اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

(2) محدود جماعت کی تیاری : مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی چنانچہ حکم آیا کہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (شعراء 26: 214)

(اپنے قریبی قبیلہ والوں کو آنے والے انقلاب کی تنبیہ کر دو)

(3) آنے والے قومی انقلاب کی طرف بہت سی آیات اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً  
الرَّحْمَةُ نَزَّلَكَ آيَاتِ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ○ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○ (یوسف 12: 1-2)

(4) بین الاقوامی انقلاب : کا بھی جو قرآنی تحریک کا معراج ہے بہت سی آیات میں ذکر موجود ہے مثلاً

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (ص 38: 87)

(یہ قرآن تمام دنیا کی قوموں کے لئے یاد دہانی ہے)

صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام میں : صلح حدیبیہ اس حیثیت سے تاریخ اسلام

میں نقطہ تفریق (Turning Point) کا حکم رکھتی ہے کہ اب قرآنی انقلاب کی طبع و ناسط  
جماعت اللہ والی اور جماعتی انقلاب کی منویں طے کرنے کے بعد قوی انقلاب کی منیل بھی  
ختم کرنے والی تھی۔ اور ضبط اور تیاری کے سب سے اونچے نقطے پر پہنچ چکی تھی۔ اب  
اللہ کی حکمت چاہتی تھی کہ اسے بین الاقوامی میدان میں لائے چنانچہ سورہ فتح میں اس  
آنے والی تبدیلی کی مدحگوئی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ بَأْسُهُمْ شَدِيدٌ (16: 48)

(جو اعرابی اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے ان سے کہہ دیجئے کہ  
عنقریب تمہیں ایک شدید جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا۔  
اس آیت میں اُولٰٓئِیَ بَآئِسٍ شَدِیْدٍ (شدید جنگجو قوم) سے بتول امام ولی اللہ دہلویؒ  
ایرانی اور رومی مراد ہیں۔ اسی کی طرف آگے چل کر ان الفاظ میں بھی اشارہ موجود ہے۔  
وَأُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا (21: 48)

(اور وہ بل غنیمت جس پر ابھی تم نے قدرت حاصل نہیں کی)  
ان خیموں سے بھی ایرانی اور رومی جنگوں کی خیمتیں مراد ہیں۔  
آنحضرت ﷺ نے مدینہ سے واپس آتے ہی محرم 7ھ میں عرب کے ارد گرد کے  
بڑے بڑے حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلایا بھیج دیا یہ دعوت نئے کیا تھے آنے والے  
انقلاب کی تنبیہ تھی۔ جو ان قوموں کو اپنے اندر ہضم کرنے والا تھا۔ چنانچہ قیصر روم کو  
تحریر فرمایا کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلَیْ  
هٰذَا قُلْ عَظِیْمُ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ  
فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَاِیَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتَ تَسْلَمُ یُؤْتِیْكَ اللّٰهُ  
اَجْرًا مَّرْتَبٰیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِنَّمِ الْیَبْرِیْسِیْنَ اِنْ

یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ یہ خط محمد (ﷺ) کی جانب سے ہے جو اللہ کا بندہ  
اور اس کا پیغمبر ہے۔ ہر قس شاد روم کے نام سلامتی ہو اس پر جو دہشت کا بیو ہے۔

بعد حمد و صلوة میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام قبول کر لے تو تمام آفتوں سے بچ رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا اگر تو نے انکار کیا تو تمام دہاتوں اور کاشتکاروں کے گناہوں کا وہل تیری گردن پر ہوگا۔  
اور کسریٰ ایران کو لکھا کہ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: مَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى  
كِسْرَى عَظِيمٍ فَارِسَ سَلَامٍ عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَأَمَرَ  
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ إِلَى  
النَّاسِ كَمَا قَدْ لِيُذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا أَسْلِمَ تَسْلِمًا فَإِنْ أَبَيْتَ  
فَعَلَيْكَ أَنْتَ الْمَجْنُونُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں۔ کسریٰ شاہ ایران کی طرف سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی پوجا کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو اس کا پیغام پہنچانے کے لئے مقرر کیا گیا ہوں۔ تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں تنبیہ کر دی جائے اسلام لے آ۔ تو بچ رہے گا اگر تو اسلام نہ لایا تو مجھ سے تمام گناہوں کا وہل تیری گردن پر ہوگا۔

امام ولی اللہ کا فکر: حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد ان دو سلطنتوں اور دوئے زمین کے اسی قسم کے ظالمانہ نظاموں کو جلا کر تھامنا تھا کیونکہ خصوصاً ان دونوں بادشاہتوں میں معاشی عدم توازن انتہا کو پہنچ چکا تھا چنانچہ ایک چھوٹا سا امیر ملکہ دولت کی زیادتی کی وجہ سے عیاشیوں میں جلا ہو کر خدا فراموشی کے سبب سے عوام پر حد درجہ ظلم کرنے لگ گیا تھا اور عوام بھاری بھاری ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب کر بیلوں اور گدھوں کے درجے میں آچکے تھے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی کی بھلائی کے خیالات سے بالکل کورے ہو چکے تھے۔ ان آنحضرت ﷺ نے ان دو



ہدشاہوں کو جو خطوط ارسال فرمائے ان کی عبارت نہایت معنی خیز ہے اور نو پر بیان کی ہوئی باتوں کی طرف نہایت لطافت کے ساتھ اشارہ کرتی ہیں۔ دونوں میں عوام کی اخلاقی بربادی اور دوسری زندگی کی بھلائی سے عہدوی کا ذمہ دار ان ہدشاہوں کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ ہر قل کے نام جو خط ہے اس میں ہے کہ:

فَإِنْ أَتَيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَتْرِ يَتْسِينَ

(اگر تو نے اسلامی انقلاب کو قبول نہ کیا تو حیرے ماتحت جو کشتکار طبقہ تلو ہو رہا ہے اس کے گناہوں کا جینی طور پر تو ذمہ دار قرار دیا جائے گا)

ایسے ہی کسٹی ایرین کے نام جو گرامی نملہ ارسال فرمایا اس میں ہے کہ:

فَإِنْ أَتَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمَجْنُونِ

(اگر تو اسلامی انقلاب کے پیچھے نہ آیا تو تیری ساری رعایا، مجوس کے گناہوں کا دہل تیری گردن پر ہوگا)

جیسے اوپر بتایا جا چکا ہے اب عرب کے انقلاب کی تحریک قومی حدوں سے باہر نکل کر اپنی تعلیم کی حقیقی روح کے پھیلنے کے لئے بین الاقوامی میدان تلاش کر رہی تھی۔ اس کا اشارہ کسٹی کے خط میں موجود ہے جس کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ كَمَا فَتَنَّا

(میں اللہ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو پیام پہنچانے آیا ہوں)

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں قرآن حکیم کے سرمایہ حسن بین الاقوامی انقلاب کو قومی پیمانے پر عرب میں بالکل کامیاب بنا کر دکھا دیا اور اس کے بین الاقوامی پھیلاؤ کے لئے جن قوتوں کی ضرورت تھی انہیں جگا کر اس انقلابی جماعت کے پیچھے کر دیا اور ان دعوت ناموں کے ذریعے عرب کے ارد گرد کی سلطنتوں کو یہ انقلاب قبول کرنے کے لئے سوچنے کو کافی وقت دیا اتنا کام کرنے کے بعد جو انتہائی کامیابی کا پوری طرح کفیل تھا آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ بقی کلام آپ کی تیار کی ہوئی جماعت نے عین اس پروگرام کے مطابق پورا کر دیا۔ جس کی مدات (Items) آپ انہیں سکھا گئے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے سے شروع ہو کر حضرت عثمانؓ کے زمانے تک قرآنی انقلاب بین الاقوامی پیمانے پر اس طرح مضبوط ہو گیا کہ اس زمانے کی کوئی سیاسی طاقت اس کے مقابلے

میں آنے کے قائل نہ رہی۔

سورۃ فتح کا قیمتی سبق : اس سورت میں ہر نسل کے سیاسی کام کرنے والوں کے لئے نہایت قیمتی اور نہایت مفید رہنمائی ہے اور وہ یہ کہ جس نسلے میں قرآنی انقلاب ارتجاع (Reaction) کی نذر ہو جائے ایک جماعت پہلے اس علاقے میں کامیاب مرکز بنائے۔ جس میں وہ بہتی ہے اور پھر وہاں سے اس انقلاب کی شاخیں دوسری قوموں میں پھیلے۔ اور ہر ایک قوم کے انقلابی اپنی اپنی جگہ اس کی کامیابی کی کوشش کریں۔ گویا اگرچہ اسلامی انقلاب اصل میں بین الاقوامی ہے۔ لیکن شروع ہی میں اسے عملی بین الاقوامی بنانے پر چلانا حکمت قرآنی کے خلاف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک قوم کے اندر رہ کر ایسی جماعت تیار کی جائے جو تمام قوموں میں کام کرے اور تمام قوموں کو ایک ہی وقت اس قانون کے نیچے لانے کی کوشش کرے چنانچہ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ :

وَهَذَا الْإِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْأُمَمَ عَلَى مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتَاجُ إِلَى أُصُولٍ أُخْرَى غَيْرَ الْأُصُولِ الْمَذْكُورَةِ فِيمَا سَبَقَ مِنْهَا أَنْ يَدْعُو قَوْمًا إِلَى السُّنَّةِ الرَّاشِدَةِ وَيُرْكِزَهُمْ وَيُصَلِّحُ شَأْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَنَّنُ بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِ فَيُجَاهِدُهُمْ أَهْلَ الْأَرْضِ وَيُفَرِّقَهُمْ فِي الْأَفَاقِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى - كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا الْإِمَامَ نَفْسُهُ لَا يَتَأَنَّى مِنْهُ مُجَاهِدَةُ أُمَّةٍ غَيْرِ مَحْصُورَةٍ (جہاد اللہ علی سرحد)

(اول ص 118)

یعنی جو امام بین الاقوامی کام کے لئے مقرر ہو وہ لوہے پر بیان کئے ہوئے اصول کے خلاف اور اصول پر کام کرے گا۔ مثلاً وہ ایک قوم کو زندگی گزارنے کے صحیح تقاضوں کی دعوت دے گا۔ اور انہیں پاک اور درست کر کے اپنا آلہ کار بنائے گا اور انہیں ساتھ لے کر دوسری قوموں سے لڑے گا اور انہیں مختلف قوموں میں پھیلے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اس آیت میں کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم مسلم امت کا بہترین حصہ ہو جو تمام دنیا کی قوموں کے لئے چنے گئے ہو) کا یہی

مطلب ہے۔ کلم کرنے کا یہ طریق اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایسا امام تن تقاساری قوموں سے جلا نہیں کر سکتا۔

موت قبول کرنے کی منزل : اس سورت میں اس حقیقت پر بھی پوری روشنی ڈالی گئی ہے کہ قرآنی تحریک میں ایک منزل آسکتی ہے جب اسے آگے بڑھانے کے لئے موت قبول کرنی پڑے اور جیسے صلح حدیبیہ کی تفصیل سے معلوم ہو گا موت قبول کرنے کی شکل اللہ کی رہ میں جنگ کرنا بھی ہو سکتی ہے۔

قرآن اجماعی جنگ کا قائل ہے : اس سورت کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم نہ صرف جنگ کا قائل ہے بلکہ جنگ اجماعی (War Total) کا قائل ہے یعنی اس کے نزدیک ہر شخص جان و مال سے اس میں پورا پورا حصہ لے گا یہاں تک کہ ہمارے 'لوئے' لنگڑے اور اندھے بھی اپنا اپنا حصہ ادا کرنے پر مجبور ہیں حقیقت بھی یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی تحریک اگر جنگ کا انکار کرتی ہے تو اسے ہر شکل میں ناجائز سمجھے گی اور کمال طور پر انہما (عدم تشدد) پر کاربند ہوگی۔ اگر وہ جنگ کو جائز سمجھتی ہے تو وہ جنگ کو اجماعی اور کلی حیثیت سے قبول کئے گی۔ اور اپنے ہر ایک ممبر کو اس کی پوری طاقت کے مطابق اس میں حصہ لینے کا ذمہ دار سمجھے گی کوئی شخص بہانہ بنا کر اس ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا۔

ہندوستان اس وقت ایک زبردست لادینی سرمایہ پرست نظام کے نیچے ہے جس کی وجہ سے اس کی چالیس کروڑ آبادی میں سے چند ملاداروں کو مستثنیٰ کر کے باقی ساری آبادی بھوکی یا آدمی بھوکی زندگی بسر کر رہی ہے وہ طرح طرح کی کمزوریوں اور بیماریوں میں پھنسی ہوئی ہے اور جماعت میں جلا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی انسانیت کو بھولی ہوئی ہے وہ نہ یہ جانتے ہیں کہ آپس میں ان کے کیا حق اور فرض ہیں اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے خالق (پیدا کرنے والے) کے ساتھ ان کے کیا تعلقات ہونے چاہئیں سورۃ فتح چاہتی ہے کہ ہندوستان کے اس بھول گھر میں ایسی جماعت پیدا کی جائے جو مجازی بین الاقوامی انقلاب لانے والی جماعت کی طرح انتہائی ضبط کی مالک ہو۔ اس کے ارکان اس سرمایہ پرستانہ نظام کو توڑنے کے لئے عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ موت کو قبول کر کے پوری پوری اور انتہائی کوشش کریں اور فی الحال یَقْتُلُوْنَ (قتل کرنا) کو ملتوی رکھ کر یَقْتُلُوْنَ (قتل ہونا) کو قبول

کریں۔ ان کی نظر بین الاقوامی ہو وہ ہر ایک انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا عدل کرنے کو تیار ہوں اور چالیس کروڑ کی مظلوم انسانیت کو سرمایہ پرستی اور اس کے پیدا کئے ہوئے معاشی ظلم سے نجات دلا کر اس کے لئے خدا کو پہچاننے کا راستہ انسان کر دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ صَاحِبِ الْاِنْقِلَابِ الْعَظِيْمِ  
وَعَلٰی الَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ  
الْاَرْثِقَاتِ الْمَعٰشِيَّةَ وَالْاَرْثِقَاتِ الْمَعَادِيَّةَ رَحْمَةً  
بَيْنَهُمْ سَيِّمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

(آخری بات یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سب قوموں کا پالنے والا ہے اور رحمتیں اور سلامتیں ہوں اس نبی اعظم پر جو عالمگیر انقلاب کی دعوت دینے آیا اور اس کے ساتھیوں پر جو ان کافروں پر سخت ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی کے معاشی ارتقاات اور معنوی ارتقاات خراب کرتے ہیں آپ کے ساتھی آپس میں بہت نرم اور رحم دل ہیں۔ ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے اس کے آگے سجدہ کر رہے ہیں۔)

بشیر احمد (بی اے) (لویڈیوئی) لدھیانوی

۱۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے یَقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پھر وہ قتل کیے جاتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں) (سورہ قہر 9: 111)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## قومی انقلاب

تمہید

سورۂ محمد (یا قل) سورۂ فتح اور سورۂ حجرات انس مضمون کے اعتبار سے ایک مرتب مجموعہ ہے جس میں اسلامی انقلاب کی تنظیم پر بحث کی گئی ہے جس کے لئے بیرونی حلوں سے بچو کل قومی پھیلاؤ اور اندرونی معاشرتی زندگی کی تنظیم کے قوانین دیئے گئے ہیں سورۂ محمد (یا قل) ہجرت کے پہلے ہی مسلح جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی عربی جنگوں کی ضرورت کے پیش نظر میدان جنگ کے قوانین دیئے گئے ہیں۔ انیس سال کے تھوڑے عرصے میں یہ انقلابی جماعت ضبط اور نظم میں ترقی کر کے ایسی بے نظیر قوت ضبط کی مالک ہو گئی کہ وہ صلح اور جنگ میں ایک ہی نظریے کے ماتحت کام کرنے کے قابل ہو گئی۔ یہ وہ حالت ہے جس میں اسے خدا تعالیٰ نے بین الاقوامی پھیلاؤ (Expansion) کے قابل سمجھا۔ سورۂ فتح میں جو حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں اتری۔ اس انقلابی جماعت کی اس اعلیٰ درجے کی حالت کا نقشہ کھینچ کر آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی خبر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان جنگوں میں اس جماعت کا نظریہ کیا ہونا چاہئے۔

سورۂ حجرات میں غیر مصطفائی قانون (Civil Laws) اور معاشرت کی چند دفعات سکھائی گئی ہیں۔

سورۂ فتح کا مرکزی واقعہ : سورۂ فتح میں صلح حدیبیہ کے واقعات کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ ذی قعدہ ۶ھ میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ گویا آپ اور مسلمان مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف اکر

رہے ہیں اس خواب کی کیفیت سن کر فریب الوطن مسلمان جو عرصے سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بے تاب تھے اور بھی بے چین ہو گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت بھی عموماً کے لئے جانے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کی جماعت ذی قعدہ کعبہ میں مدینہ منورہ سے نکلے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔ رَضَوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن (جن میں سے کچھ سوار تھے اور کچھ پیادے) جب آنحضرت ﷺ ذی الحلیفہ کے مگھوں میں پہنچے تو آپ نے عمرے کا احرام باندھا اور قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو بطور جاسوس (Scout) بھیجا کہ قریش کی خبر لائے۔ چنانچہ جب آپ مسلمان کے قریب پہنچے تو وہ سکھوت واپس آیا اور اس نے خبر دی کہ قریش آپ کو روکنے اور آپ سے لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔

جب حضرت نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت ابو بکر ﷺ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے کھرے نہیں لکے لیکن اگر کوئی ہمیں بیت اللہ (کعبہ) تک پہنچنے سے روکے گا تو اس سے لڑیں گے یہ سن کر حضرت نبی اکرم ﷺ آگے بڑھے اور کچھ دور جا کر آپ نے فرمایا کہ خالد بن ولید غمہم میں ہے ہم دائیں کو ہو چلیں۔ یہاں تک کہ آپ اپنی جماعت سمیت اس وادی تک پہنچ گئے جہاں سے مکہ کو جاتے ہیں۔ یہاں آپ کی اونٹنی بیکار ٹھہر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قریش مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمت و کی تعظیم ہوتی ہو تو میں ان کی بات مان لوں گا آگے بڑھ کر آنحضرت ﷺ حدیبیہ کے مقام پر اترے یہاں سے مکہ صرف 19 میل تھا۔

یہاں سے آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تاکہ انہیں خبر دیں کہ مسلمان صرف عموماً لوہا کرنے آئے ہیں ساتھ ہی انہیں ہدایت کر دی کہ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان چھپے چھپے رہتے ہیں ان سے بھی ملیں۔ اور انہیں فتح کی خوشخبری دیں اور انہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا اور کسی کو اپنا اہل

۱۔ عموماً چھوٹا جوج کے طرہ دونوں کی علاوہ کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی جوج کی اکثر رسمیں لوائی جاتی ہیں۔ (مرتب)

۲۔ وہ خاص بن سلاہاں جوج کے دونوں میں پاتا جاتا ہے (مرتب)

۳۔ وہ جگہیں جن کی عزت کی جاتی ہے۔ (مرتب)

چھپانے کی ضرورت نہ رہے گی چنانچہ حضرت عثمانؓ بلوچ کے مقام پر قریش کی جماعت سے ملے اور پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

اس اثناء میں آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل بیتؓ کو قتل کر دیا گیا ہے مسلمانوں پر اس خبر کا جو اثر پڑ سکتا تھا ظاہر ہے آنحضرت ﷺ نے نیکر کے ایک درخت کے نیچے تمام حاضرین سے اس امر پر اقرار لیا کہ اگر اب لڑا پڑے تو طاقت قدم رہیں گے مسلمانوں نے ملت جوش و غروش کے ساتھ بیعت کی۔ اس سے پہلے حضرت ابوسنان الاسدی نے بیعت کی۔ ایک صحابی حضرت سلیم بن اکوع نے عین مرتبہ بیعت کی یعنی شروع میں بیچ میں اور آخر میں۔

یہ خبریں سن کر قریش کے ہوش جلتے رہے اور انہوں نے صلح کے لئے آگاہی بھیجی۔ آخر ان باتوں پر صلح ہو گئی۔

(1) یہ صلح دس سال تک رہی۔

(2) جو قبیلے قریش سے ملتا تھا انہیں قریش سے مل جائیں اور جو مسلمانوں سے ملتا تھا انہیں مسلمانوں سے مل جائیں۔

(3) اگلے سال کعبہ کا طواف کر لیں۔

(4) اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر نبی اکرم ﷺ کے پاس چلا جائے تو اسے قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان قریش میں چلا گیا تو اسے واپس نہیں دیا جائے گا۔

اس شرط پر ابھی بحث ہو رہی تھی کہ مسلمان ابوجہل بن سہیل مکہ سے آیا اور تمام مسلمانوں کے سامنے گر گیا۔ قریش کے سفیر نے معاملہ کی شرط کے مطابق اسے طلب کیا حالانکہ ابھی اس شرط پر بحث ہو رہی تھی۔ اس آخری شرط سے سب مسلمان سوائے حضرت ابوبکر کے سخت پریشان ہوئے۔ اس پریشانی کی ترجمانی حضرت عمرؓ نے کی۔ آپؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ ”یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟“ آپؓ نے فرمایا ”جیہا“ پھر انہوں نے پوچھا کہ ”کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باحق پر نہیں ہیں؟“ آپؓ نے فرمایا ”جیہا“ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ”کیا آپؓ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے؟“ آپؓ نے فرمایا کہ ”کیا میں نے یہ بھی کہا تھا“

کہ اسی سبب کریں گے؟ حضرت عطاءؓ نے جواب دیا کہ ”ہاں“ تو آپ نے فرمایا کہ ”یقیناً  
 رکھو ہم ضرور یہاں آئیں گے اور طواف کریں گے۔“

حضرت عطاءؓ نے اسی قسم کی باتیں حضرت ابو بکرؓ سے بھی کیں حضرت صدیق اکبرؓ نے  
 بھی دیکھا وہاں پہنچے جو آنحضرت ﷺ نے دیئے تھے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت جو بات  
 فرمائیں اسے مرتے دم تک بے چون و چرا ماننے رہو۔ غرض یہ شرط منظور ہو گئی اور  
 آنحضرت ﷺ نے ابو جہلؓ کو قریش کے سفیر کے حوالے کر دیا۔ اور ”ابو جہلؓ“ سے صرف  
 اتنا فرمایا۔ ابو جہلؓ! خدا جیسی معصیت دور کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکل دے گا۔ ابو جہلؓ  
 نے مبر کے ساتھ اپنی معصیت کو قبول کر لیا۔ اور تمام مسلمان یہ تلخ کھونٹ پی کر بھی چپکے  
 ہو رہے۔

ابھی حضرت نبی اکرم ﷺ حدیبیہؓ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی آدمی کوہ فہم سے  
 صبح کے وقت اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کی حالت میں قتل کر دیں یہ سب  
 لوگ گرفتار کر لئے گئے لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں معاف کر کے رہا کر دیا۔

اس معاملے کے بعد آپ حدیبیہ سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے راستے  
 میں سورہ فتح کی شروع کی آیتیں اتریں۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيُخَفِّرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا  
 تَأَخَّرَ ۝ وَنُتِمَ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَنَهَدِيكَ صِرَاطًا تَسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ  
 اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ : ہم نے تجھے کھلی فتح دی اور جیری پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں معاف کر دیں  
 اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کر دی اور سیدھی راہ کی طرف جیری راہنمائی کرے اور تجھے  
 زبردست مدد دے۔

اس پر حضرت عطاءؓ نے پوچھا کیا یا رسول اللہؐ کیا یہ فتح ہے؟ (یعنی حدیبیہ کا صلح نامہ)  
 آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی چیز ہے جسے فتح قرار دیا گیا ہے۔

آپ مدینہ منورہ میں ذی الحجہ کے شروع میں واپس تشریف لے آئے یہاں کوئی تین  
 ہفتے ٹھہرے ہوں گے کہ محرم میں خیبر پر چڑھائی کر دی۔ اس معرکہ میں صرف ان



مسلمانوں کو شامل ہونے کی اجازت تھی، جو حدیبیہ کے واقعے میں شریک رہ چکے تھے۔  
**صلح کا نتیجہ اور اثر :** اس صلح کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں میں راہ و  
 رسم بڑھا اور میل جول زیادہ ہوا تو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے پائل چھٹنے لگے اور  
 لوگ مسلمانوں کے اچھے سلوک سے اثر لے کر مسلمان ہونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے  
 صلح نامہ کی چوتھی شرط کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مخالفین میں سے جو شخص مسلمان ہو  
 کر شرط کے مطابق مختلف کیسپ میں بیٹھا جائے گا وہ ضرور وہیں بھی اپنا کام کرتا رہے گا۔  
 چنانچہ حضرت ابو جہلؓ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے عین معاہدہ لکھے جانے کے وقت قریش کے  
 حوالے کر دیئے گئے۔ انہیں مکہ معظمہ لے جا کر قید کر دیا گیا۔ لیکن جو شخص ان کی گمرانی  
 پر مقرر ہوتا وہ ان کے سمجھنے سے مسلمان ہو جاتا۔ اب دونوں مل کر تلقین کرتے اس  
 طرح ان قیدیوں کی تلقین سے تین سو کے قریب آدمی مسلمان ہو گئے۔ قریش مکہ نے  
 ہتیرا چلا کہ آنحضرت ﷺ معاہدے کی اس شرط کو توڑ کر ان مسلمانوں کو اپنے ہاں لے  
 لیں۔ لیکن آپ نے معاہدہ توڑنا قبول نہ فرمایا۔ آخر قریش کو خود ہی ان مسلمانوں کو مکہ  
 سے نکل دینا پڑا۔

حدیبیہ میں اسلامی جماعت کے ضبط کا حال اوپر بیان ہو چکا یہ لوگ تو آنحضرت ﷺ  
 کے سامنے تھے لیکن حضرت ابو جہلؓ آپ سے دور ہوتے ہوئے بھی جماعتی ضبط کے اٹنے  
 پابند نکلے کہ جب مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے قرار دیا کہ ابو جہلؓ نے ابوالعاص کی کے  
 جس قافلے کو لوٹا ہے اس کا بل اسے واپس کر دیں تو انہوں نے اس فیصلے کی اطلاع پاتے  
 ہی ابوالعاص کے قافلے کا سارا اسباب یہاں تک کہ رسی اور اونٹ کی ہمار تک ابوالعاص  
 کے حوالے کر دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ابوالعاص سارا مال حقداروں تک پہنچا کر مسلمان ہو  
 گیا۔

غرض اس صلح کے نتیجے کے طور پر لوگ کثرت سے اسلام لانے لگے چنانچہ جہاں  
 حدیبیہ کے واقعے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے وہاں ایک سال بعد  
 کر اگلے سال فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار "مقدوسی" آئے۔ "تھے۔ یہ نتیجہ تھا  
 اس بات کا کہ اب مسلمانوں کے ہارے میں غلط فہمیوں کے پائل بھٹ رہے تھے۔ گویا  
 اس صلح نے اسلام کی فتح کا دروازہ کھول دیا۔



## (1) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝

(ہم نے تجھے کھلی فتح دی)

جو صلح فتحی قائم مقام ہو۔ وہ جماعت کی مضبوط تنظیم پر موقوف ہوتی ہے۔

انقلاب کیا ہے؟ : ایک مسئلہ ایک نیا فکر لے کر اٹھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی مرہانی سے اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور کام کرنے کا صحیح طریقہ سمجھاتا ہے۔ وہ اس تعلیم ہی کے ذریعے سے ایک نظام پیدا کر لیتا ہے۔ جس سے وہ دنیا سے ہر قسم کا ظلم دور کر کے انسانوں کے تعلقات خدا کے ساتھ قائم کرنے کے موقعے بہم پہنچاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا مضبوط نظام جس میں ایک فرد اپنا سب کچھ اس نظام پر قربان کرنے کو تیار ہے باطل پر غالب آجاتا ہے۔ یہی انقلاب ہے۔

مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن : اس وقت جب حدیبیہ کے مقام پر دونوں جماعتیں ملیں۔ دونوں کی کیا حالت تھی؟ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کا نظام نہایت مضبوط تھا۔ ان میں ضبط (Discipline) اور اطاعت (Obedience) امت کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے برخلاف اہل مکہ کمزور تھے ان کے بڑے بڑے سردار مرچکے تھے۔ اور اب اہل مکہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ فوجی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط تھی کیونکہ وہ اچانک مکہ کے عین پاس پہنچ چکے تھے ان ہاتھوں کے ہوتے ہوئے جب مکہ والوں نے صلح پیش کی تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے وہ شرطیں جمع کرائیں رفتہ رفتہ عام مسلمانوں نے بھی انہیں قبول کر لیا۔ یہ قبولیت ان کے اندرونی نظام کی قوت کے سبب سے تھی۔ نہ اس لئے کہ سب مسلمان صلح کی حکمت کو سمجھ گئے تھے اس صورت میں یہ صلح قیامت تک مسلمانوں کے لئے فخر کا سبب مہی جائے گی۔ اس سے جو فائدے نکلے انہوں نے جانچوں کو بھی سمجھا دیا کہ اسلامی نظام میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور اس کے نیچے کیا کیا

وائیاں چھپی ہوئی ہیں۔

جنگوں کا نقصان : اب تک اہل اسلام اور اہل مکہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کی وجہ سے اہل مکہ ان فائدوں پر غور نہیں کر سکے تھے جو اسلام کا انقلاب قبول کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اس مطالعے کے لئے انہیں نہ وقت ملا تھا نہ آسائیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اس صلح کے بعد ان لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول بڑھ گیا تو انہوں نے مسلمانوں کے مستقبل کو سوچنا شروع کیا اور انہیں وہ فائدے نظر آئے جو جنگ اور فطرت کے گردو غبار میں سے نظر نہ آ سکتے تھے۔ اب اچھے اچھے اہل مکہ اسلام لے آئے اور اس طرح قرآنی انقلاب کو ایسے کام کے آدمی مل گئے جنہوں نے آگے چل کر نہایت شاندار فقیری کا رٹے کئے۔

صلح کا فائدہ : یہاں ایک اور بات بھی سوچنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قریش مکہ عرب میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اگر ان کی اہمیت نہ فوٹی اور کسی وجہ سے اپنے پہلے فکر سمیت اسلام میں داخل ہو جاتے تو اپنے قدیم (شُرکاء) فکر پر نئی اہمیت پیدا کر کے اسلام کے اندر ایک مستقل کھیچا تلی کا باعث بنتے۔ لیکن اس صلح کے بعد انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا۔ اسے عام انسانیت کے لئے مفید سمجھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے قدیم خیالات چھوڑ کر اسلام کا نظریہ لے لیا۔ اور اس کی مضبوطی کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(2) لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (ماکہ حمزہ)  
پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں معاف کرے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی پہلی اور پچھلی غلطیوں کی معافی کی اطلاع دی جا رہی ہے جو لوگ عموماً کو عام طور پر اور آنحضرت ﷺ کو خاص طور پر معصوم اہل مانتے ہیں۔ اور عقلی طور پر اس کے سوا چارہ نہیں کہ انہیں معصوم مانا جائے (ان کے لئے یہ دماغ میں چبے والا فکر ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں : ہم اس ”معافی“ کے مسئلے کو اس طرح حل کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ قریش پر حملہ کرنے کے لئے آئے ہی نہیں۔ بلکہ ان کی

کی پوری کرنے اور تعلیم دینے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ ضمیمہ ۱ البیہ جلد اول ص 203 میں فرماتے ہیں کہ:

”واضح رہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ میں دو خصوصیتیں جمع ہو گئی ہیں۔

(۱) نبوت علمہ اور (۲) قریش کی سعادت کا سبب بننا

آپ کی نبوت میں شخصیت ۱ کی تمام قسمیں آگئی ہیں۔ اس سے ہر ایک رنگ دار اور گوری قوم کو فیض پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب (حکمت الہی) کی مصلحت ۲ کلی کا تقاضا ہوا کہ ترکوں کی سلطنت عام طور پر پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اسلام قبول کرنے کی طرف پھیر دی۔

باقی رہی قریش کی سعادت تو ان کی لمبی حکومت کی وجہ یہی سعادت تھی۔

میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر کسی سیاسی انقلاب کا تقاضا یہ ہوا کہ ہندوستان کے ہندو مستقل عمومی حکومت ۳ پیدا کریں۔ تو یقیناً ”قانون الہی کا فیصلہ یہ ہو گا کہ ہندو لیڈر اسلام قبول کر لیں۔ جیسے ترکوں نے قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی عمومیت اور آپ کے صاحب ملت ہونے کا یہی طبعی تقاضا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے کلام کے ایک سے زیادہ پہلو ہیں۔ کبھی تو آپ نبی ہونے کی حیثیت سے کلام فرماتے ہیں کبھی اس حیثیت سے کہ آپ قریش کی سعادت کا ذریعہ ہیں۔

اسی فکر کو جتہ اللہ الباقہ (مطبوعہ مصر) جلد اول ص 124 اور ص 128 میں یوں ظاہر فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ملت خانیہ اسامیلہ میں پڑی ہوئی کبھی

۱ جسے خدا کی طرف سے کوئی بات سمجھائی جائے۔ اسے ”کلام“ کہتے ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے کئی درجے ہیں۔ ان میں معمولی القاد سے لے کر صاف لفظ وحی تک سب آتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو جتہ اللہ الباقہ جلد اول ص 84۔ ۲ سب انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی چیز یا بات (مرتب) ۳ ایسی حکومت جس کی بنیاد قومیت کی جگہ انسانیت پر ہو (مرتب)

کو ٹھیک کرنے اس کی بگڑی ہوئی شکل کو صاف کرنے اور اس کا نور پھیلانے کے لئے تشریف لائے جب حقیقت یہ نصیری تو لازم آیا کہ اس ملت کے اصول تو قائم رکھے جائیں اور اس کے طریقے نہ ہٹائے جائیں۔ کیونکہ جب نبی اپنی قوم کی طرف مقرر ہو کر آتا ہے تو اس قوم میں کچھ ایسے طور طریقے ہوتے ہیں وہ انہیں نہیں بدلتا۔ کیونکہ ان کو بدلتا بالکل بے معنی ہوتا ہے چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی ملت حنیفہ اسماعیلیہ کی شریعت پر نظر ڈالی۔ تو جو چیز حضرت اسماعیلؑ کے اصل طریقے پر دیکھی اسے ہٹا رہے تھے۔ اور جو چیز بدل چکی تھی اور جس میں فساد اور خرابی آچکی تھی اسے ہٹا دیا۔ آپ نے ملت حنیفہ کے اشاعت کے بے حد کوشش کی کہ یہ قانون تمام قوموں پر غالب آجائے اس سلسلے میں ملت حنیفہ میں جو تحریکات آئیں دیکھیں ان کو مٹا دیا اور بڑے نور سے ان کی لٹی کی۔ اور جو اوقات آئے صحیح تھے انہیں قائم رکھا اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ان میں جو خراب رسمیں آچکی تھیں۔ ان سے روکا اور جبراً منع کیا اور اس ملت کے اصول پر بین الاقوامی حکومت قائم کی اور جو لوگ اس بارے میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے ان کی مدد سے جنگیں بھی کیں۔ یہاں تک کہ مخالفین کی مخالفت و عری کی دھڑی رو مٹی اور خدا کا قانون سب قوموں میں چل کر رہا۔ (ملخصاً)

اور خیر کثیر میں فرماتے ہیں کہ:

”حضرت ہودؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی پہلی حیثیت میں اپنی قوم کے لئے نبی بن کر آئے جب اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو آپ کی قومیں چودھویں کے چاند کی جگہ سورج بن کر چمکنے لگیں۔ پھر ایک اور ترقی ہوئی کہ آپ کی شلن کو پورا پورا کمال حاصل ہوا جس سے اوپر کوئی کمال نہیں ہے۔ اب آپ کرۂ زمین کے ہر ایک گوشے کے امام بنائے گئے۔

۱۔ تہذیبیں ۲۔ زندگی گزارنے کے طور طریقے

آپ کی ان دو حیثیتوں کی حکمت جتہ اللہ الباقیہ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

”جو امام سب قوموں کو اپنی ملت پر جمع کرنے کے لئے اٹھتا ہے وہ پہلے ایک قوم کو صحیح اصول کی دعوت دیتا ہے۔ انہیں فلاح کاریوں سے پاک کرتا ہے ان کی حالت درست کرتا ہے اور پھر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر دنیا کی سب قوموں سے جنگ کرتا ہے اور اپنی قوم کے لوگوں کو سب قوموں کے اندر پھیلا دیتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کسی امام کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اکیلا سب قوموں سے جنگ کرتا پھرے۔“ (جلد اول ص 118)

اس اصول نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی مبارک زندگی میں کس طرح کام کیا۔ اس کی تشریح آگے چل کر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”مہاجرین اور انصار کی پہلی جماعت‘ قریش اور ان کے ارد گرد کے قبیلوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان عربوں کے ہاتھوں عراق اور شام فتح کر لیا۔ کیونکہ ان علاقوں میں عرب حاضر موجود تھا۔ اسے اپنی اپنی قوم کے اندر عربی اسلامی انقلاب کے لئے تیار کیا گیا۔ پھر ان عراقیوں کے ہاتھوں ایران اور شامیوں کے ہاتھوں روم فتح کرائے (کیونکہ انہیں ان علاقوں کے باشندوں سے مناسبت تھی) پھر ایرانیوں کی مدد سے ہندوستان اور ترکستان اور رومیوں کی مدد سے حبشہ وغیرہ کے علاقے فتح کرائے۔“

معظم منتقم نہیں ہو سکتا : واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل جو عرصے تک ابراہیمی دعوت کے حامل رہے اس اونچے رتبے سے گر چکے ہیں اور حکمت الہی قریش یعنی بنی اسماعیل کو اس دعوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جو دعا کی تھی: رَبَّنَا! وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ (1292) یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے جس امت مسلمہ کے اپنی نسل سے اٹھانے کی دعا کی ہے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج) وہ پوری ہو۔ قریش میں بھی اس دعوت کے اصل مدعا پر ایمان موجود تھا۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارا وجود ابراہیمی دعوت کے اظہار کے لئے مکمل رکھتا ہے۔ مگر جانتوں کے سبب وہ بہت سی فلاح بائیں اختیار کر چکے تھے۔ ان غلطیوں کو دور کرتا ان کے اخلاق سنوارتا انہیں صحیح ابراہیمی طریقہ ذہن نشین کرانا پھر اس

کی حکمت اور حکمت کے اندر قانون سازی سکھانا تاکہ ساری دنیا کی مختلف قوموں میں یہ طریقہ ”امام“ کے طور پر مان لیا جائے سب باتیں رسول اکرم ﷺ کے فرض منصبی میں داخل ہیں۔ اب اگر قریش فطرتی کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ جہالت اور عداوت کا معاملہ کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں جن عہدوں کا ذکر آیا ہے ان کے حالات میں ان کی قوموں کا یہی سلوک دکھایا گیا ہے۔ اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ کو قریش کے مقابلے میں انتہائی جذبہ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ معلم (استاد) ہیں۔ آپ کے فرض منصبی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ آپ قریش کو محاف کرتے رہیں۔ کیونکہ انتقام اور تعلیم جمع نہیں ہو سکتے جو نئی استلو میں انتقامی جذبہ پیدا ہوا اسکی شان مطعی ختم ہوئی۔

جماعت میں جذبہ انتقام : لیکن رسول اکرم ﷺ ایک جماعت کے امام اور ایک پارٹی کے مرکز بھی ہیں۔ وہ جماعت یا ایک اس بلند اخلاقی سطح (Plane) پر نہیں آسکتی۔ ان کے لئے یہی عام قاعدہ ہو سکتا ہے۔ کہ وَلَئِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ (اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر تمہیں تکلیف پہنچائی جائے (نقل 126:16) وہ رفتہ رفتہ اس سطح سے اونچی اٹھے گی۔ اس لئے یوں فرض کر لینا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کے دل میں انتقامی جذبہ پیدا نہ ہوگا، فطرت انسانی کا لفظ اندازہ لگاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے فلاں شخص قریش کی جہالت کا انتقامی جواب دینا چاہتا ہے۔ اس وقت آپ کا اس پر خاموش رہنا اور اسے اس امر سے نہ روکنا کہ کیا آپ کو اس کے فعل کا ایک حد تک ذمہ دار نہیں بنانا پڑتا؟ لیکن سوسائٹی میں یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کی طبیعت رفتار سے ترقی کرنے سے روکا جائے۔ ایک شخص انتقامی جذبے سے جواب دیتا ہے وہ آخر تک پہنچ لے تو اس کے بعد تو درست کرنا ممکن ہے لیکن اگر اس کے انتقامی جذبے ہی کو کچل دیا جائے تو وہ اپنی فطری تکمیل سے عاجز آجائے گا۔ اس کی تکمیل کی بہترین سبیل یہی ہے کہ اسے موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنا کام پورا کر لے۔ آخر میں اسے سمجھا دیا جائے گا کہ

اب قرآن حکیم میں ہے کہ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّوْلَا نَخْزِنُ عَنْهُمْ وَلَا نَكْزِفُكَ ضَیْقَ مِمَّا يَمْكُرُونَ (سورہ نمل 127:16) اور تو مبرگر اور تم سے مبر ہو گئے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر تم نہ کھا اور تک مت ہو، ان کے فریب سے (مترجم)

تم نے غلطی کی۔ اس کی غلطی کرو۔ اس طرح اسے اعتدال پر لانا ممکن ہے۔ لیکن اس کی شخصیت میں سے انتقام کا جذبہ ہی نکل ڈالنا ممکن نہیں۔

جماعتی غلطیوں کی ذمہ داری لیڈر پر : رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں مثل کے طور پر حضرت عمرؓ ہیں۔ وہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ ان کی فطرت یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی زیادتی کرے تو وہ دس گنا زیادتی کر کے اس کا جواب دیں گے۔ یہ تو ممکن ہے کہ انہیں زیادہ انتقام لینے سے روک دیا جائے لیکن یہ ناممکن ہے کہ انہیں نفس انتقام ہی سے باز رکھا جائے۔

کیا حضرت عمرؓ کے کاموں میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی شرکت نہیں ملنی چاہئے گی؟ اور کیا آپؐ ان کے ایک حد تک ذمہ دار قرار نہیں پائیں گے؟  
یہ ہے ذنب اور اس کا تذکرہ کرنا اس کی معافی کا سبب ہے۔

**صلح میں ایک پوشیدہ حکمت :**

مسلمان دراصل عمرے کے لئے نکلے تھے۔ لیکن دشمن اسے ظاہری صورت کے لحاظ سے جنگی چال قرار دے سکتا تھا۔ کیا چپکے سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لینا لڑائی کی چال نہیں ہے؟۔ اس لئے قریش کا آپ کو روکنا ایک حد تک حق بجانب تھا اور اس پر حضرت عمرؓ کا برہم ہونا بھی طبعی چیز تھی۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کے طرف دار ہو جاتے تو لڑائی قطعی طور پر ہو کر رہتی۔ اور اگر لڑائی ہو جاتی تو نہ صرف قریش کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر کام کرنا قیامت تک ناممکن ہو جاتا جس سے آپ کی فطرت کی تکمیل اس طریق پر نہ ہوتی جس کے لئے قدرت نے آپ کو پیدا کیا تھا بلکہ مسلمانوں کی ان خفیہ جماعتوں کو بھی نقصان پہنچ جاتا۔ جو کئے میں موجود تھیں (ان کی تفصیل آگے آتی ہے)

**صلح کا جواز :** اسلام جس انقلاب کا نام ہے۔ اس میں دفاع (Defence) بھی ہے اور ہجوم (Offence) بھی۔ دفاعی جنگ سے تو کوئی منکر ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں حملہ آور

۱۔ مشہور یونانی شاعر ہومر (Homer) ٹرائی (Tray) کے شر کی فتح کا مل لکھتے ہوئے یونانیوں کی اس چال کا ذکر کرتا ہے جس میں انہوں نے ایک بڑا گلابی کا گھوڑا بٹلا اور پھر بت سے یونانی نوجوان رات کے وقت اس کے پیٹ میں گھس بیٹھے۔ ٹرائے (Tray) والے اس گھوڑے کو گھسیٹ کر اپنے شہر کے اندر لے گئے۔ رات کے وقت یہ نوجوان گھوڑے کے پیٹ میں سے نکل پڑے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ (مرتب)



کو جو نقصان پہنچے اس کی ذمہ داری مدافعت کرنے والوں پر عائد ہوئی ہی نہیں لیکن بھیجی جنگ 'Offensive' میں جھوم کرنے والوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوئی ہے۔ خصوصاً جب انقلاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ ان بھیجی حملوں میں مخالفین کا جو نقصان ہوگا اس کی ذمہ داری سے حملہ آور بچ نہیں سکتے۔ لیکن قرآن حکیم اس ذمہ داری کو ایک لوہی سطح پر لاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا ان حملہ آوروں کا مقصد لوٹ مار اور فتنہ تھا؟ اس کا صاف جواب یہ ہے کہ نہیں کیونکہ اگر مسلمانوں کا مقصد اب اور پہلے فتح و غارتگری ہو تا تو وہ حدیبیہ کے واقعے میں جب وہ مکہ والوں سے بیعتاً زیادہ طاقتور تھے وہب کر صلح نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ قرآنی انقلاب کا غنڈا لوٹ مار اور فتنہ نہیں اور نہ وہ کسی امپیریلزم (Imperialism) کا حامی ہے۔ جسے وہ سروں پر جبراً ٹھونکتا پھرے۔

اس موقع پر خدا تعالیٰ نے آپؐ کو اتنی سمجھ دی اور اتنا دل گرہ عطا فرمایا کہ تمام ساری جماعت کے فیصلے کے خلاف ڈٹ گئے اور قریش کی تمام شرطیں صرف اس لئے مان لیں کہ وہ بیت اللہ کی عزت کراٹا چاہتے تھے۔ کیا آپؐ کے مشن کا مقصد یہ نہ تھا کہ ابراہیمی طریقہ رائج کیا جائے؟ جب قریش اس دین کے مرکز کی عزت کے لئے شرطیں پیش کرتے ہیں چاہے وہ کیسی بھی ناممکن فعل میں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں مان نہ لیا جائے لیکن جماعت میں یہ سمجھ عام طور پر نہیں آسکتی تھی اس لئے قریش جارحانہ حملہ آور (Aggressors) کی فعل میں سامنے آئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ صلح کی تجویز پیش کرنا ہی بڑی جرات اور ہمت کا کام تھا۔ صرف ایک حضرت ابوبکرؓ تھے جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ متفق ہوئے وہ آپؐ کی سوسائٹی میں نہایت مجدد اور اثر والے بزرگ تھے۔ ان کی سمجھ سب میں سرایت کر گئی جس نے سب کو ٹھیک کر لیا۔ اور فیصلہ وہ ہوا جس سے قریش رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملنے پر تیار ہو گئے۔

پچھلی "مخلطیوں" کا ازالہ : جب میل ملاپ بڑھا تو قریش کو معلوم ہوا کہ آپؐ میں کوئی انتہائی جذبہ ہی نہیں۔ اور نہ آپؐ کا مقصد اپنا امپیریلزم قائم کرنا ہے جس کا ظاہر میں انتقام کی صورت نظر آتی تھی۔ وہیں بھی اصل میں رحمت ہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ جو آپؐ کی جان کے لاکو تھے اب آپؐ پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ بعد میں آپؐ کی تحریک کو عرب میں جو ترقی حاصل ہوئی اور قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت

تک جو کام کیا اور صرف رسول اللہ ﷺ کے اشارے کے ماتحت رہے وہ سب اسی فیصلے کی برکت تھی جو حدیبیہ میں ہوا۔

غرض اسلامی انقلاب سے جو فائدے حاصل ہوئے تھے ان کا بیج حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک اور آپ کے قریب ترین ساتھی تھے اور اس صلح نے ثابت کر دیا کہ آپ ذاتی طور پر فتح اور شکست اور لوٹ مار کے خیال سے بہت اونچے ہیں۔ لیکن آپ کی انقلابی جماعت کے لوگ کارکن آپ کی طرح غلطی کرنے سے پاک نہیں تھے ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اس صلح نے آپ کو ان سے بھی تہیٰ ثابت کر دیا اور یہ بھی دکھا دیا کہ آپ کے ساتھیوں کی غلطیاں بھی عام غار مگر جماعتوں کی خود غرضانہ غلطیوں سے زیادہ اونچی طرز کی تھیں۔ آگے چل کر آپ کے ساتھیوں کے اس کیریکٹر پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

اکلی ”غلطیوں“ کا ازالہ : قریش کے ساتھ آئندہ جو معاملات پیش آئیں گے ان میں بھی انتہائی صورتیں اسی طرح آئیں گی۔ جس طرح پہلے آچکی ہیں۔ وہ بھی سب ظاہر ہیں ذنب ہوں گی۔ لیکن اس واقعہ نے جس طرح پہلی ٹیم نملو غلطیوں کے متعلق تمام شبہ دور کر دیے اور انتقام کا الزام آپ پر سے دھو دیا۔ اسی طرح آئندہ بھی جو شخص ظاہری انتہائی شکلوں کو اس فیصلے کے سامنے رکھ کر دیکھے گا وہ سوچ ہی نہیں سکے گا کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے لئے کوئی انتہائی فکر پیدا کر سکتے تھے۔ اس طرح آئندہ انتہائی صورتیں بھی اس واقعے کی روشنی میں صاف ہو جائیں گی۔ اور ٹیم نملو ذنب کا ٹکٹن کھلتے۔ داخل ہو جائے گا۔

جس قوم کے ساتھ تم اب مل کر کام کرنا چاہتے ہو اس کی یہ نظیر ہے۔

انسان کی ارتقائی زندگی اور انتقام : ہم دلی اللہ دلوئی کی حکمت گاہیک ایک لونی حصہ ہے کہ انسان ارتقا کا۔ کی ترقی سے اپنی حیوانیت کی تحلیل کرتا ہے۔ اس تمام عمل کے نیچے انسان کی عقلیت یا ملکیت کام کرتی ہے ارتقائی زندگی میں پہلی منزل گھر کی زندگی ہے۔ گھر کی زندگی میں انتہائی جذبے کے ماتحت کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اور نہ گھر کے لوگوں کو شربہ ہمار کی طرح چھوڑ کر کوئی کام ہو سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ

۱۔ زندگی بسر کرنے کے طور طریقے۔ (مرتب)

ایک بادشاہ کی اطاعت کر رہے ہیں مگر بادشاہ کون ہے؟ باپ میں انتظام نہیں ہوتا۔ صرف رحمت اور محبت ہوتی ہے مگر بادشاہ کے حکم میں انتظام آتا ہے۔ جب ایک ہی شخص بادشاہ بھی ہو اور باپ بھی ہو تو صورت یہ ہوگی کہ ظاہر میں انتظام ہوگا لیکن اندر سے رحمت اور محبت اس طرح خاکی۔ زندگی ترقی کرنے کی بجائے 'شکر' ملک اور ممالک یا بین الاقوامی زندگی میں بھی اسی طرح ترقی کرنی چاہئے۔ اگر انتظام کی صورت آجائے تو کوئی ہرج مہرج نہیں۔ مگر انتظام کی سپرٹ نہ ہو۔ جب خائف لوگ ہمارے ساتھ مل کر بیٹھیں تو انہیں معلوم ہو کہ وہ انتظام نہیں تھا بلکہ رحمت تھی۔ جب کوئی تحریک اس انداز پر ترقی کرتی ہے وہ انسانیت میں جائے گیر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے اسلام کو فقط فاتحانہ انداز میں بند کر دیا ہے یعنی لڑے اور فتح پائی۔ تو یہ اسلام ہے اور شکست کھا گئے تو کفر ہے وہ کبھی اسلام کو دنیا میں کامیاب نہیں بنا سکتے۔ جب تک فتح و شکست میں ایک ہی جذبہ — محبت اور رحمت — کام نہ کر رہا ہو۔ اور اس کے نیچے قائمہ پہچان اور خدمت کرنا نظر کے سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ مگر لوگوں نے رسول ﷺ کو ایسی ہستی بنا رکھا ہے جس کے کسی فعل یا نمونے کی پیروی ممکن ہی نہیں۔ اس طرح وہ ایک نمونہ جو ساری انسانیت کے لئے پیش نہ کیا گیا تھا۔ نظروں سے لوجھل کر دیا گیا۔

(ب) وَكُنْتُمْ نِعْمَةً عَلَيْنَا (اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے)

”تمام نعمت“ سے کیا مراد ہے؟ : قریش جو حیرانی اپنی قوم ہے وہی حیرے دست باند بن کر کام کریں گے اور دعوتِ ابراہیمی کو دنیا میں اونچے درجے پر غالب کریں گے یعنی اسے بین الاقوامی مرکز میں لا کر قیام دیں گے۔

”تمام نعمت“ کے معنی کے لئے امام دہلوی کی وہ تشریح دیکھنی چاہئے جو وہ

۱۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے احد کے ایک سر کے میں شکست کھا کر واپس فرماتے ہوئے فرمایا رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (خدا اے میری قوم کو بخش دے یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں۔ یہ تھا جذبہ محبت و الفت جس نے مدینہ کے بعد آپ کے مخالفین کے دلوں میں بھی اثر کیا اور جیت کر دیا کہ آپ معلم اور باپ ہیں حکم اور قانع نہیں (مرتب) ۲۔ لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے اللہ کا یہ رسول ایک نمونہ ہے) (سورۃ احزاب: 21، 33)

”بین الاقوامی سیاست“ کے عنوان سے حجۃ اللہ البالغہ میں کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا كَثُرَ ذَلِكَ فِي الْمُلُوكِ اضْطَرُّوا إِلَى الْخَلِيفَةِ وَهُوَ مَنْ  
حَصَلَ لَهُ مِنَ الْعَسَاكِرِ وَالْعَدُوِّ مَا يُرَى كَمَا لَمْ يَنْتَفِعْ أَنْ يُسَلِّبَ  
رَجُلٌ آخَرَ مُلْكَهُ فَإِنَّهُ إِنَّمَا يَتَصَوَّرُ بَعْدَ بَلَاءٍ عَامٍ وَجُهْدٍ كَبِيرٍ  
اجْتِمَاعًا عَابِتٍ كَثِيرَةٍ وَبَلَدٍ أَمْوَالٍ خَطِيرَةٍ نَتَقَا صِرَ الْأَنْفُسِ  
فَوْنَهَا وَتَجَبَّلَهُ الْعَادَةُ وَإِذَا وَجَدَ الْخَلِيفَةُ وَأَحْسَنَ السِّيَرَةَ فِي  
الْأَرْضِ وَخَفَضَتْ لَهُ الْجَبَابِرَةُ وَأَنقَادَ لَهُ الْمُلُوكُ نَسَبَ التَّعَمُّقِ

(حجۃ اللہ البالغہ الجزء الاول ص 47)

”یعنی جب قوی پادشاہوں میں حسد اور بغض بڑھ گیا تو انسانوں کو خواہ مخواہ ایسے غلیظہ کی ضرورت پڑی جسے فوج اور سلطان جنگ کی اتنی کثرت حاصل ہو کہ کسی شخص کا اس سے ملک جھین لینا ناممکن کے قریب ہو۔ کیونکہ ایسے پادشاہ سے ملک کا چھیننا اسی صورت میں تصور میں آتا ہے جب اس کے سب ملکوں میں عام بغاوت پیدا ہو جائے اور اسے ملک داری سے ہٹانے کے لئے بہت ہی کوشش کی جائے۔ بڑے بڑے اجتماعات کئے جائیں اور بے انتہا دھپہ صرف کیا جائے ظاہر ہے کہ اتنی کوشش سے عام انسان عاجز ہوتے ہیں۔ لیکن اگرچہ ہے کہ اسے ناممکن کے قریب سمجھا جاتا ہے کہ ایسے پادشاہ کو اس کے مدد سے ہٹایا جائے جب ایسا غلیظہ قائم ہو جائے اور اس کی میرٹ بھی اچھی ہو اور بڑے بڑے زبردست لوگ اس کے تابع ہو جائیں اور اور گرد کے تمام پادشاہ اس کی اطاعت اختیار کر لیں تو سمجھنا چاہئے کہ نعمت انتہا کو پہنچ گئی۔“

گویا حضرت امامؑ کے نزدیک بین الاقوامی غلبے ہی کا نام اتمام نعمت ہے۔

(ج) وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

(اور تجھے سیدھی راہ چلائے)

سیدھی راہ : رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا صحیح پروگرام یہ ہے کہ قریش آپؐ کی تعلیم کے خلوں بنیں۔ اور آپؐ کے اصول پر جو حکومت پیدا ہو اسے چلائیں۔ تاکہ حضرت

ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا عمل میں آئے۔

اگر یہ صورت پیدا نہ ہو اور آپ دوسری قوموں کی مدد سے اپنا پروگرام کامیاب بنا کر دکھا دیں۔ تو گو آپ انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان کرنے والے گئے جائیں گے لیکن ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعا کا مصداق نہ ٹھہریں گے۔ پہلے عجیوں کی برکتوں کا مصدق بننا تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ قریش کو اپنا مددگار بنائیں۔ پہلے سب نبی اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے چلے آئے ہیں اور انہیں ساتھ ملا کر کام کرتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کا بھی فرض ہے کہ اپنی قوم کو ساتھ ملائیں۔ کیونکہ کام کرنے کا طبعی طریقہ یہی ہے اس سے آپ کا طریقہ وہ ہو جائے گا جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر آپ تک ایک ہی طرح قائم رہا۔ یعنی پہلے قومی انقلاب مکمل کرنا پھر اسے بین الاقوامی درجے تک کامیاب بنانے کی کوشش کرنا۔ اگر آپ بھی اس طریق پر کام کریں تو یہ طریقہ رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے مستقل پروگرام بن جائے گا اگر آپ پہلے عجیوں کے طریق سے ہٹ کر طریقہ اختیار کریں تو وہ آئندہ انسانیت کے لئے تبدیل نہ ہو سکے والا پروگرام نہ ہوگا۔ فرض حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہی طریق اختیار کیا کہ پہلے اپنی قوم کو درست کیا اور انہیں اپنا دست و پاؤں بنایا۔ پھر ان کی مدد سے دوسری قوموں کے ایک ایک حصے کو ساتھ ملا یا۔ پھر اس حصے نے اپنی اپنی قوم میں یہ انقلابی کام کیا اور قرآن حکیم کی تعلیم پھیلا کر اس انقلاب کی تکمیل کی۔ چنانچہ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے قوم بتوم اسلام پھیلتے گا جو طریق تاریخی طور پر ثابت کیا ہے اس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ آج بھی جو قوم قرآن کے انقلاب

۱۔ ان کی دعا کے الفاظ یہ ہیں: رَبَّنَا اَنْقِضْ لَنَا اَنْتَ الْاَسْمَاعِیْمُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا! وَاَجْعَلْنَا مُسْلِمِیْنَ لَكَ وَمَنْ فَرِیْتَنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَّا سَكْنًا وَنَبِّ عَلَیْنَا اَنْتَ اَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِیْمُ رَبَّنَا! وَاَبْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اَنْتَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ البقرہ 2 : (127-129) (اے ہمارے رب! اے) قبول فرما بے شک تو بخنے والا اور جاننے والا ہے اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا تعلق بنائے رکھ اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر جو حق کے سچے رہ کر زندگی بسر کرے۔ اور ہمیں پیکر بنکھلا اور ہم پر رحم فرما تو رحمت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے اے ہمارے پرودگار! ہماری اس نسل میں (جس کی ہم نے دعا کی ہے) انہی میں سے ایک (ایسا) رسول پیدا کر جو انہیں حق پر ہم پڑھ کر سنائے، قانون سکھائے (اس قانون کی) حکمت بتائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

کو بین الاقوامی درجے پر کامیاب بنانے کا ہیہ کہے وہ اسی طریق سے اسلام کی تعلیم کامیاب بنا سکتی ہے۔ یہ تنظیم و تربیت ہی انقلاب کی روح ہے۔  
(3) وَيَنْصُرُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝  
(اور اللہ مجھے زبردست مدد دے)

کل قومی حکومت تیری اس کمزور جماعت ہی کے ذریعے سے مہیا ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے پہلے ان غریب اور کبے کس عربوں نے قیصو کسبی کی حکومتوں کے جتنے الٹ کر رکھ دیے۔ اور ان کی جگہ قرآن کا قانون چلایا۔ اس انقلاب کی بنیاد انسانی فطرت کی ضرورتوں پر تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ سب قوموں کے حکماء لوگوں نے اسے مان لیا۔ اس طرح یہ تحریک روز بروز بڑھتی گئی۔ یہ سب کچھ اس صلح حدیبیہ کا نتیجہ تھا۔

(4) (۱) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ  
لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ آيَمَانِهِمْ ۝

(وہی ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔ تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھ جائے)

صحابہ کا ایمان : نبی اکرم ﷺ کی جماعت نے یہ سن کر حضرت عثمانؓ جو اہل مکہ کے پاس گفت و شنید کرنے گئے تھے شہید کر دیے گئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اس خبر سے صلح کا درد اذہ کلا۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ صلح کے لئے سب سے پہلے نکلے پر اتر آئے یہ بات اس لئے والی طاقت کو جو موت پر بیعت کر چکی تھی سخت ناگوار گزری۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعے سے سب کو ان ناگوار شرطوں پر اطمینان عطا کیا۔

پہلا ایمان موت کی بیعت سے ظاہر ہوا اور دوسرا ایمان ان ناگوار شرطوں پر صلح قبول کرنے سے۔

(ب) وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
(آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں)

اب ان کی کیفیت دہی ہے جو آسمان پر خدا کے فرشتوں کی ہے۔ یہ جماعت رسول اللہ

عظیم کے لئے فرشتوں کی طرح ہے کہ وہ آپ کے حکم کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں۔  
(ج) وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا  
(اور اللہ علم اور حکمت (دینے والا ہے)

اللہ دنیا والوں کو حکمت دینا چاہتا ہے اس علم و حکمت کے دینے کے لئے اس نے فرشتوں جیسے انسانوں کا فکر تیار کر دیا ہے۔

آسمانی فرشتے حکمت لاتے ہیں اور انسانوں کو دیتے ہیں اب بن انسانوں (مسلمانوں) کا کام یہ ہے کہ حکمت الہی کو دنیا میں پھیلائیں۔ یہ لڑتے ہیں تو باطنی طاقت کو چاہ کرنے کے لئے جو مسکینوں کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے اور صلح کرتے ہیں تو مسکینوں کو آگے بڑھنے کا موقع دینے کے لئے یہ خدا کی خوشنودی انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

انسانیت کی خدمت : یہاں ہم اس جملے کو مراعات دہرا دینا چاہتے ہیں کہ انسانیت کی خدمت کرنا ہر ایک شریف انسان کا طبعی فرض ہے جس طرح مل بپ بچے کی خدمت بے فرضی کے ساتھ کرتے ہیں اسی طرح ایک شریف انسان اپنے اہل انسانی کی خدمت کرنا اپنا طبعی فرض جانتا ہے۔  
یہ خدمت دو شکلیں اختیار کرتی ہے۔

- 1- ایک انسان ہے جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں سونے چاندی اور عزت کی شکل میں مانگتا ہے۔ یہ بدشاہوں کی جماعت ہے۔
- 2- دوسرا گروہ وہ ہے جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں پیسے اور عزت کی شکل میں لینا ضروری نہیں سمجھتا اس کی عزت وہی ہے جو اللہ کے ہاں ہے یہ نبیوں کی جماعت ہے۔

قرآن عظیم اس دوسری جماعت کو زندہ کرنا چاہتا ہے وہ ہر ایک قوم میں اس قسم کے لوگوں کو نمونہ پیدا کر دے گا اس کے لئے نمونے کی جماعت وہ ہے جو حضرت

---

اب فرشتوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يَنْصَبُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (وہ اللہ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے) (التحریم 66: 66)

نبی اکرم ﷺ نے تبار کی اسی نمونے پر ہر ایک قوم میں جماعتیں بنی جائیں یہاں تک کہ سب قومیں اسی نقطے پر جمع ہو جائیں یہ ہے قرآن کا اصل مقصد۔  
اس خدمت سے اس جماعت کا مقصد کیا ہے؟ وہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا

لِيُذْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (5)

(تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں پہنچا دے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور ان کی برائیاں ان پر سے اتار دے اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے)

اس خدمت کا مقصد : اس جماعت کا نصب العین دنیا کی عزت میں ہے وہ اپنی جان اور مال قربان کر کے اللہ کے قانون کو بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی قانون ہے جس کے ذریعے سے غریب اور مسکین طبقے کا اظہار <sup>Exploration</sup> ختم ہو سکتا ہے وہ خدا کی مخلوق کی یہ خدمت کسی دنیاوی لالچ سے نہیں کرتے۔ وہ جنت عدن (جنت کی بہشت) کی زندگی چاہتے ہیں گو ان کی خدمت کا طبعی نتیجہ یہ بھی ضرور ہو گا کہ وہ دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور درخیز نور درخیز علاقوں کے مالک بنیں گے۔

وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (ان کی برائیاں ان سے اتار دے)

غلطی کی معافی کیوں؟ : اب انہوں نے جس اطاعت شعاری کا اظہار کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی غلطیوں سے قائمہ اثبات اپنا مقصد نہیں بنایا۔ وہ جنگ کرتے تھے تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تاکہ اس کا قانون چلے اور مظلوم انسانیت ظالم طبقے کے ظلم سے چھوٹے اور صلح قبول کی تو فقط اللہ کے حکم کے تابع ہو کر تاکہ اس کا نام بلند ہو اور مظلوم انسانیت کھلی نہ جائے ان کی اس ذہنیت کی وجہ سے ان کی غلطیاں جو انقلاب کے دور میں ان سے ہوئی ہیں معاف کر دی جائیں گی۔

اس قسم کی بخشش کا اعلان ان لوگوں کے ہارے میں بھی ہو چکا ہے۔ جنہوں نے سب



سے پہلے معرکہ انقلاب یعنی جنگ بدر میں حصہ لیا۔ ان کی نسبت ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سب غلطیوں معاف کر دی ہیں۔ اس معافی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی ان غلطیوں سے اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ان کا یہ مقصود تھا۔

وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے)

اللہ تعالیٰ نے مجاز میں سے ایک جماعت کو چن لیا ہے اور انہیں بہت سے احتمالوں میں آنا لیا ہے۔ اب یہ بہت اونچے درجے پر کامیاب ہوئے ہیں اس لئے انہیں کل قوی غلبہ دیا جائے گا۔

(6) وَوَعَلَبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَتِ وَالْمُشْرِكِينَ  
وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءَ عَلَيْهِمْ  
دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

(اور ناکہ دغا باز مردوں اور دغا باز عورتوں کو اور اللہ کے حلق طرح طرح کے برے گمان کرنے والے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ مصیبت کا پھیر انہی پر پڑتا ہے۔ اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار کی اور وہ نہایت ہی برے ٹھکانے پر پہنچے)

تھمڑولے: منافقین: قریش میں سے جو لوگ اس قرآنی انقلاب کے نظریے کو پوری طرح بغیر کسی شرط کے مان چکے ہیں۔ وہ غلبہ پائیں گے لیکن جو اہل قریش کسی مصلحت کی وجہ سے اس انقلاب کو قبول کرتے ہیں۔ یا ضیافت — تحریک ابراہیمی — پر پورا یقین نہیں رکھتے۔ وہ قطعاً ناکام رہیں گے۔

آئندہ چل کر بھی جو لوگ قرآنی نظریہ انقلاب پوری طرح مانیں گے وہی بین الاقوامی کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ اور تھمڑولی کے ساتھ حمایت کرنے والے (منافقین) یا اس پر دو گرام پر پورا بھروسہ نہ رکھنے والے جو اس میں اور اور سے اور چیزیں شامل کرنا چاہیں

کے (شرکین) کا نام رہیں گے۔

وَيُعَلِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ (اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے)

مسلمانوں کے اندر ایک جماعت ہے جو قرآن کی اطاعت کا نام تو لیتی ہے لیکن صلح و جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو عزت کے ساتھ قبول نہیں کرتی بلکہ اپنی مصلحتوں کے ماتحت مانتی ہے اگر رسول اللہ کا فیصلہ ان کی اپنی ضرورتوں کے مطابق ہو تو مان لیتے ہیں نہیں تو انکار کر دیتے ہیں۔ گو وہ کلمہ کھلا انکار نہیں کرتے لیکن عملاً اسے ماننے بھی نہیں۔ یہ منافقوں کی جماعت ہے ان کا اصل مقصد دنیا کی عزت اور روپیہ حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ان کے ذاتی فائدوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اور ان کی ساری سبکیں برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ ان کے لئے موت اور عذاب ہے۔

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ (اور شرک کرنے والے مرد اور شرک کرنے والی عورتیں)

رجعت پسند مشرکین : قریش میں مومنوں اور منافقوں کی جماعتوں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی ہے یہ لوگ خبیثیت پر پورا یقین نہیں رکھتے۔ خبیثیت سے پہلے جو دور تھا اور جسے حضرت ابراہیمؑ نے آکر ارتحاشی (Reactionary) بنا دیا۔ اس کے طموحوں اور ہمنوں سے قائمہ اٹھنا چاہتے ہیں۔ وہ فقط اللہ پر بھروسہ کر کے دنیا اور دین اس کے حوالے نہیں کرتے بلکہ اس میں تھوڑا سا شرک ضرور ملا لیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ محض خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کیا جائے اور اس میں دنیا بھی شامل نہ ہو۔ تو دنیا سے بہتر زندگی (جنت میں) مل سکتی ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کو محض خیال کے درجے پر سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اس پر اپنی ذہنیت کو چھوڑ کر نئی انقلابی ذہنیت کو قبول نہیں کر سکتے۔ ان کا نام قرآن حکیم کی اصطلاح میں مشرکین ہے۔ جب مسلمانوں کو محض اللہ پر بھروسہ کر کے کامیابی ہوگی اور وہ آگے بڑھ جائیں آگے تو یہ مشرکوں کے اصول کے قطعاً خلاف ہو گا وہ مسلمانوں کی کامیابی ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ بھی شکست کھا جائیں گے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیابی کا کوئی راستہ نہ پائیں گے اور عذاب میں پھنس جائیں گے۔

الظَّالِمِينَ بِاللَّوْظِنِ السَّوِّءِ (اللہ کی نسبت طرح طرح کے بُرے  
مکمل ہندنے والے)۔

مشرکین کی تحلیل نفسی : یہ مشرک اللہ پر پورا بھروسہ نہیں رکھتے انہیں یقین نہیں کہ خدا پر پورا پورا بھروسہ کر کے آخرت میں ہماری ایسی مستقل زندگی شروع ہو سکتی ہے جس کے مقابلے میں اس عارضی دنیوی زندگی کو قربان کر دینے میں کوئی گھٹا نہیں ہے۔ وہ دنیوی زندگی کی کامیابی کے لئے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً تلخ کو ملنے والی قومیں موت کے بعد زندگی مانتی ضرور ہیں مگر اس زندگی کو اس دنیوی زندگی ہی میں مجسم مانتی ہیں۔ وہ اس مستقل زندگی کا تصور کر ہی نہیں سکتے جو اس دنیوی زندگی سے آگے ہے۔ اس لئے انہیں دنیوی زندگی قائم رکھنے کے لئے حکمران طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنا ضروری ہوتا ہے وہ اپنے دینی پروگرام کی مخالفت کرنے والے حکمرانوں کے ساتھ سمجھوتہ کئے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتے۔ یہ نتیجہ ہے خدا کے مطلق ان کی اس بد فطرتی کا کہ وہ تمام ہماری زندگی کا تحلیل نہیں ہو سکتا۔ مشرکوں کی یہ بد فطرتی انہیں دنیوی زندگی میں قدم قدم پر مصالحت (Compromise) کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ اور وہ اپنے نصب العین (Ideal) پر قائم نہیں رہ سکتے۔

خدا کے مطلق اس نعم منیفانہ ذہیت کا آخری نتیجہ اس کا قطعی انکار ہی ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کے مطلق انسان کی ذہیت یہ ہو کہ آدھا اقرار ہو اور آدھا انکار تو کامیابی ناممکن ہے۔ اور صحیح معنوں میں بین الاقوامی انسانی حکومت پیدا نہیں ہو سکتی۔ تو خدا کا قطعی انکار کر کے تو یہ نعمت (کل قومی حکومت) حاصل ہونا قطعاً ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس وقت یورپ میں امپیریلزم (Imperialism) کے رد عمل کے طرز پر جو فلسفہ سیاست اور فلسفہ ذہنیت کی پیداوار تھا کمیونزم (Communism) پیدا ہو چکا ہے اس میں خدا کا انکار لازم ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے انکار کی وجہ سے وہ بھی امپیریلزم کی شکل اختیار کرنا چلا جا رہا ہے۔ اس کا پہلا قدم استعارت (Cocalsism) ہے جس کا لازم نتیجہ امپیریلزم ہو گا۔ اسے اس دوسری بڑی جنگ (1939-45/45-939) میں امپیریلٹ طاقتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑا جس کی وجہ سے اسے اپنا کنٹرن (Commintern) یعنی بین الاقوامی نظام توڑ کر ان سرمایہ دار طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنی

پڑی۔

ہم نملو کیونرم میں جس قدر مسکین نوازی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ مسکین نوازی الہم ولی اللہ کے فلسفے میں ہے اور اس میں مزدور اور کاشتکار کے حقوق کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد خدا کے صحیح اور صاف تصور پر ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک کارکن اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس زندہ تصور کے ساتھ گزارتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے سامنے ہے یا کم سے کم یہ کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ تصور بھی ایک زندہ اور پائیدار شکل میں اپنے سامنے رکھتا ہے کہ اگر اس نے کم قولا یا کسی کے حق کو ناجائز طور پر پلوں تلے روندنا تو وہ دنیا میں بھی سزا پائے گا اور مرنے کے بعد بھی اسے خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے عملوں کی جوابدہی کرنی ہوگی الہم صاحب کی حکمت اسے یہ بھی سکھاتی ہے کہ قرآن حکیم پر عمل کرنے والے کارکن کو خدا کے سوا کسی سے اپنے عمل کا بدلہ لینا ضروری نہیں۔ انسان بظنک اس لئے پیدا ہوا ہے کہ دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت بین الاقوامی درجے پر چلائے لیکن وہ اس حکومت کے ذریعے سے اپنے لئے یا اپنے خاندان کے لئے کوئی فائدہ حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم کی تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبرؑ اور فاروق اعظمؑ کی حکومتیں بے نظیر ثابت ہوئیں اور آج تک دنیا ان کی مثل پیدا نہیں کر سکی اب اس دور میں بھی امیر المومنین سید احمد شہیدؒ (831-786/1833-1786) اور ان کے ساتھیوں نے انہی اصول پر اس نمونے کی حکومت پیدا کر کے ایک دفعہ پھر دکھادی اور ثابت کر دیا کہ اس قسم کی حکومت پیدا کرنا ہر زمانے میں ممکن ہے قرآن حکیم کے ماننے والوں کے لئے اس میں بہت بڑی جہرت اور ذمہ داری ہے۔

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْرِ (ان پر مصیبت کا بھیر پڑتا ہے)

وہ نہ دنیا پائیں گے نہ آخرت۔

وَعَصَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ (اللہ ان پر غضبناک ہوا اور اس نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا)

یہ انقلاب ان مذہبی قوموں کے لئے طراب ہے جو ابراہیمی طریق سے پہلے کے طریق کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس میں یہودی اور عیسائی بھی شامل ہیں اور ہندو اور بدھ بھی۔

جو ابراہیمؑ کے لئے پیدا ہوئے طریق کو قبول نہیں کرتے۔  
(7) وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا  
حَكِيْمًا ۝

(آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں وہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

مختلفوں اور مشرکوں کی جماعتیں الگ کر دینے کے بعد مومنوں کی جو خالص جماعت رہے گی وہ زمین پر آسمانی فرشتوں کی مانند ہوگی۔

قرآنی سیاست کے بنیادی اصول : قرآن حکیم کا پروگرام حقیقت میں پارٹی پالیٹکس (Party Politics) کے اصول پر مبنی ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ صرف ایک خیال رکھنے والوں کو اکٹھا کرے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس اصول پر کام کیا۔ اور ان مطہی بھر لوگوں کو جمع کیا جو قرآن کے سارے قانون کو دل و جان سے کمال طور پر بلا شرط ماننے تھے۔ اور صلح و جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو خوشی کے ساتھ قبول کر کے کیوں اور کیسے کے سوالات پر ہمے بغیر اطاعت کرتے تھے۔

ہمارے خیال میں اب بھی جو لوگ سب ”مسلمانوں“ کو اکٹھا کر کے آگے بڑھنے کا پروگرام رکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں ان مسلمانوں میں سے وہ جماعت بتانی چاہئے جو ذہن اور عمل کے لحاظ سے انقلابی ہو اور اس میں صرف ایک فکر کے لوگ شامل ہوں۔ صرف اسی صورت میں کام اچھا اور جلد ہو سکتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيْمًا (اللہ عزت دینے والا حکمت والا ہے)

انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ : اللہ تعالیٰ مومنوں کی اس جماعت کو عزت اور حکمت دینا چاہتا ہے یعنی یہ جماعت مضبوط حکومت قائم کرے گی جس کی کوئی دوسری حکومت بے عزتی نہ کر سکے گی اور یہ حکمت و دانش کے مالک ہوں گے۔

آیت نمبر 4 میں تھا عَلٰی حَكِيْمًا (علم اور حکمت دینے والا) یعنی یہ لوگ علم اور حکمت میں طاق ہو کر تمام علمی سوسائٹیوں کو قائل کر لیں گے کہ ابراہیمی تحریک کے سوا کوئی تحریک انسانیت کو مجموعی طور پر آگے بڑھانے والی نہیں ہے اس کے بعد وہ اتنی بلند انٹرنیشنل طاقت بنائیں گے کہ ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے

ہمد میں اس اثر پیشمل طاقت کا اوجاچہ بنا اور حضرت عثمان غنیؓ نے اسے بہت دور تک پھیلا دیا۔ اور اس کی عزت اتنی بلند ہو گئی کہ دنیا کی تمام دوسری طاقتیں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

(8) اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا ○ (ہم نے تجھے

احوال بتانے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا)

نبی اکرم ﷺ بطور معلم اور نذیر : رسول اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔

① معلم ② جماعت کا لیڈر

معلم کی حیثیت میں آپؐ شاگردوں کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ فلاں شاگرد فلاں قابلیت کا ہے۔ اور فلاں شاگرد فلاں قابلیت کا۔ یہاں آپؐ کی شان معلمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ شاگرد آپؐ کے ساتھ ایک جماعت کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آپؐ اس جماعت کے رہنما ہیں۔ یہ جماعت منافقوں اور مشرکوں سے بالکل الگ اور خاص صفتوں کی مالک ہے۔ یہ جماعت قرآن کے اس پروگرام پر چلتی ہے کہ مظلوم انسانیت کی خدمت کرو، ظالموں کو گراؤ۔ اور مظلوموں کی دادرسی کرو۔ اور اس سارے کام کا بدلہ صرف اللہ سے مانگو۔ اس پروگرام پر جو ٹھیک ٹھیک طور پر کام کرتا ہے اسے حضرت نبی اکرم ﷺ کا مہیاپ زندگی کی بشارت دیتے ہیں۔ (مشرقا) اور اسے یقین دلاتے ہیں کہ اس کی دنیوی اور اخروی زندگی کے فوائد محفوظ ہیں۔ جو لوگ اس پروگرام پر ٹھیک ٹھیک نہیں چلتے انہیں خبردار کرتے ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی اور اخروی زندگی ناکام رہے گی وہ ہمارے ہمارے کو خوش کر لیں۔ لیکن کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ (نذیراً)

(5) اَلْتَّوَكُّلُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَتَعَزُّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ

بُكْرَةً وَّاَصْبِلًا ○ (تم ضرور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور

اس کی مدد کرو۔ اور اس کا وقار قائم کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو)

خدا کی محبت کے معنی : حضرت نبی اکرم ﷺ کو شاہد، مہر اور نذیر بنا کر بھیجے کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت ہے انہیں ایک استلو کی ضرورت ہے جو انہیں بتائے کہ محبت کیسے کی جاتی ہے اور خدا کی محبت کے دعوے سے انسانوں کی خدمت کس طرح ہونی چاہئے۔

خدا کی طرف سے الزام : مرنے کے بعد ہر ایک انسان سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے تجھ پر جو انعام کیا تو نے اس سے میرے لئے کیا کیا؟ وہ لمبی چوڑی باتیں منائے گا۔ مگر اسے یہ کہہ کر بھونکا کر دیا جائے گا کہ میں تیرے دروازے پر بھوکا پیاسا اور بیمار ہو کر آیا۔ لیکن تو نے مجھے نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو نہ میری بیمار داری کی حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اپنی تعلیم میں اسے بہت اچھی طرح کھول دیا ہے۔ اس چیز کو عام ذہنیت سے نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اسے پوری پوری اہمیت دینی چاہئے۔

معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی اللہؒ کے نزدیک : امام ولی اللہ دہلویؒ معاشی زندگی کے اس پہلو کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان کھانے پینے کی فکر سے آزاد نہ ہو جائے وہ شائستگی کی ایک منزل سے دوسری منزل میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ اور اگر وہ ان شکرات میں پھنسا رہے تو اس کی طبیعت ترقی رک جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امام بدوہاؒ ص 50 میں فرماتے ہیں کہ :

”انسان شائستگی کے دوسرے درجے تک اسی صورت میں ترقی کر سکتا ہے جب وہ بھوک پیاس اور تسکین جذبہ جنسی، غیر طبعی حاجتوں سے قاصر البل ہو جائے۔“

اس حقیقت کو کہ انسان کی ابتدائی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو سوسائٹی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ایک تاریخی مثال کے ذریعے سے بھی واضح کرتے ہیں۔ جس میں ایرانی اور رومی سوسائٹی کی گروٹ دکھا کر قرآنی انقلاب کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔

معاشی مسئلے کے بعد : غرض بھوک کا مسئلہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) کا بہت ضروری مسئلہ ہے لیکن یہ مسئلہ فقط اسی پر ختم نہیں ہو جاتا کہ کسی انسان کا ایک وقت پیٹ بھر دیا جائے۔ اس کے بل بچوں کا کون ذمہ دار ہے؟ پس ضرورت ہے کہ اس مسئلے کو مستقل شکل میں حل کیا جائے اور بھوکوں کو اس قتل بنا دیا جائے کہ انہیں خیرات کی ضرورت ہی نہ رہے اس کے بعد ہی وہ ترقی کرنے کے خیالات سوچ سکتے ہیں۔

جب خداوند تعالیٰ ایک بھوکے کے پیٹ کی ضرورت پوری نہ کرنے پر ایک بڑے

آدمی کو جھوٹا قرار دے سکتا ہے تو کیا ایک انسان کی مافی ضرورت پورا نہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی حاسب نہ ہوگا؟ ایک انسان کا مدغم بھوکا ہے اسے علم چاہئے جس کے پاس علم ہے وہ اسے علم کیوں نہیں پہنچاتا؟ خدا اور بندے کے درمیان بھوکوں اور پیاسوں کے متعلق جواب طلبی کے سلسلے میں جو بات چیت ہوگی اس کے بعد یقیناً "ان لوگوں سے بھی جواب طلبی کی جائے گی جو مظلوم انسانیت کو علم سے محروم رکھتے ہیں جو شخص علم دینے کی اجرت طلب کرے گا وہ سارا بنا بنایا کلام بگاڑ دے گا۔

تجارتی انقلابیوں کی افضلیت : ہم نے اشتراکی کارکنوں (Workers Commonist) کو کام کرنے دیکھا۔ ہم عیش عیش کر کے رہ گئے لیکن جب ہم نے کیونسٹ حکمرانوں کو دیکھا تو ہمیں ان پر لعنت بھیجی پڑی۔ ہم نے دیکھا کہ زار کی قیصریت ان کے گھروں میں تلج رہی ہے۔ ان مشاہدوں اور تجزیوں کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ کی پہلی جماعت کی عزت سمجھ میں آئی ہے۔ ہم قرآن عظیم کے اس پروگرام کے سوا جسے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک کامیاب کر کے دکھایا گیا۔ اور جس کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی نے بیان کی ہے۔ اور کسی چیز کو قتل اطمینان نہیں پاتے۔ چنانچہ روس کی پنچائتی پر جارج (U.S.S.R.) کے آئین کی دفعہ 12 میں ہے کہ:

"The principle applied in the U.S.S.R. is that of Socialism:  
"From each according to his ability, to each according to his work."

"روس کے پنچائتی پر جارج میں اشتراکیت کا یہ اصول کارفرما ہے کہ ہر شخص پنچائت کا کام اپنی قابلیت کے مطابق کرے۔ اور اسے اس کے کام کے مطابق دیا جائے۔"

لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے پہلے جانشین (خلیفہ) حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں یہ اصول کارفرما تھا کہ:

"ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق خدمت کرے اور اس کی ضرورت کے مطابق



دیا جائے۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے بل غنیمت کی تقسیم کے وقت جب بعض لوگوں نے بعض لوگوں کو افضل قرار دینے کا مطالبہ کیا تو فرمایا کہ:

أَتَمَّا ذَكَرْتُمْ مِنَ السَّوَابِقِ وَالْقَدَمِ وَالْفَضْلِ فَمَا أَعْرَفْنِي  
بِذَلِكَ وَأَنَا قَالِكُ شَيْءٍ نَوَائِي عَلَى اللَّهِ جَلَّ ثَنَاءُهُ  
وَهَذَا مَعَالِي فَأَلَا سَوْءٌ فِيهِ خَيْرٌ مِنَ الْأَثَرِ

ابن یسف۔ ص ۴۷ مطبعہ بیروت

”یعنی تم نے سب سے پہلے ایمان لانے والے اور بہت لمبے زمانے سے اسلام کی خدمت کرنے والے لوگوں کا جو ذکر کیا ہے تو مجھ سے کون بہتر جانتا ہے۔ لیکن وہ تو ایسی چیز ہے جس کا ثواب انہیں ان کے پروردگار کے ہاں سے ملے گا اور ہم تو معاش تقسیم کر رہے ہیں اس میں تو فوقیت کی بہ نسبت مساوات بہتر ہے۔“

غرض ہم نے رسول کو شہد، مہر اور نذر بنا کر صرف اس لئے بھیجا ہے کہ یہ جماعت جو خدا سے محبت رکھتی ہے۔ اس سے محبت کا پروگرام سکھ لے۔ اور اسے کامیابی سے چلائے۔ خدا سے محبت کرنے کا مطلب ہے خدا کی مظلوم مخلوق کی خدمت کرنا اور اس خدمت کا اجر اللہ سے مانگنا اور یقین رکھنا کہ جو خدا ہمیں آسمان میں جنت دے سکتا ہے وہ ہمارے لئے زمین پر بھی راحت آرام اور عزت کی جنت پیدا کر سکتا ہے یہ درجے ملے کرانا رسول اللہ کا کام ہے۔ اللہ پر یہ پکا ایمان ہونا چاہئے کہ اس نے جو تعلیم دی ہے وہ ٹھیک ہے اور اس پروگرام پر عمل کرنے سے دنیا میں بھی ہمارے لئے جنت بن سکتی ہے ہم یہاں بھی حکومت اور عزت کے لحاظ سے کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

وَنُعَزِّزُوهٗ وَتُقَوِّرُوهٗ وَتَسْبِيحُوهٗ بِكُرَّةٍ وَأَصْبِلًا ۝ (اس آیت میں غائب کی جتنی ضمیریں ہیں وہ سب اللہ کی طرف پھرتی ہیں۔  
نُعَزِّزُوهٗ : اللہ کی مدد کرو۔

رسول اللہ کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اسے غائب کرنے میں جو مدد دی جائے گی وہ اللہ ہی کی مدد ہے۔

تَوَقَّرُوْهُ : اللہ کا وقار قائم رکھو۔

رسول اللہ ﷺ کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اس کا وقار دنیا میں قائم کرنا اللہ کا وقار قائم کرنا ہے۔

تَسْبِيْحُوْهُ : اسے پاک سمجھو۔

یہ خیال نہ کرو کہ مدد مانگنے سے اللہ محتاج ہو گیا یہ خیال غلط ہے اسے عیب سے بالکل پاک سمجھو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تعلیم کے غلبے کا مطلب ہے غریبوں اور مسکینوں کا غلبہ۔ پس اللہ کی مدد کرنے اور اس کا وقار قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسکینوں کی مدد کرو۔ اور وہ جس ظلم کے جوئے تلے آئے ہوئے ہیں۔ اس سے انہیں نکل کر ان کا وقار قائم کرو اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

(10) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَبْذُلُ اللّٰهُ فَوْقَ

اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا

عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَاَسْبَغَ لَّهٗ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے وہ اسے اپنی جان پر توڑتا ہے۔ اور جو شخص وہ عہد پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ سے کیا تو عظیم اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا)

بیعت رضوان کی حقیقت : یہ عہد اللہ سے براہ راست ہے۔ یہ گویا تَوَقَّرُوْهُ اور تَوَقَّرُوْهُ کی عملی تعبیر ہے۔

يَبْذُلُ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے)

یہ ہے رسول اور مسلمانوں کا باہمی تعلق۔ رسول مسلمانوں کے سامنے خدا بن کر نہیں آتا بلکہ وہ خدا کا نمائندہ ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ پر جو بیعت کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ جو عہد پایہ عہد جاتا ہے اس کے متعلق یہ یقین رکھنا چاہئے کہ وہ خدا کے ساتھ معاہدہ کیا جا رہا ہے اس کی پوری پوری اہمیت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنی چاہئے کسی

معاظے پر خدا کے ساتھ معاملہ کرنا بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔  
 فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ (جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے  
 وہ اسے اپنی جان پر توڑتا ہے)

عہد شکنی کی سزا : جو شخص خدا کے ساتھ عہد بندہ کر توڑتا ہے۔ وہ اپنی جان خطرے  
 میں ڈالتا ہے۔ جماعتی سیاست (Party Politics) میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص پارٹی  
 کے ڈسپلن کو قبول کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔  
 جب وہ اپنی جماعت کے فیصلے کے خلاف کوئی حرکت کرنے لگے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس  
 کے خلاف ضابطے کی انتہائی کارروائی کی جاسکتی ہے اور وہ غداری کر کے سزا سے نہیں بچ  
 سکتا۔ مرنے کے بعد تو وہ خدا کے عذاب میں پڑے گا ہی اس دنیا میں بھی وہ بڑی سے بڑی  
 سزا پانے کے لائق ہے جو جماعت خدا کے قانون کو چلانے کے لئے اٹھے اسے اس قسم کا  
 انتہائی ضبط قائم کرنا پڑے گا اور کسی رکن کے متعلق کسی قسم کی رد واری، جنبہ داری اور  
 رعایت نہیں کرنی ہوگی چونکہ اس کا فیصلہ قطعی ہوگا اس لئے معاظے کے تمام پہلوؤں پر  
 غور کر کے فیصلہ کرنا ہوگا اور پھر اسے انتہا تک پورا کرنا ہوگا۔ انقلابی جماعتوں میں ہمیشہ ایسا  
 ہی ہوتا ہے۔ قرآنی انقلابی جماعت اس قسم کے شدید ضبط (Iron Discipline) سے  
 مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یہ ہر ایک انقلابی جماعت کی طبعی ضرورت ہے۔

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (جو  
 شخص وہ عہد پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ سے کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا  
 اجر دے گا)

جو شخص اپنے عہد کو پارٹی ڈسپلن (جماعتی انضباط) کے مطابق پورا کرے گا وہ ہر  
 قسم کی عزت اور اختیارات کا مستحق سمجھا جائے گا اور وہ خدا تعالیٰ کے ہاں سے بہت بڑا اجر  
 پائے گا یہ اجر جلدی ہی ملے گا (اس میں ایک جگہ کی طرف اشارہ ہے جس پر  
 مسلمانوں کو جانا ہوگا۔ اس کا ذکر آیت نمبر 15 میں آئے گا۔  
 جو لوگ جہد اللہ (خدا کی لڑائی) کے مختلف ہیں وہ وہ قسم کے ہیں۔

(1) منافق اور (2) کافر

آیات 11 تا 21 میں منافقوں کا ذکر ہے اور 22 تا 26 میں کافروں کا۔

## ارتجائی ذہنیت

(11) ﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا﴾ (اور اب وہ لوگ جو گنواروں میں سے پیچھے رہ گئے تھے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور گھروالوں کے کاموں میں لگے رہ گئے)

منافقین : جو بدوی (اعراب) اس سفر میں آپ کے شریک نہ ہوئے اب انہوں نے یہ بلند پیش کیا کہ ہم اتفاقاً مل اور گھریار کے جھگڑوں میں پھنس کر پیچھے رہ گئے اور سفر میں آپ کے ساتھ نہ جاسکے نہیں تو مسلمانوں نے نمونے کی جو زندگی دکھائی ہم اپنے کو اس سے کم درجے کا نہیں مانتے۔

(ب) فَأَسْتَغْفِرْ لَنَا (ہمارا گناہ بخشو)

ہم اسے لٹلی مانتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ سفر میں نہ جاسکے اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔

قصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے قصور کو مان کر معافی مانگ لے۔ اس کا جرم اور قصور نہیں مٹا جاتا وہ گویا ایسا ہے جیسے اس نے جرم کیا ہی نہیں۔ تو گویا یہ لوگ اپنے آپ کو اس جماعت کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم انہیں اس غلط بیانی پر تنبیہ کرتا ہے۔

(ج) يَقُولُونَ بِالَّذِينَ نَزَّلُوا عَلَيْهِمْ مَا لَيْسَ بِهِمْ قُلُوبُهُمْ (وہ اپنی زبان سے

وہ بات کہتے ہیں جہاں کئے لوں ہیں نہیں ہے چونکہ وہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان

کے دلوں میں نہیں ہے اس سے وہ جھوٹ بولتے ہیں سفر میں ان کے نہ جانے

کی وجہ گھریار اور مل کے جھگڑوں میں پھنسا نہیں تھا بلکہ اصل میں ان کی

جانے کی نیت ہی نہ تھی کہیں اس پر سے اگلی آیت میں پردہ اٹھایا گیا ہے۔

(د) قُلْ فَصْنٌ يُمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

ا۔ (التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ) (الرحمۃ) (جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس سے گناہ ہو ہی نہ ہو) (مرتب)

## اَوْارَاٰبِكُمْ نَفْعًا

(تو کہہ، کس کا بس چلن ہے اللہ سے۔ اگر وہ چاہے ہمارا نقصان یا چاہے ہمارا فائدہ)

یعنی ہمارا تو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں۔ تم اگر شوق سے ہمارے ساتھ چلتے ہو تو ہم تمہیں پیچھے نہ رکھ سکتے تھے اور نہ تمہیں کسی نفع سے روک سکتے تھے۔ اب اگر تم نے ہمارے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ کیا تو ہم تمہیں اس نقصان سے نہیں بچا سکتے۔ جو اب تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ (اس نقصان کا ذکر آگے آیت نمبر 15 میں آتا ہے) نفع و نقصان تمہارے اپنے فیصلے کا نتیجہ ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے سامنے مذہد پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس پروگرام کو صحیح سمجھ کر خود آگے نہیں بڑھتا اسے آگے بڑھانے کی نیی یا اس کی جماعت میں کوئی طاقت نہیں۔ اس لئے کہ یہ کام صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

(۱) بَلْ كَانِ اللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا  
(بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے)

توفیق پاندا نہ ہمت : وہ تمہارے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے ان کے مطابق تمہیں کام کرنے کی توفیق دے گا۔ پس اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے گاتاریکی کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ درجہ اس قسم کا نہیں ہے کہ اتفاقاً ہاتھ آجائے۔

(12) بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيَّنَٰ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوِيًّا وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا

(کوئی نہیں، تم نے تو خیال کر لیا تھا کہ رسول اللہ اور مسلمان بھی اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے اور کب گیا تمہارے دلوں میں یہ خیال اور تم نے طرح طرح کی بری انتہا کئی شروع کیں اور تم لوگ جہاں ہونے والے تھے)

منافقین کی نفسی تحلیل : یہ لوگ جو اس سفر میں شریک نہ ہوئے تو اس لئے نہیں

کہ مل و لولہ کے جھگڑوں میں پھنسے رہے۔ بلکہ دراصل ان کی جانے کی نیت ہی نہ تھی۔ انہوں نے یہ خیال پکا رکھا تھا کہ قریش ان سے ضرور مقابلہ کریں گے۔ اس لئے جنگ ہوگی۔ یہ لوگ مارے جائیں گے ہم کیوں مفت کی مصیبت سہیلیں۔ یہ اب گھروں کو واپس نہیں آسکتے۔

وَزَيْنَ ذَلِكُمْ فِي قُلُوبِكُمْ (ہمارے دلوں میں بات کھب گئی تھی)  
ہمارے دلوں میں یہ چیز بچ گئی تھی۔ اور تم بن بیٹھے تھے کہ یہ لوگ شکست کھا جائیں گے اور زعمہ نہ لوٹیں گے۔

وَوَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ

تم نے یہ برا خیال پختہ بنا لیا تھا کہ بس اب اسلام ختم ہو گیا۔ جانے دو انہیں۔ ہم انہیں کے ساتھ موت کے منہ میں کیوں جائیں۔

یہ منافقت کی ایک کھلی نشانی ہے۔ کہ منافق نفع کا تصور کئے بغیر کسی دینی حرکت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ وہ سب سے پہلے روپے اور پیسے کا حساب کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس حرکت میں شامل ہونے سے مجھے کتنا نفع حاصل ہوگا۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ ملی نفع حاصل نہ ہو گا تو وہ بھولائیں کر کسی نہ کسی طرح اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ج ہے

ع یہ شہوت کہ الفت میں قدم رکھتا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا (اقبل)

ایک منافق سے پوچھ کر اس حقیقت کو اور کون سمجھ سکتا ہے؟

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (تم تہہ ہونے والے لوگ تھے)

یہ بات نہیں کہ تم سے اتفاق غلطی ہو گئی اور تم پیچھے رہ گئے بلکہ تم جان بوجھ کر فیصلہ کر کے پیچھے رہے۔ تم نے ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا لیکن ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے میں طاقت صرف کرنا اپنی محنت کو برہلو کرنا ہے اور تمہاری حرکت ایسی ہی ہے۔

(13) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

سَعِيرًا ○ (اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ تو ہم نے

تیار کر رکھی ہے مگھروں کے لئے دہکتی آگ)

حجاز کو پاک کیا جائے : جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر اس طرح ایمان نہیں لائے جس طرح خالص مومنین ایمان لائے (جن کا ذکر آیت نمبر 4 میں آچکا ہے ان کے لئے کلمہ پائی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تکلیفیں اٹھانا اور تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے آخر میں جلتا یہ ان کے لئے طے شدہ ہے۔

یہ حجاز میں رہنے والے مخالفین کے لئے ہے ان کے لئے اس سرزمین میں رہنے کے لئے زندگی کی کوئی صورت نہیں چھوڑی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ اس طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح خالص مومنین ایمان لائے ہیں۔ چونکہ حجاز کو اس قرآنی انقلاب کا مرکز بنایا جائے والا ہے۔ اس لئے وہاں کی ارحمائی طاقت کو زندہ رہنے کا موقعہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اب تک مسلمانوں میں یہ تخیل باقی ہے کہ حجاز میں خلاف اسلام کام کرنے کو بہت بڑا جرم مانتے ہیں۔ اس لئے کہ (ع) چون کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی؟

(14) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُعْزِزُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعْزِزُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(آسمانوں اور زمین کا راز اللہ ہی کے لئے ہے بخشنے جسے چاہے اور عذاب میں ڈالنے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

زمین پر اللہ کی پادشاهی : آسمان کی پادشاهی تو فرشتوں کے ذریعے سے ہے زمین کی پادشاهی اس جماعت کے ذریعے سے قائم ہوگی۔ وہ اللہ کے قانون کو زمین میں چلائیں گے۔

یہ انقلاب حضرت عیسیٰ کی شہادت تک رہا اس وقت تک حجاز میں خدا کی پادشاهی قائم تھی۔ قرآن کا قانون تھا اور اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت تھی۔ وہ اپنے آپ کو قانون کا مالک نہیں سمجھتی تھی۔ بلکہ اپنے آپ کو خدا کا نائب سمجھ کر اس کے حکموں کو بجالاتی تھی۔ اور ان پر عمل کرتی کراتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خود خدا کا نائب (خلیفہ اللہ) بن کر اپنے ساتھیوں کو جو خدا کے قانون کی عزت اور وقار قائم کرنے میں آپ کے شریک تھے اپنے ذریعے سے خدا کا نائب (خلیفہ اللہ) بنا دیا۔

يُعْزِزُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعْزِزُ لِمَنْ يَّشَاءُ (ناکہ جسے چاہے بخشنے اور جسے

چاہے عذاب میں ڈالے)

جو شخص اس قانون کو جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور درجہ بدرجہ ترقی کر کے قانون کی تعمیل کے قریب ہوتا جاتا ہے اس کے گنہ معاف کر دئے جائیں گے جو آدمی اس قانون سے ہٹا اور درجہ بدرجہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا۔  
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کے ذریعے سے جو نظام قائم کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک صحیح کام کرنے والے آدمی کے گنہ بخشے جائیں اور اللہ کی رحمت سے وہ پروگرام سامنے لایا جائے جس میں انسانیت کی ترقی ہے۔

(15) سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِرِنَا لَنَنَاجُنُّهَا فِرْوَانًا نَّتَّبِعُكُمْ يَرْثُونَ أَنْ يُبَيِّتُوا كَلِمَ اللّٰهُ قُلْ لَنْ نَتَّبِعُونَ كَذِبَكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ نَحْسُدُونَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

(اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے۔ جب تم چلو گے غنیمتیں لینے کو آؤ ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ۔ چاہے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا کلمہ تو کہہ دے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے۔ یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے۔ پھر اب کہیں گے میں تم تو جلتے ہو ہمارے فائدے سے۔ کوئی نہیں لیکن وہ تھوڑی بات سمجھتے ہیں)

اخلاقی فتح کے نتیجے : جب مسلمان حدیبیہ سے واپس آئے تو غلی ہاتھ گھر آئے۔ یہ ظہر نہ تھا کہ کوئی فتح کر کے آئے یا کوئی معرکہ مار کر آئے تھے اور وہی آکر لوگوں کو بتاتے کہ ہم نے یہ فتح حاصل کی۔ وہ معرکہ مارا۔ بلکہ یہ صرف اخلاقی فتح (Moral Victory) ہے۔ وہ لمبی مدت کے لئے نتیجہ خیز ہے۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ثمرات دیتی رہے گی مگر وہ اس وقت تو کوئی چیز ہاتھ میں لے کر نہیں آرہے۔ ان لوگوں کو وعدہ دیا گیا کہ چند روز گھر میں رہ کر تیاری کر لو۔ اس کے بعد تمہیں خیبر جانا ہو گا۔ اور وہ سارا ملک تمہیں مل جائے گا جو قیمت یہاں (اس سفر میں) چاہئے تھی اور میں ملی، اس کی جگہ خیبر کا وعدہ انہیں دے نہ



بچنے سے پہلے دے دیا گیا۔ گویا ان کے پاس آج قیمتی مل نہیں ہے۔ لیکن کل کو مل رہے تھے۔ ورنہ گھر جا کر ہل بچوں کو سمجھانا کہ ہم نفع پا کر آئے ہیں سخت مشکل ہے چنانچہ چند روز کے بعد انہیں خیبر جانے کا حکم دیا گیا۔ اب جو لوگ حدیبیہ جانے سے رو گئے تھے ان کی رال پکڑنے لگی۔ کہ ہم بھی ساتھ جاتیں گے انہیں جواب دیا گیا کہ تم نہیں جاسکتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں صاحب! ہم سے تو حسد کیا جاتا ہے اور ہمیں قادمہ حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے تم خدا کی بات جھٹلاتا چاہتے ہو۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ ہم حدیبیہ والوں کو خیبر بطور انعام دیتے ہیں۔ تم لوگ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے خیبر میں شریک ہو کر خدا کی بات کیسے جھٹلا سکتے ہو؟ یہ تمہاری شرارت ہے تم اپ نہیں جاسکتے۔

إِلَىٰ مَغَارِئِمَ لِنَا خُنُوهَا (خیمتوں کی طرف کہ تم انہیں حاصل کرو)  
یعنی خیبر کا مل غنیمت۔

كَذَٰلِكَ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ (اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے)  
خدا نے یہ حکم پہلے سے دے رکھا ہے۔ کہ حدیبیہ والوں کے سوا کوئی دوسرا اس معرکے میں شریک نہ ہوگا۔ اس کا اشارہ آیت نمبر 10 کے آخری حصے میں آچکا ہے جہاں ان مسلمانوں سے جنہوں نے بیعت کی تھی اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔  
بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا (یہ لوگ بات پوری طرح سمجھتے ہی نہیں)

خیبر کی فتح کا بھید : وہ بات کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ وہ دنیاوی نفع کی باتوں کو تو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر نفع کے ملنے یا نہ ملنے کا حقیقی راز نہیں سمجھتے۔ خیبر یہودیوں سے جہین کر مسلمانوں کو مفت دینا تو مقصود نہیں۔ یہ دنیا کا ایک ہلغ ہے۔ جو یہودیوں کو ایک خاص خدمت پر مقرر ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا اور وہ خدمت یہ تھی کہ وہ حقیقی دین کو قائم کریں۔ بعد میں انہوں نے نافرمانی کی۔ اب انہیں سزا دینا ہے۔ ایک دوسری قوم کو جو خدا کے حکموں کو فرشتوں کی طرح بجالاتی ہے۔ یہ جنت ارضیٰ ہے۔ دی جائے گی۔ جو شخص فرشتوں کی طرح کام نہ کریں اور وہ جنت چاہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ اسحق ہے وہ بات ٹھیک طرح سے نہیں سمجھتا۔

## کل قومی انقلاب کی تیاری

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُنْدُوعُونَ إِلَىٰ قَوْمِ أُولَٰئِكَ بِأَنفُسِهِمْ شَدِيدٌ تَقَاتُلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَنَازَعْتُمْ أَكْثَرُ تَوَلَّيْتُكُمْ مِنْ قَبْلِ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

(پچھ رہے جانے والے گنواروں سے کہہ دو کہ آئندہ ہمیں ایک قوم کے مقابلے میں بلائیں گے جو بڑے سخت لڑاکو ہیں۔ یا تو تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم حکم پاؤ گے تو اللہ ہمیں اچھا بدلہ دے گا) اگر تم پلٹ جاتے ہو تو تم کو درودناک عذاب دے گا۔

آنے والا امتحان : جب آپ عمرے کے ارلوے سے مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے لگے تو آپ نے سب مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی۔ مگر بدوؤں نے سمجھا کہ یہ جو عمرے کو جا رہے ہیں تو یہ چال ہے حقیقت میں لڑائی ہوگی اور یہ لوگ مارے جائیں گے۔ اس لئے بدو اس سفر میں ساتھ نہ ہوئے پھر جب مسلمان صلح کر کے واپس آگئے تو یہ بدو لوگ بہت پریشان ہوئے کہ ہم نے ساتھ نہ جانے میں غلطی کی اور گئے طرح طرح کے بہانے اور طرہ پیش کرنے (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) اب ان سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو کہ تم ہمارے ساتھ جانے اور اس وقت آنے والے خطرات میں پڑنے کے لئے تیار تھے لیکن کسی غلطی سے پچھ رہے ہو تو ایک دفعہ بات گزر گئی ہمیں دوسرا موقعہ دیا جائے گا۔ اگر تم نے اس وقت کام پورا کیا تو جو قیمت خیبر کے معرکے سے نہیں ملنے والی تھی وہ بھی دلا دی جائے گی۔

أُولَٰئِكَ بِأَنفُسِهِمْ شَدِيدٌ (ایک جگہ قوم)

قیصر و کسرٹی سے مقابلہ ہوگا : ”ایک جگہ قوم“ سے قیصر و کسرٹی کی بدشاہتیں مراہ ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے اعراب کو دعوت دی جائے گی۔

تَقَارَنُوا نَفْسَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ (یا تو وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے یا وہ  
اطاعت اختیار کر لیں گے)

یا تو تم انہیں قتل کرو گے یا وہ اطاعت اختیار کر لیں گے یعنی بعض لوگ مارے جائیں  
گے اور باقی اطاعت قبول کر لیں گے۔ ان دو باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گی۔  
فَأَن تَطِيعُوا (اگر تم نے اطاعت کی)

اگر تم نے اس وقت اعلان جہاد کی اطاعت کی اور لڑائی میں شریک ہوئے۔  
يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا (تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا)

تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی مزدوری دے گا یعنی بے اندازہ نعمت ہاتھ آئے گی  
جس سے اب کی کسر بھی نکل جائے گی۔

وَإِنْ نَّمَوْلُوا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا  
(اگر تم پلٹ گئے جیسے پہلے پلٹ گئے تھے تو دردناک عذاب دے گا)

اگر تم پیچھے ہٹ گئے اور بے تیاری کے بیٹھے رہے جیسے اب حدیبیہ کے سفر سے ہٹ  
گئے تھے اور بے تیاری کے بیٹھے رہے تھے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی اور دردناک  
عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام ولی اللہ کے خیالات : امام ولی اللہ دہلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:  
۱۳۱ مجمع مفسرین کے مطابق اس آیت کے نزول کا موقع اور صحیح حدیثوں کے  
مضمون کے مطابق اس آیت کے آگے پیچھے کی آیات کا یہ ہے کہ آنحضرت  
ﷺ نے کھ میں ارادہ فرمایا کہ عمرو ادا کریں۔ چنانچہ آپ نے بدوؤں کو اور  
دہلیوں میں بسنے والوں کو دعوت دی کہ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ چلیں۔  
کیونکہ پختہ مکن تھا کہ قریش مکہ میں داخل ہونے سے روکیں گے اور بدر احد  
اور خندق کی جنگوں میں قریش کے جو آدمی مارے گئے تھے ان کے سبب سے  
ان کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ بھرا ہوا تھا۔ اس لئے خیال تھا کہ  
وہ کہیں جنگ کرنے کو آمادہ نہ ہو جائیں۔ ایسے حالات میں محفل کا تقاضا ہے کہ  
بہت سے آدمی مل کر جائیں تاکہ قریش کے شر سے بچے رہیں۔ بہت سے  
بدوؤں نے آنحضرت ﷺ کی اس دعوت پر کھن نہ دھرا اور سفر میں ساتھ نہ

مگھے بعض گھربار اور کاروبار کے جھگڑوں میں پھنسے رہے اور نہ جانے مگر  
 غصے مسلمان جو ایمان کی بنیاد میں سُر تپا فرق تھے۔ آپ کے ساتھ جانے کو  
 سب سے بڑی نیکی سمجھ کر آپ کے ساتھ ہو گئے۔

جب یہ قافلہ حدیبیہ کے مقام کے قریب پہنچا تو قریش جاہلیت کی حمایت  
 میں جلا ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ قصہ مختصر وہیں مسلمانوں کو مظلومانہ صلح کرنی  
 پڑی۔ مکہ مکرمہ کے باہری قریبائیں کیں اور واپس آ گئے۔ چونکہ عمرو اودانہ کر  
 سکتے اور مظلومانہ صلح کرنے کی وجہ سے یہ غصے مسلمان بہت ہی غمزدہ تھے۔  
 حکمت الہی نے چاہا کہ ان دلوں کے زخموں کو بھر دے۔ چنانچہ انہیں خوشخبری  
 دی گئی کہ ہمیں خیر کا بہت سائل غنیمت ملے گا اور اسے ان لوگوں کے لئے  
 مخصوص کر دیا جو حدیبیہ میں موجود تھے اور کسی کو ان کے ساتھ جانے کی  
 اجازت نہ دی گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَارِمٍ لِتَأْخُذُوا  
 ذُرُوعًا نَتَّبِعْكُمْ يَرْثُكُمْ أَنْ يُبَيِّنُوا كَلِمَةَ اللَّهِ قُلْ لَنْ نَتَّبِعُوْنَ  
 كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ لَأُورِجَ جَمَاعَتٍ لِيُخْرِجَ مِنْ هَذِهِ  
 اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہوا فرماتا ہے کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ  
 (الاحزاب) ۴

اور اس بیعت سے ایک شخص حد بن قیس کے سوا جو منافق تھا اور کوئی نہ پھرا  
 بغوی و فیر نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے  
 فرمایا کہ جس شخص نے درخت کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ دونوں  
 میں نہ جانے گا یہ مقام ان بہترین مقاموں میں سے ہے جہاں صحابہ کرام نے

اب تم غنیمتوں کی طرف جڑو گے تاکہ انہیں لو تو یہ پیچھے رہنے والے کس کے ہمیں اپنے ساتھ جانے دو۔  
 وہ اللہ کا فیصلہ لانا چاہتے ہیں تو کہہ دے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاتو گے۔ اللہ نے پہلے ہی سے یہ فرمایا

تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ ہوا مومنوں سے جب وہ بیعت کرتے تھے تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے لڑی۔

بلند مرتبے حاصل کئے اور وہ خیمتیں حاصل کیں جو کچھ عرصے کے بعد ان کے ہاتھ لگیں۔ ۱۷۴۰ء حین کی خیمتیں اور دوسری خیمتیں جن پر عرب کبھی قادر نہ ہوئے۔ ان غلہمندیوں سے فارس اور روم کی خیمتیں مراد ہیں۔ اس زمانے میں فارس اور روم کی وہ شوکت اور دیدہ تھا اور لشکروں کی وہ کثرت تھی اور سلطنت جنگ کی وہ فراوانی تھی کہ عرب ان پر غلبہ پانے یا ان سے مل قیمت حاصل کرنے کا خیال تک دل میں نہ لاسکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ  
 وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً (اللہ تم سے بہت سی خیمتوں کا وعدہ کرتا ہے) یہ عرب کی خیمتیں ہیں ۱۷۴۰ء حین کے اموال قیمت فصَحَّلَ لَكُمْ هٰذِهِم بِسَ جلدی کردی تمہارے لئے یہ) یہ خیر کی خیمتیں ہیں جو حدیبیہ کے بعد ہی انہیں حاصل ہوئیں۔ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا (اور دوسری وہ جن پر تم نے قدرت نہ پائی) یہ فارس اور روم کی خیمتیں ہیں۔

اس کے علاوہ حکمت الہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہیں دھمکائے اور ان کی نصیحت کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ (اے) اور جنگجو قوموں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت پہلے ہی سے دے دے۔ تاکہ وہ دعوت قبول کرنے نہ کہنے پر خوب غور کر لیں اور پہلے ہی بصیرت حاصل کر لیں اور طرح طرح کے عقلی قیاسات ان کے حل کو پریشان نہ کر دیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَتُدْعَوْنَ (تم کو عنقریب بلایا جائے گا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوؤں کو کفار کے ساتھ جملہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا یہ دعوت ان پر شرمی ذمہ داری ڈال دے گی۔ اگر وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے تو ثواب پائیں گے اور اگر اسے قبول نہ کریں گے تو عذاب پائیں گے۔

(ازالہ الغلط فہم اول ص 38)

(17) لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَعْذِبْهُ عَذَابٌ

## اَلِيْمًا

(اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف ہے اور نہ بیمار پر تکلیف ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اسے ہاتھوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہیں۔ اور جو کوئی پلٹ جائے اسے دردناک عذاب دے گا)

اجتماعی جنگ : یہ جو دعوت دی جا رہی ہے کہ آئندہ جنگوں میں شریک ہو، یہ صرف اعراب (بدوں) کو دعوت نہیں دی جا رہی بلکہ قرآن کے ہر ایک ماننے والے کا فرض ہے کہ جنگوں میں شریک ہو۔ بیماری کے اس حکم سے کوئی شخص بھی باہر نہیں ہے البتہ اندھے، لنگڑے اور مریض کو تکلیف نہیں دی جاتی کہ وہ میدان جنگ میں جا کر ہی جنگ میں شامل ہو۔

اعنیٰ (اندھے) ارج (لنگڑے) اور مریض (بیمار) کے متعلق سورہ توبہ کی آیت نمبر 91 سامنے رکھی جا رہی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَيْسَ عَلَى الضَّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَحِلُّونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

(یعنی ضعیفوں اور بیماروں پر اور عیادوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے کوئی خرچ نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں)

ابوبکر جصاصؓ کا قول : سورہ توبہ کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوبکر

جصاص الرازی الحنفی جو چوتھی صدی ہجری کے نامور فاضل ہیں لکھتے ہیں کہ:

وَقَوْلُهُ وَجَاهِلُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِذَا وَجِبَ فَرَضُ الْجِهَادِ بِالْمَالِ وَالنَّفْسِ جَمِيعًا : فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ

اب وہ آیت یہ ہے: اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِلُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ 9: 41) (کھو جائے اور بوجھل اور بوجھل اور اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں)

(مترجم)

وَهُوَ مَرِيضٌ أَوْ مَقْعَدٌ أَوْ ضَعِيفٌ لَا يَصْلَحُ لِلْقِتَالِ فَعَلَيْهِ  
 الْجِهَادُ بِمَا لَهُ بِأَنْ يَعْطِيَهُ غَيْرَ فَيْفُزُوبِهِ  
 كَمَا أَنَّ مَنْ لَهُ قُوَّةٌ وَجَلْدٌ وَأَمْكَنَةُ الْجِهَادُ بِنَفْسِهِ كَانَ عَلَيْهِ  
 الْجِهَادُ بِنَفْسِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذَا مَالٍ وَسَارَ نَعْدًا أَنْ يَجِدَ مَا يَبْلُغُهُ  
 وَمَنْ قَوِيَ عَلَى الْقِتَالِ وَلَهُ مَالٌ فَعَلَيْهِ الْجِهَادُ بِالنَّفْسِ  
 وَالْمَالِ

وَمَنْ كَانَ عَاجِزًا بِنَفْسِهِ مُعْدِمًا فَعَلَيْهِ الْجِهَادُ بِالنَّصْحِ لِلَّهِ  
 وَلِرَسُولِهِ بِقَوْلِهِ (لَيْسَ عَلَى الضَّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا  
 عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ)  
 " (احکام القرآن، المجلد الثالث ص 117)

یعنی خدا تعالیٰ کے اس حکم و جاہلوں با موالکم و انفسکم فی  
 سبیل اللہ نے جلو کا فرض مل اور جان و دلوں سے ادا کرنا واجب کر دیا  
 ہے۔

(1) جو شخص ملدار ہو اور بیمار یا بیٹھے ہی کے قتل ہو یا کمزور ہونے کی وجہ سے  
 جنگ کے قاتل اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مل سے جلو کرے یعنی کسی شخص  
 کو جس کے پاس مل نہ ہو (مل دے دے۔ کہ وہ اس کے ذریعے سے جلو  
 کرے۔

(2) جو شخص ملدار نہ ہو لیکن وہ خود جلو کر سکتا ہو اور مقام جنگ پر پہنچنے کی  
 طاقت رکھتا ہو تو وہ خود جلو کرے یہ اس کا فرض ہے۔

(3) جو شخص سحرست بھی ہو اور ملدار بھی ہو وہ مل اور جان و دلوں سے جلو  
 کرے اس کا بھی فرض ہے۔

(4) جو شخص جسملی لحاظ سے عاجز ہو اور مفلس بھی ہو تو اس آیت لَيْسَ  
 عَلَى الضَّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا  
 يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ کے مطابق

اس پر کم سے کم یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حق میں خیر خواہی کرتے رہیں۔ (یعنی بری خبریں نہ خود پھیلائیں نہ حتی الامکان ایسی خبروں کو پھیلنے دیں بلکہ ان کی تردید کرتے رہیں۔ فرض ان سے جو بن پڑے اس میں کوتاہی کریں)

امام اہل بیت علیہم السلام نے "حجۃ البیضاء جلد دوم ص 174 میں فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ لِلْغَزْوِ عَرَضَ جَيْشُهُ يَتَعَاهَدُ الْخَبِيلَ  
وَالرِّجَالُ فَلَا يَقْبَلُ مِنْ دُونِ خَمْسِ عَشْرَةَ سَنَةً كَمَا كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذَلِكَ لَا مُخَذَّلًا وَهُوَ الَّذِي يَقْعِدُ  
النَّاسَ عَنِ الْغَزْوِ لَا مُرْجِفًا وَهُوَ الَّذِي يُحَدِّثُ بِقُوَّةِ  
الْكُفَّارِ"

(یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی جنگ پر تشریف لے جانے کے لئے نکلے تو سارے لشکر کا جائزہ لیتے چنانچہ آپ پندرہ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو لشکر میں شامل نہ فرماتے اور نہ مخذل اور مرجع کو ساتھ لیتے۔ مخذل وہ ہے جو لوگوں کو جنگ سے باز رکھے اور مرجع وہ ہے جو دشمن کے لشکر کی قوت اور طاقت بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرے)

اب اگر یہ اندھے اور لنگڑے وغیرہ مخذل اور مرجع ہیں تو کیا وہ خدا اور رسول کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ ان کے خیر خواہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم اتنا کام ضرور کریں کہ لوگوں کو لڑنے کی ترغیب دیتے رہیں۔ اور کفار کے زور کی جو باتیں ہوں ان کی تردید کرتے رہیں۔ اور مسلمان کی کمزوریوں کو چھپائیں۔ گویا اس چوتھی جماعت (Category) کے لئے بھی جو نہ صحت سے ملا مل ہیں۔ نہ مالدار ہیں۔ پراپیگنڈہ کرنے میں حصہ لینا فرض قرار دیا گیا ہے آج کی دنیا جانتی ہے کہ جنگ میں پراپیگنڈہ نصف سے زیادہ طاقت کا مالک ہے۔ اس اصول پر کوئی شخص بھی جملہ سے قاصر نہیں ہو سکتا

اب گویا حضرت امام کے نزدیک ہم نوا امن پسندوں (Pacifists) کی تحریک کا سامنا انسانی میں کوئی مقام نہیں۔ اگر اس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ لوگ حق کی حمایت میں لڑنے سے باز رہیں۔ (مرتب)



گویا قرآن کے نزدیک جنگ اجماعی چیز (Total War) ہے جس میں جہاں تک طاقت ہو اس میں حصہ لے۔ کوئی مرد اور عورت سبکدوش اور بیمار اس سے الگ نہیں رہ سکتا۔ لڑنے والی طاقت (Battle Force) کو سب سے پہلے جنگ اور روٹی کپڑا وغیرہ بھجوانا اور ملک کے انتظام کے لئے پیچھے سے نظام خانگی (Home Front) کو قائم رکھنا جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے۔ ہماری عورتیں اور بچے مریض اندھے اور بولے لنگڑے ہوم فرنٹ (Home Front) کے کام میں مصروف رہیں گے۔

وہ کیسے مسلح ہیں جو عذروں کی بناء پر جملہ سے الگ رہنا چاہتے ہیں؟ میرے استلوا فرما چکے ہیں کہ تم اکیلے جملہ کر سکتے ہو۔ اور دنیا پر فتح پا سکتے ہو۔ اسوس ہے کہ ہمارے استلوا کے ارشاد کے لئے جس سند کی ضرورت تھی وہ وقت پر ہاتھ نہ آ سکتی تھی۔ ورنہ ہماری دیوبندی جماعت میں سے سوائے اس شخص کے جو صحیح معانی میں ہو تا کوئی پیچھے نہ رہتا۔ اب ضرورت ہے کہ اس جماعت میں سے نفاق کو دور کیا جائے جو جملہ کے لئے تیار نہیں ہے وہ کیوں میرے استلوا کی جگہ پر بیٹھا ہے؟ اسے اس جگہ سے ہٹا دیا جائے۔

فرض اولیٰ بآپس شدید (خفت جنگجو لوگوں) سے لڑنا پڑے گا۔ ان سے یہ لڑائی قیامت تک جاری رہے گی۔ اس مقابلے کے متعلق قرآن حکیم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اور بھرتی کے متعلق مذکورہ بالا حکم پر عمومی اور دائمی حیثیت رکھتا ہے۔  
 وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اسے اللہ ہانوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں)

دنیا اور آخرت کی زندگی کا تسلسل : اس حصہ آیت میں خَالِدِينَ (بیشد) کا لفظ نہیں ہے۔ اس لئے اس سے مراد دنیا کی جنت ہیں۔ جہاں خالدین کا لفظ آئے گا وہاں مراد یہ ہوگی کہ مومن اس دنیا کے ہانوں سے نکل کر سیدھے ان جنت میں پہنچ جائیں گے جو دائمی (خالدین) ہیں۔

ایک شخص (مثلاً فرعون) دنیا میں غرق کر دیا گیا اور وہ اس کے بعد ہی مذاپ میں

1۔ شیخ الحد مولانا محمود حسن دیوبندی (مرتب)  
 2۔ یعنی جہاں ایرانی کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر (مرتب)

ڈال دیا گیا گویا اس کا عذاب لگا تار رہا اور اس عذاب کو خلود (بیچلی) حاصل ہو گیا۔ بیچلی کے  
 پلٹت میں داخلہ بھی اسی طرح ہو گا کہ یہاں دنیا میں حکومت امن الطمینن و راحت کی زندگی  
 بسر کرتے ہوئے خدا کی راہ میں شہید ہوئے تو سیدھے جنت عدن (بیچلی کے پلٹت) میں  
 پہنچ گئے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذَّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (جو شخص پیٹھ پھیرے گا اسے  
 دردناک عذاب دیا جائے)

فلانی کا عذاب : جو لوگ ہمت اور طاقت کے باوجود جہلوں میں حصہ نہیں لیں گے  
 انہیں دوسری قوم کی فلانی کے عذاب میں جلا کر دیا جائے گا اور جو لوگ اس عذاب فلانی  
 میں جلا ہونے کے باوجود اس سے بچنے کی پوری کوشش نہ کریں گے انہیں اس میں جلا  
 رکھا جائے گا۔

افسوس ہے اس قوم کے حل پر جو فلانی کا احساس بھی کو بیٹھے اور بڑے الطمینن سے  
 غیر فکر کی حکومت کا چڑا برداشت کرتی رہے! اس کے عوام انقلاب یا جہلوں میں کیا حصہ لے  
 سکتے ہیں؟



## صلح حدیبیہ میں ایک بھید

(18) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ وَأَنَا بِهِمْ فَتَحًا  
قَرِيبًا ۝

(یعنی) اللہ خوش ہوا مومنوں سے جب وہ بیعت کرنے لگے اس درخت کے نیچے  
پھر ان کے دلوں میں جو فساد اللہ نے معلوم کیا پھر اُنہیں ان پر اطمینان اور  
العام دیا (قریبی فتح کا)

موت سے مصافحہ : جب حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے سفیر حضرت علیؓ غنیؓ کی  
شہادت کی انوار پہنچی۔ رسول اکرم ﷺ نے سب صحابہ کو بلا کر موت پر بیعت طلب کی۔  
سب نے بن پوجھے بیعت کر لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا  
تھا کہ خداوند تعالیٰ نے آنے والی فوزیز جنگوں کے پیش نظر مسلمانوں کو موت کے لئے تیار  
کرانی شروع کر دی تھی۔ جو جماعت اہل مکہ کے مقابلے میں موت قبول کر لیتی ہے کیا وہ  
قیصر و کسریٰ سے مذاق کرنے جاتے گی؟ سلطان محمدؒ کی فوج تھلنے کے ہوشیہ کے مقابلے میں  
کھینے کے لئے گئی تھی یا موت سے ہاتھ ملانے؟ واقعہ یہ ہے کہ جس دن سے مسلمانوں نے  
موت قبول کرنے کا یہ فکر چھوڑا ہے اسی دن سے ان کی حکومتیں برباد ہونے لگی ہیں۔ اب  
ہم اس حالت کو دیر تک برداشت نہیں کر سکتے۔ ہماری زندگی ایک دردناک طراپ میں  
جٹا ہے اب ہم اپنے ملک میں اپنی مضبوط حکومت بنائے بغیر دم نہیں لے سکتے اب ہمیں  
بین الاقوامی جھگڑوں میں زیادہ دیر تک پھنسا کر پھنسا کر نہیں رکھا جاسکتا۔ اور نہ ہم محذلوں کی  
اطاعت کر سکتے ہیں کوئی پیر ہو، کوئی لیڈر ہو، کوئی حاکم ہو، وہ اپنے اپنے گھر جا کر مریں۔ اب  
ہمارے سر پر حکومت چلانا چھوڑ دیں۔ اب ہم ان کی نہیں من سکتے اب ہمیں اپنے ملک  
میں اپنی طاقت سے اپنی حکومت چلانی ہوگی۔ اس کے پروگرام پر غور کر کے اس کی مدد  
کو آگے پیچھے کرنا ہمارا کام ہو گا۔ اب ہم کسی ایسے آدمی کی جو ہماری مصیبت میں شریک نہ  
ہو کوئی تجویز یا مشورہ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ ہم

خلافت باطنہ کی مدد سے خلافت ظاہرہ کے قیام کے ساتھ اپنا قدم آگے بڑھا سکتے ہیں ہم اس اصول کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے اس طریق عظیم کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی کی کتابوں میں مل گئی۔ یہ ہماری ضرورت تھی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری رہنمائی فرمائی جو شخص ہماری معیبت میں ہمارا شریک نہیں ہے وہ ہملا ہماری ضرورت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟ ہماری سکیم میں ایک زبان بولنے والا گروہ جو کلمہ میں ایک قسم کی یک رنگی رکھتا ہے ایک اکائی ہے جو شخص ان کی زبان نہیں بولتا وہ ان کی معیبت میں شریک بھی نہیں ہو سکتا۔

قومی حکومت : ملک کے ایک مستقل ٹکڑے میں جس میں ایک زبان بولنے والا گروہ رہتا ہے۔ اور جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے ہماری فطرت یہ کوشش ہے کہ یہ اکثریت قانون سازی کی طاقت کی مالک بن جائے اور اس کے ووٹ کے بغیر وہاں کوئی حکومت نہ چل سکے۔ اس کے لئے ہمیں اس اکثریت کو تعلیم دینی ہوگی۔ اسے مختلف سیاسی مسائل (Schools of Politics) سمجھا کر اپنا مسلک معین کرنا ہوگا۔ جب ہم اس پروگرام سے فارغ ہو جائیں گے تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اس درخت کے نیچے)

اللہ کا اظہار خوشنودی : اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اظہار خوشنودی ان کے موت قبول کرنے پر ہوا ہے۔ ان لوگوں نے جس ضبط اور قربانی کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً "قتل فخر" ہے کوئی جماعت اس اعلیٰ درجے کے ضبط اور قربانی کے بغیر کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتی یہ وہ جماعت ہے جس کے نمونے کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور یہ ہر اس جماعت کے لئے جو کامیابی کی خواہش کرے قیامت تک نمونے کی جماعت رہے گی۔

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ (جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اللہ اسے جانتا تھا)

یعنی وہ گمنا ہوا جوش اور طاقتور ہونے کے بلوچہ منطوبہ صلح کے ماننے پر مجبور ہونے سے پیدا ہونے والے جذبات جو ڈیڑھ ہزار کی عظیم الشان منظم جماعت کے دلوں میں اندر

ہی اندر لہریں مار رہے تھے۔

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (ان پر اطمینان اتارا)

محض جوش کلفتی نہیں : محض جوش کامیابی کا کھیل نہیں ہو سکتا محض جذبہ قربانی منزل مقصود تک پہنچانے کی عیش کی گارنٹی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ٹھٹھے دل سے سوچنے اور غور کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ و صلح کی مصلحتوں پر غور کرنے میں مدد دینے والی نصیحتیں کر کے ان کے دلوں کو سکون بخشا انہیں موت قبول کرنے میں کوئی تشویش پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے ان کا موت قبول کرنے کا جذبہ عارضی پھلنی حالت کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سوچا سمجھا ہوا فیصلہ ہے جس پر انہیں پورا پورا اطمینان ہے۔ اس قسم کے فیصلے سے ایک مستقل مزاج جماعت کبھی نہیں ہٹا کرتی۔

وَ اَنَّا بِهِمْ مُّقْرِضًا (اور انہیں قرضی فتح کا بدلہ دے گا)

خیبر کی فتح کا وعدہ : انہیں یہاں لوٹ سے روک کر خیبر کی جنگ میں کامیابی کا یقین دلایا۔

(9) (1) وَمَغَارِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا (اور بے شمار غنیمتیں جو وہ لیں گے)

اور ان سے یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ انہیں خیبر میں بہت ساری ہاتھ آئے گا۔ چنانچہ حدیبیہ سے واپس ہونے پر آپؐ نے اور آپؐ کی اس جماعت نے جو حدیبیہ میں آپؐ کے ساتھ تھی۔ تین ہفتے کے قریب مدینہ میں قیام کیا اور پھر خیبر پر دھوا بول دیا۔ وہاں سے بہت مال ہاتھ آیا۔

(ب) وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (اور اللہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

”عزت دینے“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سلطنت اتنی مضبوط اور وسیع بنادے گا کہ کوئی ان پر حملہ نہ کر سکے گا ظاہر ہے کہ اتنی بڑی سلطنت بہت سی قوموں کے ساتھ لڑ کر اور فتح پا کر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

(20) (1) وَعَدَكُمْ اللّٰهُ مَغَارِمَ كَثِيْرَةً تَّأْخُذُوْنَهَا (اللہ نے ہمیں وعدہ دیا بہت سی غنیمتوں کا جو تم لوگ لے گے)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ تم بہت سی نعمتیں حاصل کرو گے۔  
 (ب) فَعَجَّلْ لَكُمْ هٰذِهِ (اس نے یہ (خیر کی فتح) قریب کر دی تمہارے لئے)  
 یعنی خیر کی فتح جلد ملے گی اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسری فتوحات حاصل ہوتی رہیں گی۔

(ج) وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ

(اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے)

وہ تم سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

(د) وَلَيَكُونَنَّ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

(بالکہ یہ مومنوں کے لئے ایک نشانی ہو)

یہ بات مومنوں کے لئے ایک نشانی ہوگی۔ کہ اگر ہم موت کے لئے تیار ہو کر گئے تو  
 لوگوں کے ہاتھ رک جائیں گے۔ اور وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ جیسے حدیبیہ اور خیبر میں  
 ہوا۔

(ه) وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

(اور تمہیں سیدھی راہ پر چلائے گا)

تمہیں انسانیت کی بنیادی ہدایت عطا کی جائے گی جس کی آوم طیبہ السلام سے لے کر  
 اب تک تمام نبی دعوت دیتے چلے آئے ہیں اور تمہیں اس کل قوی قانون کے چلانے کی  
 طاقت دی جائے گی۔

(21) (ا) وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا

(اور ایک اور فتح جو تمہارے بس میں نہیں آئی)

روم اور ایران کی فتوحات کلوعدہ : تم نے ابھی ایران اور روم سے لڑنے کی  
 تیاری نہیں کی جب تم اس جنگ کے قتل ہو جاؤ گے تو اور نعمتیں بھی حاصل کرو گے۔

(ب) قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

(وہ (فتح) اللہ کے قبو میں ہے اور اللہ ہر بات پر قدرت رکھنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لئے بھی تیار ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ مسلمان حدیبیہ کے واقعے تک اپنی قوی عظیم کر چکے تھے۔ اب انہیں بین

الاقوامی غلبہ حاصل کرنے کے لئے تیاری کرنے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

(22) (۱) وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَاقْتُلُوا الْأَدْبَارَ (اگر کافر تم

سے لڑتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر جاتے)

اس وقت کافر نہیں لڑے۔ گو بعض لوگ لڑنا چاہتے تھے اگر وہ لڑتے تو انہیں شکست

ہوتی۔

(ب) ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

(پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے)

انہیں کسی قہیلے کی طرف سے مدد نہ ملتی۔

(23) مُسْنَةً اللَّهُ إِلَيْنَا قَدْ حَلَّتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ نَحْذِرَ لِسُنَّةِ اللَّهِ

تَبْيِيلًا ۝ (اللہ کی یہی سنت ہے اور یہ پہلے سے چلی آئی ہے تو اللہ کے اس

قاعدے کو بدلتے ہرگز نہ پائے گا)

نبی کے مقابلے میں کافروں کا شکست کھانا قانون الہی ہے۔ یہ کبھی نہیں بدلتا اسی

طرح نبی کی تعلیم پر چلنے والی قوم بھی کبھی شکست نہیں کھا سکتی۔

(24) وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

(اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے کٹے کی

گھٹائی میں روک رکھے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا انہیں اور جو کچھ تم

کرتے ہو اسے اللہ دیکھتا ہے)

اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی وجہ : چند آدمی لڑنے کی کوشش کرنے کے لئے

آئے تو دونوں جماعتوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دئے گئے اہل مکہ ڈر گئے اور

انہوں نے مسلمانوں کا غلبہ مان لیا اور مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی نے روک دیا

رکھ رکھ اور لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔

(25) (۱) هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وَالْهَآئِى مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجْلَهُ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا

نور جنہیں مسجد حرام سے روکا اور نماز کی قربانی بند پڑی رہ گئی اس بات سے کہ

(اپنی جگہ پہنچے)

یہ لوگ مجرم تھے انہوں نے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ مسجد حرام سے روک اور ہلدی (قربانی) کو اپنے مقام پر رکھنے نہ دیا۔ یہ حقیقت میں شکست کے مستحق تھے۔ ان کی شرارت کے پلو جو انہیں شکست کیوں نہ دلائی گئی؟

(ب) وَلَوْ لَا رَجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَؤُوهُ فَتَضَيَّبَكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَظًا يَّغْيِرُ عِلْمُكُمْ (اگر نہ ہوتے کئے ایک مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والیاں جن کا تمہیں علم نہیں تھا کہ تم انہیں نہیں ڈالتے۔ پھر تم پر ان کی وجہ سے غریبی پڑتی ہے خبری سے)

ہاں یہ ہے کہ چند کمزور اور فلتان مرد اور عورتیں جو ایمان والے ہیں۔ ان کے میں موجود ہیں۔ وہ اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتے تم میں سے عام مسلمان انہیں نہیں جانتے۔ اگر لڑائی ہوتی تو انہیں بھی کفار کی طرف سے شریک ہو کر خواہ مخواہ تم سے لڑنا پڑتا اور وہ مارے جاتے یا اگر وہ اس سے انکار کرتے تو خود کفار انہیں قتل کر ڈالتے۔ دونوں صورتوں میں وہ مقصد جس کے لئے تم کمزور ہوئے ہو دنیا سے ظلم دور کرنا ہے خبری میں خود تمہارے ہاتھوں پر ہوا ہو چلا۔ اس طرح تمہیں بھی نقصان پہنچتا انہیں بھی۔

جنگ مقصود اصلی نہیں : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کے نزدیک لڑنے کا اصل مقصد جنگ کرنا نہیں ہے اصل مطلب مظلوموں سے ظلم دور کرنا ہے چاہے وہ جنگ کے ذریعے سے ہو یا جنگ کو روک کر۔ اگر لڑائی سے ظلم زیادہ ہو جائے گا اور ہو تو لڑائی روک دی جائے گی اگر صلح سے ظلم دور ہوتا ہو تو صلح کر لی جائے گی چاہے وہ کیسی بھی کمزور شرطوں پر کیوں نہ کہنی پڑے۔

حکمت قرآنی کا ایک نکتہ : حکمت قرآنی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک قوم میں اس قوم

۱۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تو انہیں یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور عورتیں مومن ہیں ان سے مل کر انہیں حج کی خوشخبری دیں اور انہیں خبر دے دیں کہ عترتِ نبویہ ﷺ نے مکہ میں اسلام کو طلبہ عطا فرمائے گا پھر وہاں ایمان پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ (زاوالعطر جلد دوم ص 133)

صلح حدیبیہ کے بعد یہ لوگ اس قتل ہو گئے کہ اپنا اسلام ظاہر کر سکیں۔ (ایضاً ص 130) (مرتب)



کے لوگوں کے ہاتھوں انقلاب لایا جائے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہی طریق اختیار کیا۔ اس کی تفصیل حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے جتہ اللہ الباقی میں بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ماجرین اور انصار کا پہلا طبقہ قریش اور بن کے ارد گرد کے قبیلوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب تھا۔ اس کے بعد اللہ نے ان کے ہاتھوں عرق اور شام فتح کرائے۔ پھر ان کے ہاتھوں فارس اور روم فتح کرائے۔ پھر ان کے ہاتھوں ہندو ترکستان اور سوڈان فتح ہوئے۔

خود قرآن حکیم میں بھی اس حکمت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ صفہ 61 کے آخر میں ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لَلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَلَيْهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ (61)

(14)

(یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کہ کون ہے جو میری مدد اللہ کی راہ میں کرے؟ حواری بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے) بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایمان لے آیا اور ایک فرقہ منکر ہی رہا۔ پھر ہم نے بنی اسرائیل کے ایمان

۱۔ جلد دوم باب اہلہ ۲۔ عرق اور شام میں لی جلی قومیں بہتی تھیں جن میں عرب بھی تھے جن عربوں کو ساتھ ملا کر عرق اور شام میں انقلاب برپا کیا گیا۔ ہمارے زمانے میں اس کی مثل آذربائیجان کے انقلاب کی ہے جس میں روسیوں کا ہاتھ تھا لیکن انقلاب کرنے والے آذربائیجانی خود تھے۔ روسیوں نے ان ایرانیوں سے لکھ لیا جن کا تعلق روسی علاقے میں رہنے والے ایرانیوں سے تھا (مرتب)  
۳۔ یعنی اہل عرق کے ہاتھوں فارس کو فتح کر لیا۔ کیونکہ ان کا تعلق ایرانیوں کے ساتھ تھا اور اہل شام کے ہاتھوں روم کو فتح کر دیا۔ کیونکہ شامیوں کا تعلق روسیوں کا ساتھ تھا (مرتب)  
۴۔ چنانچہ ایرانیوں نے ہندوستان اور ترکستان فتح کئے اور روسیوں کے ہاتھوں حبشہ فتح ہوا کیونکہ ان کا آپس میں تعلق تھا (مرتب)

لانے والے طبقے کو قوت دی ان کے دشمنوں پر اور وہ غالب آئے)

گویا بنی اسرائیل کے اندر کام کرنے والی جماعت کی کوشش سے اس قوم کے اندر انقلاب الایگید اور یہ طبعی بات بھی ہے کیونکہ عرب اٹھ کر چینیوں میں انقلابی تحریک نہیں پھیلا سکتے۔ انقلاب لانے کے لئے ہر قوم میں وہی لوگ کام کر سکتے ہیں جو اس قوم کی زبان اور معاشرت میں شریک ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن نے عربوں میں عربی بولنے والی جماعت کے ذریعہ سے انقلاب پھیلا دیا اور ایران میں فارسی بولنے والوں کے ذریعے سے۔ گو انقلاب کی ابتدائی تعلیم دینے والے عرب ہی تھے۔ اب ہندوستان میں بھی ہر ایک مسلم لسانی گروہ میں اسی طرح الگ الگ انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔

(ج) لِيُذْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ج

(تاکہ اللہ داخل کرے اپنی رحمت میں جسے چاہے)

اللہ کی رحمت میں داخل ہونے والی جماعتیں : قرآن حکیم کو ایسی ہی جماعت کی ضرورت تھی جو اپنا فکر چلانے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ظاہری شکست کو جس کی مصلحت امام اور اس کا شیر خاص یعنی صدیق اکبر ہی سمجھتا تھا قبول کر کے اس امام کی اطاعت پر قائم رہے۔ اسی قوت اطاعت نے انہیں آگے چل کر تمام دوسرے دینوں کے ماننے والوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ اس قسم کا نظام اطاعت نہ یہودیوں میں موجود تھا نہ عیسائیوں میں۔ مجوسیت بھی اس سے خالی تھی اور دوسرے دین والے بھی اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز تھے۔ یہ اللہ کا فضل تھا کہ اس نے بنی اسماعیل کی اس چھوٹی سی جماعت کو اپنی رحمت میں شامل کر کے انہیں ایسی شاہد ار طاقت ضبط عطا کی۔

دوسری جماعت جسے اللہ نے اپنی رحمت میں جگہ دی مسلمانوں کی وہ خفیہ جماعتیں تھیں جو مکہ معظمہ میں موجود تھیں۔ اب صلح کے بعد انہیں اپنے اہلکار کا موقع مل جائے گا۔

اللہ کی رحمت سے فائدہ اٹھانے والی تیسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو اس صلح کے بعد مسلمانوں سے میل جول پیدا کریں گے اور ان سے اثر لے کر اسلام قبول کر لیں گے۔ اور ان کے بعد وہ قومیں ہوں گی جو اسلام قبول کر کے قیامت تک قرآن کی خدمت کرتی رہیں گی۔

(د) لَوْ تَزَكُّوْا لَعَذَّبْنَا الذِّیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا تھا انہیں ہم ضرور دردناک عذاب دیتے)

لڑائی کیوں رکی؟ : اگر وہ کمزور ایک طرف ہو جاتے تو ہم ان کافروں کو سخت عذاب دیتے۔ اور انہیں خوب پڑاتے۔ لیکن اب وہ مظلوم بھی ان کافروں میں ملے چلے سوہو ہیں۔ اگر لڑائی ہوتی تو وہ بھی ہٹ جاتے۔ اس لئے لڑائی روک دی گئی۔  
(26) (ا) اِذْ جَعَلَ الذِّیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَعَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(جب کافروں نے جہلی کد اپنے دل میں رکھی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر الطمینن اتار دی)

جب لڑائی ٹلنے کا فیصلہ معلوم ہو گیا تو کافر جاہلیت کی حمیت میں ان سے شرطیں منوانے بیٹھ گئے۔ ممکن تھا کہ ان شرطوں کی سختی کی وجہ سے لڑائی ہو جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں پر دل کا الطمینن نازل کیا اور وہ بڑے سکون سے بیٹھے رہے۔ اور انہوں نے وہ سب شرطیں مان لیں اور جاہلیت کے ان حامیوں کو موقع نہ دیا کہ لڑائی چھیڑیں۔

(ب) وَالْاَزْمَهُمْ كَلِمَةً التَّقْوٰی  
(انہیں انصاف کی بات پر قائم رکھا)

ان مومنوں کا طریقہ یہ رہا کہ ابراہیمی دین کے احکام کے لئے انہوں نے سب کچھ قبول کر لیا۔ اگر لڑائی میں مومنوں کی طرف سے نفسانیت مقصود ہوتی تو جیسے کافر چڑا رہے تھے۔ یہ ضرور لڑ پڑتے لیکن یہ اپنی انصاف کی بات پر جے رہے۔

(ج) وَكَانُوْا اَحَقُّ بِهَا وَاَهْلُهَا

(اور وہی انصاف کے زیادہ لائق اور اہل تھے)

یہ انصاف قائم کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ یہ انصاف کی خاطر لڑتے ہیں اور انصاف ہی کی خاطر (ضرورت پڑے تو دہ کر بھی صلح کرتے ہیں۔ وہ جہلی جو ملت خبیثہ کی فعل ہی فعل لئے بیٹھے ہیں اور مر رہے ہیں اقتدار پر، انصاف کیا قائم کریں گے؟

(۱) وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (اللہ ہر ایک بات جانتا ہے)  
 اس نے جو لڑائی روکنے کا حکم دیا ہے تو بھی علم ہی پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ بھی اچھی  
 طرح جانتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کوئی زیادہ اس قتل ہے کہ حق قائم کر  
 سکے



## قرآنی انقلاب کا نصب العین

(27) (۱) لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءُوبَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ  
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنِ شَاءَ اللَّهُ أُمَيَّيْنٍ مُّحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ  
وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ

(اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب، تحقیق تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام  
میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے، ہل موڑتے ہوئے اپنے سروں کے اور کترتے  
ہوئے بے کفے)

نبی اکرم ﷺ کا خواب : اب دانتے کا ٹھکانا آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب  
دیکھا کہ ہم مکے میں پہنچے ہیں۔ عموماً کیا ہے۔ کوئی بل منڈا رہا ہے۔ کوئی چھوٹے کرا رہا  
ہے۔ اور سب امن دلائل سے وہی بیٹھے ہیں۔ مہاجرین کی جماعت یہ خواب سن کر بے  
تنب ہو گئی۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ وحی ہے۔ اس یقین کے ساتھ لوگوں نے مکہ جانے کی  
تیاری کر لی۔ آپ بھی تیار ہو کر عمرے کے لئے آگئے۔ مگر حدیبیہ کے مقام پر کفار نے  
روک دیا۔ اور آپ رک بھی گئے۔ اس پر لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ کیا ہوا؟  
کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال  
ہوگا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر ہوگا اور ضرور ہوگا اس آیت میں اسی  
خواب کا ذکر ہے۔

أُمَيَّيْنٍ امن دلائل سے بغیر لڑے بھڑے داخل ہو جائو گے  
لَا تَخَافُونَ تمہیں یہ خوف نہ ہوگا کہ تمہیں کوئی دہلی سے نکل دے۔

(ب) فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا (اسے معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے)

مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں : اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے اگر  
تم لڑتے تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا۔ یعنی تمہاری اپنی پارٹی کے آدمی مارے جاتے۔ تمہیں  
ان کی خبر بھی نہ ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے والی خیرہ سوسائٹیل مکہ میں موجود تھیں۔ انہی کے زور پر مکہ فتح ہوا۔ اگر اب لڑائی ہو جاتی تو وہ پس جلتے۔ ان کی نجات کا ذریعہ سوچ کر لڑائی ہوئی چاہئے تھی۔ صلح کے بعد قریب قریب سب لوگ نکل آئیں گے۔ اور مدینے پہنچ جائیں گے یا اپنا کوئی اور انتظام کر لیں گے اس لڑائی میں اچانک نہیں پیس گے۔ اگر وہ پس جاتے تو مسلمان اپنے ہاتھوں اپنی طاقت برباد کرنے والے ہوتے۔ یہ چیز اللہ جانتا ہے۔ عام مسلمان اس بات سے بے خبر تھے۔

(ج) فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

(پھر مقرر کر دی اس سے ورے ایک نزدیکی فتح)

”نزدیکی فتح“ سے خیر کی فتح مراد ہے۔

(28) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

(وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس

دین کو ہر ایک دین پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کر دینے کے لئے کافی

ہے)

قرآن کا مقصد : جس طرح حدیبیہ، خیر اور فتح مکہ کے واقعات ہیں ان کی جزئیات

(Detaile) کو یاد رکھو اور ان کے مطابق تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرو اس قسم کے ضبط اور

ایثار والی جماعت ہی غلبہ حاصل کر سکتی ہے خداوند تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تم ہی

غالب رہو گے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اسے صحیح ثابت کر دیا۔

هُدًى دین کی اصل روح اور حکمت۔

دِينِ الْحَقِّ سچا دین جو دائمی قانون پر مشتمل ہے۔ کیونکہ وہ انسانیت کے اصلی تقاضوں

کو پورا کرتا ہے۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اس دین (قرآن) کو باقی تمام دینوں پر غالب کرنا

ضروری ہے اور اسے ہمیشہ غالب رہنا چاہئے۔ یہ ہمیں کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے زمانے

میں غالب آیا پھر قیامت سے پہلے غالب آجائے گا اور غلبے سے محض علمی غلبہ بھی مراد

نہیں ہے، بلکہ سیاسی غلبہ بھی اس میں شامل ہے یعنی قرآنی قانون، قانون کی حیثیت سے

امام ولی اللہ کے خیالات : اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

”دین حق خود آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں باقی تمام دینوں پر کئی طور پر غالب نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی نصاریٰ اور مجوس اپنے طمطراق کے ساتھ قائم تھے۔ اس لئے علم مغربین اس آیت کی تفسیر سے عاجز رہے۔ چنانچہ ٹھاکر کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ہو گا۔ حسن بن فضل کا قول ہے کہ واضح دلائل سے غالب کرنا مراد ہے۔ البتہ امام شافعیؒ نے ان سب لوگوں سے زیادہ مضبوط بات پیش فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

”خدا نے اپنے رسول کو تمام دینوں پر غلبہ دیا جس نے سنا اسے یقین ہو گیا کہ یہ دین سچا ہے۔ اور اس کے خلاف جو کوئی بھی ہے وہ باطل پر ہے۔ دنیا میں شرک کا مجمع دو ہی دینوں میں ہے اہل کتاب کے دین میں اور ایمینوں کے دین میں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایمینوں پر غلبہ پالیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے تلخ ہو گئے اور بعض اہل کتاب نے مظلوم ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اور ان پر اس دین کا قانون نافذ ہو گیا۔ تمام دینوں پر اس دین کے غلبے کے یہی معنی ہیں۔“

فقیر عرض پر داز ہے کہ ا۔۔۔۔۔۔ ان سب صحیح احولت کالب لباب  
یہ نکلا کہ دین کا کامل غلبہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہو گا۔۔ مختصر یہ کہ اس زمانے  
میں زمین کی حکومت دو بلو شاہوں کے درمیان عنی ہوگی تھی جو بہت شان و  
شوکت والے تھے۔

۱۔ یہاں حضرت امام نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن کی مدد سے آپ اہل دین (غلبہ دین) کے معنی متعین کرنا چاہتے ہیں ہم نے بہت مختصر کرنے کی فرض سے وہ حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ (مرتب)

(1) کسری ایران

(2) قیصر روم

ان دونوں بادشاہوں کے دین دوسرے دینوں پر غالب تھے اور ان دونوں دینوں کا اہانت<sup>۱</sup> کی طرف میلان تھا اور عقیدہ ارجام<sup>۲</sup> دونوں پر غالب تھا۔ خود کسری اور قیصر بھی ان دینوں کے حامی تھے اور ان کے امراء اس عقیدے کے مطابق کہ **الْكَافِرُ عَلَى الْكَافِرِ مُؤَيَّدٌ** (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں انہی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ قیصر کے اہلح میں روم، روس، جرمنی، افریقہ، شام، مصر یعنی مغربی ممالک اور حبشہ نصرانیت کے پیرو تھے۔ اور خراسان، توران، ترکستان، زاولستان اور ہندو وغیرہ کسری کے اہلح میں مجوس تھے اور یہودیت، مشرکوں کا دین، ہندوؤں کا دھرم اور صلیبوں کا مذہب ان دونوں بادشاہوں کے دبدبے کے نیچے تھے اور کمزور ہو کر ان کے مطیع ہو چکے تھے۔ پس ظہور دین اسلام اور کافروں اور قانون شکنوں کو برباد کرنے کے داعیہ نے کسری و قیصر کی حکومتوں کو برباد کرنے کی شکل اختیار کی۔ کیونکہ جب یہ دونوں حکومتیں برباد ہو جائیں گی سب سے بڑے اور سب سے مشہور دین شکست کھا جائیں گے۔<sup>۳</sup> (ازالہ الغٹا مقصد اول ص 43)

اس کے بعد ہر زمانے میں اس قانون کو غالب رکھنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

(29) (۱) **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ** (محمد رسول اللہ اور اس کے ساتھی)

نبی اکرم ﷺ کی اجتماعی حیثیت : اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک اجتماعی تحریک ہے۔ اکیلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کام نہیں ہے۔ وہ منزل۔ رفقاء کا جمع کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اور ان کے مشورے سے کام کرتے ہیں۔ ان کی نبوت کی حیثیت جداگانہ، مستقل حیثیت ہے۔ اس میں ان کا کوئی شریک نہیں اور نہ ان کا کوئی مشیر ہے) قرآن حکیم میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی اس اجتماعی حیثیت کی طرف جلیبا اشارے موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) **فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ** (آل عمران 3: 195)

(جن لوگوں کو گھر بار سے ہجرت کرنی پڑی اور جن کو اپنے وطن سے نکالا گیا)

۱۔ کھانے پینے اور نکاح کے معاملے میں کسی قاعدے کی پابندی نہ کرنا اور ہر چیز کو جائز سمجھنا (مرتب)  
۲۔ یہ عقیدہ کہ جو چاہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بخش دے گا۔ (مرتب)



ظاہر ہے کہ وہ جماعت نبی اکرم ﷺ میں تھے بلکہ آپ اور آپ کے ساتھی سب مرواویں۔

(2) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ احْسِبْكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
(سورہ انفال 8: 64) (اے نبی! اللہ تجھے اور میرے مومن ساتھیوں کے لئے کافی

ہے)

اس میں بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ملا کر ایک جماعت ظاہر کیا گیا

ہے۔

(3) ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
(یعنی پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین سب پر اطمینان قلب نازل فرمایا) (توبہ

(26:9)

(6) لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِلُونَ بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(توبہ 88:9)

(یعنی رسول اور وہ لوگ جو اس کے شریک ایمان ہیں۔ اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں جملہ بھلائیوں ان سب کے لئے ہیں اور یہی لوگ

کامیاب ہیں)

یہاں بھی صحابہ کرام کو رسول کا شریک ایمان یا رفیق فکر اور جہاد میں شریک یعنی رفیق عمل ظاہر کر کے کامیابی کے نمونے کے لئے ساری جماعت کو پیش کیا گیا۔

یہی وہ چیز ہے جسے حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بھی اَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (جس اصول کار پر میں اور میرے ساتھی ہیں) کے الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

مشورہ کرنا آنحضرت ﷺ کے لئے ضروری تھا: آپ کی یہی اجتماعی حیثیت ہے جو مشورہ کرنے کے حکم کو قبول کر سکتی ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ان لفظوں میں آیا

ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّا عَزَمَتْنَا فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران 3)

(159:

(ان سے معاملات ملی میں مشورہ (ضرور) لیا کرو۔ اور جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو)

امام ابو بکر جصاص الرازی الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت نبی اکرم ﷺ پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا لازم تھا۔ دینی امور میں بھی اور ان امور میں بھی جن کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی صریح حکم موجود نہ تھا۔ اور دنیوی امور میں بھی۔۔۔۔۔ یہ غلط ہے کہ یہ مشورت محض ان کا جی خوش کرنے اور ان کی قدر بڑھانے کے لئے تھی اور اس لئے بھی کہ آپ کی امت اسی طرح کرے۔ کیونکہ جب کسی کو معلوم ہو کہ مجھ سے جس امر کے متعلق مشورہ لیا جا رہا ہے اور جس بارے میں صحیح رائے پوچھی جا رہی ہے اس کے متعلق میں نے ایک مشورہ اپنی پوری کوشش سے پیدا بھی کر لیا۔ یا سوچ بچار کر کے کوئی صحیح رائے قائم کر لی تو بھی اس پر عمل نہ کیا جائے گا اور نہ اسے قبول کیا جائے گا۔ تو بھلا اس مشورہ سے اس کا جی کیا خوش ہو سکتا ہے اور اس کی قدر کیا بڑھ سکتی ہے؟ بلکہ اس کا اثر الٹا یہ ہو گا کہ ایسے مشورہ لینے والے سے وحشت بڑھے گی۔ کیونکہ اسے علم ہو گا کہ میری رائے نہ کسی کو سنی ہے اور نہ اس پر عمل کرنا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

(نبی ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ آپ اپنے ساتھیوں سے ان معاملات میں مشورہ کرتے جن میں کوئی صریح حکم موجود نہ تھا البتہ صریح احکام کے بارے میں مشورہ ناجائز تھا۔ مثلاً یہ پوچھنا کہ نماز ظہر یا عصر کے بارے میں یا زکوٰۃ یا روزے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ بالکل غیر ضروری تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشورے کا حکم دیتے وقت یہ نہیں کہا کہ فلاں بات میں مشورہ کرو اور فلاں میں نہ کرو اس لئے لازم تھا کہ ہر دو معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ لیتے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

”عزیمت (جنت ارادہ) کا ذکر مشلورت کے بعد آیا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہل وہ عزیمت مراد ہے جو مشلورت سے پیدا ہو۔“ (احکام القرآن جلد دوم ص 41 طبع بیروت)

یہاں وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے مطابق آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ (مُشَاوَرَتِ أَهْلِ الرَّأْيِ ثُمَّ اتَّبَاعُهُمْ) یعنی جو لوگ مشورہ دینے کے قائل ہوں۔ ان سے رائے لے کر ان کی رائے کی پیروی کرنے کا نام عزم ہے۔

مشلورت کی اہمیت : لیکن اسوس ہے کہ مسلمانوں نے عام طور پر حضرت نبی اکرم ﷺ کے اس بلند اجتماعی تصور کو آپؐ کی انفرادیت میں گم کر دیا۔

مشلورت کا مسئلہ اسلام میں بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اسلامی حکومتوں کو مشورے سے خالی کر کے مطلق الحاکم جلیل حکمرانوں اور امیروں کا کھیل بنا دیا گیا۔ وہ مسلمانوں کی امانت (سرکاری خزانے) سے اپنی شہوت پرستیوں پر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی مصلحت کے مقابلے میں خیانتیں کرتے ہیں اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس قسم کی فطیوں کا خیاں وہ مسلمانوں کو صرف اس غلط تفسیر کی وجہ سے بھگتنا پڑا۔ ورنہ ہر ایک مسلمان ایک حاکم کے اوپر نگہی تلواریں ہے۔ وہ حاکم کیوں قانون الہی کی اطاعت نہیں کرتا؟ اگر وہ اطاعت نہیں کرتا تو کس بنا پر ہم سے اطاعت کا طلبگار ہوتا ہے؟ یہ طاقت مسلمانوں میں پھر سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس سے ان کی جماعتی زندگی آسانی کے ساتھ قرآن کے مطابق بن سکتی ہے۔

۱۔ الفاظ کی ترتیب یوں ہے: وَشَاوَرْتَهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّا عَزَمْتُمْ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ظاہر ہے کہ اس میں شاورۃ (ان سے مشورہ لیا کر) پہلے واقع ہوا ہے اور عَزَمْتُمْ (جب تو جنت ارادہ کرے) بعد میں آیا ہے۔ (مرتب) حق تبارک و تعالیٰ کی حکومت ایران کی ہے۔ کہ 942ھ میں احمادیوں نے روپے کے بلی بوتے پر چند گھنٹوں میں سارے ایران پر قبضہ کر لیا۔ (مرتب)

حقیقت یہ ہے کہ شوریٰ کو مستحب اے بنا کر اسے سیاست اسلامی سے نکل ڈالنے والے لوگوں نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

صحابی سے کون مراد ہیں؟ : ایسے ہی صحابی کی وہ تعریف عوام میں مشہور ہو گئی ہے جس سے بہت غلط فہمیں پیدا ہو گئی ہیں۔ صحابی کی یہ تعریف کہ اس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو حدیث کی روایتیں جمع کرنے کی خاطر بنائی گئی ہے ورنہ اصل میں سیرت نبوی کے اعتبار سے صحابی وہ ہے جس نے آپ کی معیت لازم پکڑی اور آپ کے ساتھ آخر تک انقلاب میں شریک رہا۔ تکلیفیں اٹھائیں اور اس تحریک کی صداقت کے متعلق پورے یقین کے ساتھ یہ اطمینان کر لیا کہ انسانیت کے لئے اس کے سوا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔ یہی وجہ وہ لوگ ہیں جن کی تعریف قرآن حکیم بن لفظ میں کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
أَوْوُوا وَانصَرَوْا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ  
كَرِيمٌ (انفال 74-8)

(یعنی جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے)

اب مستحب وہ امر ہے کہ اس پر عمل کریں تو اچھا ہے اور نہ کریں تو کوئی ہرج بھی نہیں۔ (مرتب)  
جب چنانچہ محدث مازری شرح برہان میں رقمطراز ہیں کہ:  
لَسْنَا نَعْنِي بِقَوْلِنَا "الصَّحَابَةُ عِدْلٌ" كُلَّ مَنْ رَأَى صَلَاحًا يَوْمًا مَا 'أَوْزَرَاهُ لِمَا مَا'  
أَوْ اجْتَمَعَ بِهِ لِفَرَضٍ وَانصَرَفَ مَكْتًا أَمَّا فَعْنِي بِهِ الَّذِينَ لَا يَزْمُوهُ وَعِزُّوهُ  
وَنَصْرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) متحول از اسوہ صحابہ از  
مولانا محمد سعید انصاری جلد اول ص 11 بحوالہ "فتح المغیث" ص 377 یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ الصحابہ عدول  
(صحابی سب عدول ہیں) تو اس سے ہماری مراد ہر وہ شخص نہیں جس نے آنحضرت ﷺ کو کسی روز دیکھ لیا یا  
کبھی زیارت کر گیا۔ یا کسی کلمہ سے آیا اور فوراً "وہیں لوٹ گیا۔ بلکہ ہماری مراد ان بزرگوں سے ہے جنہوں  
نے آپ کی معیت لازم پکڑی جملہ میں آپ کی مدد کی۔ آپ کی حمایت میں آپ کے دشمنوں سے لڑے۔ اور  
اس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا۔ یہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں کامیاب ہوئے۔ (مرتب)

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی جنہوں نے آپ کی سیرت (حالات زندگی) کے بنائے میں حصہ لیا چہرہ مستقیم ہیں۔

(1) أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (کافروں پر سخت)

نبی ﷺ کے ساتھی اشداء علی الکفار ہیں : ان کی سختی کے دو پہلو ہیں : یہ لوگ مخالفوں سے لڑنے میں بڑے سخت ہیں۔ کہ موت قبول کر کے لڑنے کے لئے جلتے ہیں۔  
(2) جو لوگ اس تحریک کے کھلم کھلا دشمن (کافر) ہیں۔ یہ لوگ ان کافروں کو انتہائی سزا دینے کے طرفدار ہیں۔ قتل کی ضرورت ہو تو قتل کر دئے جائیں۔ ورنہ جو اس سے کم سزا ضروری ہو وہ دی جائے۔

قتل ہمیشہ اسی وقت کیا جائے گا جب انہوں نے قتل کیا ہو یا وہ لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہوں۔ ورنہ ان کی انتہائی سزا یہ ہے کہ ان کی سیاسی تحریک روک دی جائے اور انہیں سیاست میں حصہ نہ لینے دیا جائے ان کی عقلمندی سے جو اراقتالی اور تہمتی قاعدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان سے جماعت کو محروم کرنا مقصود نہیں ہے۔

(2) رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (انہیں میں رحم)

وہ ”رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ بھی ہیں : جو لوگ اس تحریک کی تائید میں ان کے ساتھی ہیں ان کے لئے ان کے پاس سوائے رحمت کے اور کچھ نہیں۔ جیسے ماں باپ اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رحمت سے پیش آتے ہیں اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے بھی رحمت کے دروازے کھولتے ہیں جس شخص کے متعلق امکان نظر آتا ہے کہ وہ اس تحریک کی تائید کرے گا۔ اسے مخالف بننے کا موقعہ نہیں دیتے۔

ان کے جو ساتھی مظلوم اور ضعیف ہیں۔ اگرچہ یہ انہیں پہچانتے بھی نمی۔ مگر ان پر رحم کرنے کے لئے اپنی تمام عزت قربان کر دیتے ہیں۔ جیسے انہوں نے حدیبیہ کی صلح میں کیا۔ یا حضرت فاروق اعظم نے عراق کی زمین فوجیوں میں تقسیم کرنے سے اس بناء پر انکار کیا۔

۱۔ جنگ بدر میں جو کافر قیدی گرفتار ہو کر آئے حضرت عذ نے ان کے متعلق تجویز کیا کہ ہر ایک مسلمان ان میں سے اپنے اپنے عزیزوں کو قتل کر دے۔ (مرتب)

کر دیا تھا کہ ان اراضی کا فائدہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ملنا چاہئے۔ (ازالہ الخفا: امام دل اللہ دہلوی مقصد دوم ص 127)

فائدہ نہ یہ ایک طبعی چیز ہے کہ اگر کسی جماعت میں مختلف جماعت کے خلاف دشمنی کے جذبات پیدا کر دئے جائیں تو خود اس جماعت کے اندر محبت و رحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو جماعت قرآن حکیم کو تمام دینوں پر غالب کرنے کے لئے اٹھے۔ اسے اپنے اندر اتنا درجے کی محبت و رحمت پیدا کرنی چاہئے۔ اور اس آپ کی محبت کے جو تقاضے ہیں وہ پورے کرنے چاہئیں۔ یعنی آپس میں کامل تعاون اور ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت۔

(3) تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا (تو دیکھتا ہے، انہیں رکوع میں اور سجدے میں) خدا پرست لوگوں کی اصطلاح میں رکوع اور سجدہ خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ ہے۔

رکوع کیا ہے : رکوع کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ ذمہ داری کا جو بوجھ اللہ نے ہم پر ڈالا ہے ہم اسے برداشت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو جو دل و دماغ دیتا ہے اسی نسبت سے اس پر فرض عائد کرتا ہے یہ فرض اس پر ایک بوجھ ہے جسے وہ رکوع کی شکل میں اٹھاتا ہے۔ گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ میری جو ڈیوٹی مقرر کی گئی ہے میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اور اس پر اسی طرح کا بھروسہ ہوں گا جیسے ایک حیوان ایک انسان کے آگے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

سجدہ کیا ہے؟ : سجدہ یہ ہے کہ میں کامل اطاعت کا اعلان کرتا ہوں۔ پہلا سجدہ کر کے اعتراف کرتا ہوں کہ میری جان تیری راہ میں حاضر ہے۔ دوسرے سجدے کے ذریعے اس امر کا اعتراف مقصود ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق میری جان کے ساتھ ہے۔ مل و اولاد۔۔۔ سب کچھ تیری راہ میں قربان کرتا ہوں۔ یہ تکمیلی درجہ ہے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ۔ (التوبہ: 9) کی عملی تفسیر ہے۔

جو انسان اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہا۔ وہ انسانیت سے گر گیا۔ اگر اس

نے اپنا فرض پورا ادا کر دیا تو وہ تعریف کے قائل ہے۔ یہ رکوع کی تکمیل ہے لیکن ایک شخص اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے فرض سے بھی زیادہ کام کرتا ہے وہ جان و مال اور سب کچھ مکمل طور پر اس انقلاب میں جمونک دیتا ہے۔ یہ سجدہ ہے۔  
 تَزَابُهُمْ رُكْعًا سَجْدًا (تو انہیں رکوع اور سجدہ میں دیکھتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی ساتھی اپنے کام میں غرق ہیں۔ وہ اس کی تکمیل کے بغیر دم نہیں لیں گے۔ اور اسے اتنا تک پورا کریں گے کہ وہ اس کی تکمیل پر جان و مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

اسی آلودگی اور عمل کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی آخری زندگی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:  
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (3:5)  
 (میں نے آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی)

بقول امام ولی اللہ دہلوی اتمام نعمت سے مراد بین الاقوامی حکومت دینا ہے۔ یہ درست قیامت تک بچل لاتا رہے گا۔  
 (ج) يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ (وہ اللہ سے فضل مانگتے ہیں)  
 فضل کیا ہے : اگر وہ شخص فرض ادا کرتے تو وہ اپنا حق پورا پالتے۔ مگر وہ زیادہ ترقی چاہتے ہیں۔ اس لئے تکمیل کام بھی کرتے ہیں۔ وہ اس فضل کی وجہ سے قوموں کی دوڑ میں اتنا آگے بڑھ جائیں گے کہ وہ سب کے امام بن لئے جائیں گے اس لئے انہیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان 74:25)

(ہاں بچے ایسے ہوں کہ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یعنی اپنے گھر میں جو پروگرام چلانا چاہتے ہیں۔ وہ انہیں پورا ہوتا نظر آئے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خدا سے ڈر کر انصاف کرنے والے متقیوں کے امام بنیں)

(د) وَرَضُونَا (اور اللہ کی رضا)

رضوان سے کیا مراد ہے؟ : اللہ کی رضا اس کی تجلی میں محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت امام دلی اللہ دہلویؒ نے انسان کے کلمات کے دوحے کر دیئے ہیں:

- (1) ارتعلق یعنی دنیا میں آرام سے زندگی بسر کرنے کے ڈھنگ۔
- (2) اقتراب یعنی قرب الہی میں ترقی کرنا یا دوسرے لفظوں میں حظیرۃ القدس میں مقام حاصل کرنا۔

رضوان کا تعلق اقتراب سے ہے۔

اس جمل کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے قلب میں ایک آئینہ ہے۔ جس میں اللہ کی تجلی کا عکس آتا ہے۔ اس آئینے کو جتنا زیادہ صاف کیا جائے اتنا ہی یہ عکس زیادہ روشن اور صاف آئے گا اس تجلی کا جو نزول انسان کے قلب میں ہوتا ہے اسے قرب الہی (اقتراب) سمجھنا چاہئے۔ اور تجلی کا نازل ہونا ہی اللہ کی خوشنودی (رضوان) کی علامت ہے۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتا ہوا املاء اعلیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی شانوں کا ہر وقت احساس کرتا رہتا ہے اور جلد نہیں ہو جاتا۔ صلح اقلابی ذہنیت کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے ایسا اقلابی مرنے کے بعد حظیرۃ القدس میں جگہ پاتا ہے۔

اللہ کا فضل انسان کی ارتعلق زندگی کا انتہائی درجہ ہے۔

اللہ کا رضوان انسان کی اقترابی زندگی یعنی اللہ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا آخری درجہ ہے۔<sup>۱</sup>

نبی اکرم ﷺ کی جماعت کی خوبی : مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی) سے جو جماعت پیدا ہوئی ہے اس کی زندگی ارتعلق اور اقتراب دونوں کے لحاظ سے نمونے کی زندگی ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی حکومت بھی پیدا کی اور قرب الہی کے بھی اونچے سے اونچے درجوں تک پہنچے۔ ان کا یہ کارنامہ قیامت تک کے امتلاءوں کے لئے اعلیٰ درجے کا نمونہ ثابت ہو گا۔ سچ میں اس نمونے پر اور نمونے ڈھلتے رہیں گے۔ لیکن اصل نمونہ یہی ہو گا۔ حضرت امام دلی اللہ دہلویؒ نمونے کے اس اولین دور کو حضرت عیسیٰؑ کی شہادت پر ختم مانتے ہیں۔ اور اس دور کی تاریخ

۱۔ ازالۃ الخفاء، مقدمہ اول ص 121، (مرتب)



کے جس اعلیٰ پائے کے وہ شرح کرنے والے ہیں اس سے بہتر کوئی دوسرا عالم نہیں مل سکتا۔  
اس سے پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ قرآن کا قانون بین الاقوامی درجے پر غالب رہنا  
چاہئے۔ یہ جماعت اپنے فیصلے سے اس ذمہ داری کو قبول کرتی ہے۔ یَتَنَبَّهُونَ (چاہئے  
ہیں) سے یہی مراد ہے کہ اپنی مرضی اور فیصلے سے ”چاہئے ہیں“۔

(۵) سَيِّمًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ

(ان کی نشانی من کے مونہوں پر ہے سجدے کے اثر سے)

سجدے کی روح ————— قرینہ ————— ان کے اندر داخل ہو چکی ہے اور اس سے  
وہ اس قدر ہلکا ہو چکے ہیں کہ ان کے چہرے سے ایک نور ابھرتا ہے وہ ہر ایک مصیبت کو  
بمداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ انہیں راہ حق سے کوئی مصیبت ہٹا نہیں سکتی۔

(۶) ذَلِكُمْ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ

(ان کی یہ مثال تورات میں (پہلے ہی) بیان کر دی گئی ہے)

تورات اور انجیل میں اس جماعت کا ذکر : تورات میں اس کا اشارہ مجمل ہے۔  
چنانچہ تورات میں ہے کہ میں بنی اسرائیل کو اتنا ہی بدعنوانوں کا جتنا بنی اسرائیل کو۔ میں انہیں  
ایک بڑی قوم بنائوں گا۔

(۷) وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأً فَازَرَهُ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

(اور انجیل میں ان کی مثال جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پھل پھر اس کی کمر مضبوط

کی۔ پھر وہ موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی تل پر۔ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو)

اس سلسلے میں انجیل کے مندرجہ ذیل مقلات لائق توجہ ہیں:

انجیل مرقس باب 4 آیات 3-9 میں ہے کہ:

”سنو“ دیکھو، ایک بونے والا بیج بولے نکلا اور بونے وقت ایسا ہوا کہ کچھ راہ کے

کنارے گرا اور پرندوں نے آکر اسے چک لیا۔ اور کچھ پتھر پٹی زمین پر گرا

جہاں اسے بہت مٹی نہ ملی، اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب جلد آگ آیا۔ اور

جب سورج نکلا تو جل گیا اور جڑ نہ ہونے کے سبب سوکھ گیا۔ اور کچھ جھاڑیوں

میں گرا۔ اور جھاڑیوں نے پتھر کر اسے دبا لیا۔ اور وہ پھل نہ لایا۔ اور کچھ چھپی

زمین پر گرا وہ اگا اور بڑھ کر پھلا اور کوئی تمیں گنا کوئی ساتھ گنا کوئی سو گنا پھل  
لایا۔“

پھل لانے کی مزید کیفیت آگے چل کر آیات 26-27-28 میں اس طرح بیان کی گئی  
ہے:

اور اس نے کہا: خدا کی بلا شہادت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے  
اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح آگے اور پورے کہ وہ نہ  
جائے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے پہلے پتی پھر پائیں بعد اس کے پلوں  
میں تیار دالے۔“

(ج) لَيَنْفِخَنَّ بَهُمُ الْكُفَّارُ (تاکہ ان سے کافروں کا پی جلائے)

خدا نے قوموں کو رسولوں کے ذریعے سے اپنی کتابیں اور ہدایتیں دیں۔ وہ لوگ اس  
دین کی عزت کرتے اور اپنی کتاب پر عمل کرتے تو ان کی عزت قائم رہتی اور ان پر کوئی  
دوسرا حاکم نہ ہو سکتا مگر انہوں نے ان کتابوں کی عزت نہ کی اور اپنے دین کا احترام قائم نہ  
رکھا بلکہ اس کی عملاً مخالفت کی یہ کفار ہیں۔

اب ایک دہدار جماعت پیدا ہوئی ہے جو ان پر غالب آجاتی ہے۔ کفار اپنے آپ کو  
بھی دہدار سمجھتے ہیں انہیں غصہ آتا ہے یہ لوگ ہمارے دین پر غالب کیوں آگئے؟ لیکن  
حکمت الہی کا تقاضا ہے کہ یہ باعمل جماعت جو مرنے پر آمادہ ہے۔ ان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر  
بیٹھنے والوں یا نیم دلی سے اپنے دین کو ماننے والوں پر غالب آجائے۔

ان تمام نملو ”دہدار“ قوموں کو مغلوب کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے۔ یہ انقلاب  
قیامت تک جاری رہے گا۔

کیا مہاجرین کی پہلی جماعت کے ذریعے ہندوستان، ترکستان اور سوڈان فتح ہو سکتے تھے؟  
پس قرآنی تحریک کی ترقی ایسی ہے جیسے کھیتی کا نشوونما پاتا۔ یہ چھو منبر کا کام نہیں ہے۔  
ارتقائی کام ہے۔ یہ طبعی چیز ہے ہو کر رہے گی۔ مگر بعض لوگ جن کی نظر قرآن پر گہری  
نہیں ہے طبعی رفتار کو دین سے الگ کرتے ہیں لیکن ہم امام دلی اللہ کے واسطے سے نچر اور  
دین کو ایک ہی چیز مانتے ہیں۔ یہ تحریک اس کی مثل ہے یعنی جس طرح بیج بونے کے بعد  
کھیتی طبعی رفتار سے ترقی کرتی ہے ایسے ہی یہ قرآنی تحریک طبعی طور پر ترقی کرے گی۔

اور تمام دنیا پر چھا جائے گی۔

یہاں تک حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو ان کی کلمبائی کے کفیل بنے۔ اب ایک نکتے کے طور پر جامع اصول بیان کیا جاتا ہے۔  
(ط) وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ (ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں معافی ملے گی اور بڑا اجر ملے گا)

یہ نمونے کی جماعت ہے : اس انٹرنیشنل تحریک کو چلانے والی جتنی جماعتیں ہیں۔  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (ان سب سے وعدہ ہے کہ ان کی غلطیوں معاف کر دی جائیں گی۔ بشرطیکہ وہ اس پروگرام پر چلتی رہیں وہ اس تحریک سے بڑے بڑے فائدے حاصل کریں گے اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔

رسول اللہ کی جماعتی کلمبائی جو نمونے کے طور پر قرآن کی عملی زندگی پیش کرتی ہے۔  
وہ اس آخری آیت میں ضبط کر دی گئی ہے اس نمونے پر قیامت تک عمل کرنا ہوگا۔ اب قرآن شریف کو کسی اور نمونے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ انسانیت کو کسی اور کتب الہی کی حاجت ہوگی۔ تمام مسلمانوں پر ایسی جماعت کا قائم رکھنا فرض ہے۔



## سورۃ فتح کا خلاصہ

اور

### سورۃ حجرات کے ساتھ ربط

سورۃ فتح کا خلاصہ : سورۃ فتح میں قرآن حکیم کے عظیم الشان نصب العین کا اعلان کیا گیا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ قرآن حکیم کا قانون تمام دوسرے قانونوں پر غالب رہتا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ نصب العین قرآن حکیم کے بین الاقوامی غلبے کے بغیر حاصل نہیں

ہو سکتا اس لئے اس صورت میں آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی طرف بھی صاف الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قومی انقلاب کی تکمیل کے بغیر کوئی بین الاقوامی انقلاب سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اور قومی اور بین الاقوامی انقلابوں کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کے ضبط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اس قسم کے ضبط کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص قرآن حکیم کی انقلابی جماعت میں شامل ہو کر اس کے کسی حکم کو ماننے سے انکار کر دے اسے سخت سے سخت سزا دی جاسکتی ہے یہاں تک کہ آخری حالت میں موت کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ پھر اس قانون کے ماننے والوں کی حالت بھی یہ بیان کر دی ہے کہ وہ ان لوگوں پر بڑی سے بڑی سختی کرنے کو تیار ہیں جو اس قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ملائیہ میدان جنگ میں اتر آئیں۔

اس قسم کی نئی جماعت جب قلع ہو کر پرانے رجعت پسندی کے دور کو ختم کر دیتا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سوسائٹی میں نئی تہذیب کی بنیاد رکھے۔ وہ نئی تہذیب اس نئے نظام کی پوری طرح مناسب ہوتی ہے۔ جب سوسائٹی اس نئی تہذیب میں پرورش پانے کی علوی ہو جاتی ہے تو اسے نئے نظام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر فقط حکومت میں تبدیلی پیدا کی جائے اور تہذیب پہلی ہی قائم رکھی جائے تو چند دنوں کے بعد ویسی ہی رجعت پسند جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے انقلابی جماعت رجعت پسندی کا دور ختم کرنے کے لئے عموماً "نیا مرکزی شہرستانی" ہے جس میں نئی تہذیب منظم کی جاتی ہے۔

اسلام کی سیاسی قوت فتح مکہ کے وقت سے شروع ہوتی ہے اور مکہ حجاز کا پرانا مرکز تھا۔ نئی تہذیب کے لئے ایک نئے مرکز کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے واسطے مدینہ طیبہ میں رہنا آسان کر دیا۔ مدینہ منورہ کی حالت شروع میں شہر کی نہ تھی۔ وہ چند بستیوں کا مجموعہ تھا۔ جن میں نصاریٰ و یہود کے قبیلے بستے تھے۔ انہی میں بنی نضار کی بستی تھی۔ جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے مسجد بنائی۔ اور اس مسجد اور بستی کو نئی تہذیب کا منبع بنایا۔

سورہ حجرات کے ساتھ ربط : اس نئی سوسائٹی کی تہذیب جن قاصدوں پر چلے گی ان کا ذکر سورہ حجرات میں آتا ہے۔



(بقیہ تفسیر سورۃ منافقون)

### منافقین کی ظاہری حالت

اگر ان کی صورتیں دیکھو تو بھلے آدمیوں کی سی نظر آئیں گی۔

وَلَا يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ

اگر وہ باتیں کریں تو سننے کو خواہ مخواہ جی چاہتا ہے۔ تقریر خوب کر سکتے ہیں اور ایسی لچھے دار باتیں کرتے ہیں کہ سننے والا چاہے کہ سنتا ہی رہے۔

### منافقین کی حقیقت

لیکن حقیقت میں خشک لکڑیاں ہیں جنہیں گویا دیوار سے ٹک کر کھڑا کر دیا گیا ہے سرسبز نہیں ہیں کہ آپ ہی کھڑی رہیں وہ گویا لکڑی کی خوبصورت پتیوں ہیں جن میں عمل کی طاقت نہیں ہے۔

يَحْسَبُونَ كُلَّ صَبِيحَةٍ عَلَيْهِمْ

بلند آواز سے زور سے بات کی جائے تو اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اسے اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آہستہ بات کی جائے آہستہ اس لئے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان سن کر عمل نہ کرنے لگ جائے جس سے انقلابی پارٹی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ آپس ہی میں سرگوشیاں ہی کرتے رہتے ہیں اس تحریک کو عدو میں لانا مضر سمجھتے ہیں۔

هَمَّ الْعَدُوَّاءُ

تحریک کے اصل دشمن یہی ہیں۔ اس لئے کہ یہ تحریک کی عام دعوت کو روکتے ہیں۔

فاحذروهم

ان سے ہمیشہ بچتے رہو اور تحریک کے مرکز کے قریب نہ آئے دو۔

قَاتِلْهُمْ اللَّهُ

## منافقین کو قتل نہ کیا جائے

اللہ انہیں ہلاک کرے گا کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ یہ خود بخود مرجائیں گے اس قسم کے لوگوں کی عدا ہلاک کرنے سے فساد پیدا ہو سکتا ہے اور خدا ہی انہیں سمیٹ لے تو اچھا رہتا ہے۔

انہی یوفکون

کیسے پھرے جائے! انہیں سمجھایا جائے تو بات سمجھ جاتے ہیں مگر پھر ابھی پھر جانے کا ڈھنگ نکال لیتے ہیں اعتراض بھی نہیں کر سکتے مگر کام بھی نہیں کرتے یہ بھی ثابت نہیں ہونے دیتے کہ یہ دین سے پھر گئے ہیں یہ ان کی عقلمندی ہے کہ پھرے ہوئے ہونے کے باوجود پھرا ہوا ہونا ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

(5) وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوُدْ رُؤُسَهُمْ

وَرَايتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○

ترجمہ : اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے بخشش طلب کرے تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبرانہ انداز کے ساتھ بے رخی برتتے ہیں۔

ان کی غلطیاں معمولی نہیں ویسی نہیں جیسی ایک سلیم الفطرت انسان سے کبھی کبھار ہو جاتی ہیں اس قسم کے انسان کو اس کی غلطی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسے تسلیم کر لیتا ہے مگر انہیں متوجہ کیا جاتا ہے تو یہ غلطی کے ماننے کو تیار نہیں ہوتے ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سے اتفاق سے غلطی ہو گئی آؤ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر اقرار کر لو وہ اللہ سے تمہارے لئے دعا کریں گے۔

لَوُدُّوْهُمْ

وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور سر پھیر لیتے ہیں۔

يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○

وہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے اعتراف قصور کریں وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح ان کی توہین ہوتی ہے چنانچہ ایک دوسرے کو روکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اعتراف نہ کریں۔

(6) سِوَاہٖ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفِرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَكُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا

### یہدی القوم الفسقین ○

ترجمہ: اے پیغمبر ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز محاف نہیں کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

### منافقت روکنے کی انسانی تدبیر

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ سوسائٹی میں احکام الہی کی نافرمانی کا مرض عام طور پر نہ پھیلے اس لئے ان خطا کاروں سے کہا جاتا ہے کہ تم سے غلطی بھولے سے ہوتی ہے آؤ ہم تمہارے لئے مغفرت طلب کریں مگر خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تمہاری یہ شفقت ان منافقین کے لئے مفید نہیں ہوگی تمہارا ان کے لئے مغفرت طلب کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اللہ انہیں نہیں بخشنے گا۔

### ان اللہ لا یہدی القوم الفسقین ○

اس قسم کے قصدِ بدکاری کرنے والے لوگوں کو جو قانونِ فکری کو عادت بنا لیں ہدایت کا کوئی سامان نہیں دیا جاتا انقلابی جماعت میں اس قسم کے منافقین کو راہ نہیں دی جاتی۔ ایسے لوگ ہوتے ہوئے رجعت پسند جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(7) ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات والارض ولكن المنفقین لا یفقیہون

ترجمہ: یہ لوگ وہی تو ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود منتشر ہو جائیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانوں کے اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن یہ منافق اس کی بات ہی نہیں سمجھتے۔

### منافقین کا طریق کار

منافقین کے افعال بتدریج انقلابی تحریک کی مخالفت پر ختم ہوتے ہیں وہ انقلابی تحریک کی دو طرح مخالفت کرتے ہیں۔

## انقلاب کی مالی امداد سے دست کشی

لا تَنفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰی يَنْفَضُوا  
وہ اس انقلابی تحریک کی مالی امداد بند کر کے اسے برباد کر دینا چاہتے ہیں وہ  
سازش کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور کام کرتے  
ہیں انہیں خرچ مت دیا کرو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔

واللّٰہ خزائن السموات والارض ولكن المنفقين لا يفقهون ○  
حقیقت یہ ہے کہ ان منافقین کی شرارتوں سے انقلابی کارکن یعنی مسلمان  
بھاگیں گے نہیں اور نہ دل تنگ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اور خزانے سے  
عطا فرمادے گا صرف ان منافقین کے پاس ہی دولت نہیں ہے۔ اگر یہ اپنی امداد بند  
کر دیں گے تو اللہ کسی اور کے دل میں ڈال دے گا وہ ان کارکنوں کو کھانے دے گا  
زمین آسمان کے سب خزانے اللہ کے ہیں خدا جانے کس خزانے سے انہیں رزق  
پہنچ جائے گا رزق نہ پہنچنے کی وجہ سے تو وہ منتشر نہیں ہوں گے۔

(8) يقولون لنرجعنا الى المدينة ليخرب جن الا عز منها الا ذل و  
للّٰه العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنفقين لا يعلمون  
ترجمہ: نیز یہ منافق یوں کہتے ہیں اگر اب کے ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو  
عزت والا وہاں سے ذلت کے والے کو نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ  
کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن یہ منافق اس  
بات کو نہیں جانتے۔

## انقلابیوں کے اخراج کی سازش

ان کی دوسری کوشش یہ ہے کہ انہیں اس سرزمین سے ہی نکال دیں جو  
اب انقلاب کا مرکز بن گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے کی طرف واپس  
گئے (یہ واقعہ سفر میں پیش آیا) تو ”عزت والے لوگ“ ذلیل لوگوں کو نکال باہر  
کریں گے۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے آپ کو عزت والا سمجھتا ہے اور



رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ”ذلیل“ قرار دیتا ہے ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ حقیقی عزت تو اللہ، رسول اور مومنین کے لئے ہے مومنین کو عزت کہاں سے نصیب ہوگی؟ اس کا ان منافقین کو علم ہی نہیں جب رئیس المنافقین (عبداللہ بن ابی) کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے کہا ہے ”عزت والا“ ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا وہ اس قول کا مطلب سمجھتا ہے اس نے مدینے میں اپنے باپ سے کہا ابا! اپنے آپ کو ذلیل کہہ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اللہ کی قدرت دیکھو عبداللہ بن ابی کو یہ لفظ کہنے ہی پڑے۔

اسی طرح احکام الہی کی تکمیل سے جان چرانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جان چرانے والا شخص اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ خود عمل نہیں کرتا بلکہ آخر کار وہ مخالفانہ قوت پیدا کر کے قرآنی انقلابی مرکز کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے آپ کو روپے والا اور عزت والا مانتا ہے اور اس زعم میں وہ حق کی مرکزی طاقت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

### ایک پیش گوئی

ان آیتوں میں یہ سمجھا دیا کہ یہ لوگ اسی کوشش میں ناکام رہیں گے اور قرآن کی طاقت کو توڑ نہیں سکیں گے۔ قرآن حکیم کی تحریک نہ روپے پیسے کی جنگی سے ٹل ہوگی نہ اس کی مرکزی طاقت کو زمین سے مٹایا جاسکتا ہے چنانچہ مدنی انقلابی تحریک کی کامیابی ایک تاریخی حقیقت بن چکی ہے لیکن منافقین کا نام و نمود بھی نہ رہا۔

### نفاق کا انسداد

اب ایسے اعمال بتائے جائیں گے کہ نفاق پیدا نہ ہو۔

(9) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا مَنُوا لَا تَلْهَكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَاُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے

غافل نہ کر پائیں اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان میں رہیں گے۔

ذکر اللہ سے مراد قرآن حکیم ہے۔

### قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو

قرآن حکیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مال اور اولاد کے بکھیرؤں کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جاؤ ایمان حاصل کرنے کا صحیح طریق یہ نہیں ہے کہ پہلے اپنے بچوں کے لئے مال و زر جمع کرنے میں لگے رہو فرصت ملی تو قرآن بھی پڑھ لیا صحیح طریقہ عمل یہ ہے کہ اچھا وقت اور اچھی طاقت قرآن حکیم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں صرف کی جائے۔ پھر جو وقت اور طاقت بچ رہے وہ مال بچوں کے بکھڑوں اور دولت کے بکھیرؤں میں صرف کی جائے۔

ومن یعفل ذلک فاولئک ہم الخسرون ○

جو شخص مال و دولت کے جمیلوں کو ذکر اللہ پر مقدم کرتا ہے وہ دماغی قوت وغیرہ تو دولت کمانے میں صرف کر لیتا ہے اور جب اعضاء و قوتی مضل ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے لاؤ تھوڑا سا قرآن بھی پڑھ لیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے انہیں حقیقی علم حاصل نہیں ہو گا وہ بظاہر تو قرآن حکیم کے عالم ہوں گے لیکن ان میں طاقت عمل نہیں ہوگی۔

وانفقوا من مآرزقنکم من قبل ان یاتئ احدکم الموت فیقول رب

لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ○

ترجمہ: اور ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خیرات کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ آثار موت کو مشاہدہ کر کے یوں کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دی تاکہ میں خوب خیرات کرتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔

### مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو

جس طرح ذکر اللہ کے سمجھنے میں تاخیر کرتے سے یہ نقصان پہنچتا ہے کہ صحیح معرفت دماغ میں نہیں بیٹھتی اسی طرح مال و دولت جو اللہ کے لئے صرف کرنی ہو (یعنی دینی کام پر لگانی ہو) اسے فوراً دے ڈالنا چاہیے اس میں تاخیر کرنے سے بعض

اوقات برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان مر جاتا ہے اور مرتے وقت یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں اپنی دولت کسی اچھے کام میں صرف کرتا۔ موت کا وقت معلوم نہیں ہے اس لئے جو روپیہ اچھے کام میں صرف کرنا ہو اسے فوراً خرچ کر ڈالنا چاہیے تاکہ پھر یہ نہ کہتا پڑے کہ اگر میں زیادہ دن زندہ رہتا تو یوں کرتا اور اللہ کے سامنے جا کر یہ بہانہ بتائے کہ اگر مجھے مہلت ملتی تو یوں کرتا کچھ دن زندہ رہتا تو نیک بننا اور مال دینا اس وقت یہ سب بے سود ہو گا اس لئے جو کچھ کرنا ہے اب کرلو۔

(11) ولن یوخر اللہ نفساً الا جاء اجلها واللہ خبیر بما تعملون  
ترجمہ: اور جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ اس مال و دولت کی خاطر اس قانون کو بدل دے۔ جس کے مطابق اسے مارنا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ان باتوں میں جلدی کرو! جب انسان بنایا گیا اس وقت اس میں چند محدود قوتیں رکھی گئیں یہ مختلف سطحوں ہیں جن کے ماتحت یہ قوتیں رکھی گئیں ہیں اس حد بندی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مطابق وقت پر مر جاتا ہے جو حد بندیاں لگائی گئی ہیں وہ ایک سلسلہ عظیم کے ماتحت ہیں تو کیا اس کم دل کے چار پیسوں کی خاطر وہ سارے سلسلہ قانون کو بدل دے؟ یہ کبھی نہ ہو گا کہ قانون کے مطابق وقت آجائے تو اسے اور زندگی دی جائے اللہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔

واللہ خبیر بما تعملون ○

### ایک استثناء

جو کچھ تم کرتے ہو اور جو تمہارے ارادے میں ہے اللہ سب کی تہ تک سے واقف ہے۔ اگر کسی شخص نے اللہ کے کام میں روپیہ دینے میں کسی صحیح ضرورت کی وجہ سے تاخیر کی ہے مگر اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا اور اتفاق

سے وہ روپیہ دینے سے پہلے مرگیا تو اس کا یہ عمل ضائع نہ ہوگا البتہ بے ضرورت  
تاخیر کی پوچھ ہوگی۔

(سورۃ منافقون کی تفسیر تمام ہوئی)